تذکرۃ الاطہار علیہم السلام

(آئمہ اطہار علیہم السلام کے حالات زندگی)

مؤلف

آیت اللہ علامہ شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔ 0321-4481214,042-37314311

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ------------ تذکرۃ الاطہارؑ

مؤلف ------------ آیۃ اللہ علامہ شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ

مترجم ------------ مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ

کمپوزنگ ------------ فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)

سال اشاعت ------------ مارچ 2012ء

ناشر ------------ مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

ہدیہ ------------

ملنے کا پتہ

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور

فون نمبرز۔ 0321-4481214,042-37314311

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ ! مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔۔عرصہ دراز سے دورِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی نشرواشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُروقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''تذکرۃ الاطہار'' چوتھی صدی ہجری کی ایک عظیم مقدّس علمی شخصیت آیۃ اللہ شیخ مفید علیہ الرحمہ کی عظیم تصنیف ہے۔کتاب کے پہلے حصّے میں امیرالمومنین علی علیہ السلام کے حالات زندگی ہیں اور آپ کے کمالات وفضائل کا تفصیلی ذکر ہے جب کہ دوسرے حصّے میں باقی گیارہ آئمہ اطہار کی سوانح حیات ہے۔

اس مستند کتاب کا ترجمہ حجۃ الاسلام علامہ سیّد صفدر حسین نجفی نے کیا ہے، جو پہلے بھی بہت سی علمی کتب کے ترجمے کر چکے ہیں۔ ہمارے آئمہ کی پاک سیرت کی ایک جھلک آپ کے سامنے ہے۔ آپ کی راہوں کو روشن کرنے کے لیے یہ بہترین نور ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم وتحقیق حسبِ سابق ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس گوہرِ نایاب سے بھرپور علمی وعملی استفادہ فرمائیں گے۔اورادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز وآراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔۔۔۔۔والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر		
تعارفِ مئولف	10	واقعہ سورۃ برأت	48
لقب ''مفید'' کی وجہ تسمیہ	10	جنگِ بدر	49
وفات	12	جنگِ اُحد	56
''جز ء اوّل'' امیرالمومنین حضرت علی بن ابی		جنگِ خندق	65
طالبؑ کے حالات زندگی	13	اشعار:	73
مدّتِ امامت	16	جنگِ بنی قریظہ	76
شہادت امیرالمومنینؑ	17	غزوہ وادی رمل	79
شہادت کی پیش گوئی	18	غزوہ بنی مُصطلِق	81
سبب شہادت	21	صلح حدیبیہ	82
دفن کی تفصیل اور قبرِ مطہر	25	جنگِ خیبر	84
فضائل ومناقب	27	فتح مکہ	89
آپؑ امتِ محمدؐیہ کے اعلم ہیں	29	جنگِ حُنین	95
فضیلت بلاشرکتِ غیر	32	تقسیم اموالِ مشرکین	98
محبت علیؑ ایمان کی علامت	34	محاصرہ طائف	102
آپؑ اور آپؑ کے شیعہ کامران ہیں	34	جنگِ تبوک	104
پاکیزگی ولادت کی علامت	35	شجاعت عمرو بن معدیکرب	107
لقب امیرالمومنینؑ	36	وادی الرمل اور بہادر	110
مناقب آنجنابؑ	38	واقعہ مباہلہ	112
ہجرت	40	حجۃ الوداع	115
		مصلح امت	42

فہرست	صفحہ
کیونکہ	122
رسولِ خداؐ کا وصال	122
حضرت علیؑ کے اہم فیصلے	132
فیصلے	135
زمانہ نبی کریمؐ	135
اہم فیصلے	137
زمانہ حکومت ابوبکر	137
فیصلے	140
زمانہ حکومت عمر	140
مفید مشورہ	143
فیصلے	146
زمانہ حکومت عثمان	146
زمانہ حکومت علیؑ	147
عقیدۂ توحید	154
فضیلت علم و علماء	157
مذمت دنیا اور تقویٰ	161
علامتِ شیعہ	163
سلسلہ بیعت اور خطباتِ علیؑ	164
خطبہ نمبر ۱	164
خطبہ نمبر ۲	165
خطبہ نمبر ۳	165
خطبہ نمبر ۴	166
خطبہ نمبر ۵	167
خطبہ نمبر ۶	168
خطبہ نمبر ۷	168
خطبہ نمبر ۸	169
خطبہ نمبر ۹	170
خطبہ نمبر ۱۰	170
خطبہ نمبر ۱۱	171
خطبہ نمبر ۱۲	172
خطبہ نمبر ۱۳	173
خطبہ نمبر ۱۴	173
خطبہ نمبر ۱۵	175
خطبہ نمبر ۱۶	175
خطبہ نمبر ۱۷	177
خطبہ نمبر ۱۸	177
خطبہ نمبر ۱۹	180
خطبہ نمبر ۲۰	181
خطبہ نمبر ۲۱	181
خطبہ نمبر ۲۲	182
خطبہ نمبر ۲۳	183
خطبہ نمبر ۲۴	183
خطبہ نمبر ۲۵	184
خطبہ نمبر ۲۶	185
خطبہ نمبر ۲۷	185
خطبہ نمبر ۲۸	186

فہرست	صفحہ
خطبہ نمبر ۲۹	186
خطبہ نمبر ۳۰	187
خطبہ نمبر ۳۱	187
خطبہ نمبر ۳۲	188
خطبہ نمبر ۳۳	188
خطبہ نمبر ۳۴	192
مجلس شوریٰ کے متعلق کلام	193
خطبہ شقشقیہ	194
خطبہ	196
مدینہ میں خطبہ	197
ارشادات (وعظ و نصیحت)	199
صفتِ انسان	202
ذات امیر المومنینؑ معجزہ ہے	205
امیر المومنینؑ کا غیب کی خبریں دینا	210
حضرت اویس قرنیؓ کا بیعت کرنا	212
اپنی شہادت کی خبر دینا	214
جندب بن عبداللہ کی روایت	214
دوسروں کے حالات کی خبر دینا	216
تفصیل شہادت میثم تمارؓ	216
رشید ہجری کو اس کی شہادت کی خبر دینا	219
مزرع بن عبداللہ کی روایت	219
کمیل کو اس کی شہادت کی خبر دینا	220
قنبرؓ کو اس کی شہادت کی خبر دینا	220
خالد بن عرفطہ کی خبر دینا	221
روایت ابوالحکم	221
براء بن عازب کو خبر دینا اور شہادت امام حسینؑ کا بتانا	222
فوق العادت امور	223
باب خیبر کا اکھاڑنا	223
پتھر کا اکھاڑنا اور راہب کا اسلام قبول کرنا	223
جنات سے مقابلہ اور تبصرۂ مؤلف	226
آفتاب کا دو مرتبہ پلٹنا	230
مچھلیوں کا سلام کرنا	232
اژدھا کا کلام کرنا	233
دروغ گو کے لیے بددعا کرنا	234
تذکرہ اولاد امیر المومنینؑ ان کی تعداد، نام اور والدگرامی	236
جز دوئم امیر المومنینؑ کے بعد والے امام کا تذکرہ، ان کی تاریخ ولادت، امامت کے دلائل، مدتِ خلافت، تاریخ وفات، مقام قبر، اولاد کی تعداد، حالات زندگی امام حسن علیہ السلام	238
شہادتِ امام حسنؑ	244
تذکرہ اولاد حسن بن علیؑ ان کی تعداد، نام اور مختصر حالات	247
زید بن حسن	247

فہرست	صفحہ
امامی اور زیدی	248
حسن بن حسن مثنیٰ	249
حضرت امام حسین علیہ السلام امام حسن بن علی علیہ السلام کے بعد والے امام کا ذکر ان کی تاریخ ولادت، امامت کے دلائل، مدت عمر، مدت خلافت، وفات اور اس کا سبب مقام قبر، تعداد اولاد اور ان کے مختصر حالات	252
امام حسینؑ کا زمانہ خاموشی	254
بیعت یزید سے انکار اور مدینہ منورہ سے خروج	255
مکہ میں ورود	259
اہل کوفہ کے خطوط کی آمد	259
خطوط اہل کوفہ کا جواب اور حضرت مسلم بن عقیل کا کوفہ جانا	261
عبیداللہ بن زیاد کا کوفہ آنا	264
معقل کی جاسوسی	265
حضرت ہانیؓ اور ابن زیاد	267
حضرت مسلم بن عقیل	274
لڑائی اور شہادت	274
شہادت حضرت ہانی بن عمروہ	281
سفر امام حسینؑ مکہ سے عراق	284
قیس بن مسہر کی گرفتاری اور شہادت	286
حضرت مسلم کی شہادت کی خبر پہنچنا	289
حر ریاحی اور امام حسینؑ	291
امام حسینؑ کا کربلا میں ورود	295
پانی کی بندش	298
نومحرم اور شب عاشور	301
روزِ عاشور	307
شہادتِ امام حسینؑ کی خبر کا مدینے پہنچنا	330
شہداء بنی ہاشم در کربلا	333
جناب امام حسینؑ کے کچھ فضائل و مصائب اور زیارت کی فضیلت	334
حسین بن علی علیہما السلام کی اولاد کا تذکرہ	338
امام علی زین العابدینؑ کے حالات	339
امام حسینؑ کے بعد والے امام کا ذکر، تاریخ ولادت، دلائل امامت، مدت خلافت، وقتِ وفات، اسباب وفات، قبر اولاد اور مختصر حالات زندگی	339
مختصر حالات جناب علی زین العابدینؑ	340
علی بن الحسین علیہما السلام کی اولاد	350
امام محمد باقر علیہ السلام	351
علی بن الحسینؑ کے بعد والے امام کا ذکر، ان کی تاریخ، ولادت، امامت، مدت عمر، مدت خلافت، وقت وفات اور سبب، قبر تعداد اولاد اور مختصر حالات	351
آپؑ کے بھائیوں کا تذکرہ اور ان کے کچھ واقعات	361

فہرست	صفحہ
ابوجعفر کی اولاد کی تعداد اور نام	365
امام جعفر صادق علیہ السلام	366
امام محمد باقر کے نائب کا تذکرہ، ان کی تاریخ ولادت، امامت کے دلائل، مدت عمر، مدت خلافت، وفات، قبر، اولاد کی تعداد اور ان کے مختصر حالاتِ زندگی	366
باب امام جعفر صادق کے مختصر حالات و اشارات	374
خبر غیب	374
شامی مناظر اور آپؑ	376
ابن ابوعوجاء اور ابوشاکر (زندیق) کے سوالات	380
اللہ کی معرفت واجب ہے	382
نفی تشبیہ	383
عدل	383
تکمیل سعادت	383
دین خدا اور امام کی معرفت	383
توبہ میں جلدی کرو	383
سید حمیری کا واقعہ اور اس کے اشعار	384
باب۔امام جعفر صادقؑ کی اولاد، ان کے نام و حالات	387
اسماعیل بن جعفر	387
عبداللہ بن جعفر	388
اسحٰق بن جعفرؑ	388
محمد بن جعفرؑ	389
علی بن جعفرؑ اور عباس بن جعفرؑ	391
باب۔امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حالات زندگی حضرت ابوعبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام کے بعد آپؑ کی اولاد میں سے ان کے	392
قائم مقام امام کا ذکر، تاریخ ولادت، امامت کے دلائل، سن مبارک، مدت خلافت، وقت وفات، سبب، قبر، اولاد، حالات زندگی	392
آپ کی امامت پر دلائل ونصوص	392
ابوالحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کچھ دلائل اور آپ کی آیات وعلامات اور معجزات کا ذکر	396
آپؑ کے فضائل ومناقب اور خصائل کا ذکر جس کی وجہ سے آپؑ باقیوں سے ممتاز ہیں	403
آپ کی وفات کا سبب اور اس کی کچھ کیفیت	406
باب. آپ کی اولاد کی تعداد اور ان کے مختصر حالات	412
حضرت امام علی رضاؑ کے حالات امام موسیٰ کاظم کے قائم مقام امام بیٹے کا ذکر، تاریخ ولادت، دلائل امامت،	414
مدت عمر، مدت خلافت، وفات اور اس کا سبب، قبر مبارک، اولاد کی تعداد اور ان کے مختصر حالات	414
آپؑ کی امامت پر دلائل ونصوص	414

فہرست	صفحہ

فہرست	صفحہ
آپ کے معجزات اور واقعات کا تذکرہ	418
آپؑ کی ولی عہدی کا واقعہ	421
امام علی رضاؑ کی وفات اور اس کے سبب و واقعات	428
باب۔امام محمد تقیؑ کے حالات امام علی رضاؑ کے بعد والے امام کا ذکر، ان کی تاریخ ولادت، دلائل امامت، مدت عمر،	431
وفات وسبب وفات، قبر، اولاد کی تعداد اور ان کے مختصر حالات	431
آپؑ کی امامت پر نصوص واشارات	431
حضرت ابوجعفر محمد تقیؑ کے مختصر فضائل	434
ابوجعفر محمد تقیؑ کی وفات، اس کا سبب، قبر اور تذکرہ اولاد	444
باب.امام علی نقیؑ کے حالات	445
امام ابوجعفر محمد تقیؑ کے بعد والے امام کا ذکر، ان کی تاریخ ولادت، دلائل امامت، مذمتِ خلاف، عمر، وفات اور اس کا سبب، قبر، اولاد کی تعداد اور ان کے مختصر حالات	445
آپؑ کی امامت پر نصوص ودلائل	445
حضرت امام علی نقیؑ کے مختصر فضائل	447
امام علی نقیؑ کا مدینہ سے سامرہ آنا	452
وفات اور آپؑ کی اولاد	452
باب.امام حسن عسکریؑ کے حالات	454
امام علی نقیؑ کے بعد والے امام کا تذکرہ، ان کی تاریخ ولادت، دلائل امامت، مدت خلافت، وفات، قبر	454
آپؑ کی امامت پر نصوص ودلائل	454
امام حسن عسکریؑ کے فضائل	458
امام حسن عسکریؑ کی وفات، آپ کی قبر اور آپ کے فرزند کا تذکرہ	468
امام منتظر (مہدیؑ) کے حالات حضرت امام حسن عسکری کے بعد والے امام کا ذکر، ان کی تاریخ ولادت، دلائل امامت،	469
کچھ حالات، ان کی غیبت، قیام کے وقت سیرت اور حکومت وسلطنت	569
ہر زمانہ میں امام کا ہونا ضروری ہے	470
امام مہدیؑ کی امامت پر نصوص ودلائل	471
''حجۃ آل محمدؐ''	474
آپؑ کے دیدار سے مشرف ہونے والے	474
آپؑ کے فضائل ودلائل	476
ظہور امام مہدی کی علامات وحوادث	484
ظہور امام مہدیؑ کا سال اور دن	490
امام آخرالزمان مکہ سے کوفہ تک	490
آپؑ کی مدتِ حکومت	491
آنجنابؑ کا حلیہ مبارک	492
آپؑ کی سیرت وروش	492

تعارفِ مؤلف

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد بن نعمان بن عبدالسلام بن جابر بن نعمان بن سعید بن جبیر، کنیت ''ابوعبداللہ'' اور لقب ''مفید'' ہے آپ کو ابن معلّم بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کے والد گرامی معلم تھے۔ آپ ۱۱ ذی قعد ۳۳۶ یا ۳۳۸ ھجری (بمطابق ۹۴۸ یا ۹۵۰ عیسوی) بغداد سے وجیل کی جانب ۲۴ میل دور قصبہ عکبریٰ میں پیدا ہوئے۔ آپ ملت اسلامیہ کے جلیل عالم و بزرگ اور اپنے وقت کے قائد اور اُستاد تھے آپ کے بعد جتنے علماء ہوئے انہوں نے آپ سے استفادہ کیا، آپ کو فقہ و کلام کا بادشاہ، روایت میں انتہائی موثق و معتبر اور اعلم وقت قرار دیا۔ آپ کے زمانہ کی مرجعیت آپ کی ذات میں منحصر تھی۔ آپ عالی دماغ، باریک بین اور روشن فکر تھے۔ آپ کی تقریباً دوسو ۲۰۰ تصنیفات ہیں۔

لقب ''مفید'' کی وجہ تسمیہ

اس سلسلہ میں منقول ہے کہ آپ جس زمانہ میں ابوعبداللہ جعل کے پاس مشغول تعلیم تھے اس زمانہ کی بات ہے کہ آپ ایک دن علی بن عیسیٰ رمانی کی مجلس میں موجود تھے کہ اس سے بصرہ کے رہنے والے ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ خبر غدیر اور واقعہ غار میں سے اہمیت کسے دیتے ہیں تو علی بن عیسیٰ نے کہا کہ غار کا واقعہ درایت اور غدیر کی خبر روایت ہے اور روایت درایت کا مقابلہ نہیں کرسکتی وہ شخص چلا گیا تو علی بن عیسیٰ اور شیخ مفید کے درمیان یہ گفتگو ہوئی۔

شیخ مفید:۔ جو شخص امام سے جنگ کرے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

علی بن عیسیٰ:۔ وہ کافر ہے۔ (پھر بات بدلتے ہوئے) وہ فاسق ہے۔

شیخ مفید:۔ امیرالمومنین علیؑ کے متعلق آپ کا کیا عقیدہ ہے کہ وہ امام ہیں؟

علی بن عیسیٰ:۔ وہ امام ہیں۔

شیخ مفید:۔ پھر طلحہ اور زبیر کے روز جمل کے کردار کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟

علی بن عیسیٰ:۔ انہوں نے توبہ کرلی تھی۔

شیخ مفید:۔ لیکن وہ واقعہ جمل درایت ہے اور توبہ کی خبر روایت ہے۔

علی بن عیسیٰ:۔ کیا تم بصری شخص کے سوال کرنے کے وقت موجود تھے۔

شیخ مفید:۔ جی ہاں۔

یہ سنتے ہی علی بن عیسیٰ اپنے گھر کے اندر گئے جب باہر آئے تو اس کے ہاتھ میں ایک بند رقعہ تھا جسے شیخ مفید کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ اپنے استاد ابوعبداللہ کو دے دینا۔ آپ نے وہ رقعہ لاکر اپنے استاد محترم کو دیا تو وہ ہنسنے لگے اور بولے کہ آپ دونوں کے مابین جو واقعہ گذرا ہے اس کی خبر دی ہے اور آپ کو ''مفید'' کا لقب دیا ہے۔

لیکن ابن شہر آشوب نے کہا ہے کہ امام صاحب العصرؑ نے آپ کو ''مفید'' کا لقب عطا فرمایا۔

یافعی جو اکابر علماء اہل سنت میں سے ہیں اور نہایت متعصب لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں وہ اپنی مشہور تاریخ میں شیخ مفید کا تذکرہ بڑے عجیب انداز سے کرتے ہیں۔

سن ۴۱۳ ھجری کے واقعات لکھتے ہوئے یوں رقمطراز ہے۔

''اسی سال شیعوں کے عالِم اور رافضیوں کے رہنما نے وفات پائی جو بہت سی کُتب کے مصنف، مفید اور ابن معلّم کے لقب سے مشہور اور علم کلام اور مناظرہ کے ماہر تھے۔

ابن ابوطی نے کہا کہ شیخ مفید بہت زیادہ صدقات کرنے والے، عظیم خشوع وخضوع کے مالک، نماز وروزہ کے سخت پابند اور کھردرا لباس پہننے والے تھے۔ ایک اور صاحب کا کہنا ہے کہ عضد الدولہ بعض اوقات آپ کی زیارت کے لیے آیا کرتا تھا۔ آپ متوسط قد، کمزور جسم اور گندمی رنگ کے تھے آپ کی عمر چھہتر ۷۶ سال تھی۔

آپ نے دوسو ۲۰۰ سے زیادہ کتب تصنیف کیں۔ آپ کا جنازہ دیکھنے کے قابل تھا جس میں اسی ہزار شیعوں اور رافضیوں نے شرکت کی۔ اور خدا نے ہمیں (اہل سنت کو) اس سے چھٹکارا دلایا''۔

(یافعی کا کلام ختم)

یافعی آپ کے دینی، دنیوی، علمی اور عملی مناقب وفضائل کا انکار تو نہیں کرسکا لیکن اپنا عناد اور شدتِ بغض کو بھی نہیں چھپا سکا اور اس کا آخری جملہ اس کے تعصب کا آئینہ دار ہے۔ آپ کی عظمت امام مہدی آخرالزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ وسہل اللہ مخرجہ کے ان تین خطوط سے ہویدا ہے جو تین سال کے دوران آپ کے پاس آئے۔

خط کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔

للاخ السديد و الولی الرشيد الشيخ المفيد ابی عبدالله محمد بن محمد بن نعمان ادام الله اعزازه''

''سچے بھائی ہدایت یافتہ دوست شیخ مفید ابوعبداللہ محمد بن محمد بن نعمان خدا آپ کے اعزاز واحترام کو دوام بخشے بعض کتب میں ہے کہ شیخ مفید کی قبر پر لکھے گئے مرثیے کے اشعار میں سے حسب ذیل اشعار حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ کے ہیں۔

لا صوت الناعی بفقدك انه
يوم علی آل النبی عظيم
ان كنت قد غيبت فی جدث الثری
فالعدل و التو حيد فيك مقيم

القائم الهدی یفرح کدما

تلیت علیك من الدروس علوم

”ترجمہ:۔آپ کے چل بسنے کی خبر دینے والا اپنی آواز کو بلند کرے (مدھم رکھے) کہ یہ دن آل رسولؐ پر بہت گراں ہے۔اگر چہ آپ قبر میں غائب کئے گئے ہیں پھر بھی عدل وتوحید آپ کے ساتھ ہے اور قائم مہدیؑ خوش ہوتے تھے جب بھی آپ کے سامنے مختلف علوم کے درس ہوتے تھے۔“

وفات

آپ کی وفات ۳ رمضان المبارک ۱۳ ۴ھ ہجری مطابق ۱۰۲۲ء عیسوی شب جمعہ میں ہوئی۔نماز جنازہ آپ کے شاگرد رشید علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے میدان اشنان میں پڑھائی لوگوں کی اتنی کثرت تھی کہ یہ وسیع و عریض میدان تنگ ہو گیا پہلے آپ کو گھر میں دفن کیا گیا اور کئی سال بعد کاظمین میں، امام محمد تقی علیہ السلام کے قدموں میں شیخ ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہؒ کے پہلو میں منتقل کر دیا گیا۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله على ما ألهم من معرفته وهدى اليه من سبيل طاعته

و صلواته على خير ته من بريته محمد سيد أنبيائه و صفر ته و

على الائمة الراشدين من عترته وسلم تسليما۔

خدا کی توفیق ومدد سے آپ کے حسب فرمائش یہ کتاب تحریر کی جا رہی ہے جو مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے۔

آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی زندگی، مشاھد مقدسہ کا ذکر

اولاد آئمہ علیہم السلام کا تعارف

اور ان کے مختصر لیکن مفید حالات وواقعات

یہ سب کچھ اس طرح ضبط تحریر میں لا رہا ہوں کہ آپ ایک واقف کار کی طرح مطلع ہو سکیں، عام زبانی دعوؤں اور اصل حقائق وعقائد سے آشنائی حاصل کر سکیں، شکوک وشبہات اور واضح وبینات میں امتیاز اور صاحبان انصاف ودیانت کی طرح حق وحقیقت پر اعتماد کر سکیں۔آپ کے حسب خواہش اس کتاب میں اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے اللہ پر مجھے بھروسہ ہے اور اسی سے رُشد وہدایت کی طرف رھبری چاہتا ہوں۔

(محمد بن محمد بن نعمان)

"جزءاوّل"

امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کے حالات زندگی

امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب ابن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف، آئمہ مومنین میں پہلے امام، والیان امور مسلمین میں پہلے ولی اور اللہ کے رسول صادق و امین حضرت محمد بن عبداللہ خاتم النبین صلوات اللہ علیہ وسلم و آلہ الطاھرین کے بعد دین میں اللہ کی طرف سے پہلے خلیفہ ہیں۔ آپؑ آنحضرتؐ کے بھائی، ابن عم، امر رسالت میں آپؐ کے وزیر و مددگار، آپ کی دختر نیک اختر بتول سیدہ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے شوہر ہونے کی وجہ سے آپ کے داماد ہیں اور سیدالاوصیاء ہیں آپؑ کی ذات گرامی پر بہترین درود و سلام ہو۔ آپؑ کی کنیت ابوالحسن ہے مکہ میں خانہ کعبہ کے اندر ۱۳ رجب المرجب ۳۰ عام الفیل جمعۃ المبارک کو پیدا ہوئے۔ اللہ جل جلالہ کی طرف سے کمال عزت و اکرام اور آپ کی قدر و منزلت میں بلندی و عظمت کی یہ دلیل ہے کہ بیت اللہ (خانہ کعبہ) میں آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ کے سوا کوئی اور بچہ پیدا نہیں ہوا۔ آپؑ کی والدہ گرامی کا اسم مبارک فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبدمناف رضی اللہ عنہا ہے۔ رسول خداؐ کے لیے یہ مخدوہ محترمہ ماں کی مثل تھیں کیونکہ آپؐ نے ان ہی کی گود میں پرورش پائی رسولؐ خدا ان کی اس نیکی و احسان پر شکریہ ادا کرتے تھے وہ آپؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں اور آپؐ کے ساتھ ہجرت کرنے والوں میں سے تھیں جب جناب فاطمہ بنت اسد نے وفات پائی تو آنحضرت نے اپنی قمیض کا کفن دیا اور ان کی قبر میں خود جا کر لیٹے تا کہ حشرات الارض دور رہیں اور فشار قبر سے محفوظ رہیں۔ اور انہیں ان کے بیٹے امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کے اقرار کی تلقین کی تا کہ آپ دفن ہونے کے بعد قبر میں منکر و نکیر کے سوالات کا جواب دیں اس بی بی کی خدا کے ہاں بلندی مرتبہ کی وجہ سے آنحضرتؐ نے بھی اس عظیم فضیلت کے ساتھ انہیں مخصوص فرمایا۔

ایک اور بات جو بہت ہی مشہور ہے وہ یہ ہے کہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب اور ان کے تمام بھائی نجیب الطرفین ہاشمی ہیں یعنی ماں اور باپ دونوں طرف سے سلسلہ نسب حضرت ہاشم تک پہنچتا ہے۔ اور پھر آغوش رسالت میں پرورش پانا اور آپ ہی سے ادب و آداب سیکھنا دوہرا شرف ہے۔ اہل بیتؑ اور اصحابؓ میں سے آپ وہ پہلے شخص ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے۔ مردوں میں سب سے پہلے مرد ہیں جنھیں آنحضرتؐ نے دعوتِ اسلام دی اور انہوں نے قبول کی اور لبیک کہا۔ ہمیشہ دین کی نصرت، مشرکین سے جہاد اور ایمان کی حفاظت

میں مصروف رہے سرکش لوگوں کو قتل کیا۔قرآن وسنت کی نشرو اشاعت، عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے اور نیکی و احسان کا حکم فرماتے رہے رسولؐ اللہ کے ساتھ بعثت کے بعد تیس (۲۳) سال گزارے۔ہجرت سے پہلے مکہ میں تیرا (۱۳) سال شریک مصائب و آلام رہے اور آپ کے اکثر بوجھ برداشت کرتے رہے،ہجرت کے بعد دس (۱۰) سال مدینہ میں مشرکین سے دفاع اور آپ کے روبرو کافروں سے جہاد فرماتے رہے اور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر حضورؐ کو دشمنانِ دین سے بچاتے رہے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو دنیا سے اعلیٰ علیین کی طرف اُٹھالیا اس وقت امیرالمومنین کی عمر تینتس (۳۳) برس تھی۔

وفات پیغمبرؐ کے روز ہی اُمت نے آپؑ کی امامت سے اختلاف شروع کر دیا لیکن آپ کے شیعہ یعنی تمام بنی ہاشم حضرت سلمانؓ، عمارؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، حزیمہ بن ثابتؓ ذوالشہادتین، ابوایوب انصاریؓ، ابوسعید الخذریؓ اور ان جیسے جلیل القدر مہاجر و انصار اصحاب آپؑ کی امامت کے حامی وقائل رہے۔اُن کا ایمان تھا کہ رسول اللہؐ کے بعد آپ ہی خلیفہ اور سب لوگوں کے امام ہیں کیونکہ فصیلت، رائے اور کمال میں آپ سے بہتر افضل ہیں۔ آپ نے تمام لوگوں سے پہلے ایمان کی طرف سبقت کی اور احکام دین کے جاننے میں فائق، جہاد کرنے میں مقدم، پرہیز گاری اور زہد وتقوی میں بہت زیادہ وممتاز، قرابت ورشتہ میں آنحضرتؐ سے نہایت خاص وقریب تھے کہ کوئی بھی رشتہ دار اور اس خصوصیت میں آپ کا شریک نہیں اور پھر خدا کی طرف سے قرآن میں آپ کی ولایت پر نص وارشاد الٰہی موجود ہے۔

انما ولیکم اللہ و رسولہ والدین اٰمنو الذین یقیمون الصلوۃ و یوتون الزکوۃ وھم راکعون۔

''پس تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔''

اور یہ بات آشکار وواضح ہے کہ جناب امیرؑ کے علاوہ کسی اور نے حالت رکوع میں زکوۃ نہیں دی اور لُغت میں ثابت ہے کہ ولی کے معنٰی بلا اختلاف اولیٰ بالتصرف یعنی زیادہ حق تصرف رکھنے والے کے ہیں لہذا امیرالمومنینؑ بحکم قرآن لوگوں کے نفسوں پر زیادہ حق تصرف رکھتے ہیں کیونکہ آپ قرآن کی نص صریح کی بنا پر ان کے ولی ہیں اس لیے آپؑ کی اطاعت اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی طرح واجب ہے۔نبی کریمؐ اور آپؑ کی ولایت تمام مخلوق پر اس آیت مذکورہ میں صاف اور واضح دلیل و برہان کے ساتھ ثابت ہے۔ آپؑ کی ولایت نبی کریمؐ کی اس حدیث سے بھی ثابت ہے جو آپ نے دعوت ذوالعشیر ہ کے روز ارشاد فرمائی۔

رسول خداؐ نے اپنے گھر میں خاص طور پر اولا دعبدالمطلب کو عذاب خدا سے ڈرانے کے لیے

جمع کیا اور فرمایا

"ومن یئوازرنی علی ھذا الامر یکن اخی و وصی و وزیری و وارثی و خلیفتی من بعدی؟"

"کہ جو اس امر رسالت میں میری مدد کرے گا وہی میرا بھائی، میرا وصی، میرا وزیر، میرا وارث اور میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا۔"

تو ان سب میں سے آپؐ کے سامنے صرف امیر المومنین علیؑ کھڑے ہوئے۔ جو سب سے کم عمر تھے عرض کرنے لگے یا رسول اللہؐ میں آپ کی مدد کروں گا اور آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا نبی کریمؐ نے فرمایا علیؑ بیٹھ جاؤ تم ہی میرے بھائی میرے وصی میرے وزیر، میرے وارث اور میرے بعد میرے خلیفہ و جانشین ہو۔ خلیفہ کے تقرر میں آپ کا یہ واضح ارشاد موجود ہے۔

اسی سلسلہ میں نبیؐ کریم کی دوسری حدیث موجود ہے جو آپؐ نے روز "غدیر خم" ارشاد فرمائی جب کہ آنحضرتؐ خطاب سننے کے لیے تمام امت وہاں جمع تھی آپ نے ارشاد فرمایا اَلَسْتُ اَوْ لٰی بِکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ ؟ "کیا میں تم پر تم سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا" تو سب نے یک زبان کہا۔ بے شک خدا گواہ ہے آپ حق رکھتے ہیں تو آپ نے اپنی گفتگو میں بلا فاصلہ فوراً فرمایا مَن کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَّوْلَاہُ "جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے علیؑ مولا ہیں"

آپؐ نے جناب امیرؑ کی اطاعت وولایت کا فرض ان پر اسی طرح واجب قرار دیا جس طرح آپؐ کی اپنی اطاعت وولایت ان سب پر فرض وواجب تھی جس کا آپؐ نے پہلے اُن سے اقرار لے لیا تھا اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا تھا یہ بھی آپ (امیرؑ) کی امامت وخلافت پر نص صریح ہے۔

اسی طرح رسول خداؐ کی وہ حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے جو آپ نے تبوک کی طرف جاتے ہوئے جناب امیر علیہ السلام سے ارشاد فرمائی۔

آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔

"اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ"

"ترجمہ:۔ تمہاری میرے ساتھ وہی منزلت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپؐ نے جناب امیرؑ کے لیے وزارت اور مودت ومحبت سے مختص ہونے کا اعلان فرمایا۔ لوگوں پر آپؑ کی فضیلت کو واضح کرتے ہوئے اپنی زندگی اور وفات کے بعد آپؑ کی خلافت کو واجب

قرار دیا کیونکہ قرآن حکیم حضرت ہارونؑ کی حضرت موسیٰؑ سے یہی منزلت بیان فرماتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کے متعلق خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ كَيْ نُسَبِّحَكَ وَنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا"

"ترجمہ: میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر قرار دے اور اس کے ذریعہ میری کمر کو مضبوط کر اور اسے میرے امر میں شریک کر دے تا کہ ہم تیری زیادہ تسبیح کریں اور تیرا زیادہ ذکر کریں بے شک تو ہمیں ہمیشہ سے دیکھ رہا ہے۔"

تو حضرت موسیٰؑ کی اس درخواست پر خداوند کریم نے جواب دیا۔

"قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى"

"ترجمہ:۔اے موسیٰ تیرا مطالبہ پورا کیا جائے گا۔"

اس سے حضرت ہارونؑ کا حضرت موسیٰؑ کی نبوت میں شریک ہونا، امر رسالت کے پہنچانے میں وزیر ہونا اور ان کا پشت پناہ ہونا ثابت ہے۔

قرآن حکیم میں حضرت موسیٰؑ کے حضرت ہارونؑ کو خلیفہ بنانے کے سلسلہ میں ارشاد ہے۔

"اخلفنی فی قومی و اصلح ولا تتبع سبیل المفسدین"

"میری قوم میں تم میرے خلیفہ ہو، اصلاح کرتے رہو اور مفسدین لوگوں کے راستہ کی پیروی نہ کرنا"

لہٰذا حضرت ہارونؑ کے لیے حضرت موسیٰؑ کی خلافت تنزیل محکم (قرآن حکیم) سے ثابت ہوگئی۔ چونکہ سرکار رسالتؐ نے امیر المومنین علی علیہ السلام کے لیے سوائے نبوت کے وہ تمام منازل اپنے ساتھ قرار دیں جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے حاصل تھیں لہذا حضرت علی علیہ السلام کے لیے بھی رسول اکرمؐ کی وزارت، نصرت، فضیلت اور محبت ثابت ہوگئی۔ زندگی میں خلافت تو اس ارشاد سے وضاحت سے ثابت ہے اور زمانہ رسالت کے بعد "لا نبی بعدی" واضح دلیل ہے۔ ایسے دلائل خلافت جناب امیرؑ پر بہت زیادہ ہیں جن کے بیان کرنے سے کتاب طویل ہو جائے گی۔ الحمدللہ ہم نے اپنی دوسری کتب میں اس سلسلہ میں مفصل بحث کی ہے۔

مُدّتِ امامت

نبی اکرمؐ کے بعد آپ کی امامت کا زمانہ تیس (۳۰) سال ہے۔ جن میں سے چوبیس (۲۴) سال اور چھ

(٦) ماہ آپ ظاہراً ممنوع التصرف رہے اورتقیہ و وقت گذاری پر عمل پیرا رہے۔اور باقی پانچ سال چھ ماہ ناکثین (بیعت توڑنے والے) قاسطین (ظلم کرنے والے) اور مارقین (حق سے نکل جانے والے) جیسے منافق لوگوں سے جہاد کرتے رہے اور گمراہ لوگوں کے اٹھائے ہوئے فتنوں میں بری طرح جکڑے رہے اسی طرح جیسا کہ جناب رسالت مآبؐ اپنی نبوت کے تیرا برس احکام نبوت جاری کرنے سے محروم و خائف، (شعب ابو طالب میں) محبوس رہے، (مکہ سے) نکالے اور دھکیلے گئے نہ کفار سے جہاد کر سکتے تھے اور نہ مومنین سے مظالم کو دور رکھ سکتے تھے پھر سب نے ہجرت کی۔ ہجرت کے بعد دس سال تک مشرکین سے جہاد کرتے رہے اور منافقین سے بر سر پیکار رہے۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے انہیں اپنے پاس بلا لیا اور باغات بہشت میں سکونت بخشی۔

شہادت امیر المومنینؑ

آپ کی وفات شب جمعہ قبل از صبح صادق اکیس رمضان المبارک چالیس ھجری میں ہوئی مسجد کوفہ میں آپ پر ابن ملجم مرادی لعین نے تلوار سے قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ شہید ہوئے انیس ماہ رمضان کی رات آپ گھر سے تشریف لائے اور لوگوں کو نماز صبح کے لیے بیدار کرنے لگے وہ ملعون ابتداء شب سے آپ کی گھات میں تھا جب آپ مسجد میں اس لعین کے پاس سے گذرے جو اپنے ارادہ کو لوگوں سے چھپائے ہوئے سونے والوں میں مکاری سے پڑا یہ ظاہر کئے ہوئے تھا کہ وہ سو رہا ہے، تو اس نے اچانک آپؑ پر حملہ کر دیا آپؑ کے وسط میں زہر میں بجھی ہوئی تلوار کا وار لگا آپ انیس کا دن بیس کی رات اور دن اور اکیسویں کی رات کی پہلی تہائی تک زندہ رہے پھر آپؑ شہید ہو کر اس دنیا سے چل بسے اور مظلومیت کے عالم میں اپنے خدا سے جا ملے۔

آپؑ کو اس بات کا پہلے ہی سے علم تھا اور آپ لوگوں کو خبر دیتے رہتے تھے۔ آپؑ کے غسل و کفن کی ذمہ داری آپ کے حکم کے مطابق آپ کے دونوں فرزندوں حضرت حسنؑ اور حسین علیہما السلام نے پوری کی۔ شہزادے آپ کا تابوت کوفہ سے مقام غری نجف کی طرف لے گئے اور وہیں آپ کو دفن کیا اور آپؑ کی وصیت کے مطابق آپؑ کے بیٹوںؑ نے قبر کا نشان مٹا دیا۔ چونکہ آپ کو اپنے بعد بنو امیہ کی حکومت کا پورا علم تھا اور ان کی عداوت اور ان کی بدکرداری اور بری نیتوں کی وجہ سے ان کے انجام کار کا پتہ تھا اگر وہ قبر کا نشان پانے میں کامیاب ہو جاتے، تو ان سے ہر اقدام ممکن تھا۔

لٰہذا آپؑ کی قبر مطہر مخفی و پوشیدہ رہی یہاں تک کہ صادق آل محمد جعفر بن محمد علیہما السلام نے دور بنو عباسیہ میں نشاندھی فرمائی جب کہ آپ حیرہ میں ابو جعفر (منصور) کے پاس آئے آپ نے زیارت کی تو شیعہ حضرات کو پتہ چل گیا پھر انہوں نے زیارت کا سلسلہ شروع کیا آپ پر آپ کی ذریت طاہرہ پر سلام ہو۔ آپ کا سن مبارک شہادت کے وقت تریسٹھ سال تھا (عرض مترجم۔ اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر حملہ حالت نماز میں ہوا

جس سے آپ کی شہادت ہوئی شاید سرکار علامہ نے اختصار کی بناء پر اس کا ذکر نہیں فرمایا۔

شہادت کی پیش گوئی

ا۔ منجملہ ان اخبار کے ''جو آپؑ نے اپنی شہادت کے متعلق اس کے وقوع سے قبل بیان فرمائیں اور آپ کو اس حادثہ کا پہلے سے علم ہونا معلوم ہوتا ہے'' وہ خبر ہے جیسے علی بن منذر طریفی نے ابوالفضل عبدی سے، انہوں نے قطر سے، انہوں نے ابوطفیل عامر ابن وائلہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا انہوں نے کہا کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے لوگوں کو بیعت کے لیے جمع کیا تو ان میں عبدالرحمٰن ابن ملجم مرادی بھی آیا جسے آپ نے دو یا تین مرتبہ واپس بھیج دیا پھر اس نے بیعت کی تو آپ نے اس کے بیعت کرنے کے موقعہ پر فرمایا ''کس چیز نے اس امت کے بدترین کو روک رکھا ہے پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ یہ اس سے ضرور خضاب ہوگی اور آپ نے اپنا ہاتھ اپنی ریش مبارک اور سر پر رکھا اور جب ابن ملجم واپس چلا گیا تو آپ نے بطور تمثیل یہ اشعار کہے۔

اشد د حیاز یمك للموت
فان الموت لا قیك
ولا تجزع من الموت
اذا حل بوادیك
کما اضحكك الدھر
كذاك الدھر یبكیك

''ترجمہ: اپنی کمر موت کے لیے مضبوطی سے باندھ لے کیونکہ موت تجھ سے ملاقات کرنے والی ہے۔''

اور جب موت تیری وادی (زندگی) میں اترے تو اس سے نہ گھبرانا۔

جس طرح زمانہ نے تجھے ہنسایا ہے اس طرح وہ تجھے رُلائے گا۔

۲۔ روایت کی ہے حسن بن محبوب نے ابوحمزہ ثمالی سے اس نے ابواسحاق سبیعی سے اس نے اصبغ بن نباتہ سے وہ کہتے ہیں کہ ''امیرالمومنینؑ کے پاس ابن ملجم آیا اور اس نے بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ آپؑ کی بیعت کی پھر وہ واپس مڑا تو امیرالمومنینؑ نے اس کو بلایا اور اس سے عہد و میثاق لیا اور اسے تاکید کی کہ وہ دھوکہ نہیں دے گا اور بیعت نہیں توڑے گا تو اس نے یہ عہد کیا پھر وہ پشت پھیر کر چلا تو آپ نے دوبارہ بلایا اور اس سے تاکید کے ساتھ وعدہ لیا کہ وہ دھوکا نہیں دے گا اور بیعت نہیں توڑے گا اس نے وعدہ کیا پھر وہ پلٹا

تو آپ نے تیسری دفعہ اس کو بلایا اور اس سے پختہ عہد و پیمان لیا کہ وہ نہیں بدلے گا اور بیعت نہیں توڑے گا تو ابن ملجم نے کہا خدا کی قسم اے امیر المومنینؑ میں نے نہیں دیکھا کہ آپؑ نے میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہو تو امیر المومنینؑ نے فرمایا۔

ار ید حیا ته و یرید قتلی
عذیرك من خلیلك من مرادی

''میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے کوئی چھوٹا سا عذر کرنے والا اپنے قبیلہ مراد سے لے۔ جا اے ابن ملجم۔ جو کچھ تو نے کہا ہے خدا کی قسم اسے پورا نہیں کرے گا۔''

۳۔ جعفر بن سلیمان ضبعی نے معلیٰ بن زیاد سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ''کہ امیر المومنینؑ کے پاس ابن ملجم لعین سواری مانگنے کے لیے آیا اور کہنے لگا امیر المومنین مجھے سواری دیجیے تو آپؑ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا تو عبدالرحمن ابن ملجم مرادی ہے۔ اس نے کہا جی ہاں پھر آپؑ نے فرمایا تو عبدالرحمن ابن ملجم مرادی ہے! اس نے کہا جی ہاں۔ فرمایا۔ اے غزوان اس کو اشقر (سرخ و زرد رنگ) گھوڑے پر سوار کرو۔ تو وہ اشقر رنگ کا گھوڑا لے آیا ابن ملجم اس پر سوار ہوا تو امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ ''میں اس پر بخشش کرنا چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، کوئی معمولی سا عذر پیش کرنے والا قبیلہ مراد سے لے آ''۔

راوی کہتا ہے کہ جب اس سے ہوا جو کچھ ہوا اور اس نے امیر المومنین پر تلوار کی ضرب لگائی تو اس کو پکڑ لیا گیا۔ جب کہ وہ مسجد سے نکل چکا تھا۔ اسے امیر المومنینؑ کے پاس لائے تو آپؑ نے اس سے کہا۔ خدا کی قسم میں نے تجھ پر احسان کئے جو میں کر سکتا تھا حالانکہ میں جانتا تھا کہ تو میرا قاتل ہے لیکن میں تیرے ساتھ وہ سلوک اس لیے کرتا تھا تا کہ میں اللہ کو تیرے خلاف اپنا معین و مددگار بناؤں۔

۴۔ اور ان خبروں میں سے جو آپ نے اپنے اہل خانہ اور اصحاب کو اپنی شہادت کے متعلق پہلے سے بیان فرمائیں ایک وہ ہے جسے ابوزید احول نے اجلح سے روایت کی ہے اور اس نے قبیلہ کندہ کے بزرگوں سے نقل کیا ہے اس نے کہا کہ میں نے ان بزرگوں سے بیس سے زیادہ مرتبہ سنا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے منبر پر علی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا اس امت کے بدترین کو اس کے اوپر سے خضاب کرنے سے کیا چیز مانع ہے۔ اور اپنا ہاتھ اپنی ریش مبارک پر رکھتے تھے۔

۵۔ علی بن خسرور نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ امیر المومنینؑ نے ہمیں اسی ماہ سے خطبہ دیا جس پر آپ شہید ہوئے تو آپؑ نے فرمایا کہ تمہارے پاس وہ مہینہ آیا ہے جو مہینوں کا سردار ہے اور

سال کی ابتدا ہے اور اس میں شیطان (یا سلطان) کی چکی گردش کرے گی اور یاد رکھو کہ اس سال تم ایک صف میں حج کرو گے اور اس کی نشانی یہ ہے کہ میں تم میں نہیں ہوں گا راوی کہتا ہے کہ آپ تو اپنی موت کی خبر دے رہے تھے لیکن ہم نہ سمجھے۔

٦۔ فضل بن دکین نے حیان بن عباس سے انہوں نے عثمان بن مغیرہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب ماہ رمضان آیا تو آپؑ ایک رات کا کھانا امام حسنؑ، ایک رات امام حسینؑ اور ایک رات عبداللہ ابن عباسؓ (بعض نسخوں میں عبداللہ بن جعفرؓ ہے اور قرین قیاس یہی ہے (مترجم)'' کے ہاں تناول فرماتے تھے۔ آپ تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے۔ ایک رات آپ سے اتنا کم کھانے کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا میں چاہتا ہوں کہ جب امر خدا میرے پاس آئے تو میرا پیٹ خالی ہو۔ اس کے بعد ایک یا دو ہی راتیں گذری تھیں کہ آپ کو رات کے آخری حصہ میں ضرب لگی۔

٧۔ اسماعیل بن زیادہ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت امیرؑ کی خادمہ اور آپؑ کی بیٹی فاطمہ کی پرورش کرنے والی عورت ام موسیٰ نے بیان کیا کہ میں نے آپؑ کو کہتے ہوئے سنا، آپ اپنی بیٹی ام کلثوم سے فرما رہے تھے۔ اے بیٹی میں سمجھتا ہوں کہ میں بہت کم وقت تمہارے پاس رہوں گا۔ شہزادی نے عرض کی بابا جان آپ یہ کیسے فرما رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا میں نے رسول اللہؐ کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپؐ میرے چہرے سے گرد و غبار صاف کر رہے ہیں اور فرما رہے تھے اے علی جو کچھ تم پر فرض تھا وہ سب تم نے ادا کر دیا ہے اب اور کچھ نہیں رہا۔ راویہ کہتی ہیں کہ اس کے تیسرے ہی روز آپ کے ضرب لگی (خواب سنا) تو بی بی نے چیخ ماری اس پر آپؑ نے فرمایا اے بیٹی! ایسا نہ کرو کیونکہ میں رسول اللہؐ کو دیکھ رہا ہوں وہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے ہیں اے علی! ہمارے پاس آو۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

٨۔ عمار دھنی نے ابو صالح حنفی سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ میں نے حضرت علیؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے عالم خواب میں نبی اکرمؐ کو دیکھا تو میں نے آپ کی امت کی دی ہوئی تکلیفوں اور کجروی کی آپؐ سے شکایت کی اور رونے لگا آپؐ نے فرمایا اے علی گریہ نہ کرو اور پلٹ کر دیکھو۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو دو مرد تھے جنہیں زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور ان کے سروں پر پتھر مارے جا رہے تھے۔ ابو صالح کہتے ہیں دوسرے دن میں صبح کو آپ کی طرف روانہ ہوا جیسا کہ میں ہر روز جایا کرتا تھا تو جب میں قصابوں کے پاس پہنچا تو میں نے لوگوں سے ملاقات کی وہ سب کہہ رہے تھے کہ امیر المومنینؑ شہید ہو گئے۔

٩۔ عبداللہ ابن موسی نے حسن بن دینار سے انہوں نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جس رات کی صبح آپ شہید ہوئے وہ رات آپ نے بیداری میں گذاری اور اپنی عادت کے مطابق نماز تہجد کے لیے مسجد کی طرف تشریف نہ لے گئے آپ کی بیٹی بی بی ام کلثوم رحمۃ اللہ علیہا نے عرض کی کہ بابا جان! کیا بات ہے کہ آپ ساری

رات بیدار رہے ہیں آپ نے خبر دی کہ کل صبح میں شہید کر دیا جاؤں گا۔اسی اثنا میں ابن نباح آپ کے پاس آئے اور آپ کو نماز کی اطاع دی پس آپ تھوڑا سا چل کر پلٹے تو میں نے کہا جعدہ سے کہو کہ وہ نماز پڑھا دے تو آپؑ نے فرمایا تو جعدہ کو کہو کہ نماز پڑھا دے اور ساتھ ہی کہا موت سے کوئی چارہ نہیں اور پھر مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور وہ ملعون جو ساری رات آپ کی تاک میں بیدار رہا تھا جب شب آخر ہوئی تو وہ سو گیا تھا امیر المومنینؑ نے اسے اپنے پاؤں سے حرکت دی اور نماز کے لیے کہا تو اس نے اٹھ کر حملہ کر دیا (یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی۔(مترجم)

۱۰۔ ایک اور روایت میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے یہ رات بیداری میں گذاری بار بار آپ باہر تشریف لاتے اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرماتے۔کہ خدا کی قسم نہ میں نے کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ میں کبھی جھٹلایا گیا ہوں یہ وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا پھر آپ اپنے بستر کی طرف پلٹ آتے اور جب صبح طلوع ہوئی تو آپ نے اپنا کمر بند مضبوطی سے باندھا اور گھر سے یہ کہتے ہوئے برآمد ہوئے۔

''اپنی کمر کو مضبوطی سے باندھ لے کیونکہ موت تجھ سے ملاقات کرنے والی ہے۔اور جب موت تیری وادی (زندگی) میں اتر آئے تو نہ گھبرانا''۔

جب اپنے گھر کے صحن میں پہنچے تو مرغابیاں آپؑ کے سامنے آ کر چیخنے لگیں گھر والے انہیں ہٹانے لگے تو آپؑ نے فرمایا! انہیں کچھ نہ کہو یہ نوحہ خواں ہیں پھر آپ کے ضرب لگی۔

سبب شہادت

منجملہ ان اخبار کے جو آپ کی شہادت کے اسباب میں وارد ہوئی ہیں ایک وہ روایت ہے جس کو اہل سیر و تواریخ کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے جن میں ابو مخنف، اسماعیل بن راشد، ابو ہاشم رفاعی اور ابو عمر و ثقفی وغیرہ ہیں وہ یہ کہ خوارج میں سے کچھ لوگ مکہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے حکام کا تذکرہ کیا اور ان پر اور ان کے کردار پر مختلف عیب لگائے اہل نہروان میں سے اپنے ساتھیوں کو یاد کر کے ان کے لیے رحمت کی دعا مانگی پھر انہیں میں سے کچھ لوگوں نے باہمی گفتگو کی اور فیصلہ کیا کہ ہم اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں فروخت کر دیں اور اس وقت کے گمراہ رہنماؤں کے پاس جا کر ایسا موقعہ تلاش کریں جب کہ وہ غافل ہوں تو ان سے نہروان میں مارے جانے والے شہید بھائیوں کا بدلہ لیں اور اس طرح شہروں اور لوگوں کو خدا کے لیے ان سے راحت و آرام پہنچائیں۔اختتامِ حج پر انہوں نے ایک دوسرے سے عہد و پیمان لیا۔عبدالرحمن ملجم کہنے لگا میں علیؑ کی ذمہ داری لیتا ہوں برک بن عبداللہ تمیمی نے کہا میں معاویہ کے لیے کافی ہوں اور عمرو بن بکر تمیمی نے کہا میں تمہارے لیے عمرو بن عاص سے نمٹ لوں گا۔انہوں نے اس معاملہ میں اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے سے عہد کیا اور طے کیا کہ انیس ماہ رمضان کی رات کو یہ کام سرانجام دینگے پھر وہ یہی ارادہ لیے ہوئے

ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ پس ابن ملجم جس کا شمار قبیلہ کندہ میں تھا کوفہ کی طرف آیا وہاں اپنے ساتھیوں سے ملا لیکن ان سے اپنے معاملے کو افشا کے خوف سے چھپائے رکھا۔ اسی حال میں ایک دن وہ اپنے ایک ساتھی سے ملنے گیا جو قبیلہ تیم رباب سے تھا وہاں اس کا سامنا قطام بنت اخضر تیمیہ سے ہو گیا جس کے باپ اور بھائی کو امیرالمومنینؑ نے جنگ نہروان میں قتل کر دیا تھا۔ جب ابن ملجم کی نگاہ اس پر پڑی تو فریفتہ ہو گیا اور اس پر مرمٹا اس سے خواہش نکاح کی۔ وہ کہنے لگی مجھے کیا حق مہر دو گے کہنے لگا جو تو چاہے گی۔ تو اس نے کہا میرا فیصلہ تو تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز اور علی ابن ابی طالب کا قتل کرنا ہے۔ جواب میں ملعون نے کہا جو کچھ تو نے مانگا ہے وہ تو تیرے لیے سب کچھ حاضر ہے لیکن میں علی ابن ابی طالب کو قتل کیسے کر سکتا ہوں۔ وہ کہنے لگی کہ کوئی ایسا وقت تلاش کرو جب وہ بے خبر ہوں پس اگر تو نے انہیں قتل کر دیا تو مجھے سکون ملے گا اور پھر میرے ساتھ عیش و عشرت کرنا اور اگر تو مارا گیا تو جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تیرے لیے دنیا سے بہتر ہے پس اس لعین نے کہا خدا کی قسم کوئی اور حاجت مجھے اس شہر میں نہیں لے آئی کہ جس سے میں بھاگ نکلا تھا اور اس کے رہنے والوں سے مامون نہیں تھا مگر وہی جس کا تو نے سوال کیا ہے یعنی علی ابن ابی طالب کو قتل کرنا۔ پس جو کچھ تو نے مانگا ہے تجھے ملے گا۔ وہ کہنے لگی میں کچھ لوگ تلاش کروں گی جو اس سلسلہ میں تیری مدد کرینگے اور تجھے تقویت بخشیں گے۔ پھر اس نے قبیلہ تیم رباب سے وردان بن مجالد کو بلا کر ساری بات بتائی اور ابن ملجم کا ساتھ دینے کے لیے کہا اس نے حامی بھر لی۔

ابن ملجم وہاں سے نکل کر قبیلہ اشجع کے ایک شخص شبیب بن بجرہ نامی کے پاس آیا اس سے کہنے لگا اے شبیب! کیا دنیا و آخرت کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہو اس کے استفسار پر کہنے لگا کہ علی ابن ابی طالب کے قتل کرنے میں میری مدد کرو شبیب بھی خوارج کا عقیدہ رکھتا تھا تاہم کہنے لگا اے ابن ملجم تجھ پر رونے والیاں روئیں تو ایک بھاری اور دشوار معاملہ کی بات کر رہا ہے تیری کیا بساط۔ تو ابن ملجم نے کہا کہ ہم مسجد اعظم میں چھپ کر بیٹھ جائیں اور جب وہ نماز فجر کے لیے وہاں آئیں تو اچانک حملہ کر دیں اگر ہم نے قتل کر دیا تو راحت پائیں گے اور اپنا بدلہ لے لیں گے اس نے اپنی بات جاری رکھی اور مسلسل آمادہ کرتا رہا یہاں تک اس نے بات قبول کر لی۔ پس وہ اسے ساتھ لے کر مسجد اعظم میں قطام کے پاس پہنچا جو مسجد میں ایک خیمہ نصب کئے اعتکاف کی صورت میں ٹھہری ہوئی تھی۔ انہوں نے اسے بتلایا کہ اس شخص کے قتل کرنے پر ہم دونوں اتفاق کر چکے ہیں۔ قطام نے دونوں سے کہا کہ جب تم دونوں اس کام کو عملی جامہ پہنانے لگو تو میرے پاس آنا۔ پھر وہ دونوں وہاں سے پلٹ آئے اور کچھ دن رکے رہے اور دوبارہ وہ دونوں اس کے پاس بدھ کی رات انیس ماہ رمضان سنہ ۴۰ ھجری ایک تیسرے شخص کو ساتھ لے کر آئے تو اس ملعونہ نے ریشمی کپڑا منگوایا اور ان کے سینوں پر اسے باندھ دیا انہوں نے اپنی تلواریں گلے میں لٹکائیں اور جا کر اس دروازہ کے سامنے بیٹھ گئے کہ جس سے امیرالمومنینؑ نماز کے لیے آیا کرتے تھے۔

اور وہ اس سے پہلے اشعث بن قیس کو بھی اپنا راز بتا چکے تھے کہ وہ امیر المومنین کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور وہ ان سے متفق ہو چکا تھا لہذا وہ بھی اس رات ان کی مدد کے لیے آ گیا۔ ادھر جناب حجر بن عدیؓ نے یہ رات مسجد میں جاگ کر گزاری انہوں نے سنا کہ اشعث، ابن ملجم سے کہہ رہا ہے کہ اپنے کام کے لیے جلدی جلدی تیاری کرو کیونکہ صبح ہونے والی ہے۔ تو حضرت حجرؓ نے اشعث کا ارادہ بھانپ لیا آپ نے اسے کہا اے نامراد کانے تو انہیں قتل کرے گا پھر جلدی سے نکلے تا کہ امیر المومنینؑ کو صورت حاصل سے آگاہ کر کے بچایا جائے لیکن امیر المومنینؑ دوسرے راستہ سے تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے تو ابن ملجم نے آپ پر تلوار سے وار کر دیا۔ جب پلٹ کر آئے تو لوگ کہہ رہے تھے کہ امیر المومنینؑ شہید ہو گئے۔

عبداللہ بن محمد ازدی نے ذکر کیا کہ میں اس رات شہر کے کچھ لوگوں کے ساتھ مسجد اعظم میں نماز پڑھ رہا تھا جو اس ماہ کے اول سے لے کر آخر تک نماز پڑھنے میں مصروف تھے۔ میں نے کچھ آدمیوں کو دروازے کے پاس نماز پڑھتے دیکھا کہ اچانک علی ابن ابی طالبؑ نماز صبح کے لیے تشریف لائے آپ آواز دے رہے تھے نماز، نماز، پھر کچھ پتہ نہیں چلا کہ کیا ہوا اچانک تلواروں کی چمک نظر آئی اور میں نے کہنے والے کو یہ کہتے سنا حکم اللہ کے لیے ہے نہ تیرے اور تیرے ساتھیوں کے لیے اور میں نے حضرت علیؑ کو یہ کہتے سنا کہ یہ شخص جانے نہ پائے۔ پس آپ زخمی ہو چکے تھے۔ شبیب بن بجرہ نے آپ پر وار کیا جو خطا ہو کر طاق در پر جا لگا۔ لوگ مسجد کے دروازہ کی طرف لپکے اور ان کو پکڑنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے دوڑے۔

شبیب بن بجرہ کو ایک شخص پچھاڑ کر اس کے سینہ پر بیٹھ گیا اور اسے قتل کرنے کے لیے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ لیکن جب اس نے لوگوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ڈر گیا کہ کہیں لوگ میرے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر مجھ پر ہی شک نہ کر لیں اور میری بات نہ سنیں لہٰذا اس کے سینہ سے کود کر الگ ہو گیا اسے چھوڑ دیا اور تلوار پھینک دی۔ وہ لعین بھاگ کر اپنے گھر پہنچا وہ سینہ سے ریشمی پٹی کھول رہا تھا کہ اس کے چچا زاد بھائی نے دیکھ لیا پوچھا کہ کہیں تو نے تو امیر المومنینؑ کو شہید نہیں کیا، وہ جواب میں (نہیں) کہنا چاہتا تھا لیکن اس کے منہ سے ''ہاں'' نکل گئی جس پر چچا زاد بھائی نے اپنی تلوار لا کر اس پر وار کر کے قتل کر دیا۔

ابن ملجم ملعون کو قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے جا لیا جس کے ہاتھ میں ایک چادر تھی اس نے کمند کی طرح ڈال کر اسے پچھاڑ لیا اور اس سے تلوار چھین کر اسے امیر المومنینؑ کے پاس لے آیا۔ تیسرا شخص کھسک کر لوگوں میں گم ہو گیا پس جب ابن ملجم کو آپؑ کے پاس لائے تو آپؑ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا جان کے بدلے جان، پس اگر میں چل بسوں تو اس کو اسی طرح قتل کرنا جس طرح اس نے مجھے قتل کیا ہے اور اگر میں زندہ رہا تو فیصلہ خود کروں گا۔ اس پر وہ ملعون کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں نے تلوار ہزار کی خریدی ہے اور ایک ہزار کے زہر سے اسے آلودہ کیا ہے پس اگر اب بھی یہ خیانت کرے تو خدا اسے دور رکھے۔ راوی کہتا ہے کہ بی بی ام کلثومؑ نے اس لعین کو پکار کر کہا

”اے دشمنِ خدا تو نے امیر المومنینؑ کو شہید کر دیا“ تو وہ لعین کہنے لگا (امیر المومنین نہیں بلکہ) میں نے تیرے باپ کو قتل کیا ہے آپ نے فرمایا اے دشمن خدا مجھے اُمید ہے کہ آپؑ کو کچھ نہیں ہوگا تو وہ کہنے لگا تو پھر کیا مجھ پر گریہ کر رہی ہو۔ خدا کی قسم میں نے آپ پر وہ وار کیا ہے اگر اسے اہل زمین پر تقسیم کر دیا جائے تو وہ سب ہلاک ہو جائیں۔ پھر اس خبیث کو آپ کی بارگاہ سے باہر لایا گیا ہے تو لوگ درندوں کی طرح اپنے دانتوں سے اس کا گوشت کاٹنے لگے اور کہہ رہے تھے اے دشمن خدا تو نے اُمت محمد مصطفیؐ کو ہلاکت میں ڈال دیا تو نے بہترین مخلوق کو شہید کر دیا۔ اور وہ لعین خاموش تھا اسے قید خانہ میں پہنچا دیا گیا۔ لوگ امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے امیر المومنینؑ آپ اس دشمن خدا کے بارے میں اپنا فرمان جاری فرمائیں اس نے امت کو تباہ اور قوم و ملت میں فساد برپا کر دیا ہے آپ نے فرمایا اگر میں زندہ رہا تو خود فیصلہ کروں گا اور اگر انتقال کر گیا تو اس سے وہی سلوک کرنا جو نبی کے قاتل سے کیا جاتا ہے پہلے اسے قتل کرنا پھر آگ [1] میں جلا دینا۔

راوی کہتا ہے کہ جب امیر المومنینؑ کا وصال ہو گیا اور آپ کے اہل بیعت آپ کو دفن کر چکے تو امام حسن علیہ السلام نے فیصلہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ ابن ملجم کو لایا جائے چنانچہ لا کر جب سامنے کھڑا کیا گیا تو آپ نے فرمایا اے دشمن خُدا تو نے امیر المومنینؑ کو شہید کر کے دین میں رخنہ ڈال دیا ہے پھر آپ کے حکم سے اس کی گردن اڑا دی گئی۔ ام ہیثم بنت اسود نخعیہ نے آپ سے اس کا نجس مردہ جلانے کے لیے مانگا تو آپ نے دے دیا چنانچہ اسے جلا دیا گیا۔

فلم ار هراً ساقه ذو سماحة
كمهر قطام من غني و معدم
ثلاثة الاف و عبد و قينه
و ضرب علي بالحسام المصمم
ولا مهر اَغْلى من علي و ان غلى
ولا فتك الادون فتك ابن ملجم

”ترجمہ: میں نے کسی غنی وفقیر کی طرف سے کسی سخی کا حق مہر قطام کے حق مہر جیسا نہیں دیکھا جو کہ تین ہزار درہم ایک غلام، ایک کنیز اور کاٹنے والی تلوار سے حضرت علی کو قتل کرنا ہے۔ کوئی حق مہر چاہے کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو علی علیہ السلام سے قیمتی نہیں اور نہ کوئی حملہ ابن ملجم کے حملہ سے بڑھ کر ہے۔“

---

[1] امامؑ کی شان سے بعید لگتا ہے کیونکہ جلیل القدر محدثین نے روگردانی اختیار کی ہے اور ذکر کیا ہے کہ جناب امیر المومنینؑ نے جلانے اور مثل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

دوسرے دو شخص جنہوں نے ابن ملجم کے ہمراہ معاویہ اور عمر بن عاص کو قتل کرنے کا عہد کیا تھا ان میں سے ایک نے معاویہ پر حالت رکوع میں تلوار سے وار کیا جو اس کی سرین پر لگی جس سے معاویہ بچ گیا اور حملہ آور کو پکڑ کر اسی وقت قتل کر دیا گیا۔

رہا دوسرا تو وہ اسی رات عمرو کے پاس پہنچا اتفاق سے عمرو بن عاص بیمار تھا اس نے اپنی جگہ خارجہ بن ابو حبیبہ عامری کو بھیجا تا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حملہ آور نے اسے عمرو بن عاص سمجھ کر حملہ کر دیا حملہ آور کو پکڑ کر عمرو کے پاس لایا گیا تو عمرو نے اسے قتل کر دیا اور خارجہ دوسرے دن چل بسا۔

دفن کی تفصیل اور قبرِ مطہر

ان اخبار میں سے ”جو امیر المومنینؑ کی قبر کی جگہ اور آپ کے حالاتِ دفن کے بارے میں ہیں“ ایک وہ خبر ہے جسے عباد بن یعقوب رواجنی نے روایت کرتے ہوئے کیا ہے کہ ہمیں حیان بن علی عنزی نے بتایا کہ مجھے حضرت علی بن ابی طالب کے علام نے بتایا کہ امیر المومنینؑ نے جناب حسنؑ و حسینؑ کو آخری وقت وصیت کی کہ میری وفات کے بعد مجھے تابوت میں رکھ کر گھر سے اس طرح لے چلنا کہ تابوت کے پچھلے حصہ کو خود اٹھانا اور اگلا حصہ تمہیں اٹھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی (خود بخود اٹھے گا) پھر مجھے غرِیّین (نجف اشرف) میں لے جانا وہاں تمہیں ایک سفید رنگ کا چمکتا ہوا پتھر نظر آئے گا اسی جگہ قبر کھودنا تو تمھیں ایک (ساکھو کے درخت کی) تختی ملے گی تم مجھے وہیں دفن کر دینا۔ راوی نے بتایا کہ جب آپ وفات پا گئے تو ہم آپ کو لے چلے ہم نے تابوت کا پچھلا حصہ اٹھا رکھا تھا اور اگلے حصہ کی ذمہ داری ہم پر نہ تھی ہم صرف گنگناہٹ اور سرسراہٹ کی آواز سن رہے تھے (اگلی طرف کو فرشتوں اور نظر نہ آنے والی مخلوق نے اٹھا رکھا تھا) یہاں تک کہ ہم مقام غرِیّین میں پہنچے تو وہاں ہم نے ایک سفید چمکتا ہوا نورانی پتھر دیکھا اس جگہ کو کھودا تو وہاں ایک لکڑی کی تختی ملی جس پر تحریر تھا کہ ”یہ وہ ہے جسے نوحؑ نے علی ابن ابی طالبؑ کے لیے ذخیرہ کیا ہے“ (تیار شدہ قبر ملی) چنانچہ ہم نے آپؑ کو وہاں دفن کیا ہمیں اللہ تعالیٰ کے ہاں امیر المومنینؑ کی اس عزت و منزلت کو دیکھ کر سکون و راحت میسر ہوئی۔ پھر ہم پلٹے تو ہمیں شیعوں کا ایک گروہ ملا جو نماز جنازہ میں شرکت نہ کر سکا تھا ہم نے انہیں (قبر کے سلسلہ میں) امیر المومنینؑ کو جو عزت خدا کے ہاں حاصل ہوئی بتائی تو انہوں نے خواہش کی ہم بھی چاہتے ہیں کہ اس معاملہ کو اپنی آنکھوں سے تمہاری طرح جا کر دیکھیں تو ہم نے بتایا کہ امیر المومنینؑ کی وصیت کے مطابق قبر کا نشان مٹا دیا گیا ہے لیکن وہ لوگ اس کے باوجود گئے اور جب واپس پلٹے تو کہنے لگے کہ ہم نے کافی تلاش کیا لیکن ہمیں کوئی نشان نہیں ملا۔

محمد بن عمارہ نے روایت کی کہ مجھے میرے باپ نے جابر بن یزید جعفی کے حوالہ سے بتایا کہ ”میں نے حضرت ابو جعفر محمد الباقر بن علی علیہما السلام سے دریافت کیا کہ جناب امیر المومنینؑ کو کس جگہ دفن کیا گیا

ہے؟۔آپؑ نے فرمایا غریین کی طرف صبح صادق سے پہلے دفن کیا گیا۔آپؑ کی قبر میں اولاد حضرت علیؑ سے حسن وحسین علیہا السلام محمدؒ اور عبداللہ بن جعفرؒ اترے۔

یعقوب بن یزید نے ابن ابوعمیر سے اور اس نے اپنے آدمیوں سے روایت کی ہے۔راوی کہتا ہے کہ حضرت امام حسین بن علی علیہا السلام سے پوچھا گیا کہ آپ نے حضرت علیؑ کو کہاں دفن کیا تو آپؑ نے فرمایا ہم آپ کو رات کے وقت مسجد اشعث کی راہ پر لے چلے اور کوفہ کی پشت کی طرف غربین کے مقام پر پہنچے تو وہاں آپ کو دفن کر دیا۔

محمد بن زکریا نے روایت کی کہ ہمیں عبداللہ بن محمد نے ابن عائشہ کے حوالے سے بتایا اس نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن حازم نے کہا کہ ہم ایک دن ہارون رشید کے ساتھ شکار کی تلاش میں کوفہ سے نکلے اور غَرِیِّین اور ثویہ کی طرف جانکلے وہاں ہرن نظر آئے تو ہم نے عقاب اور شکاری کتے چھوڑے جو انہیں کچھ دیر چکر دیتے رہے پھر ان ہرنوں نے ایک ٹیلہ کی پناہ لی اور اس پر جا کر رک گئے تو عقاب ایک طرف اُتر گئے اور کتّے واپس پلٹ آئے ہارون رشید کو اس سے حیرانی ہوئی پھر ہرن ٹیلے سے نیچے اترے تو عقاب اور کتّے ان پر جھپٹے جس سے ہرن دوبارہ ٹیلہ کی طرف پلٹ گئے تو عقاب اور کتّے ان کا تعاقب چھوڑ کر پلٹ آئے انہوں نے ایسا تین مرتبہ کیا۔تو ہارون رشید نے ہم سے کہا کہ جلدی جاؤ اور جو کوئی تمہیں ملے اسے میرے پاس لے آؤ۔پس ہم بنی اسد کے ایک بزرگ شخص کو اس کے پاس لائے تو ہارون نے اس سے کہا کہ اس ٹیلہ کے متعلق مجھے بتاؤ۔اس نے کہا کہ اگر جان کی امان دو تو میں بتاتا ہوں ہارون نے کہا تیرے لے اللہ کا عہد و میثاق ہے (اللہ گواہ ہے) کہ میں تجھے کوئی اذیت و تکلیف نہیں پہنچاؤں گا تو اس نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے اپنے اباؤ اجداد سے بیان کیا ہے کہ اس ٹیلہ پر علی ابن ابی طالبؑ کی قبر مبارک ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے جو بھی اس کی پناہ لے وہ مامون ومحفوظ ہو جاتا ہے پس ہارون سواری سے اترا اس نے پانی منگوایا، وضو کیا اور اس ٹیلہ کے پاس نماز پڑھی۔اپنی پیشانی اور چہرہ کو خاک پر رگڑتا، اور گریہ کرتا رہا۔پھر وہاں سے ہم واپس آ گئے۔

محمد بن عائشہ کہتا ہے کہ میرا دل اس واقعہ کو قبول نہیں کرتا تھا لیکن کچھ عرصہ بعد میں حج کی خاطر مکہ گیا تو وہاں ہارون رشید کے شتربان یاسر کو دیکھا جب ہم طواف کر چکے تو وہ ہمارے پاس آ کر بیٹھ گیا۔باتیں ہوتی رھیں یہاں تک کہ اس نے کہا کہ مجھ سے ایک رات ہارون رشید نے کہا جب کہ ہم نے مکہ سے آتے ہوئے کوفہ میں قیام کیا ہوا تھا اے یاسر جاؤ عیسی بن جعفر کو سوار ہونے کے لیے کہو وہ دونوں اور میں بھی ان کے ساتھ سوار ہوئے اور غریین میں جا اترے عیسیٰ تو پڑ کر سو گیا لیکن ہارون رشید ٹیلہ کے پاس آیا وہاں نماز پڑھتا رہا جب دو رکعت نماز پڑھ لیتا دعا مانگتا، گریہ کرتا ٹیلے پر اپنی پیشانی رگڑتا اور پھر کہتا اے چچا زاد بھائی (یہ عرب کا رواج ہے کہ ایک خاندان کے لوگ آپس میں یا ابن عم چچا زاد بھائی کہہ کر پکارتے ہیں) خدا کی قسم میں آپ کی فضیلت و دین میں

سبقت اور مرتبہ کو جانتا ہوں۔ خدا کی قسم میرا یہی مقام ہے جہاں میں بیٹھا ہوں جب کہ آپ، آپ ہی ہیں۔ لیکن آپ کی اولاد مجھے اذیت دیتی ہے اور میرے خلاف خروج کرتی ہے۔ پھر کھڑا ہو جاتا پھر نماز پڑھتا اپنے اسی کلام کو دوہراتا، دعا مانگتا اور گریہ کرتا رہا یہاں تک کہ جب سحری کا وقت ہوا تو مجھ سے کہا اے یاسر، عیسیٰ کو بیدار کرو میں نے جگایا تو ہارون نے کہا اے عیسیٰ اٹھو اور اپنے خاندانی بھائی کی قبر کے پاس نماز پڑھو تو اس نے پوچھا کہ یہ کون سا چچازاد بھائی ہے۔ تو ہارون نے کہا علی ابن ابو طالبؑ کی قبر ہے۔ پس عیسیٰ نے وضو کر کے نماز پڑھی اور اسی طرح کرتا رہا یہاں تک کہ طلوع فجر ہوئی پس میں نے کہا (ہارون کو) امیر المومنینؑ صبح ہو چکی اسی وقت ہم سوار ہوئے اور کوفہ پلٹ آئے۔

فضائل ومناقب

(جناب امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل ومناقب کے واقعات، حکمت آمیز اور وعظ ونصیحت پر مشتمل محفوظ کلام، اور روایت شدہ معجزات واہم فیصلے اور ادلہ وبینات میں سے چند ایک خبریں)

ان میں کچھ وہ خبریں ہیں جو آپ کے اللہ اور اس کے رسولؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے کے سلسلہ میں آئی ہیں اور یہ کہ اس میں آپ نے تمام مکلف لوگوں پر سبقت حاصل کی ہے۔

ابوالجیش ظفر بن محمد بلخی نے مجھے خبر دی کہ ہمیں ابوبکر محمد بن احمد بن ابو ثلج نے بتایا کہ ہمیں ابوالحسن احمد بن قاسم برقی نے بیان کیا کہ مجھے عبدالرحمن بن صالح اُزدی نے کہا کہ ہمیں سعید بن خیثمہ نے بتلایا کہ ہمیں اسد بن عبیدہ نے یحییٰ بن عفیف بن قیس سے انہوں نے اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کیا کہ میں مکہ میں عباس بن عبدالمطلبؓ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ابھی نبی کریمؐ نے اپنی رسالت لوگوں پر ظاہر نہیں کی تھی۔ کہ ایک جوان آیا اس نے آسمان کی طرف دیکھا جب کہ سورج نصف النہار کے حلقہ میں داخل ہو چکا تھا (زوال شروع ہو چکا تھا) اس نے کعبہ کی طرف رُخ کیا اور نماز پڑھنے لگا پھر ایک نوعمر لڑکا آیا وہ اس کی دائیں طرف کھڑا ہو گیا بعد میں ایک عورت آئی اور ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ جوان نے رکوع کیا تو لڑکے اور عورت نے بھی رکوع کیا پھر جوان نے سر اٹھایا باقی دونوں نے بھی ایسے ہی کیا۔ پھر جوان سجدہ میں چلا گیا اور وہ دونوں بھی سجدہ میں چلے گئے میں نے کہا اے عباس یہ تو ایک عجیب معاملہ دیکھ رہا ہوں۔ عباس نے کیا ہاں واقعاً یہ عظیم معاملہ ہے۔ کہا تمہیں معلوم ہے کہ یہ جوان کون ہے! یہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرا بھتیجا ہے اس لڑکے کو جانتے ہو یہ میرا بھتیجا علی ابن ابی طالب ہے اور یہ عورت خدیجہ بنت خویلہ ہے میرے اس (جوان) بھتیجے نے مجھ سے کہا ہے کہ اس کے رب نے جو کہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے اسے اس دین کا حکم دیا ہے جس پر وہ ہے اور خدا کی قسم پُشتِ زمین پر اس دین پر اِن تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

ابوحفص عمر بن محمد صیرفی نے مجھے خبر دی اس نے کہا کہ مجھے محمد بن احمد بن ابوثلج نے احمد بن محمد بن قاسم برقی سے انہوں نے ابوصالح سہل بن صالح جنہیں ایک سوسال ہو چکا ہے سے روایت کی ہے اس نے کہا میں نے ابومعمر عباد بن عبدالصمد سے سنا جنہوں نے انس بن مالک سے سنا وہ کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ مجھ پر علی پر ملائکہ نے سات سال صلوات و درود پڑھا۔ کیونکہ (اس وقت تک) آسمان تک میری اور علی کے علاوہ کسی کی لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی نہیں پہنچی تھی۔

انہیں اسناد کے ساتھ احمد بن قاسم برقی سے منقول ہے۔ کہ اسحاق نے ہم سے بیان کیا اس نے کہا ہمیں نوح بن قیس نے بتایا کہ ہمیں سلیمان بن علی ہاشمی ابوفاطمہ نے کہا کہ میں نے معاذہ عدویہ سے سنا جو کہتی ہے میں نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے سنا وہ منبر بصرہ پر یہ فرمارہے تھے۔ میں صدیق اکبر ہوں میں ابوبکر سے پہلے ایمان لایا اور اس سے پہلے میں نے اسلام قبول کیا۔

ابونصر محمد بن حسین مقری شیروانی نے مجھے خبر دی کہ ہمیں ابوبکر محمد بن ابوثلج نے بتلایا کہ ہمیں الومحمد نوفلی نے محمد بن عبدالحمید سے، اس نے عمرو بن عبدالغفار فقیمی سے روایت کی جس نے کہا کہ مجھے ابراہیم بن حیان نے ابو عبداللہ مولی بنی ہاشم سے، اس نے ابوسخیلہ سے خبر دی وہ کہتا ہے کہ میں اور عمار حج کیلئے چلے تو (راستہ میں) ابوذرؓ کے ہاں تین دن ٹھہرے جب ہم چلنے لگے تو میں نے ان سے کہا اے ابوذرؓ! لوگوں میں اس وقت سوائے مخبوط الحواسی کے اور کچھ نہیں دیکھ رہے آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے! تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی کتاب اور علی ابن ابی طالب کو تھام لو۔ میں رسول اللہؐ کے متعلق گواہی دیتا ہوں آپ نے فرمایا علیؑ وہ ہیں جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے اور قیامت کے دن سب سے پہلے مصافحہ کرینگے وہی صدیق اکبر، فاروق بین الحق والباطل میں تمیز و فرق کرنے والے)اور مومنین کے یعسوب و امیر ہیں اور مال ظالموں کا رہنما و سردار ہے۔

شیخ مفید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں اخبار اور شواہد بہت ہی زیادہ ہیں اور انہیں میں سے ذوالشہادتین جناب خزیمہ بن ثابت انصاری کا کلام ہے۔

مجھے ابوعبداللہ محمد بن عمران مرزبانی نے محمد بن عباس سے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمارے سامنے محمد بن یزید نحوی نے ابن عائشہ سے نقل کرتے ہوئے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاریؓ کے یہ اشعار پڑھے۔

ما کنت احسب ھذاالا مر منصرفا

عن ھاشم ثم منھا عن ابی حسن

الیس اول من صلی بقبلتھم

وَا عرف الناس بالآثار و السنن

واخر الناس عهدا بألنبى و من
جبريل عون له فى الفسل و الكفن
من فيه ما فيهم لا يمترون به
وليس فى القوم مافيه من الحسن
ماذالذى ردكم عنه فنعلمه
ها ان بيعنكم من اغبن الغبن

”ترجمہ: میں یہ گمان ہی نہیں کرتا کہ امر خلافت بنی ہاشم اور پھر خاص کر ابوالحسن علیؑ سے ہٹ کر کسی اور طرف جائے۔

کیا جنہوں نے اُن کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ان میں سے سب سے پہلے شخص اور آثار وسنن کے سب سے زیادہ عارف وجاننے والے نہیں ہیں۔

کیا یہ وہ نہیں ہیں جنہوں نے نبی کریمؐ سے آخری ملاقات کی اور نبی کریمؐ کو غسل و کفن دینے میں حضرت جبرئیل جن کے لیے مددگار تھے۔

علی میں وہ تمام خوبیاں ہیں جو ان سب میں ہیں کہ جس میں وہ شک وشبہ نہیں کر سکتے لیکن جو اچھائیاں اور محاسن علیؑ میں ہیں وہ ساری قوم میں نہیں۔

وہ کون سی بات ہے جس کی وجہ سے علی سے منہ پھیرتے ہو ہمیں بھی بتاؤ!

یادرکھو تمہاری یہ بیعت سب سے بڑا نقصان وخسارہ ہے۔

آپؑ امتِ محمدؐیہ کے اعلم ہیں

آپ علم میں تمام لوگوں سے افضل ہیں اس سلسلہ میں بہت سی خبریں ہیں۔

مجھے ابوالحسن محمد بن جعفر تمیمی نحوی نے خبر دی کہ مجھے محمد بن قاسم محاربی ہزاز نے بتایا کہ ہمیں ہشام بن یونس نہشلی نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہمیں عائذ بن حبیب نے اس نے ابوصباح کنانی سے جس نے محمد بن عبدالرحمن سلمی سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عکرمہ سے اس نے ابن عباسؓ سے نقل کیا وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”عَلِيُّ بنُ اَبِيْ طَالِبٍ اَعْلَمُ اُمَّتِيْ وَاَقْضَاَ هُمْ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنْ

بَعۡدِیۡ"

"علی ابن ابوطالب میری امت میں سب سے بڑے عالم ہیں اور میرے بعد لوگ جس بارے میں اختلاف کریں گے اس میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔"

مجھے ابوبکر محمد بن عمرو جعابی نے خبر دی اس نے کہا ہمیں احمد عیسی ابو جعفر عجلی نے بتلایا کہ ہمیں اسماعیل بن عبداللہ بن خالد نے بیان کیا کہ ہمیں عبید اللہ بن عمرو نے بتایا کہ ہمیں عبداللہ بن محمد بن عقیل نے حمزہ بن ابوسعید خدری سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی انہوں نے کیا میں نے رسولؐ خُدا کوفرماتے ہوئے سنا۔

"اَنَا مَدِیۡنَۃُ الۡعِلۡمِ وَ عَلِیٌّ بَابُہَا فَمَنۡ اَرَادَ الۡعِلۡمَ فَلۡیَقۡتَبِسۡہُ مِنۡ عَلِیٍّ"

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ تو جو بھی علم حاصل کرنا چاہے وہ اسے علیؑ سے حاصل کرے۔"

ابوبکر محمد بن عمرو جعابی نے مجھے خبر دی کہ ہم سے یوسف بن حکم حناط نے بیان کیا کہ ہمیں داود بن رشید نے بتایا کہ ہمیں سلمہ بن صالح اُحمر نے عبدالملک بن عبدالرحمن سے اس نے اشعث بن طلیق سے نقل کیا کہ میں نے حسن عرنی سے سنا جو یہ حدیث بیان کر رہے تھے مرہ سے جنہوں نے عبداللہ ابن مسعود سے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو بلایا اور ان سے خلوت میں باتیں کرتے رہے پس جب علیؑ ہمارے پاس آئے تو ہم نے پوچھا کہ آپؑ کو رسولؐ اللہ نے کیا سپرد کیا تو آپؑ نے مجھے ہزار باب کی تعلیم دی کہ ہر باب سے ہزار باب میرے لیے اور کُھل گئے۔

ابوبکر محمد بن مظفر بزاز نے مجھے خبر دی اس نے کہا ہمیں ابو مالک کثیر بن یحیی نے بتایا کہ ہم سے ابوجعفر محمد بن ابوسری نے ذکر کیا ہمیں احمد بن عبداللہ بن یونس نے سعد کنانی سے اس نے اصبغ بن نباتہ سے نقل کیا کہ جب امیر المومنینؑ کی بیعت خلافت کی گئی تو آپؑ رسول اللہؐ کا عمامہ باندھے رسول خداؐ کی ردا زیب تن کئے مسجد میں آئے اور رونق افروز منبر ہوئے اللہ کی حمد و ثنا بجالائے، وعظ و نصیحت کی، عذاب خدا سے ڈرایا پھر ذرا جم کر بیٹھ گئے اپنی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا اور نیچے کی طرف لے گئے پھر فرمایا۔

(یا معشر الناس سلونی قبل ان تفقدونی سلونی فان عندی علم الاولین و الاخرین اما واللہ لوثنی لی الوسادۃ لحکمت بین اھل التوراۃ بتوراتھم و بین اھل الانجیل بانجیلھم و بین اھل

الزبور بزبور ھم و بین اھل الفرقان بفر قانھم حتی ینھی کل
کتاب من ھذہ الکتب و یقول یارب اِنَّ علیا قضی بقضائك و
الله انی لا علم باقرآن و تاویله من کل مدع علمه و ولولا آیة فی
کتاب الله تعالیٰ لاخبر تکم بماآیکون الی یوم القیمة)

ثم قال

(سلونی قبل ان تفقدو نی فوالذی فلق الحبة و برئ النسمه
لوسئلتمونی عن آیة آیة لاخبر تکم بوقت نز ولھا و فیم نزلت
و انبا تکم بنا سخھا من منسوخھا و خاصھا من عامھا و
محکمھا من متشا بھھا و مکیھا من مدنیھا و اللّوہ ما من فئة
تضل اوتھدی الا و انآ اعرف قائدھا و سائقھا و ناعتھا الی یوم
القیمة")

"ترجمہ: (اے لوگو مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے تم نہ پاؤ مجھ سے سوال کرو کیونکہ میرے پاس اولین و اخرین تمام کا علم ہے یاد رکھو خدا کی قسم اگر میرے لیے مسند بچھا دی جائے تو میں اہل تورات کے درمیان تورات کے مطابق اہل انجیل کے درمیان انجیل سے اہل زبور کے درمیان زبور سے اور اہل قرآن کے درمیان قرآن کے مطابق فیصلے کروں گا یہاں تک کہ ان کتب میں سے ہر کتاب خبر دے اور کہے کہ اے رب بے شک علی نے تیرے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے خدا کی قسم میں قرآن اور اس کی تاویل کو ہر اس شخص سے بہتر جانتا ہوں جو اس کا دعویٰ کرے اگر اللہ کی کتاب میں ایک آیت نہ ہوتی تو میں قیامت تک ہونے والے تمام واقعات کی خبر دیتا)

اور پھر آپؑ نے فرمایا

(مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ تم مجھے نہ پاؤ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے

دانہ کو شگافتہ اور ذی روح مخلوق کو پیدا کیا اگر تم مجھ سے ایک ایک آیت کے متعلق سوال کرو تو میں تمہیں بتاؤں گا کہ کس وقت نازل ہوئی اور کن کے بارے میں اتری۔اور میں آیت کے ناسخ کی اس کے منسوخ سے،اس کے خاص کی عام سے، محکم کی متشابہ سے اور مکی کی مدنی سے خبر دوں گا (یعنی بتاؤں گا کہ کون سی آیت ناسخ ہے کون سی منسوخ،کون سی خاص ہے،کون سی عام،محکم کونسی ہے اور متشابہ کونسی اور کون سی مکی ہے اور کون سی مدنی)۔اللہ کی قسم کوئی گروہ ایسا نہیں خواہ گمراہ کرتا ہو یا ہدایت کرنے والا مگر میں قیامت تک کے لیے جانتا ہوں کہ کون اس کی قیادت کرنے والا ہے کون اسے چلا رہا ہے اور کون اس کی طرف بلانے والا ہے)

اس قسم کی بہت سی روایات ہیں جن سے کتاب طویل ہو جائے گی۔

فضیلت بلا شرکتِ غیر

جناب امیر المومنینؑ کی فضیلت کے سلسلہ میں کچھ روایات درج ذیل ہیں۔

ابوبکر محمد بن مظفر بزاز نے مجھے خبر دی کہ ہم سے عمر بن عبداللہ بن عمران نے بیان کیا کہ ہمیں احمد بن بشیر نے بتایا کہ عبداللہ بن موسی نے قیس سے اس نے ابو ہارون سے ہمیں نقل کیا اس نے کہا کہ میں ابوسعید خدری کے پاس آیا تو میں نے پوچھا کہ آپ جنگ بدر میں موجود تھے؟اس نے کہا ہاں!پھر انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جناب فاطمہ علیہا السلام سے کہتے ہوئے سنا جب کہ وہ معظّمہ ایک دن آپ کی خدمت میں روتی ہوئی تشریف لائیں اور کہنے لگے اے اللہ کے رسولؐ مجھے قریش کی عورتیں علیؑ کے فقر و فاقہ کا طعنہ دیتی ہیں تو نبی اکرمؐ نے ان سے فرمایا اے فاطمہؑ!کیا تم راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہاری شادی اس شخص سے کی ہے جس نے سب سے پہلے حکم خدا کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور علم میں سب سے بڑھ کر ہے خدا نے اہل زمین کی طرف ایک دفعہ نظر رحمت کی تو ان میں سے تیرے باپ کو چنا اور اُسے نبی بنا دیا اور ان پر دوسری دفعہ نظر کی تو ان میں سے تیرے شوہر کو منتخب کیا تو اسے وصی قرار دیا اور اللہ نے میری طرف وحی کی کہ میں تیرا نکاح اس سے کر دوں اے فاطمہؑ کیا تمہیں علم نہیں کہ اللہ کے ہاں تیری عزت و کرامت کی وجہ سے تیری شادی اس سے ہو جواُن میں سے زیادہ عظیم علم و بردباری والا ہے اور زیادہ علم والا ہے اور سب سے پہلے سر تسلیم خم کرنے والا ہے پس جناب فاطمہؑ ہنسنے لگیں اور خوش ہو گئیں پھر جناب رسالت مآب نے ان سے فرمایا اے فاطمہ علیؑ کے لیے آٹھ ایسی مضبوط اور قطعی خصوصیات ہیں کہ ایسی اوّلین و آخرین میں کسی کے لیے نہیں قرار دی گئیں وہ دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے اور اور یہ چیز لوگوں

میں سے کسی کے لیے نہیں اور تم اے فاطمہؑ! اہل جنت کی عورتوں کی سردار اس کی زوجہ ہو اور دو رحمت کے سبط میرے دونواسے اس کے بیٹے ہیں اور اس کا بھائی دو پروں کے ساتھ مزین ہو کر جنت میں ملائکہ کے ساتھ جہاں چاہتا ہے اڑتا ہے اور اس کے پاس اولین و آخرین کا علم ہے اور وہ پہلا شخص ہے جو مجھ پر ایمان لایا اور اس کی سب سے آخر میں مجھ سے ملاقات ہوگی اور وہ میرا وصی ہے اور میرے اوصیاء کا وارث ہے۔

شیخ مفید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے ابوجعفر محمد بن عباس رازی کی کتاب میں دیکھا ہے وہ کہتا ہے کہ ہم سے محمد بن خالد نے بیان کیا وہ کہتا ہے ہم سے ابراہیم بن عبداللہ نے بیان کیا وہ کہتا ہے ہم سے محمد بن سلیمان دیلمی نے جابر بن یزید سے عدی بن حکیم سے عبداللہ بن عباس سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا ہم اہل بیت کے لیے سات ایسی مخصوص خوبیاں ہیں کہ جن سایک خوبی بھی دوسرے لوگوں میں نہیں پائی جاتی ہم میں سے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ہم میں سے ہیں وصی اور آنحضرتؐ کے بعد بہترین اس اُمت کے علی بن ابی طالبؑ ہم میں سے ہیں حمزہ اللہ کے شیر اور اس کے رسولؐ کے شیر اور شہیدوں کے سردار، ہم میں سے ہیں جعفر بن ابی طالبؑ جو دو پروں کے ساتھ مزین ہیں اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں ان کے ذریعہ اڑتے رہتے ہیں اور ہم میں سے ہیں اس امت کے دو سبط (نواسے) اور جوانان جنت کے سردار حسنؑ اور حسینؑ اور ہم میں سے ہیں قائم آل محمدؑ کہ جن سے خدا نے اپنی نبیؐ کو عزت بخشی ہے اور ہم میں سے ہیں وہ جن کی مدد و نصرت کی جائے گی۔ اور روایت کی ہے محمد بن ایمن نے ابوحازم مولیٰ ابن عباس سے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا اے علیؑ تم سے جھگڑا کیا جائے تو تم سات خوبیوں کے ساتھ ان سے جھگڑنا کیونکہ ویسی خوبیاں کسی میں نہیں ہیں تم مومنین میں سے پہلے ہو میرے ساتھ ایمان لانے والے، ان سے زیادہ عظیم جہاد کرنے والے ہو، اللہ کے ایام (دونوں)، کو زیادہ جاننے والے، اللہ کے عہد و میثاق کو زیادہ پورا کرنے والے، رعیت پر ان سے زیادہ مہربانی کرنے والے، زیادہ مساویانہ تقسیم کرنے والے اور اللہ کے ہاں زیادہ خوبیوں والے ہو، اور اس قسم کے اخبار اور ان کے مفاہیم اس سے زیادہ مشہور ہیں عامہ اور خاصہ کے نزدیک کہ ان کی تشریح میں طول دیا جائے اور اگر کوئی چیز نہ ہو سوائے اس کے کہ جس کا ذکر منتشر ہے اور اس کی روایت مشہور ہے جو کہ حدیث طائر (پرندہ) ہے اور نبی اکرمؐ کا فرمانا کہ خدایا ائتنی باحب خلقك الیك یا کل معی من هذا الطائر فجآء امیر المؤمنین میرے پاس اپنی مخلوق میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے اسے لے آ، تا کہ وہ میرے ساتھ مل کر یہ پرندہ کھائے اور امیر المومنینؑ تشریف لے آئے تو کافی تھا کیونکہ آپ اللہ کے ہاں تمام مخلوق میں سے زیادہ محبوب اور اس کے ہاں زیادہ عظیم ثواب کے حامل اور ان سے زیادہ قرب رکھنے والے اور عمل و کردار میں افضل تھے

جابر بن عبداللہ انصاری کے قول میں (جب کہ ان سے امیر المومنینؑ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ نوع بشر میں بہترین ہیں اس میں کافر کے علاوہ کوئی شک نہیں کرسکتا) واضح حجت ہے کہ اس سلسلہ میں

جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور جابر نے اس کی اسناد ایک روایت کی طرف دی ہے جو اسانید متصلہ کے ساتھ آئی ہے اور اہل نقل کے ہاں مشہور ہے کہ مختلف دلیلیں اس سلسلہ میں کہ امیرالمومنینؑ، رسول اللہؐ کے بعد سب لوگوں سے افضل ہیں ایک دوسرے کی مدد و نصرت کرتی ہیں اگر ہم ان کو ثابت کرنا چاہیں تو اس کے لیے ہمیں ایک الگ کتاب پیش کرنا ہوگی جو کچھ ہم نے اس عنوان میں تحریر کیا ہے وہ ہمارے مقصد اختصار کو پورا کر رہا ہے۔ اس کتاب کے لحاظ سے یہی کافی ہے۔

محبت علیؑ ایمان کی علامت

ذیل کی اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی محبت، علامت ایمان اور آپ کا بغض علامت نفاق ہے۔

ابوبکر محمد بن عمر جو ابن جعابی حافظ کے نام سے مشہور ہے اس نے ہم سے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن سہل بن حسن نے بتایا کہ ہمیں احمد بن عمرو ہقان نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا اسماعیل بن معلم نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا اعمش نے عدی بن ثابت سے زرّ بن حبیش سے وہ کہتا ہے کہ میں نے امیرالمومنینؑ علیؑ بن ابی طالبؑ کو منبر پر دیکھا پس میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سُنا قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور نفس انسانی کو پیدا کیا کہ نبی اکرمؐ کی طرف سے میرے ساتھ یہ عہد ہے کہ تجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق، اور مجھے خبر دی ابوعبداللہ محمد بن عمران مرزبانی نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا عبداللہ بن عبدالعزیز بغوی نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا عبیداللہ بن عمر قواریری نے، وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا جعفر بن سلیمان نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا نضر بن حمید نے ابوجارود سے اس نے حارث ہمدانی سے وہ کہتا ہے کہ میں نے امیرالمومنینؑ کو دیکھا وہ ایک دن آئے اور منبر پر تشریف لے گئے پس اللہ کی حمد و ثناء کی اور اس کے بعد فرمایا ایک فیصلہ ہے جو اللہ نے نبی کی زبانی کرایا ہے کہ مجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور مجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق اور وہ خائب نامراد ہے جو افتراء و بہتان باندھے۔ مجھے خبر دی محمد بن مظفر بزاز نے وہ کہتا ہے کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بربری نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا خلف بن صالح نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا وکیع نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا اعمش نے عدی بن ثابت سے زر بن حبیش سے امیرالمومنینؑ سے کہ نبی اکرمؐ نے مجھ سے عہد کیا کہ تجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔

آپؑ اور آپؑ کے شیعہ کامران ہیں

مجھے ابوعبداللہ محمد بن عمران مرزبانی نے خبر دی کہ مجھ سے علی بن محمد بن حافظ عبداللہ نے ذکر کیا کہ بیان کیا علی بن حسین بن عبید کوفی نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا اسماعیل بن ایان نے سعد بن طالب سے جابر بن

یزید سے حضرت محمد بن علی باقرؑ سے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب ام سلمہ زوجہ پیغمبر اکرمؐ سے علیؑ بن ابی طالبؑ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ علیؑ اور اس کے شیعہ ہی فائزو کامیاب ہیں۔

مجھے خبر دی ابوعبداللہ محمد بن عمران نے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا احمد بن محمد جوہری نے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا محمد بن ہرون بن عیسیٰ ہاشمی نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا تمیم بن محمد بن علا نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا عبدالرزاق نے وہ کہتا ہم سے بیان کیا یحییٰ بن علا نے سعد بن طریف سے اصبغ بن نباتہ سے علیؑ سے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ کی ایک چھڑی ہے یا قوت سُرخ کی کہ جس کو نہیں پا سکتے مگر ہم اور ہمارے شیعہ اور باقی لوگ اس سے دور ہیں۔

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ نے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا علی بن محمد بن عبداللہ حافظ نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا علی بن حسین بن عبید کوفی نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا اسمعیل بن ابان نے عمرو بن حریث سے داؤد بن سلیل سے انس بن مالک سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔

”میری اُمت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور اُن پر کوئی عذاب نہیں ہوگا، راوی کہتے ہیں پھر حضور اکرمؐ حضرت علیؑ کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا۔

”وہ تمہارے شیعہ ہیں اور تم ان کے امام ہو“

مجھے خبر دی ابوعبداللہ نے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا احمد بن عیسیٰ کرخی نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا ابوالعیناء محمد بن قاسم نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا محمد بن عائشہ نے اسماعیل بن عمرو بجلی سے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا عمر بن موسیٰ نے زید بن علی بن حسینؑ سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے وہ اپنے جد بزرگوار حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا میں نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں شکایت کی کہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا ”اے علیؑ پہلے چار اشخاص جو جنت میں داخل ہوں گے میں تم اور حسنؑ و حسینؑ ہیں ہماری ذریت ہمارے پیچھے ہوگی اور ہماری ذریت کے پیچھے ہمارے محب ہوں گے اور ہمارے شیعہ اور پیرو کار ہمارے دائیں بائیں ہوں گے“

پاکیزگیِ ولادت کی علامت

آپؑ کا ولایت کا اقرار ولادت کی پاکیزگی اور آپؑ کی دُشمنی خباثتِ ولادت کی علامت ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ اخبار ہیں مجھے خبر دی ابوحبیش مظفر بن محمد بلخی نے وہ کہتا ہے کہ میں بیان کیا ابوبکر محمد بن احمد بن ابوثلج نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد علوی نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا احمد بن عبدالمنعم نے وہ کہتا ہے کہ ہم سے

بیان کیا عبداللہ بن محمد فزاری نے جعفر بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے وہ کہتے ہیں میں نے رسول ؐاللہ کو علی بن ابی طالبؑ سے یہ کہتے سنا کیا تمہیں خوش نہ کروں، تمہیں عطیہ و بخشش نہ دوں کیا میں تمہیں خوش خبری نہ سُناوں؟ تو آپؑ نے عرض کیا کہ ہاں اے اللہ کے رسولؐ مجھے خوشخبری سنایئے تو آپ نے فرمایا کہ،

''بے شک میں اور تم ایک طینت سے پیدا ہوئے ہیں پس اس طینت (مٹی) میں سے کچھ بچ گیا تھا تو اس سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیعوں کو پیدا کیا اور جب قیامت کا دن ہوگا تو سب لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پُکارا جائے گا سوائے ہمارے شیعوں کے کہ وہ اپنے باپوں کے نام سے پکارے جاینگے کیونکہ ان کی ولادت پاکیزہ ہے۔

مجھے خبر دی ابوحبیش مظفر بن محمد نے محمد بن احمد بن ابو ثلج سے اس نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن مسلم کوفی نے اس نے بیان کیا کہ ہم سے عبیداللہ بن کثیر نے روایت کیا کہ ہم سے ذکر کیا جعفر بن محمد بن حسین زہری نے اس نے کیا ہمیں بتایا عبیداللہ ابن موسی نے اسرائیل سے اس نے ابوحصین سے اس نے عکرمہ سے اس نے ابن عباس سے نقل کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو سب لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا سوائے ہمارے شیعوں کے کہ انہیں ان کے باپ کے نام سے ان کی ولادتوں میں پاکیزگی کی وجہ سے پکارا جائے گا۔

ہم سے ابوالقاسم جعفر بن محمد قمی نے بیان کیا وہ کہتا ہے ہم سے ابوعلی محمد بن ہمام بن سہیل اسکانی نے بیان کیا کہ مجھ سے جعفر بن محمد بن مالک نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہم سے محمد بن نعمۃ سلولی نے بیان کیا کہ وہ کہتا ہے ہم سے عبداللہ بن قاسم نے عبداللہ بن جبلہ سے اس نے اپنے باپ سے وہ کہتا کہ میں نے جابر بن عبداللہ بن حزام انصاری سے سُنا وہ کہتے تھے کہ ہم انصار کا ایک گروہ ایک دن رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر تھا تو آپؐ نے ہم سے فرمایا۔

اے گروہ انصار اپنی اولاد کا امتحان علیؑ کی محبت سے کرو پس جو اس سے محبت کرے تو جان لو کہ وہ حلال زادہ ہے اور جو اس سے بغض رکھے تو جان لو کہ وہ حرام زادہ ہے''۔

لقب امیرالمومنینؑ

وہ اخبار جن میں ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی زندگی ہی میں علیؑ کو امیرالمومنین کے لقب سے نوازا تھا۔

مجھے خبر دی ابوالجیش مظفر بن محمد بلخی نے اس نے کہا مجھے بتایا ابوبکر محمد بن احمد بن ابو ثلج نے کہ مجھے خبر دی حسین بن ایوب نے محمد بن غالب سے، اس نے علی بن حسین سے اس نے محبوب سے جس نے ابو

حمزہ ثمائی سے اس نے ابواسحاق سبیعی سے اس نے بشیر غفاری سے اس نے انس بن مالک سے انس کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خادم تھا۔

جب ام حبیبہ بنت ابوسفیان کی رات ہوئی تو میں رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پانی لایا تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے انس! ابھی ابھی سے دروازے سے امیرالمومنین اور خیرالوصیین (اوصیاء میں سے بہترین) داخل ہوگا جو سب لوگوں سے پہلے ایمان لایا جس کا علم سب سے زیادہ ہے اور جس میں حلم و بردباری سب سے زیادہ ہے تو میں نے (دل میں) کہا کہ خدایا ایسا شخص میری قوم میں سے قرار دے انس کہتے ہیں کہ میں تھوڑی دیر نہیں ٹھہرا تھا کہ علیؑ بن ابی طالبؑ اس دَروازہ سے داخل ہوئے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضوفرما رہے تھے پس رسول اللہؐ نے امیرالمومنینؑ کے چہرہ پر پانی چھڑکا کہ جس سے امیرالمومنینؑ کی آنکھیں پُر ہوگئیں تو حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ کیا میرے متعلق کوئی واقعہ پیش آیا ہے تو نبی اکرمؐ نے فرمایا تم خیر کے علاوہ کچھ بھی نہیں تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تم میری طرف سے ادا کرو گے، میری ذمہ داری پوری کرو گے، تم مجھے غسل دو گے، مجھے میری لحد میں چھپاؤ گے اور لوگوں کی باتیں میری طرف سے سنو گے اور میرے بعد ان کے لیے بیان کرو گے تو حضرت علیؑ نے عرض کیا کیا آپ تبلیغ نہیں کر چکے فرمایا ہاں لیکن میرے بعد تم ان کے لیے وہ چیزیں بیان کرو گے کہ جن میں انہیں اختلاف ہوگا۔

مجھے خبر دی حبیش مظفر بن محمد نے محمد بن احمد بن ابوثلج سے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے دادا نے وہ کہتا ہے ہم سے عبداللہ بن داہر نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابوداہر یحییٰ احمری مقری نے اعمش سے عبایہ اسدی سے جس نے ابن عباس سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب اُم سلمہؓ سے فرمایا کہ میری بات سن لو اور اس کی گواہی دو یہ علیؑ امیرالمومنینؑ اور سیدالوصیین ہیں اور اسی سناد کے ساتھ محمد بن ابوثلج سے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ ہم سے عبدالسلام بن صالح نے بیان کیا کہ ہم سے محمد بن یمان نے بیان کیا ہے کہ ہم سے سفیان ثوری نے ابوالحجاف سے معاویہ بن ثعلبہ سے وہ کہتا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ وصیت کیجئے تو وہ کہنے میں وصیت کر چکا ہوں عرض کیا گیا کس سے، فرمایا امیرالمومنینؑ سے کسی نے کہا عثمان سے فرمانے لگے نہیں بلکہ حقیقی امیرالمومنینؑ علی ابن ابی طالبؑ سے کیونکہ وہی زمین کا قوام اور اصل ہیں اور اس امت کے عالم ربانی ہیں اگر تم نے اسے کھو دیا تو زمین اور جو کچھ اس پر ہے وہ تمہیں اجنبی معلوم ہوگا۔ (گویا کہ تمہیں معرفت ہی نہیں)

بریدہ بن خصیب اسلمی کی ایک خبر ہے جو کہ کئی سندوں کے ساتھ مشہور و معروف ہے جس کی تشریح طول اختیار کرے گی۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھے حکم دیا جب کہ ہم سات افراد تھے جن میں ابوبکر، عمر، طلحہ اور زبیر تھے اور میں ساتواں تھا آپؐ نے فرمایا تم سب علیؑ کو امیرالمومنین کہہ کر سلام کرو ہم نے اسی طرح سلام کیا اور

رسول خداؐ ہم میں موجود تھے اسی طرح اور بہت ساری اخبار موجود ہیں جن سے کتاب کے طویل ہونے کا اندیشہ ہے خدا ہی درستی کی توفیق دینے والا ہے۔

مناقب آنجنابؑ

اور آپ کے وہ مناقب جو اپنی شہرت اور متواتر نقل ہونے اور علماء کے ان پر اجماع کرنے کی وجہ سے اس سے مستغنی ہیں کہ ان کے اخبار کے اسناد ذکر کیے جائیں تو وہ بہت سے ہیں کہ جن کے شرح و بسط سے کتاب طویل ہو جائے گی اور ان میں سے بعض کو ذکر کرنا کفایت کرتا ہے اس سے کہ تمام کو ذکر کیا جائے اس عرض کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ جس کے لیے کتاب لکھی گئی ہے انشاء اللہ تعالیٰ، پس ان میں سے یہ ہے کہ نبی اکرمؐ نے اپنے مخصوص اہل خاندان اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ابتداء دعوت اسلام میں جمع کر کے ان کے سامنے ایمان کو پیش کیا اہل کفر و سرکشی کے خلاف ان سے مدد چاہی ان کے لیے اس پر دنیا پر قدر و منزلت اور شرف و ثواب جنت کے ضامن ہوئے پس کسی نے آپ کی آواز پر لبیک نہ کہا سوائے امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کے، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وجہ سے آپ کو حقیقی بھائی ہونے اور وزارت و وصایت و وراثت وخلافت کی سند عطا کی اور اس کے ساتھ آپ کے لیے جنت بھی واجب و ثابت قرار دی اور یہ سب کچھ حدیث دار (گھر والی حدیث) ہے کہ جس کی صحت پر ناقدین آثار کا اجماع ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولاد حضرت عبدالمطلب کے گھر میں ابو طالب کو جمع کیا تھا اور اس وقت چالیس مرد تھے۔ راویوں نے اس سے ایک کم اور ایک زیادہ بھی کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے لیے کھانا تیار کیا جائے بکری کی ران اور گندم کی ایک مد (تقریباً چودہ چھٹانک) کے ساتھ اور ایک صاع (تقریباً سوا تین سیر) دودھ بھی ان کے لیے مہیا کیا جائے حالانکہ ان میں سے ایک ایک مرد ایک ہی نشست میں ایک بکری کا بچہ کھا جاتا اور سولہ رطل پینے کی چیز پی جاتا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے پینے کی تھوڑی سی مقدار اس پوری جماعت کے لیے تیار کرا کے ایک معجزہ دکھانا چاہا اُن کے اس کھانے پینے سے سیر و سیراب ہونے کے ساتھ کہ جس سے ایک آدمی بھی سیر و سراب نہیں ہوسکتا تھا پھر آپ نے حکم دیا کہ یہ کھانا پینا ان کے سامنے پیش کیا جائے تو ساری جماعت نے اس تھوڑے سے کھانے سے کھایا اور سیر ہو گئے لیکن اس میں سے کھانے پینے کے باوجود فرق نہ ہوا۔ (یعنی کھانا ویسے کا ویسے رہا) آپ نے انہیں اس سے حیران کر دیا اپنی نبوت کا واضح معجزہ دکھایا اور اللہ کی اس بُرہان سے اپنی صداقت کی نشانی پیش کی پھر ان سے فرمایا جب کہ وہ کھانے سے سیر اور دُودھ پینے سے سیراب ہو گئے، اے اُولادِ عبدالمطلب خدا نے مجھے ساری مخلوق کے لیے بھیجا ہے اور تمہارے لئے خاص طور پر پس اس کا ارشاد

ہے کہ و انذر عشیر تك الاقربین اور ڈرا اپنے قریب ترین قبیلہ کو تو میں تمہیں دو کلموں کی طرف دعوت دیتا ہوں جو زبان پر ہلکے پھلکے ہیں لیکن میزان عدل میں بڑے وزنی ہیں کہ جن کے ذریعہ تم عرب وعجم کے مالک بن جاؤ گے تمام امتیں ان کی وجہ سے تمہاری مطیع فرمانبردار ہو جائیں گی ان کی وجہ سے تمہارا جنت میں داخلہ ہوگا، اور جہنم کی آگ سے نجات پا جاؤ گے (اور وہ ہیں) لاّ الٰہ الا اللّٰہ و انی رسول اللّٰہ کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تو جو بھی اس امر کی طرف میری دعوت کو قبول کر لے اور اس پر اور اس کے قیام پر میری مدد کرے اور میرا ہاتھ بٹائے تو وہ میرا بھائی، میرا وزیر میرا وارث اور میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا تو ان میں سے کسی نے بھی (آپ کی اس پیشکش کو) قبول نہ کیا تو امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ ان سب میں سے میں اکیلا آپ کے سامنے اٹھا جب کہ اس وقت میں ان میں سَب سے چھوٹا تھا۔

اور میری پنڈلیاں زیادہ پتلی تھیں اور میری آنکھوں میں میل تھی (ظاہراً یہ آخری دو جملے راویوں کی طرف سے برھائے ہوئے ہیں، مترجم) تو میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ میں اس امر رسالت پر آپ کی مدد کروں گا آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا تو آپؐ نے فرمایا، بیٹھ جاؤ، پھر آپؐ نے اسی گفتگو کا اس قوم کے سامنے اعادہ فرمایا، لیکن وہ خاموش رہے میں پھر کھڑا ہو گیا اور میں نے اپنے پہلے قول کی طرح بات کی تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ پھر آپؐ نے اسی گفتگو کو ان کے سامنے تیسری مرتبہ دوہرایا لیکن ان میں سے کسی نے بھی ایک لفظ نہ کہا تو میں کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ میں اس امر میں آپ کی مدد کروں گا اور آپ کا بوجھ اٹھاؤں گا تو آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، تم ہی میرے بھائی، میرے وصی، میرے وزیر میرے وارث اور میرے بعد میرے خلیفہ ہو چنانچہ وہ لوگ کھڑے ہو گئے، جب کہ وہ جناب ابوطالبؑ سے کہہ رہے تھے، اے بوطالبؑ؟ آج کا دِن آپ کو مبارک ہو آپ اپنے بھتیجے کے دین میں داخل ہو جائیں کیونکہ اس نے تمہارے بیٹے تمہارا امیر قرار دیا ہے۔

یہ ایک واقعہ منقبت جلیلہ ہے کہ جس کے ساتھ امیرالمومنینؑ مخصوص ہیں اس میں مہاجرین اولین، انصار اور کوئی بھی اہل اسلام میں سے آپ کا شریک نہیں اور آپ کے غیر کے لیے اس کے برابر کی کوئی فضیلت نہیں ملی اور نہ ہی کسی حالت میں کوئی اس کے قریب جا سکتا ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے ک آپ کے ذریعہ سے نبی اکرمؐ کو تبلیغ رسالت، اظہار دعوت اور اسلام کے پھیلانے پر قدرت حاصل ہوئی اگر حضرت علیؑ نہ ہوتے نہ مذہب ثابت ہوتا نہ شریعت کو استقرار ملتا اور نہ دعوتِ اسلام ظاہر ہوتی چنانچہ آنجنابؑ ہی اسلام کے ناصر و مددگار اور رسول کے وزیر تھے جو اللہ کی طرف سے اسلام کی طرف بلاتے تھے اور نبی ہادی کی مدد و نصرت کی ضمانت دینے کی بناء پر نبوت کے سلسلہ میں جو آنحضرتؐ کا ارادہ تھا وہ مکمل ہوا اور اس میں وہ فضیلت ہے کہ پہاڑ جس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور تمام فضائل قدر و منزلت میں اس کے برابر نہیں ہو سکتے۔

ہجرت

جب قوم قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوقتل کرنے پر اتفاق کرلیا تو آپ کو ہجرت کرنے کا حکم ہوا۔ مخالفتکی وجہ سے ظاہر بظاہر جانا ممکن نہ تھا آپ نے اپنے جانے کو صیغہ راز میں رکھنا چاہا تاکہ یہ خبر پوشیدہ رہے اور آپ سلامتی کے ساتھ ان میں سے نکل جائیں۔ آپ نے سارا معاملہ حضرت علیؑ کو بتایا اور اسے پوشیدہ رکھنے کے لیے کہا نیز فرمایا کہ میرے بستر پر لیٹ کر میری اس طرح حفاظت کروکہ دشمن یہ نہ سمجھے کہ علی سویا ہوا ہے بلکہ وہ سمجھیں کہ بستر پر نبی اکرمؐ ہی سوئے ہوئے ہیں جیسا کہ آپؐ ہمیشہ گذشتہ زمانے میں سویا کرتے تھے پس امیرالمومنینؑ نے اپنے نفس اللہ کو ہبہ کیا اور اسے اللہ کی اطاعت میں بیچ ڈالا اور اس کے نبی صلوات اللہ وسلامہ علیہ وآلہ کی حفاظت میں اس کو لگادیا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنوں کے مکر سے نجات پالیں آپ کی سلامتی و بقاء کی تکمیل ہو اس سے آپ کے دین و مذہب کی طرف دعوت دینے دین کو قائم کرنے اور شریعت کو ظاہر کرنے کی غرض و غائیت منظم ہو جائے پس آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر آپ کی چادر اوڑھ کر سو گئے اور وہ قوم آئی کہ جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوقتل کرنے پر اتفاق کیا ہوا تھا انہوں نے آپؑ کو گھیرے میں لے لیا وہ ہتھیاروں سے لیس صبح کے نمودار ہونے کے منتظر تھے کہ ظاہر بظاہر آپ کوقتل کردیں، تاکہ آپ کا خون رائیگاں جائے اور اس کا مطالبہ نہ ہو سکے نبی ہاشم کے یہ دیکھ لینے کی وجہ سے کہ آپ کے قاتل تمام قبائل کے لوگ ہیں اور وہ ان سے بدلہ نہ لے سکیں گے کیونکہ ہر گروہ آپ کے قتل میں شریک ہے اور ہر گروہ بیٹھ جائے گا اس سے کہ وہ اپنی قوم سے جنگ کرے یا اپنے خاندان سے علیحدگی اختیار کرے (تو آپ کا بستر رسولؐ پر سونا) سبب بنا کہ رسول اکرمؐ کو نجات ملی اور آپ کا خون محفوظ رہا اور آپ اپنے رب کے حکم کی نشر و اشاعت کے لیے زندہ و سلامت رہے اور اگر امیرالمومنینؑ نہ ہوتے اور جو کچھ آپ نے کیا نہ کرتے تو رسول اللہ تبلیغ اور پیغام کی ادائیگی کو مکمل نہ کرسکتے اور نہ ہی آپ کی عمر کا دوام و بقاء ہوتا اس طرح حسد کرنے والے دشمن آپ پر کامیابی حاصل کر لیتے۔

قوم نے صبح کی اور اچانک آپ پر حملہ کیا تو آپ ان پر جھپٹ پڑے اور جب انہوں نے آپ کو پہچان لیا تو وہ منتشر ہو گئے اور واپس چلے گئے اور نبی اکرمؐ کے متعلق ان کے حیلے سب بیکار ہو گئے اور جو تدبیر انہوں نے آپ کے قتل کے سلسلہ میں بنائی تھی وہ ٹوٹ گئی اور ان کے گمان اور ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا اسی سے ایمان منظم ہوا اور شیطان کی رُسوائی ہوئی اور اہل کفر و عدوان ذلیل و خوار ہوئے اس منقبت میں اہل اسلام میں کوئی شخص بھی امیرالمومنینؑ کا شریک نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس کی نظیر پیش کرسکتا ہے نہ ہی صحیح اعتبار سے اس کے قریب کی فضیلت کسی کو مل سکی۔ امیرالمومنینؑ کی شان میں بستر رسولؐ پر سونے کے

بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"و من الناس من یشری نقسه ابتغاء مرضا ۃ اللہ و اللہ روف بالعباد"

''اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو رضائے الٰہی کو چاہتے ہوئے اپنا نفس بیچ دیتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے''

مناقب میں ہے کہ جناب نبی اکرمؐ قریش کی امانتوں کے امین تھے جب کفار مکہ نے آپ کو فوری طور پر مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قوم اور خاندان میں کوئی ایسا نہ ملا کہ جسے آپؐ ان چیزوں پر امین مقرر کرتے جو آپ کی امانت وسپردگی میں تھیں سوائے امیر المومنینؑ کے پس آپ کو ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا جانشین مقرر کیا امانتوں کو ان کے مالکوں کی طرف واپس کرنے اور جو قرض آپ کے ذمہ تھے ان کو ان کے مستحقین تک پہنچانے میں اور آپ کی اولاد خاندان کی عورتوں اور ازواج پیغمبرؐ کو اکٹھا کر کے ان کو ہجرت کرانے پر اور آپ کو کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جو آپ کا قائم مقام ہوتا لہذا آپؐ نے علیؑ کی امانت پر وثوق آپ کی عظیم بہادری اور شجاعت پر بھروسہ آپؐ کے اہل خانہ اور مخصوص افراد کی حفاظت پر آپ کی قوت وطاقت پر اعتماد کیا آپ کو اہل خانہ اور اہل حرم کے متعلق ان کے قابل وثوق ہونے پر اور آپ کی پرہیز گاری اور عصمت کی بنا پر آپ کو سکون واطمینان تھا کہ وہ اس سلسلہ میں امین ہیں پس حضرت علیؑ نے ان امور کو بہترین طریقہ سے انجام دیا اور ہر امانت اس کے وارث کو پلٹا دی، ہر صاحب کو اس کا حق ادا کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اہل حرم کی حفاظت کی اور ان کے ساتھ پیدل چل کر ہجرت فرمائی جب کہ دشمنوں سے ان کی حفاظت اور جھگڑا کرنے والوں کے مقابلے ان کی نگہبانی کر رہے تھے اور چلنے میں ان سے نرمی برتتے تھے یہاں تک کہ مدینہ میں پوری حفاظت و حراست ونرمی، مہربانی اور حُسن تدبیر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس انہیں پہنچا دیا پس نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو مدینہ میں آ جانے کے بعد اپنے گھر میں رکھا اور اپنے ہاں جگہ دی اور انہیں اپنے اہل حرم واہل خانہ کے ساتھ ٹھہرایا، اپنی ذات سے انہیں الگ نہ سمجھا اور اپنے باطنی امور اور اسرار ان سے نہ چھپائے یہ وہ منقبت و فضیلت ہے کہ جس میں آپؑ حضورؐ کے تمام خاندان اور اصحاب میں منفرد ہیں اور اس میں حضور کے پیروکاروں اور فرمانبرداروں میں سے کوئی بھی شریک نہیں اور مخلوق میں سے کسی شخص کو اس کے علاوہ بھی کوئی ایسی فضیلت نہیں ملی جو وقت آزمائش اس کے برابر ہو یا منزل امتحان میں اس کے قریب قریب ہو یہ ان مناقب کے علاوہ ہے کہ جنہیں ہم پہلے پیش کر چکے ہیں کہ جن کی فضیلت ظاہر اور جن کا شرف عقلاء کے دلوں پر چھایا ہوا ہے۔

مصلح امت

مناقب میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخصوص کیا تھا ان کوتاہیوں کی تلافی کے لیے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وامر کی مخالفت میں لوگوں سے ہوتی تھیں اور ان چیزوں کی اصلاح کے لیے جس کو دوسرے فاسد کر بیٹھتے تھے یہاں تک کہ آپ کی وجہ سے ہی اسبابِ درستی منظم ہوئے اور آپ کی برکت اور آپ کی کوشش کی سعادت اور حُسن تدبیر اور توفیق لازمی کی وجہ سے مسلمانوں کے امور نظم ونسق میں آئے اور آپ کے ذریعہ ہی دین کا ستون قائم ہوا، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ نبی اکرمؐ نے خالد بن ولید کو نبی جذیمہ کی طرف بھیجا کہ وہ انہیں اسلام کی دعوت دے آپ نے اُسے جنگ کرنے کے لیے نہیں بھیجا تھا اس نے آپ کے حکم کی مخالفت کی آپ کے عہد و پیمان کو نظر انداز کیا دین سے عناد برتا اور اُس نے جا کر انہیں قتل کرنا شروع کر دیا حالانکہ وہ اسلام پر قائم تھے اور ان کے عہد و پیمان کو توڑ دیا حالانکہ وہ اہل ایمان تھے اس نے زمانہ جاہلیت کی حمیت پر عمل کیا اور اہل کفر و عدوان کے طریقہ پر چلا اس کا کردار اسلام کے لیے باعث عیب بنا اور وہ لوگ جو پہلے اسلام کی طرف دعوت دیتے تھے وہ صرف خالد کی وجہ سے نبی کریمؐ سے منہ پھیرنے لگے تھے قریب تھا کہ اس کے کردار سے دین کے سلسلہ میں نظام تدبیر باطل ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کوتاہی کی تلافی اور اس کی خرابی کی اصلاح اور اپنی شریعت سے اس عار کو دور کرنے کے لیے امیر المومنین کا سہارا لیا اور انہیں روانہ کیا تا کہ وہ قوم کو دین کی طرف واپس لائیں ان کے کینوں کو ختم اور ایمان پر ثابت قدم رہنے کے لیے نرمی اختیار کریں۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان کے مقتولین کی دیت ادا کریں اور جو مرنے والوں کے زندہ ورثا ہیں ان کو راضی کریں۔ پس اس سلسلہ میں امیر المومنینؑ نے نہایت احسن اقدام کیا جسے سب نے پسند کیا آپ نے ان کی امداد ضرورت سے زیادہ کی اور فرمایا کہ میں نے تمہارے مقتولین کی دیت تو ادا کر دی ہے علاوہ ازیں میں تمہیں یہ اور مال دے رہا ہوں تا کہ جو تمہارے لوگ بچ گئے ہیں انہیں فائدہ پہنچا سکو۔ یہ سب کچھ اس لے کر رہا ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ سے راضی رہے اور تم بھی رسولؐ کے فضل وکرم سے راضی ہو جاؤ۔

رسول خداؐ نے مدینہ میں خالد کی بدسلوکی سے اظہار بے زاری فرمایا۔ رسول خداؐ کا خالد سے اظہار برأت اور امیر المومنینؑ کا ان مظلوموں سے مہربانی وشفقت کرنا بگڑے ہوئے حالات کو سنوار گیا اور اس کا پھیلایا ہوا فساد ختم ہوا اگر وہ صحابہ میں سے حضرت امیر المومنینؑ کے علاوہ یہ کام اور کسی نے نہ کیا بلکہ رسول خداؐ آپ کے علاوہ کسی اور کو یہ ذمہ داری سونپنے کے لیے راضی نہ تھے۔ یہ ایسی منقبت وفضیلت ہے جس کی مثال نہیں (امت کے بگڑے ہوئے حالات میں مصلح کا تعارف کرا رہے ہیں) یہ فضیلت ہر اس شخص کی فضیلت کو مات کر دیتی ہے جس کا امیر المومنینؑ کے علاوہ کسی اور میں آج تک دعویٰ کیا جاتا ہے خواہ وہ فضیلت ان میں

حق ہو یا باطل۔ امیر المومنینؑ کا اس میں کوئی شریک نہیں اور نہ ہی کسی اور کو اس جیسی فضیلت ملی۔

ان ہی جیسے مناقب میں سے ہے کہ نبی اکرمؐ نے جب مکہ فتح کرنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اللہ سے عرض کیا کہ آپ کی خبریں قریش کو معلوم نہ ہوں تا کہ اچانک مکہ میں داخل ہوں۔ لیکن حاطب بن بلتعہ نے اہل مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ کو فتح کرنے کے عزم سے آگاہ کرنے کے لیے ایک خط لکھ کر اسے ایک سیاہ عورت کے حوالہ کیا یہ عورت مدینہ میں بھیک مانگنے اور خیرات حاصل کرنے کے لیے آئی ہوئی تھی۔ اس عورت کے لیے اس نے انعام مقرر کیا تا کہ وہ ان لوگوں تک دیئے ہوئے خط پہنچائے اور عام شاہراہ سے ہٹ کر جائے۔ خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعہ صورت حاصل سے آگاہ کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنینؑ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ میرے اصحاب سے بعض نے اہل مکہ کو خط لکھا ہے اور انہیں ہماری خبر دی ہے میں نے خدا سے سوال کیا تھا کہ وہ ہماری خبروں کو ان سے پوشیدہ رکھے اور وہ خط ایک سیاہ رنگ کی عورت کے پاس ہے جو شاہراہ سے ہٹ کر جا رہی ہے پس اپنی تلوار لو اور اس کو راستہ میں جا کر پکڑ لو اس سے خط لے کر اسے چھوڑ دو اور وہ خط میرے پاس لے آؤ پھر آپ نے زبیر بن عوام کو بلایا اور اس سے کہا کہ تو بھی علیؑ کے ساتھ اس طرف جا پس وہ دونوں عام راستہ سے ہٹ کر روانہ ہوئے اور اس عورت کو پا لیا زبیر نے اس کی طرف سبقت کی اور اس سے اس خط کے متعلق سوال کیا جو اس کے پاس تھا اس نے انکار کیا اور قسم کھائی کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے اور رونے لگی تو زبیر نے کہا ابوالحسنؑ اس کے پاس کوئی خط نہیں ہے پس ہمیں رسول اللہؐ کی طرف پلٹ جانا چاہیے تا کہ ہم آپ کو بتا سکیں کہ وہ عورت بے قصور ہے تو امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو مجھے خبر دی ہے کہ اس کے پاس خط موجود ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں وہ خط اس سے لے آؤں اور تم کہتے ہو کہ اس کے پاس کوئی خط نہیں آپ نے تلوار نیام سے نکالی اور اس کی طرف بڑھے اور فرمایا خدا کی قسم اگر تو نے خط نکال کے نہ دیا تو میں تیری تلاشی لوں گا اور پھر تیری گردن اڑا دوں گا تو وہ عورت کہنے لگی، اگر اس سے چارہ کار نہیں تو اے فرزند ابوطالبؑ آپ اپنے چہرے کو دوسری طرف کر لیں آپ نے اس سے مُنہ موڑ لیا تو اس نے اپنا دوپٹہ ہٹایا اور اپنے بالوں کی چوٹی سے خط نکالا امیر المومنینؑ نے وہ خط لے لیا اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آئے پس آپؐ نے حکم دیا کہ منادی کی جائے کہ سب لوگ نماز جماعت میں آئیں منادی ہوئی تو سب لوگ جمع ہو گئے یہاں تک کہ مسجد ان سے بھر گئی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور خط اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور فرمایا اے لوگو! میں نے اللہ سے سوال کیا تھا کہ وہ ہماری خبریں قریش سے مخفی رکھے لیکن تم میں سے ایک شخص نے اہل مکہ کو خط لکھا ہے اور انہیں ہمارے حالات کی خبر دی ہے پس خط لکھنے والا کھڑا ہو جائے ورنہ وحی خداوندی اسے رسوا کر دے گی پس کوئی شخص کھڑا نہ ہو تو رسول اللہؐ نے اپنی

بات کا اعادہ کیا اور فرمایا خط لکھنے والا کھڑا ہو جائے ورنہ وحی اس کو رسوا کرے گی۔ حاطب بن بلتعہ کھڑا ہو گیا اور اس طرح کانپ رہا تھا جس طرح کھجور کی شاخیں سخت آندھی کے وقت حرکت کرتی ہیں اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسولؐ وہ خط لکھنے والا میں ہوں، میں نے اپنے اسلام لانے کے بعد نفاق اپنے میں پیدا نہیں کیا اور نہ ہی مجھے اپنے یقین کے بعد شک عارض ہوا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر کس چیز نے تجھے اس خط کے لکھنے پر مجبور کیا اس نے عرض کیا کہ مکہ میں میرے کچھ اہل خاندان ہیں کہ جن کا وہاں کوئی قوم قبیلہ نہیں پس مجھے خوف ہوا کہ کہیں ان کا ہم پر غلبہ نہ ہو جائے تو میرا یہ خط رکاوٹ بنے گا ان کے لیے میرے اہل خاندان سے اور میرا ان پر یہ احسان ہوگا اور یہ میں نے اس لیے نہیں کیا کہ مجھے اپنے دین میں کوئی شک تھا عمر بن خطاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اس کے قتل کا حکم دے دیں کیونکہ اس نے منافقت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اہل بدر میں سے ہے ہوسکتا ہے کہ خدا ان پر نظر رحمت کرے اور انہیں بخش دے اس کو مسجد سے نکال دو، راوی کہتا ہے لوگ اس کو پیچھے سے دھکے دے رہے تھے یہاں تک کہ اسے انہوں نے مسجد سے نکال دیا اور وہ بار بار حضرت کی طرف دیکھتا رہا تا کہ آپؐ اس پر رحم فرمائیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو واپس لے آؤ اور اس سے فرمایا کہ میں نے تجھے اور تیرے گناہ کو معاف کر دیا ہے اپنے رب سے استغفار کر اور اس قسم کا جرم پھر کبھی نہ کرنا۔

یہ مذکورہ بالا منقبت بھی گذشتہ مناقب کے ساتھ ملحق ہے اور اس میں ہے کہ امیرالمومنینؑ کے ذریعے ہی رسول اللہؐ کی مکہ میں داخل ہونے کی تدبیر پوری ہوئی اور حضرت علیؑ نے ہی قوم کے بوجھ کی کفایت کی جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے تھے کہ مکہ والوں کو آپ کے ارادے کی خبر نہ ہوتا کہ اچانک آپ ان کے پاس پہنچ جائیں اور عورت سے خط برآمد کرنے میں امیرالمومنینؑ کے علاوہ آپ کو کسی پر بھروسہ نہیں تھا آپ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اس میں مخلص نہیں سمجھا اور نہ کسی پر اعتماد کیا ہے اور حضرت علیؑ سے ہی آپ کی ہم کی کفایت ہوئی آپ اپنی مراد کو پہنچے آپ کی تدبیر کامیاب ہوئی مسلمانوں کے معاملات درست ہوئے اور دین کا ظہور ہوا زبیر کو حضرت کے ساتھ بھیجنے میں کوئی اس کی خاص فضیلت نہیں ہے کیونکہ اس نے کسی مہم کو سر نہیں کیا نہ ہی جا کر اس نے کوئی کام انجام دیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بھیجا تھا چونکہ وہ اپنی والدہ صفیہ بنت عبدالمطلبؑ کی طرف سے بنی ہاشم میں شمار ہوتا تھا آپ نے چاہا کہ اس کام کو وہ اپنے ہاتھ میں لے کر جس کا آپ نے اپنے خاندان کے مخصوص افراد کو راز داں بنایا تھا زبیر بہادر تھا اور اس میں آگے بڑھنے کی جرأت بھی تھی علاوہ ازیں اس کے اور امیرالمومنینؑ کے درمیان نسبتی رشتہ بھی تھا تو آپ جانتے تھے کہ زبیر حضرت علیؑ کا اس معاملہ میں تعاون کرے گا جس میں اسے بھیجا گیا تھا کیونکہ اس کام کی تکمیل دونوں کے لیے مفید تھی اور اس کی برگشت ان دونوں کی طرف ہے جس سے یہ دونوں مخصوص ہیں ان امور میں سے جو بنی ہاشم کے لیے عمومیت رکھتے ہیں وہ اچھے

ہوں یا بُرے اور پھر زبیر تو امیر المومنینؑ کے تابع ہو کر گیا تھا اور اس سے ایسی بات بھی ہوئی جو درست رائے سے موافق نہیں تھی تو امیر المومنینؑ نے اس کا تدارک فرما دیا تھا اور ہماری اس تشریح سے اس وقت کی روشنی میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ منقبت وفضیلت مخصوص ہے امیر المومنینؑ کے ساتھ جس میں دوسرا آپ کا شریک نہیں ہے اور نہ کسی فضیلت میں کوئی دوسرا آپ کے قریب ہے چہ جائیکہ آپ کا ہم پلہ ہو اللہ ہی لائق حمد وثناء ہے۔

مناقب میں سے یہ ہے کہ نبی اکرمؐ نے فتح مکہ کے دن علم سعد بن عبادہ کو دے کر اسے حکم دیا تھا کہ وہ آپ کے آگے آگے علم لے کر مکہ میں داخل ہو پس سعد نے علم لیا اور کہنے لگا۔

"الیوم یوم الملحمۃ الیوم تسبی الحرمۃ"

''آج مقتولین کے زیادہ گوشت گرنے کا دن ہے آج قابل احترام لوگوں کے قید ہونے کا دن ہے''۔

کچھ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کیا آپ سُنتے ہیں کہ سعد بن عبادہ کیا کہہ رہا ہے خدا کی قسم ہمیں خوف ہے کہ کہیں آج وہ قریش پر حملہ نہ کر دیں پس آپ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا اے علیؑ سعد سے علم لے لو اور تم خود علم لے کر مکہ میں داخل ہو پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنینؑ کے ذریعہ تدارک فرمایا اس درست تدبیر کا جو سعد کے اچانک داخل ہونے اور مکہ کی طرف قدم بڑھانے سے فوت ہو سکتی تھی آپؐ یہ بھی جانتے تھے کہ انصار راضی نہیں ہوں گے کہ ان کے سردار سے کوئی شخص جا کر علم لے کر اسے اس مقام سے معزول کر دے مگر وہ شخص کہ جس کی حالت، عظمت، جلالت قدر ومنزلت اور اطاعت پیغمبر جیسی ہو اور وہ ایسا شخص ہو کہ سعد جس کو علم دینے اور اپنا مقام چھوڑنے میں دیر نہ کرے اب اگر بارگاہ رسالت میں آپ کے علاوہ اور اس کی صلاحیت رکھتا تو آپ یہ حکم اس کو دیتے یا اس کا بھی تذکرہ ہوتا کہ وہ بھی صلاحیت رکھتا تھا ان امور کی جن کا قیام امیر المومنینؑ سے ہوا اور چونکہ احکام تو امور واقعیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جو کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنینؑ کی تعظیم وتجلیل کی اور ان کو اہل قرار دیا ان امور کا جن کے وہ اہل تھے اصلاح امور میں سے اور ان چیزوں کا تدارک کرنا آپ کے ذریعہ جو دوسرے لوگوں کے کردار سے فوت ہو جاتی تھیں جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں (ان امور سے) آپ کے حق میں لازمی فیصلہ کرنا پڑتا ہے اس منقبت میں کہ جس میں آپ دوسروں سے جدا ہو جاتے ہیں اور جس کے شرف سے آپ کو تمام دوسرے لوگوں سے فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

مناقب میں سے ایک یہ ہے کہ جس پر تمام اہل سیر وتواریخ کا اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن ولید کو اہل یمن کی طرف بھیجا کہ وہ انہیں اسلام کی دعوت دے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کی

ایک جماعت بھی بھیجی کہ جن میں براء بن عازب رحمۃ اللہ علیہ تھے خالد وہاں ان کے پاس چھ ماہ تک رہا اور انہیں دعوت دیتا رہا لیکن ان میں سے ایک نے بھی اسلام قبول نہ کیا یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُری لگی تو آپ نے امیر المومنینؑ کو بلا کر انہیں حکم دیا کہ خالد بن ولید اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں ان کو واپس بھیج دو اور فرمایا اگر کوئی ان میں سے جو خالد کے ساتھ ہیں تمہارے ساتھ رہنا چاہئے تو اس کو رہنے دینا براء کہتے ہیں پس میں ان میں سے تھا جو آپ کے ساتھ وہیں رہ گئے چنانچہ جب ہم یمن کے بالکل ابتدائی حصہ میں پہنچے اور انہیں (اہل یمن کو) ہمارے آنے کی خبر ملی تو وہ سب آپ کے پاس جمع ہو گئے اور علیؑ بن ابی طالبؑ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی پھر ہمارے سامنے آگے بڑھے اور خدا کی حمد وثناء کی پھر ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خط پڑھا تو ہمدان کا سارا قبیلہ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گیا اور یہ خبر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لکھ کر بھیج دی جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا خط پڑھا تو بہت ہی خوش ہوئے اور سجدہ شکر کے لیے کہ جھک گئے پھر سر اٹھایا اور فرمایا

''ہمدان پر سلام ہو، ہمدان پر سلام ہو، ہمدان پر سلام ہو''۔

پھر قبیلہ ہمدان کے اسلام لانے کے بعد پے در پے اہل یمن اسلام لانے لگے اور یہ بھی امیر المومنینؑ کی ایک منقبت ہے کہ ایسی منقبت اصحاب میں سے کسی کو حاصل نہیں اور نہ ہی اس کے قریب قریب، اور نہ یہ اس طرح کہ جب آپ کو اطلاع ملی اس معاملہ میں کہ جس کے لیے آپ نے خالد کو بھیجا تھا اور آپ کو فساد کا خوف ہوا اور آپ کو کوئی نہ ملا جو اس کی تلافی کرتا سوائے امیر المومنینؑ کے، لہذا ان کے ذمہ لگایا اور انہوں نے احسن طریق پر قیام کیا اور خدا نے اپنی عادت کے مطابق ان کے لیے توفیق جاری کی جو مناسب تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کے انہیں ترجیح دینے کے اور آپ کی برکت ونرمی وحسن تدبیر اور اللہ کی اطاعت میں خلوص نیت کی بناء پر ہدایت حاصل کی جن لوگوں نے آپ کی وجہ سے ہدایت حاصل کی اور اسلام کو قبول کیا اور دین کی آبادی ہوئی ایمان میں قوت آئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ اپنے مقصد ومراد میں کامیاب ہوئے معاملہ منظم ہوا کہ جس سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملی اور آپ بہت خوش ومسرور ہوئے یہ تمام معاملہ اہل اسلام کی خوشی کا باعث بنا اور یہ بات ثابت ہے کہ اطاعت کی عظمت تب ہے جب اس سے منفعت عظیم ہو جیسا کہ مصیبت بڑی وہ ہے جس سے ضرر زیادہ ہو اسی لیے تو انبیاء کو سب سے زیادہ اور عظیم ثواب ملتا ہے چونکہ ان سے نفع عظیم حاصل ہوتا ہے ان کی دعوت کی وجہ سے جو باقی لوگوں کی نسبت زیادہ عظیم ہوتی ہے۔

اور اسی کی طرح ہے جو کچھ خیبر کے دن ہوا تھا کہ شکست کھائی حالانکہ اس نے علم اٹھا کر اپنے آپ کو مقام بلند پر ثابت کرنا چاہا تھا اور اس کے شکست کھا جانے سے وہ فساد بپا ہوا کہ جو صاحبان عقل سے مخفی نہیں ہے پھر آپؐ نے علم اس کے بعد اس کے ساتھی کو دیا تو وہ بھی اسی طرح شکست کھا گیا جس طرح پہلے نے کھائی تھی اور اس میں

اسلام اور اس کی شان کے لیے خوف تھا ان دو اشخاص کے شکست کھانے کی بناء پر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ چیز بڑی عظیم معلوم ہوئی اور آپ نے اس کا بُرا منایا پھر آپ نے اعلان کیا۔

"لاعطین الرابۃ غدار جلا یحبہ اللہ و رسولہ و یحب اللہ و رسولہ
کرار غیر فرار لا یرجع حتی یفتح اللہ علی یدیہ"۔

"کہ بے شک کل علم اس شخص کو دوں گا کہ جس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت کرتے ہیں اور وہ اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے بار بار حملہ کرنے والا ہے بھاگنے والا نہیں وہ پلٹ کر نہیں آئے گا جب تک اللہ اس کے ہاتھ پر فتح نہ دے دے"

پس وہ علم جناب امیر المومنینؑ کو عطا فرمایا اور آپ کے ہاتھوں فتح ہوئی اور آپ کے ظاہر کلام نے یہ رہبری کی کہ دو بھاگنے والے اشخاص اس صفت سے خالی تھے جو آپ نے حضرت امیر المومنینؑ کے لیے ثابت کی جیسا کہ بھاگنے کی وجہ سے کرّار اور ثابت قدم ہونے کی صفت سے خارج تھے اور امیر المومنینؑ کا تلافی کرنا خیبر میں اس کوتاہی کی جو آپ کے غیر سے ہو چکی تھی یہ دلیل ہے کہ آپ منفرد تھے اس فضیلت میں اور کوئی ایک بھی اس میں آپ کا شریک نہیں تھا اور اسی سلسلہ میں حسان بن ثابت انصاری کہتا ہے۔

"وکان علی علیہ السلام ارمد العین یبتغی
دواء فلما لم یحس مداویا
شفاہ رسول اللہ منہ بتغلۃ
فبورک مرقیا و بورک راقیا
وقال ساعطی الرایۃ الیوم صارمًا
کمیا محبا للا لہ مو الیا
یحب الھی وا لآلہ یحبہ
بہ یفتح اللہ الحصون الاوابیا
فاصفی بھا دون البریۃ کلھا
علیا و سماہ الوزیر المواخیا"

"اور علیؑ کی آنکھیں ناخوش تھیں اور وہ علاج کی تلاش میں تھے اور جب انہیں کوئی

معالج نہ مل سکا تو اللہ کے رسولؐ نے انہیں لعاب دہن سے شفا بخشی پس با برکت تھا علاج کیا ہوا اور علاج کرنے والا اور فرمایا کہ آج علم اس کو دوں گا جو بہادر زرہ پوش ہوگا جو میرے معبود سے محبت کرتا ہے اور معبود بھی اس سے محبت کرتا ہے اور اس کے ذریعہ خدا سخت قلعوں کو فتح کرے گا پس انتخاب کیا اس کے لیے ساری مخلوق کو چھوڑ کر علیؑ کا اور اسے وزیر اور بھائی قرار دیا۔''

واقعہ سورۃ برائت

اور اسی کی طرح ہے وہ واقعہ بھی جو قصّہ سورۃ برائت میں آیا ہے کہ یہ سورہ آپؐ نے ابوبکر کے سپرد کی تا کہ اس کے مشرکین کے معاہدہ کو ختم کیا جائے جب وہ تھوڑا سا دور گیا تو جبرائیلؑ نازل ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپؐ سے فرمایا ہے کہ آپ کی طرف سے پیغام رسالت نہیں پہنچا سکتا مگر آپ خود یا وہ مرد جو آپ سے ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ ''میرے ناقہ عضباء پر سوار ہو جاؤ اور ابوبکر سے جا مِلو سورہ برائیت اس سے لے کر مکہ جاؤ اور اس کے ذریعہ مشرکین کے معاہدہ کو ختم کردو، ابوبکر کو مختار قرار دو کہ وہ آپ کے ساتھ مکہ جائے یا میری طرف پلٹ آئے پس امیرالمومنینؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقہ پر سوار ہوئے اور چل دیئے یہاں تک کہ ابوبکر سے جا ملے ابوبکر نے جب آپ کو دیکھا تو آپ کے آجانے کی وجہ سے گھبرا گیا اور آپ کے سامنے آکر کہنے لگا اے ابوالحسنؑ آپ کیسے آئے ہیں کیا آپ بھی میرے ساتھ چلیں گے یا کسی اور مقصد سے آئے ہیں تو امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم سے سورہ برایت کی آیتیں لے کر میں ان کے ذریعہ مشرکین کے معاہدہ کو ختم کردوں اور مجھے آپ نے حکم دیا ہے کہ تمہیں مختار قرار دُوں اس میں کہ میرے ساتھ چلو یا آپؐ کے پاس واپس چلے جاؤ تو ابوبکر نے کہا میں واپس آپؐ کے پاس جاؤں گا اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پلٹ آیا جب دربار رسالتؐ میں داخل ہوا تو عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ آپ نے مجھے ایک ایسے امر کا اہل قرار دیا کہ جس کی وجہ سے میری طرف لوگوں کی گردنیں اٹھتی تھیں پس جب میں اس کی طرف گیا تو آپؐ نے مجھے واپس بُلا لیا مجھے کیا ہو گیا ہے کیا میرے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل امین، میرے پاس اللہ کی طرف سے یہ پیغام لائے ہیں کہ یہ کام ادا نہیں کر سکتا مگر میں خود یا وہ مرد جو مجھ سے ہو، اور علیؑ مجھ سے ہے میری طرف سے ادا نہیں کرسکتا مگر علیؑ (یہ سب کچھ) ایک مشہور حدیث میں آیا ہے اور معاہدہ کو ختم کرنا مخصوص تھا اس شخص کے ساتھ جس سے معاہدہ ہوا یا وہ جو اسکے قائم مقام ہوا طاعت کے فرض ہونے اور جلالت قدر و شرف مقام میں جس کے کردار میں شک نہ ہو جس کی بات پر کوئی اعتراض نہ کر سکے

اور جو معاہدہ کرنے والے کے نفس کی طرح ہو جس کا امر اس کا امر ہو، جب وہ کوئی حکم کرے تو وہ حکم جاری و مستقر ہو، اس میں اعتراض سے مامون ہو اور اس معاہدہ کے ختم کرنے میں اسلام کی قوت، دین کی تکمیل اور مسلمانوں کے معاملہ کی مصلحت اور مکہ کا فتح ہونا اور معاملات کی درستی تھی پس اللہ نے چاہا کہ یہ کام ایسے شخص کے ہاتھ سے ہو جس کا نام اُونچا ہو، اس کا ذکر بلند ہو اور اس کی فضیلت سے متنبہ کیا جائے، اس کی قدر و منزلت کی بلندی کی طرف رہبری کی جائے اور اس کو اس کے غیر سے جدا کر کے پیش کیا جائے اور وہ امیر المومنینؑ ہی تھے قوم میں سے کسی میں ایسی فضیلت نہیں تھی جو اس فضیلت کے قریب ہوتی جس کو ہم نے بیان کیا ہے اور اس میں آپ کا کوئی شریک نہیں تھا جیسا کہ ہم نے واضح کیا ہے اس قسم کی مثالیں بہت ہیں اگر ہم ان سب کو بیان کریں تو کتاب طویل ہو جائے گی اور خطاب میں وسعت پیدا ہو گی جو کچھ ہم نے لکھ دیا ہے اس میں صاحبان عقل کے لیے کفایت ہے۔

جنگِ بدر

باقی رہا وہ جہاد کہ جس سے اسلام کے اصول ثابت ہوئے اور اس کے ثبوت سے ملت کے شرائع اور احکام مستقر و مضبوط ہوئے تو اس میں بھی امیر المومنینؑ کو تخصص حاصل تھا جس کا ذکر لوگوں میں مشہور اور اس کی خبر خاص و عام میں پھیلی ہوئی ہے اس میں نہ علماء کو اختلاف ہے اور نہ اس کی صحت میں بافہم لوگوں کو نزاع ہے اس میں شک نہیں کر سکتے مگر ایسے نادان جو کہ اخبار میں غور و فکر نہیں کرتے اور نہ کسی ایک نے اس کا انکار کیا جس نے آثار میں فکر و نظر کی ہے مگر وہ جو عناد رکھتا اور بہتان باندھتا ہو جسے ننگ و عار سے شرم نہ آتی ہو پس جہاد میں سے ایک تو وہ ہے جو جنگ بدر میں ہوا کہ جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے یہ پہلی جنگ تھی کہ جس میں امتحان لیا گیا اور جس کے خوف سے مسلمان بہادروں کے دل دھڑکنے لگے اور وہ اس کے ڈر سے پیچھے رہنے کا ارادہ رکھتے تھے اور وہ اسے ناپسند کرتے تھے جیسا کہ اس کا بیان محکم تبیان میں آیا ہے جہاں فرماتا ہے ان کے واقعہ کی خبر دیتے ہوئے شرح و بیان کے ساتھ

"کما اخرجك ربك من بيتك بالحق و ان فريقا من المئومنين لكارهون يجادلونك فى الحق بعد ماتبين كا نمآ يسا قون الى الموت وهم ينظرون"۔

"جیسا کہ تیرے رب نے تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر (مدینہ) سے نکالا اور بے شک مومنین کا ایک گروہ اس کو ناپسند کرتا تھا اور وہ حق میں تجھ سے جھگڑا کرتے تھے بعد اس کے کہ وہ واضح ہو چکا تھا گویا وہ موت کی طرف چلائے جا رہے تھے اور وہ

اُسے دیکھ رہے تھے۔"

ان آیات کے ساتھ جو اس سے متصل ہیں خدا کے اس قول تک،

"ولا تکونو ا کالذین خرجوا من دیار هم بطرا و رآ الناس و یصدون عن سبیل اللہ و اللہ بما تعلمون محیط"

"اور نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جو اپنے گھروں سے ناپسندیدگی اور لوگوں کو دکھانے کے لیے نکلے ہیں اور جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس پر احاطہ رکھتا ہے"

بلکہ آخر سورہ تک کیونکہ ان کے حالات کی خبریں ان آیات میں ایک دوسرے کے بعد آتی ہیں اگرچہ ان کے الفاظ مختلف ہیں لیکن ان کے معانی اور مفاہیم متفق ہیں، اس جنگ کی خبروں میں سے ایک خبر یہ ہے کہ مشرکین مقام بدر میں جمع ہوئے وہ جنگ کرنے پر مصر تھے اور مال کی کثرت، تعداد کی زیادتی اور تیاری افراد کی بہتات کو ظاہر کرتے تھے اور مسلمان اس وقت تعداد میں کم ان میں سے کچھ لوگ وہاں مجبوراً ناپسندیدگی اور اضطرار کے ساتھ حاضر ہوئے تھے اور قریش انہیں میدان میں آنے کا چیلنج کرتے انہیں میدان میں نکلنے کے لیے دعوت دیتے تھے اور جنگ کرنے کے لیے اپنے ہم پلہ لوگوں کو بلاتے تھے اور انصار تو ان کے مقابلے کے لیے تیار ہوئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں روک دیا اور فرمایا کہ" قوم اپنے مدمقابل لوگوں کو بُلا رہی ہے، پھر آپؐ نے امیر المومنین علیؑ کو حکم دیا ان کی طرف نکلنے کا اور جناب حمزہ بن عبدالمطلبؑ کو اور عبیدہ بن حارث رضوان اللہ علیہما کو بلایا کہ وہ میدان میں جائیں جب انہوں نے آپ کے سامنے صف بندی کی تو وہ انہیں نہ پہچان سکے چونکہ انہوں نے خود پہن رکھے تھے پس انہوں نے سوال کیا کہ تم کون ہو جب انہوں نے اپنا نام نسب بتایا تو وہ کہنے لگے کہ بہترین ہم پلہ ہیں اور ان کے درمیان جنگ شروع ہوئی ولید، امیر المومنینؑ کے مقابلے میں آیا تو آپ نے اسے مہلت نہ دی اور قتل کر دیا عتبہ جناب حمزہ کے مقابلہ آیا تو اسے جناب حمزہ نے قتل کر دیا اور شیبہ جناب عبیدہ کے مقابل ہوا ان میں تلواروں کا مقابلہ ہوا ایک ضرب عبیدہ کی ران پر لگی تو جناب امیرؑ نے انہیں شیبہ پر ایک ضرب لگا کر نکالا اور اس کو آپ نے قتل کر دیا اور اس میں حمزہ بھی آپ کے ساتھ شریک تھے تو یہ تینوں قتل پہلی کمزوری تھی جو مشرکین کو لاحق ہوئی اور پہلی ذلت تھی جو انہوں نے برداشت کی پہلا خوف تھا جس کا رعب انہیں مسلمانوں کی طرف سے عارض ہوا اور اس سے مسلمانوں کی نصرت کی علامات ظاہر ہو گئیں پھر امیر المومنینؑ عاص بن سعید بن عاص کے مقابلے میں نکلے جب کے دوسرے لوگ اس سے پہلو تہی کر رہے تھے اور آپ نے اسے مہلت نہ دی اور قتل کر دیا اور آپ کے مقابلہ میں خظلہ بن ابوسفیان

آیا تو اس کو بھی آپ نے قتل کر دیا، طعیمہ بن عدی نکلا تو اسے بھی آپ نے ہی قتل کیا اور اس کے بعد نوفل بن خویلد کو قتل کیا اور وہ شیاطین قریش میں سے تھا حضرت یکے بعد دیگرے ان میں سے قتل کرتے رہے یہاں تک کہ ان میں آدھے مقتولین کو امیر المومنینؑ نے قتل کیا اور وہ قتل ہونے والے ستر مرد تھے کہ جن میں سے نصف کو تمام مسلمان جو بدر میں حاضر تھے انہوں نے تین ہزار ملائکہ مسومین (علامت دار) کے ساتھ مل کر قتل کیا اور اس جنگ کی فتح آپ کے ہاتھوں ہوئی اور یہ معاملہ ختم ہوا نبی کریمؐ نے کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر ان کے چہروں پر پھینکے اور آپ نے فرمایا کہ شاھت الوجوہ یہ چہرے قبیح ہوں، پس ان میں سے کوئی نہ رہا مگر یہ کہ اس نے شکست کھاتے ہوئے پشت پھیری، اللہ نے مومنین کے لیے جنگ کی کفایت کی امیر المومنینؑ، اور آل رسولؐ میں سے خاص افراد کے ساتھ جو آپ کے شریک کار تھے دین کی نصرت میں اور جن کی تائید اللہ تعالیٰ نے کی ہے ملائکہ کرام کے ساتھ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

"و کفی اللہ المئومنین القتال و کان اللہ قویا عزیزا"

اور اللہ نے مومنینؑ کے لیے قتل اور جنگ کی کفایت کی" اور اللہ صاحب قوت اور غالب ہے"

اور عامہ اور خاص کے راویوں نے مل کر ان لوگوں کے نام ثبت کیے کہ جن کو جنگ بدر میں تنہا علیؑ امیر المومنین نے مشرکین میں سے قتل کیا اور اس پر ان کا اتفاق واتحاد ہے پس جن کے انہوں نے نام ذکر کیے ہیں ان میں سے،

۱۔**ولید بن عتبہ** ہے، جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں وہ بہادر، جری، مضبوط اور ڈٹ کر مقابلہ کرنے والا تھا کہ جس سے مرد میدان ڈرتے تھے۔

۲۔**عاص بن سعید** وہ عظیم خوفناک شخص تھا کہ جس سے بہادر خوف کھاتے تھے اور یہ وہ تھا کہ جس سے عمر بن خطاب بھاگ کھڑا ہوا تھا اور اس کا واقعہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے مشہور ہے انشاء اللہ بعد میں اسے بیان کریں گے۔

۳۔**طعیمہ بن عدی بن نوفل** اور یہ گمراہوں کا سرغنہ تھا۔

۴۔**نوفال بن خویلد** اور یہ رسولؐ اللہ کی دشمنی میں سب قریش سے زیادہ سخت تھا قریش اسے آگے رکھتے اس کی تعظیم اطاعت و فرمانبرداری کرتے اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے ابوبکر اور طلحہ کو ہجرت سے پہلے مکہ میں ملا کر مضبوطی سے ایک ہی رسّی میں باندھ دیا تھا اور انہیں رات تک عذاب و تکلیف دیتا رہا تھا یہاں تک کہ ان کے معاملہ میں اس کی منت وسماجت کی گئی اور جب رسول اللہؐ کو پتہ چلا کہ یہ بھی جنگ بدر میں آیا ہوا ہے تو آپ نے اللہ

سے سوال کیا کہ وہ اس کے معاملہ کی کفایت کرے پس عرض کیا خدایا میری اس سے کفایت کرنا اور اس کے شر سے محفوظ رکھنا، اس نوفل بن خویلد کو امیر المومنینؑ نے ہی قتل کیا تھا۔

۵۔ زمعہ بن اسود، ۶۔ عقیل بن اسود، ۷۔ حارث بن زمعہ، ۸۔ نضر بن حارث بن عبدالدار، ۹۔ عمیر بن عثمان بن کعب بن تیم، جو طلحہ بن عبیداللہ کا چچا تھا، ۱۰۔ عثمان، ۱۱ (۱۰ اور ۱۱۔ مالک یہ دونوں عبیداللہ طلحہ بن عبیداللہ کے بھائی تھے،) ۱۲۔ مسعود بن ابوامیہ بن مغیرہ، ۱۳۔ قیس بن فاکہ بن مغیرہ، ۱۴۔ حذیفہ بن ابوحذیفہ بن مغیرہ، ۱۵۔ ابوقیس بن ولید بن مغیرہ، ۱۶۔ حنظلہ بن ابوسفیان، ۱۷۔ عمرو بن مخزوم، ۱۸۔ ابومنذر بن ابورفاعہ، ۱۹۔ منبہ بن حجاج سہمی، ۲۰۔ عاص بن منبہ ۲۱۔ علقمہ بن کلدہ، ۲۲۔ ابوالعاص بن قیس بن عدی، ۲۳۔ معویہ بن مغیرہ بن ابو العاص، ۲۴۔ لوذان بن ربیعہ، ۲۵۔ عبداللہ بن منذر بن ابورفاعہ، ۲۶۔ مسعود بن امیہ بن مغیرہ، ۲۷۔ حاجب بن سائب بن عویمر، ۲۸۔ اوس بن مغیرہ بن لوذان، ۲۹۔ زید بن طیص، ۳۰۔ عاصم بن ابوعوف، ۳۱۔ سعید بن وہب حلیف دہم قسم بن نبی عامر، ۳۲۔ معویہ بن عبدالقیس، ۳۳۔ عبداللہ بن جمیل بن زہیر بن حارث بن اسد، ۳۴۔ سائب بن مالک، ۳۵۔ ابوالحکم بن اخنس اور، ۳۶۔ ہشام بن ابوامیہ بن مغیرہ۔

یہ چھتیس مرد ہیں، علاوہ ان کے جن کے متعلق اختلاف ہے یا جن میں امیر المومنینؑ کسی کے شریک ہیں اور یہ بدر میں مارے جانے والوں کے آدھے سے بھی زیادہ ہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

ان مختصر روایات میں سے جو اس کی تشریح کرتی ہیں جس کو ہم بیان کر چکے ہیں وہ روایت ہے جسے شعبہ نے ابواسحاق سے حارث بن مضرب سے روایت کیا ہے کہ میں نے علیؑ بن ابیطالبؑ سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے کہ ہم جنگ میں حاضر ہوئے تو ہم میں مقداد بن اسود کے علاوہ کوئی گھوڑے پر سوار نہیں تھا اور ہم نے بدر کی رات دیکھی اور ہم میں کوئی شخص نہ تھا جو نہ سویا ہو سوائے رسولؐ اللہ کے کہ وہ جناب درخت سے ٹیک لگائے ہوئے صبح تک نماز اور دُعا پڑھتے رہے اور علی بن ہاشم محمد بن عبیداللہ بن ابورافع سے اس کے باپ سے اس کے دادا ابورافع، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سے روایت کی ہے کہ جب لوگوں نے صبح کی بدر کے دن تو قریش نے صف بندی کی، ان کے آگے عتبہ بن ربیعہ اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید تھے پس عتبہ نے پکار کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا اے محمدؐ!!! قریش میں سے ہمارے ہم پلہ میدان میں نکالو پس جلدی سے انصار کے نوجوانوں میں سے تین شخص ان کی طرف گئے تو عتبہ نے کہا کہ تم کون ہو تو انہوں نے اپنا نام ونسب بتایا تو وہ لعین کہنے لگا کہ ہمیں تم سے مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں، ہم تو اپنے قبیلہ وخاندان والوں کو چاہتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے انصار سے فرمایا کہ تم اپنی جگہوں پر پلٹ آؤ، پھر فرمایا، اٹھو اے حمزہؓ، اٹھو اے عبیدہؓ جنگ کرو اس حق پر کہ جس کے ساتھ اللہ نے تمہارے نبیؐ کو بھیجا ہے جب وہ اپنے باطل کے ساتھ آئے ہیں تاکہ وہ خدا کے نور کو خاموش کریں پس یہ حضرات کھڑے ہو گئے اور اس قوم کے مقابلہ میں صف بستہ ہوئے اور

ان پر خود تھے کہ جن کی وجہ سے پہچانے نہیں جاتے تھے تو عتبہ کہنے لگا، بات کرو، اگر تم ہمارے کفو ہم پلہ ہوئے تو ہم تم سے جنگ کریں گے تو جناب حمزہؓ نے فرمایا کہ میں حمزہؓ بن عبدالمطلبؑ ہوں اللہ اور اس کے رسولؐ کا شیر تو عتبہ کہنے لگا شریف وکریم کفو ہو اور امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ میں علی بن ابی طالب بن عبدالمطلبؑ ہوں اور عبیدہ نے کہا کہ میں عُبیدہ بن حارث بن عبدالمطلبؑ ہوں تو عتبہ نے اپنے بیٹے ولید سے کہا کھڑا ہو جائے ولید، پس امیرالمومنینؑ اس کے مقابلہ میں گئے آپ اور ولید اس جماعت میں سن میں سب سے چھوٹے تھے، پس انہوں نے تلواروں کا مقابلہ کیا، ولید کا وار امیرالمومنینؑ پر خطا ہوا اور اس نے امیرالمومنینؑ کی ضرب کو اپنے بائیں ہاتھ پر روکا تو ضرب نے اس کا ہاتھ جدا کر دیا روایت ہے کہ آپ بدر کا اور ولید کو قتل کرنے کا ذکر فرماتے تو اپنی بات میں فرماتے کہ گویا میں اس کے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں پھر میں نے اس پر دوسرا وار کیا تو اسے پچھاڑ دیا اور اس کا لباس ھٹا تو میں نے اس میں خلوق کی خوشبو محسوس کی تو میں سمجھ گیا کہ اس کی شادی تازہ ہوئی ہے پھر عتبہ حمزہؓ کے مقابلہ میں آیا تو جناب حمزہؓ نے اسے قتل کر دیا، اور اب عبیدہ چلے (اور وہ سب سے زیادہ سِن رَسیدہ تھے) شیبہ کی طرف، پس ان کی تلواریں ٹکرائیں، پس شیبہ کی تلوار کا کنارہ جناب عبیدہ کی پنڈلی کے جوڑ پر لگا اور پنڈلی کو کاٹ گیا اور جناب حمزہ اور امیرالمومنینؑ نے اس سے آ کر چھڑایا اور شیبہ کو ان دونوں نے قتل کر دیا عبیدہ کو اس جگہ سے اٹھا کر لایا گیا اور وہ مقامِ صفراء میں فوت ہو گئے۔

عتبہ وشیبہ اور ولید کے قتل کے متعلق ہند بنت عتبہ کہتی ہے کہ

ایا عین جودی بد مع سرب
علی خیر خندف لم ینقلب
تدا عاله رهطه عنه و ة
بنو هاشم و بنوالمطلب
یذیقونه حد اسیا فهم
یعر دنه بعد ما قد شجب

"اے آنکھ سخاوت کر بہنے والے آنسو کی قبیلہ خندف کے بہترین شخص پر جو پلٹ کے نہیں آیا اس کی طرف صبح کے وقت اس کی اپنی قوم متوجہ ہوئی بنو ہاشم اور بنو مطلب وہ اسے اپنی تلواروں کی دھاروں کا مزہ چکھا رہے تھے اور اس کا لباس ھٹا رہے تھے بعد اس کے کہ وہ مر چکا تھا"۔

حسن بن حمید نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ہم سے غسان نے بیان کیا کہ ہم سے ابو اسماعیل عمیر بن

بکار نے بیان کیا جابر سے ابوجعفرؑ (امام باقرؑ) سے وہ فرماتے ہیں امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ مجھے بدر کے دن قوم کی جرأت سے تعجب ہوا جب کہ میں نے ولید بن عتبہ کو قتل کیا اور جناب حمزہؓ نے عتبہ کو اور میں ان کے ساتھ شریک ہوا شیبہ کے قتل میں اچانک میری طرف حنظلہ بن ابوسفیان بڑھا اور جب میرے قریب آیا تو میں نے اس پر تلوار سے وار کیا تو اس کی دونوں آنکھیں بہہ گئیں اور زمین پر مقتول ہو کر گر پڑا اور روایت کی ہے ابو بکر ہذلی نے زہری سے صالح بن کیسان سے کہ عثمان بن عفان جب سعید بن عاص کے قریب سے گزرا تو کہنے لگا میرے ساتھ ''امیر المومنین'' عمر بن خطابؓ کے پاس چلو، ان کے پاس چل کر باتیں کریں گے پس وہ دونوں گئے تو راوی کہتا ہے کہ عثمان تو اپنی ایسی بیٹھک کی طرف چلا گیا جسے چاہتا تھا اور میں قوم کے ایک طرف بیٹھ گیا۔ پس عُمر نے میری طرف دیکھا اور کہنے لگا مجھے کیا ہو گیا ہے میں تیرے متعلق سمجھتا ہوں کہ گویا تیرے دل میں میرے خلاف کچھ ہے کیا تو گمان کرتا ہے کہ میں نے تیرے باپ کو قتل کیا ہے، خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ میں اس کا قاتل ہوتا اور اگر میں نے قتل کیا ہوتا تو میں ایک کافر کے قتل سے عذر نہ کرتا، لیکن میں تو بدر کے دن اس کے قریب سے گذرا پس میں نے اسے دیکھا کہ وہ جنگ کے لیے زمین اس طرح کھودتا تھا جیسے بیل اپنے سینگ سے کھودتا ہے اور اس کی باچھوں سے جھاگ نکل رہا تھا مثل چھپکلی کے جب میں نے اسے دیکھا تو مجھے اس سے ڈر لگا اور میں ایک طرف مڑ گیا، تو وہ مجھ سے کہنے لگا، کہاں اے خطاب کے پوت اور علیؑ نے اس پر حملہ کر کے اسے پا لیا خدا کی قسم، میں اپنی جگہ پر ہی تھا کہ علیؑ نے اس کو قتل کر دیا، راوی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ اس مجلس میں موجود تھے تو فرمایا، خدایا مجھے مُعاف کرنا شرک ان چیزوں کے ساتھ جو اس میں ہیں چلا گیا اور اسلام نے گذشتہ چیزوں کو مٹا دیا اب تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو لوگوں کو میرے خلاف اُبھارتا ہے تو عمر رُک گیا، پس سعید نے کہا، یاد رکھو، مجھے خوشی نہ ہوتی اگر میرے باپ کا قاتل اس کے چچازاد بھائی علیؑ ابن ابی طالبؑ کے علاوہ کوئی اور ہوتا پھر لوگ اور باتیں کرنے لگے محمد بن اسحاق نے روایت کی ہے یزید بن رُومان سے اس نے عروہ بن زبیر سے کہ حضرت علیؑ بدر کے دن طعیمہ بن عدی بن نوفل کی طرف بڑھے پس اس کو نیزہ مارا اور اس سے فرمایا خدا کی قسم اب تو آج کے بعد اللہ کے معاملہ میں ہم سے جھگڑا نہیں کر سکے گا اور روایت کی ہے عبدالرزاق نے معمر سے اس نے زہری سے وہ کہتا ہے کہ جب رسول اللہ کو پتہ چلا نوفل بن خویلد کے بدر میں آنے کا تو فرمایا، خدایا، میری طرف سے نوفل کی کفایت کرنا پس جب قریش کی فوج چھٹ گئی تو اس کو علی بن ابی طالبؑ نے دیکھا کہ وہ حیران و پریشان تھا نہیں، جانتا تھا کہ وہ کیا کرے پس آپ نے اس کا قصد کیا اور اس پر تلوار ماری جو اس کی چمڑے کی ڈھال میں پھنس گئی آپ نے تلوار کو اس سے کھینچا پھر اس کی پنڈلی پر ماری اور اس کی زرّہ کھلے حلقوں والی تھی پس تلوار نے اس کی پنڈلی کاٹ دی پھر آپ نے اس پر وار کیا اور اس کو قتل کر دیا جب آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کسی کو نوفل کا پتہ ہے تو آپ نے عرض

کیا، اے اللہ کے رسولؐ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور فرمایا حمد ہے اس خدا کی جس نے میری دعا اس کے بارے میں قبول کر لی۔

جو کچھ امیرالمومنینؑ نے بدر میں کیا ہے اس کے متعلق اُسید بن ابو ایاس مشرکین قریش کو آپ کے خلاف اُبھارتے ہوئے کہتا ہے۔

فی کل مجمع غایة اخزاکم
جذع ابر علی المذا کی القرح
لله در کم الما تنکر وا
قد ینکر الحر الکریم و یستحی
هٰذا ابن فاطمة الذی افنآ کم
ذبحا و قتلا قعصة لم یذبح
اعطوه خرجا و اتقرا تضریبه
فعل الذلیل و بیعة لم تربح
این الکهول و این کل دعا مة
فی المعضلات و این زین الأبطح
أفنا هم قعصا و ضربا یفتری
بالسیف یعمل حده لم یصفح

’’ہر جمع ہونے کی جگہ تمہیں رسوا کیا ہے ایک نوجوان نے جو غالب ہے کہ کہنہ مشق بہادروں پر، خدا تمہارا بھلا کرے کیا ابھی تک تم اس کا بُرا نہیں مناتے حالانکہ آزاد شریف آدمی تو اس کا بُرا مناتا ہے اور اسے شرم آتی ہے یہ فاطمہؑ (بنت اسد) کا بیٹا ہے کہ جس نے تمہیں فنا و برباد کر دیا ہے ذبح کر کے اور قتل کر کے کہ جس سے مقتول فوراً مر جاتا ہے اس کو کوئی ذبح نہیں کرتا اس کو خراج دو اور اس کی ضرب سے بچو جس طرح ذلیل کرتا ہے اور بیعت کرو کہ جس میں کوئی نفع نہ ہو کہاں ہیں پختہ عمر والے اور کہاں ہیں مشکلات میں سرداری کرنیوالے اور کہاں ہیں مکہ کی زینت، ان کو تیزی سے اس نے فنا و برباد کر دیا اور ایسی تلوار کی

ضرب سے جس کی دھار اپنا کام کرتی ہے اور وہ روگردانی نہیں کرتی''۔

جنگ اُحد

پھر بدر کے بعد ہی جنگ احد ہوئی اور اس میں رُسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بڑا علم امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں تھا جیسا کہ جنگ بدر میں بھی آپ کے پاس تھا اس دن چھوٹا علم بھی آپ ہی کے پاس تھا دونوں علم والوں کو چھوڑ کر اور اس جنگ میں بھی فتح و کامیابی آپ کی وجہ سے ہوئی جس طرح کہ بدر میں ہوئی تھی آپ اس میں مخصوص تھے بہترین آزمائش، صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ جب کہ دوسرے لوگوں کے قدم اکھڑ گئے تھے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُعاملہ میں جو اہتمام کیا اور تکلیف بَرداشت کی وہ اہل اِسلام میں سے کسی نے نہیں جھیلی اللہ نے آپ کی تلوار سے اہل شرک ضلالت کے سرغنے قتل کیے اور آپؑ کی وجہ سے اللہ نے اپنے نبیؐ سے کرب ومصیبت کو دور کیا جبرائیلؑ نے زمین وآسمان کے فرشتوں کے سامنے آپ کی فصیلت کا خطبہ پڑھا اور نبی ہدایت نے آپ کے اس اختصاص کو واضح کیا جو عوام الناس سے پوشیدہ تھا۔

یحییٰ بن عمارہ نے روایت کیا وہ کہتا ہے کہ مجھ سے حسن بن موسیٰ بن ریاح مولیٰ انصار نے بیان کیا کہ مجھ سے ابوبختری قرشی نے بیان کیا کہ قریش کا بڑا اور چھوٹا علم دونوں قصی بن کلاب کے ہاتھ میں تھے پھر بڑا علم ہمیشہ عبدالمطلبؓ کی اولاد کے ہاتھ میں رہا ان میں سے جو بھی میدان جنگ میں ہوتا اسے اٹھاتا یہاں تک کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو معبوث کیا تو قریش اور دوسرے لوگوں کا بڑا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ گیا اور آپ نے اسے بنی ہاشم میں برقرار رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ علم حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ کو عطا فرمایا جنگ ودّان میں اور یہ پہلی جنگ ہے نبی کریمؐ کے ساتھ کہ جس میں اسلام میں علم اٹھایا گیا پھر وہ علم ہر جنگ میں ہمیشہ حضرت علیؑ کے پاس رہا، جنگ بدر میں جو کہ بہت سخت جنگ تھی اور جنگ احد میں اور لواء (چھوٹا علم) اُس دن نبی عبدالدار میں تھا پس وہ رسول اللہ نے مصعب بن عمیر کو عطا فرمایا تھا پھر مصعب شہید ہوا تو علم اس کے ہاتھ سے گر گیا تو تمام قبائل کی نظریں اس کی طرف اٹھیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ لے کر حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے حوالے کر دیا پس اس دن آپ کے پاس دونوں علم جمع ہو گئے اور وہ آج تک بنی ہاشم میں ہیں۔

مفضل بن عبداللہ نے سماک سے عکرمہ سے اس نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت علیؑ کے لیے چار چیزیں ایسی ہیں جو کسی اور کے لیے نہیں ہیں وہ پہلے عربی وعجمی ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، ان کے پاس ہر جنگ میں علم لشکر ہوتا تھا وہ وہی ہیں جو کہ مُھر اس (اُحد کے چشمہ کا نام) میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اور باقی سب لوگ بھاگ گئے اور علیؑ وہی ہیں، جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر میں اتارا۔

زید بن وہب جہنی نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم سے احمد بن عمار نے بیان کیا کہ ہم سے حمانی نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہم سے شریک نے ،عثمان بن مغیرہ سے زید بن وہب سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نے ایک دن عبداللہ بن سعود کوخوش وخرم پایا توان سے کہا کہ کاش آپ ہمیں اُحد کے دن کا واقعہ سناتے کہ وہ جنگ کیسے ہوئی تھی انہوں نے آمادہ ہوتے ہوئے بات شروع کی ، یہاں تک کہ وہ جنگ کے تذکرہ تک پہنچے تو کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر ان کی طرف نکلو پس ہم نکلے اور ان کے لیے ایک طویل صف کھینچی اور پہاڑ کے درّے پر انصار میں سے پچاس آدمی کھڑے ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ایک شخص کو امیر مقرر کیا اور فرمایا کہ اس جگہ سے نہ ہٹنا چاہے ہم سب کے سب قتل ہو جائیں کیونکہ دشمن ہم پر اسی جگہ سے آسکتا ہے پس ابوسفیان صخر بن حرب نے ان کے مقابلہ میں خالد بن ولید کو کھڑا کیا اور قریش کے علم عبدالدار کی اولاد میں تھے اور مشرکین کا علم طلحہ بن ابوطلحہ کے پاس تھا اور اسے کبش الکتیبہ (لشکر کا مینڈھا) کہا جاتا تھا ،ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کا علم علیؑ بن ابی طالبؑ کو دیا اور خود تشریف لائے اور انصار کے علم کے نیچے کھڑے ہو گئے ابن مسعود کہتے ہیں پس ابوسفیان اپنے جھنڈے والوں کے پاس آیا اور کہنے لگا اے علم والو تمہیں معلوم ہے کہ قوم پر شکست ان کے علموں کی طرف سے ہی آتی ہے اور جنگ بدر میں شکست بھی تمہارے علم اٹھانے والوں کی طرف سے آئی تھی اگر تم سمجھتے ہو کہ تم ان کے اٹھانے سے کمزور ہو تو یہ ہمارے سپرد کر دو ، ہم ان کی تمہارے لیے کفائت کریں گے ابن مسعود کہتے ہیں کہ طلحہ اس سے غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا کہ کیا تو ہم سے یہ بات کرتا ہے خدا کی قسم ہم آج ان سے تمہیں موت کے حوضوں سے سیراب کریں گے راوی کہتا ہے طلحہ کو کبش کیتبہ (مینڈھا) کہا جاتا تھا پس وہ آگے بڑھا اور علیؑ بن ابی طالبؑ بھی آگے بڑھے اور حضرت نے کہا کہ تو کون ہے اس نے جواب دیا میں طلحہ بن ابوطلحہ کبش کتیبہ ہوں وہ کہنے لگا تم کون ہو، فرمایا میں علی بن ابی طالب بن عبدالمطلبؑ ہوں پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے ان میں تلوار کی ضربوں کا تبادلہ ہوا ، پس حضرت علیؑ نے اس کے سر کے اگلے حصے پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کی آنکھ باہر آ گئی پس اس نے ایسی چیخ ماری کہ ویسی چیخ کبھی نہیں سنی گئی تھی اور علم اس کے ہاتھ سے گر گیا تو علم اس کے بھائی نے اٹھا لیا جسے مصعب کہتے تھے عاصم بن ثابت نے اسے تیر مارا اور اس کو قتل کر دیا پھر علم اس کے دوسرے بھائی نے اٹھایا کہ جسے عثمان کہتے تھے اسے بھی عاصم نے تیر مار کر قتل کر دیا پس علم ان کے غلام نے اٹھایا جسے صَواب کہتے تھے اور وہ بڑا سخت جان تھا علیؑ نے اس کے ہاتھ پر تلوار ماری اور اس کو کاٹ دیا تو اس نے بائیں ہاتھ سے علم اٹھا لیا حضرت نے اس کے بائیں ہاتھ پر وار کر کے اسے بھی کاٹ دیا تو اس نے علم اپنے سینہ پر لیا اور کٹے ہوئے دونوں ہاتھ پر جمع کر لیے علیؑ نے تلوار اس کے سر پر لگائی تو وہ چاروں شانے چت جا گرا ، پس دشمن قوم شکست کھا کر بھاگ کھڑی ہوئی اور مسلمان مال غنیمت لوٹنے لگے اور جب درّے والوں نے دیکھا کہ باقی مسلمان غنیمت کا مال جمع کر رہے

ہیں تو کہنے لگے مال غنیمت تو یہ لے جائیں گے اور ہم باقی رہ جائیں گے تو وہ عبداللہ بن عمر بن حزم سے کہنے لگے جو کہ ان کا رئیس تھا ہم بھی مال غنیمت لینا چاہتے ہیں جیسا کہ باقی لوگ لے رہے ہیں وہ کہنے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں سے نہ ہٹوں وہ کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم تمہیں دیا تھا لیکن انہیں یہ تو معلوم نہیں تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا اور وہ مال غنیمت کی طرف جھپٹے اور سردار کو وہیں چھوڑ دیا اور وہ اس جگہ سے نہ ہٹا خالد بن ولید نے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پشت کی طرف سے آپ کو مارنے کے ارادہ سے آیا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھوڑے سے اصحاب میں دیکھا تو وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ لو پکڑ لو اس کو کہ جسے تم تلاش کرتے ہو جانے نہ پائے چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اکٹھے ہو کر حملہ کر دیا وہ تلواروں نیزوں تیروں اور پتھر سے آپ کو مارنے لگے اور اصحاب نبیؐ آپؐ کی حفاظت میں جنگ کرنے لگے یہاں تک کہ ان میں سے ستر آدمی شہید ہو گئے اور امیر المومنینؑ ابو دجانہ اور سہل بن حنیف ثابت قدم رہے وہ دشمنوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور کرتے تھے لیکن مشرکین کی کثرت ان پر حملہ آور تھی جب رسول اللہؐ نے اپنی دونوں آنکھیں کھولیں اور امیر المومنینؑ کی طرف دیکھا اور آپ پر جو حملے ہوئے تھے ان کی وجہ سے غشی طاری تھی، تو فرمایا اے علیؑ لوگوں نے کیا کیا، آپ نے عرض کیا کہ انہوں نے عہد و پیمان کو توڑا اور وہ پشت پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے آپ نے حضرت سے فرمایا کہ مجھے حملہ آوروں سے بچاؤ۔

پس امیر المومنینؑ نے ان پر حملہ کیا اور انہیں دُور بھگا دیا اور دوبارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو کفار نے دوسری طرف سے آپؐ پر حملہ کیا اور حضرت امیرؑ نے دوبارہ حملہ کر کے انہیں دور بھگا دیا، ابو دجانہ اور سہل بن حنیف آنحضرتؐ کے قریب کھڑے تھے ان دونوں کے ہاتھوں میں تلوار تھی تا کہ وہ دشمن کو آپؐ سے دور رکھ سکیں اور آپ کے بھاگے ہوئے اصحاب میں سے چودہ افراد واپس لوٹ آئے کہ جن میں سے طلحہ بن عبیداللہ اور عاصم بن ثابت تھے اور باقی پہاڑ پر تھے اور کسی نے مدینہ میں یہ آواز بلند کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے، اس سے دل اکھڑنے لگے اور شکست خوردہ لوگ حیران و پریشان تھے انہوں نے دائیں بائیں بھاگنا شروع کر دیا۔

ہنؔد بنت عتبہ نے وحشی کے لیے انعام مقرر کیا تھا اس پر کہ وہ رُسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امیر المومنینؑ یا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کو قتل کر دے تو اس نے کہا کہ محمدؐ کے لیے تو میرے پاس کوئی حیلہ نہیں کیونکہ اس کے اصحاب اسے گھیرے رہتے ہیں علیؑ تو وہ ہے کہ جب جنگ کرتا ہے تو بھیڑیے سے بھی زیادہ بچ بچ کر قدم رکھتا ہے البتہ حمزہ کا مجھے خیال رہے وہ جب غصہ میں آتا ہے تو اسے اپنے سامنے بھی کچھ دکھائی نہیں دیتا اور جناب حمزہ نے اس دِن شتر مرغ کے پر کا نشان اپنے سینہ پر لگایا ہوا تھا پس وحشی ان کی گھات میں ایک درخت کے

پاس آ بیٹھا جناب حمزہؑ نے بھی اسے دیکھ لیا اس پر تلوار کی ضرب لگائی لیکن وہ اس کے سر سے خطا کر گئی، وحشی کہتا ہے کہ میں نے اپنے ہتھیار کو حرکت دی جب مجھے اس پر پوری قوت حاصل ہوئی تو میں نے وہ پھینکا اور وہ ان کی ران میں پیوست ہو گیا اور اندر دھنس گیا اور میں نے حمزہؑ کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا تو پھر میں اس کے پاس گیا اور اپنا ہتھیار اٹھایا اور مسلمان مجھ سے اس سے شکست کھا جانے کی وجہ سے بے خبر تھے ہند آئی اور اس نے حمزہ کے شکم چاک کرنے، جگر کاٹنے اور مثلہ کرنے کا حکم دیا پس اس کے ساتھیوں نے حمزہ کا ناک اور دونوں کان کاٹ لیے اور اس کو مثلہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصروف تھے اور انہیں پتہ نہیں تھا کہ حمزہ کا معاملہ کہاں تک پہنچا ہے۔

راوی حدیث کہتا ہے اور وہ ہے زید بن وہب، میں نے ابن مسعود سے کہا کہ لوگ رُسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر چلے گئے یہاں تک کہ آپ کے پاس کوئی بھی باقی نہ رہا تھا سوائے علیؑ بن ابی طالبؑ، ابو دجانہ اور سہل بن حنیف کے تو ابن مسعود نے کہا کہ طلحہ بن عبیداللہ بھی ان سے آ ملا تھا تو میں نے ان سے کہا، ابو بکر و عمر کہاں تھے کہنے لگے کہ وہ لوگوں سے ایک طرف چلے گئے تھے اور میں نے کہا عثمان کہاں تھا، تو وہ کہنے لگے کہ بھاگ گئے تھے اور تین دن بعد پلٹے تھے۔ تو میں نے کہا اور آپ کہاں تھے تو اُنہوں نے کہا کہ میں بھی ایک طرف چلا گیا تھا تو میں نے کہا کہ پھر آپ کو یہ سب باتیں کس نے بتائی تھی تو انہوں نے کہا کہ عاصم اور سہل بن حنیف نے تو میں نے ان سے کہا کہ اس دن علیؑ کا ثابت قدم رہنا تو عجیب ہے تو وہ کہنے لگے کہ تجھے یہ عجیب لگتا ہے اس پر تو ملائکہ نے تعجب کیا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ جبرائیل نے اس دن کہا تھا جب وہ آسمان کی طرف جا رہے تھے۔

"لَا سَيْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَارِ وَلَا فَتٰى اِلَّا علی"

ابن مسعود کہتے ہیں لوگوں نے یہ پکار آسمان سے سُنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، آپؐ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل ہے۔

عمران بن حصین کی روایت میں ہے کہ (وہ کہتا ہے) جب لوگ احد کے دن رسولؐ اللہ کو چھوڑ گئے تو علیؑ تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے آئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا، فرمایا کیا وجہ تھی کہ تم دوسرے لوگوں کے ساتھ نہیں بھاگے تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں اپنے اسلام لانے کے بعد کفر کی طرف پلٹ جاتا پس آپ نے دشمن کی طرف اشارہ کیا جو پہاڑ سے اتر رہا تھا تو علیؑ نے ان پر حملہ کیا اور انہیں مار بھگایا پھر آپؐ نے دوسرے گروہ کی طرف اشارہ کیا اور علیؑ نے انہیں بھی حملہ کر کے مار بھگایا پھر آپؐ نے تیسرے گروہ کی طرف اشارہ کیا اور علیؑ نے انہیں بھی مار بھگایا پھر جبرائیل آئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ بے شک ملائکہ نے تعجب کیا ہے اور ہم نے بھی ان کے ساتھ تعجب کیا ہے اور اپنی جان کے ذریعے علیؑ کی حسن مواسات اور

آپ کی نصرت و مدد کا تو آپ نے فرمایا علیؑ کو اس سے کیا چیز روک سکتی ہے جب کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں پس جبرائیل نے کہا اے اللہ کے رسولؐ اور میں آپ دونوں سے ہوں۔

حکم بن ظہیر نے سدی نے سدیؔ نے ابو مالک سے اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ طلحہ بن ابوطلحہ اس دن نکلا اور دونوں صفوں کے درمیان کھڑا ہو کر پکار کر کہنے لگا اے اصحاب محمدؐ تم گماں رکھتے ہو کہ خدا ہمیں تمہاری تلواروں سے تیزی کے ساتھ جہنم کی طرف اور تمہیں ہماری تلواروں سے جنت کی طرف لے جاتا ہے تو کون ہے جو میرے مقابلہ میں نکلے پس امیر المومنینؑ اسکے مقابلہ میں آئے اور فرمایا خدا کی قسم آج تجھ سے جدا نہیں ہوں گا جب تک تجھے اپنی تلوار سے جہنم رسید نہ کرلوں پس ضربوں کا تبادلہ ہوا حضرت علیؑ نے اس کے دونوں پاؤں پر ضرب لگائی کہ جس سے وہ کٹ گئے اور وہ لعین گر پڑا آپ کے سامنے ننگا ہو گیا اور کہنے لگا اے چچا زاد بھائی، میں آپ کو اللہ اور قرابتداری کی قسم دیتا ہوں تو آپ وہاں سے اپنے ٹھہرنے کی جگہ کی طرف پلٹ آئے مسلمانوں نے عرض کیا، آپ نے اس کا کام تمام کیوں نہیں کیا تو فرمایا کہ اس نے مجھے اللہ اور قرابت داری کی قسم دی ہے اور خدا کی قسم وہ اس کے بعد کبھی زندہ نہیں رہ سکتا، چنانچہ طلحہ اسی جگہ ہی مر گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی موت کی بشارت دی گئی تو آپ خوش ہوئے اور فرمایا یہ کبش کتیبہ یعنی (لشکر کا مینڈھا) تھا۔

اور محمد بن مروان نے عمارؔ سے اس نے عکرمہ سے روایت کی کہ میں نے علیؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اُحد کے دن جب لوگ رسول اللہؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو مجھے ایسی گھبراہٹ لاحق ہوئی تھی اور مجھے اپنے آپ پر قابو نہ رہا اور میں آنحضرتؐ کے آگے تھا اور آپ کے سامنے میں تیغ زنی کر رہا تھا میں آپ کی تلاش میں واپس لوٹا اور آپؐ کو دیکھ نہ پایا تو میں نے (دل میں) کہا کہ رسول اللہؐ بھاگنے والے تو نہیں اور مقتولین میں بھی وہ مجھے نظر نہیں آئے مجھے گمان ہے کہ وہ ہمارے درمیان سے آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے ہیں پس میں نے اپنی تلوار کی میان توڑ ڈالی اور دل میں کہا کہ میں آپ کی طرف سے جہاد کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میں قتل ہو جاؤں اور میں نے اس قوم پر حملہ کیا تو وہ بھاگ نکلے تو میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ وہ غشی کی حالت میں زمین پر پڑے تھے میں آپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے علیؑ لوگوں نے کیا کیا میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ وہ کافر (منکر) ہو گئے انہوں نے دشمن سے پشت پھیر لی اور آپ کو تنہا چھوڑ گئے پس آپ نے ایک گروہ کی طرف دیکھا جو آپ کی طرف بڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا اے علیؑ، اس گروہ کو مجھ سے دور کرو پس میں نے اپنی تلوار سے ان پر حملہ کیا میں دائیں بائیں تلوار چلاتا تھا یہاں تک کہ وہ پشت پھیر کر بھاگ گئے تو مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ تم اپنی مدح آسمان میں نہیں سن رہے ایک فرشتہ ہے جسے رضوان کہتے ہیں وہ پکار رہا ہے۔

"لَا سَيْفَ اِلَّا ذُو الْفَقَارِ وَلَا فَتٰى اِلَّا عَلِىّ"

”ذوالفقار کے علاوہ تلوار نہیں اور علیؑ کے علاوہ جوانمرد نہیں“

حسن بن عرفہ عمارہ بن محمد سے اس نے سعد بن طریف سے اس نے ابوجعفر محمد بن علیؑ سے جنہوں نے اپنے آباء علیہم السلام سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ اُحد کے دن ایک فرشتہ نے آسمان میں یہ منادی کی،

”لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفَقَارِ وَلَا فَتٰی اِلَّا عَلِی“

”ذوالفقار کے علاوہ تلوار نہیں اور علیؑ کے علاوہ جوانمرد نہیں“

اسی قسم کی روایت ابراہیم بن محمد بن میمون نے عمرو بن ثابت سے اس نے محمد بن عبیداللہ بن ابورافع سے اس نے اپنے باپ سے دادا سے کی ہے کہ ہم ہمیشہ رُسول اکرمؐ کے اصحاب کو یہ کہتے ہوئے سنتے رہے ہیں کہ اُحد کے دن ایک منادی ہوئی (آسمان سے)،”ذوالفقار کے علاوہ تلوار نہیں اور جواں مرد بس علیؑ ہیں، اور سلام بن مسکینؒ نے قتادہ سے اس نے سعید بن مسیبؒ سے روایت کی ہے کاش تم دیکھتے علیؑ کے مقام کو اُحد کے دن تو انہیں اس حالت میں پاتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دائیں کھڑے آپؐ نے تلوار کے ذریعہ دشمنوں کو دور کرتے تھے جب کہ آپ کے علاوہ سب لوگ پشت پھیر کر بھاگ گئے تھے۔

حسن بن محبوب نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ہم سے جمیل بن صالح نے ابوعبیدہ سے اس نے ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے آباء کرام سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے فرمایا کہ اُحد کے دن کفار کے علمدار نو افراد تھے جن سے سب کو علیؑ بن اب طالبؑ نے قتل کیا تھا اور قبیلہ مخزوم اڑ گیا کہ جسے اس دن حضرت علیؑ نے ذلیل وخوار کیا۔

فرمایا علیؑ نے حکم بن اخنس سے مقابلہ کیا اور اس پر ایک وار کیا جس سے اس کا ایک پاؤں آدھی ران سے کٹ گیا تو وہ اس جہنم رسید ہوا،

جب مسلمانوں نے شکست کے بعد حملہ کیا تو امیہ بن ابوحذیفہ بن مغیرہ آگے بڑھا اور وہ زِرّہ پہنے ہوئے تھا اور وہ کہتا تھا یہ دِن بدر کے دن کا بدلہ ہے تو اس کے سامنے مسلمانوں میں سے ایک شخص آ گیا جیسے امیہ بن ابو حذیفہ نے قتل کر دیا اور حضرت علی بن ابی طالبؑ اس کی طرف بڑھے اور اس کے سر پر تلوار ماری تو وہ تلوار اس کے خود میں گڑ گئی تو اُمیہ نے تلوار ماری تو امیرالمومنینؑ نے ڈھال پر اسے بچایا اور وہ ڈھال میں دھنس گئی حضرت علیؑ نے اپنی تلوار اس کے خود سے کھینچی اور اُس نے بھی اپنی تلوار آپ کی ڈھال سے چھڑالی پھر دونوں ایک دوسرے پر لپکے حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس کی زِرّہ اس بغل کے نیچے سے پھٹی ہوئی ہے پس میں نے وہیں تلوار ماری اور اسے قتل کر دیا اور واپس آ گیا اور جب صحابہ اُحد کے دِن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور امیرالمومنینؑ ثابت قدم رہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا کہ تم

جانے والی قوم کے ساتھ نہیں گئے تو امیر المومنینؑ نے عرض کیا کہ میں آپ ؐکو چھوڑ کے چلا جاتا، اے اللہ کے رسولؐ، خدا کی قسم میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں یا اللہ تعالیٰ آپ سے کیے ہوئے نصرف کے وعدے کو پورا نہ کرے تو نبی اکرمؐ نے فرمایا، بشارت ہو تمہیں اے علیؑ کہ بے شک خدا اپنے بعدے کو پورا کرے گا اور وہ آئندہ ہماری اس طرح کی حالت نہیں پا سکیں گے پھر آپ نے ایک گروہ لشکر کو دیکھا جو آپؐ سے فرمایا کہ ان پر حملہ کرو آپؑ نے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے عمرو بن عبداللہ جمحی کو قتل کیا اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے پھر ایک اور گروہ آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے پر حضرت علیؑ نے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے بشیر بن مالک عامری کو قتل کیا اور باقی لشکر بھاگ گیا اور پھر ان میں سے کوئی بھی پلٹ کر نہ آیا اور اب بھاگے ہوئے مسلمان بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پلٹ آئے اور مشرکین بھی مکہ کی طرف لوٹ گئے بعد میں مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال جنابِ فاطمہؑ نے کیا اس حالت میں کہ آپؐ کے پاس ایک برتن تھا جس میں پانی تھا تو آپؐ نے اس سے اپنا چہرۂ مبارک دھویا اور امیر المومنینؑ بھی آپ سے آ ملے اور آپ کے ہاتھ کندھوں تک خون سے خضاب تھے آپ نے ذوالفقار جناب سعیدہؑ کے حوالے کی اور فرمایا یہ تلوار لو اس نے آج مجھ سے سچی وفا کی اور آپؑ نے یہ اشعار انشاء کیئے،

انا طم هاك السيف غيرر ميم
فلست برعديد و لا بمليم
لعمری لقدا عذرت فی نصرا حمد
وطاعة رب بالعباد عليم
اميطی دماء القوم عنه فانه
سقی آل عبدالدار كاس حميم

"اے فاطمہؑ لے لو یہ تلوار جس کی مذمت نہیں جا سکتی پس میں بزدل اور قابل ملامت نہیں ہوں مجھے میری جان کی قسم میں نے احمد مجتبیٰؐ کی نصرت اور اللہ کی اطاعت میں (جو بندوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے) کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی قوم کے خون اس تلوار سے دور کر دے کیونکہ اس نے تو آل عبدالدار کو موت کے پیالے پلا دیئے"۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اس کو لے لوا ے فاطمہؑ بے شک تیرے شوہر نے جو حق اس پر تھا وہ ادا کر دیا، اور اللہ نے اس کی تلوار سے قریش کے سرغنوں کو قتل کیا ہے''

اہل سیر نے مشرکین میں سے احد کے مقتولین کا ذکر کیا ہے اور ان میں سے اکثر امیرالمومنینؑ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے پس عبدالملک بن ہشام نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ہم سے زید بن عبداللہ نے محمد بن اسحاق سے بیان کیا کہ اُحد کے دن قریش کا علمدار طلحہ بن ابوطلحہ بن عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار تھا کہ جس کو حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے قتل کر دیا پھر آپ نے اس کے بیٹے ابوسعید بن طلحہ اور اس کے بھائی کلاہ بن ابوطلحہ کو قتل کیا، عبیداللہ بن حمید بن زہرہ بن حارث بن اسد بن عبدالعزی کو قتل کیا ابوالحکم بن اخنس بن شریق بن ثقفی کو قتل کیا ولید بن ابوحذیفہ بن مغیرہ اس کے بھائی اُمیہ بن ابوحذیفہ بن مغیرہ کو قتل کیا، اَرطآۃ بن شرجیل ہشام بن اُمیہ عمرو بن عبداللہ جمحی، بشیر بن مالک اور صواب (جو بنی عَبدالدار کا علام تھا) کو قتل کیا اور فتح آپ کی تھی صحابہ کے بھاگ جانے کے باوجود اپنی ثابت قدمی کی وجہ سے دشمنوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دُور کرتے ہوئے ساتھ رہے، اور خداوندِ عالم کی طرف سے سب کی طرف عتاب و سرزنش آئی ان کے اس دِن بھاگ جانے کی وجہ سے سوائے حضرت علیؑ کے یا انصار میں سے جو اشخاص آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور وہ آٹھ افراد تھے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ چار یا پانچ تھے اُحد کے دن جناب امیرالمومنینؑ کا جنگ میں دشمنوں کو مارنے، شدائد کو برداشت کرنے اور بہترین کامیابی کے بارے میں حجاج بن علاط سلمی کہتا ہے،

للہ ای مُذَبِّبٍ عن حزبه
اعنی ابن فاطمة المعمّ المخر لا
جادت بداك له بعا جل طعنة
تركت طليحة للجبين مجد لا
وشددت شدة با سل فكشفتهم
بالسفح اذا يهرون اسفل اسفلا
وعللت سيفك بالد ماء ولم تكن
لتردّه حرّان حتى ينهلا

''واللہ کیا کہنا اس شخص کا، کیسا تھا جو بار بار دشمنوں کو اپنی جماعت سے دُور بھگا رہا تھا، میری مُراد ہے فاطمہ (بنت اسد) کا لال جو بہترین چچاؤں اور ماموؤں والا ہے تیرے دونوں ہاتھوں نے، جلدی سے اس پر نیزے مارنے کی سخاوت کی اور

طلحہ کو پیشانی کے بل پچھاڑ دیا اور تو نے ایک بہادر شیر کی طرح بھرپور حملہ کیا پس تو
نے پہاڑ کے نچلے حصے میں انہیں تتر بتر کر دیا۔ جب وہ نچلے سے نچلے حصے کی طرف
گر رہے تھے اور تو نے اپنی تلوار کو دشمنوں کے خون سے سیراب کیا اور تو اسے کبھی
پیاسا واپس نہیں لاتا جب تک وہ پوری طرح سیراب نہ ہو لے‘‘۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی نضیر کی طرف چلے اور آپ کا مقصد ان کا محاصرہ کرنا تھا تو آپؐ نے بنی حطمہ کے آخری حصہ پر وادی میں خیمہ نصب کیا جب رات تاریک ہوگئی تو بنی نضیر کے ایک شخص نے آپ کے تیر مارا جو خیمے میں آ لگا جس پر آپؐ نے حکم دیا کہ خیمہ یہاں سے تبدیل کر کے پہاڑ کے دامن میں نصب کیا جائے اور اس کے گرد مہاجرین اور انصار نے خیمے نصب کر لے جب رات زیادہ گذر گئی تو لوگوں نے امیر المومنینؑ کو غائب پا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم علیؑ کو نہیں دیکھ رہے آپؐ نے فرمایا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمہاری کسی مصلحت کی انجام دہی میں لگا ہوا ہے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ آپ اس یہودی کا سر لے کر آئے کہ جس نے آنحضرتؐ کے تیر مارا تھا اسے نمرود کہتے تھے پس حضرت علی نے وہ سر آپؐ کے سامنے پھینک دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوالحسنؑ آپ نے یہ کام کیسے کیا تو آپؐ نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ یہ خبیث انتہائی جری اور بہادر ہے پس میں اس کی گھات میں بیٹھا اور میں نے کہا کہ اس کی جرأت مندی اور بہادری سے بعید نہیں کہ یہ پھر نکلے اور جب رات تاریک ہو تو ہماری غفلت سے فائدہ اٹھائے پس وہ تلوار سنتے ہوئے نو افراد (یہودی) کے ساتھ آگے بڑھا تو میں نے اس پر بھرپور حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا اور اس کے ساتھی بچ نکلے وہ یہاں قریب ہی ٹھہرے ہوئے ہیں آپ میرے ساتھ کچھ لوگ بھیجے مجھے اُمید ہے کہ میں ان کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرلوں گا رسول اللہؐ نے آپ کے ساتھ دس افراد کو بھیجا کہ جن میں ابودجانہ سماک بن خرشہ اور سہل بن حنیف تھے ان لوگوں نے انہیں پا لیا اس سے پہلے کہ وہ قلعہ میں پناہ لیتے اور انہیں قتل کر کے سر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آئے آپ نے حکم دیا کہ یہ سر بنی حطمہ کے بعض کنوؤں میں پھینک دو اور یہ واقعہ بنی نضیر کے قلعوں کے فتح ہونے کا سبب بنا اور اسی رات کعب بن اشرف قتل ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نضیر کا سارا مال لے لیا اور یہ پہلا مال صافیہ (دشمن کا کل مال) تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اوّلین میں تقسیم کیا اور علیؑ کو حکم دیا چنانچہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو اس میں سے حصہ تھا اسے جمع کیا اور اسے صدقہ قرار دیا اور وہ مال آنحضرتؐ کے پاس رہا پھر وہ امیر المومنینؑ کے پاس رہا اور وہ آج تک اولاد جناب فاطمہؑ کے قبضہ میں ہے اور جو کارنامہ حضرت امیر المومنینؑ نے اس جنگ میں کیا آپ کے یہودیوں کو قتل کرنے اور نو افراد کے سروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت میں لے آنے کے متعلق حسان بن ثابت نے کہا ہے۔

للہ	ای	کریھہ	ابلیتھا
ببنی	قریظة	والنفوس	تطلع
اردی	رئیسھم	و آب	بتسعة
طور	ایشلھم	و طورا	یدفع

''اللہ ہی جانتا ہے کیسی سخت گھڑی تھی جو تو نے بنی قریظہ کے سلسلہ میں اپنے کو مصیبت میں ڈالا، لعین منتظر تھے اور ان کے رئیس کو قتل کیا اور نو افراد کو لے کر واپس آئے کبھی انہیں اُوپر اٹھاتے اور کبھی انہیں ٹھوکر مارتے تھے۔''

جنگِ خندق

جنگ اضراب (جسے جنگ خندق بھی کہتے ہیں) یہ جنگ بنی نضیر کے بعد ہوئی اور یہ اس طرح ہوا کہ ایک جماعت یہودیوں کی کہ جن میں سلام بن ابوالحقیق نضیری، حیّ بن اخطب، کنانہ بن ربیع، ہودہ بن قیس والبی اور ابوعمارۃ والبی، کچھ اور بنی والبہ کے افراد کے ساتھ نکلے اور مکہ پہنچ گئے پس یہ ابوسفیان صخر بن حرب کے پاس گئے چونکہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی دشمنی وعداوت کا علم تھا اور جانتے تھے کہ وہ جنگ کرنے کیلئے جلدی تیار ہو جائے گا لہٰذا انہوں نے اس سے ان چیزوں کا ذکر کیا جو آپ سے انہیں پہنچی تھیں اور اس سے آپ کے خلاف جنگ میں مدد وتعاون کی خواہش کی تو ابوسفیان ان سے کہنے لگا میں تمہارے لیے ہوں جہاں چاہو پس قریش کے پاس چلو اور انہیں اس سے جنگ کرنے کی دعوت دو اور ان کی مدد کرنے اور ان کے ساتھ ثابت قدم رہنے کی ضمانت دو یہاں تک کہ اسے جڑ سے نکال پھینکو پس انہوں نے قریش کے معتبر افراد کے پاس چکر لگایا اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت دی۔

اور ان سے کہا کہ ہمارے ہاتھ تمہارے ہاتھوں کے ساتھ ہیں اور ہم آخر وقت تک تمہارا ساتھ دیں گے تاکہ اس کا قلع قمع کر دیں اور اسے ختم کر دیں قریش نے ان سے کہا، اے جماعت یہود تم پہلی کتاب والے ہو اور علم سابق والے ہو اور تم جانتے ہو اس دین کو جسے محمد لے کر آیا ہے اور جس دین پر ہم ہیں تو ہمارا دین اس کے دین سے بہتر ہے یا وہ ہم سے حق کے زیادہ لائق ہے تو یہودی کہنے لگے بلکہ تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے پس قریش خوش ہو گئے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے دعوت دی تو ابوسفیان قریش کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ خدا نے تمہیں تمہارے دشمن پر تمکین وقدرت دی

ہے اور یہ یہود تمہارے ساتھ مل کر اس سے جنگ کریں گے اور تم سے جُدا نہیں ہوں گے جب تک یہ سب ختم نہ ہو جائیں یا ہم اس کو اور اس کے پیروکاروں کو ختم نہ کرلیں تو اس وقت قریش کے عزائم اور ارادے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے میں قوی ہو گئے اس کے بعد یہودی وہاں سے نکل کر غطفان اور قیس عیلان کے پاس آئے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کی دعوت دی اور ان کی نصرت اور اعانت کرنے کی ضمانت دی اور انہیں خبر دی کہ قریش بھی اس معاملہ میں ہمارے تابع ہیں اور ان سے بھی ان کا اتفاق ہو گیا اور قریش مکہ سے نکلے جب کہ اس وقت ان کا قائد ابوسفیان صخر بن حرب تھا اور غطفان نکلے اور ان کا قائد بنوفزارہ میں عینیہ بن حصن تھا، بنومرہ میں حراث بن عوف اور وبرہ بن طریف اپنی اس قوم میں تھا جو اشجع تھی اور ان کے ساتھ قریش بھی مل گئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب جماعتوں کا اپنے خلاف اتحاد و اتفاق کرنا اور جنگ کرنے کا عزم سنا تو آپؑ نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا اور ان کی متفقہ رائے یہ تھی کہ مدینہ میں ہی قیام رکھا جائے اور وہ قوم اگر آئے تو ان سے پہاڑوں کے درّوں پر جنگ کی جائے اور جناب سلمانؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خندق کا مشورہ دیا آپؑ نے خندق کھودنے کا حکم دے دیا اور اس میں خود بھی، بنفس نفیس کام کیا اور سب مسلمانوں نے بھی کام کیا جب احزاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھے تو مسلمانوں میں ان کی وجہ سے خوف و ہراس پیدا ہوا اور ان کی کثرت اور جمعیت سے وہ گھبرا گئے وہ خندق کے کنارے اتر پڑے اور بیس سے زیادہ راتیں قیام کیا ان کے درمیان اس عرصہ میں جنگ نہیں تھی سوائے تیر بارانی یا پتھر پھینکنے کے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثر مسلمانوں کی کمزوری اور ان سے جنگ کرنے میں ضعف دیکھا کفار کے ان کا محاصرہ کر لینے کی وجہ سے تو عینیہ بن حصن اور حارث بن عوف (جو کہ غطفان کے قائد تھے) کی طرف کسی کو بھیجا کہ انہیں آپ کی طرف سے صلح کی دعوت دے اور انہیں آپ سے روکے اور یہ کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ مل کر آپ سے جنگ کرنے کی بجائے واپس چلے جائیں اس شرط پر کہ آپ انہیں مدینہ کے پھلوں کی ایک تہائی دیں گے پھر آپ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سے عیینہ اور حارث کی طرف ایلچی بھیجنے کے سلسلہ میں مشورہ کیا تو وہ دونوں کہنے لگے کہ اللہ کے رسولؐ اگر تو اس اَمر پر ہمیں ضرور عمل کرنا ہے اس لیے کہ اللہ کی طرف سے حکم اس سلسلہ میں آیا ہے جو آپ نے کیا ہے اور وحی آئی ہے تو پھر آپ پر ظاہر ہوا ہے، عمل کیجئے اور اگر آپ خود پسند کرتے ہیں کہ ہمارے لیے کچھ کریں تو ہماری اس سلسلہ میں رائے کچھ اور ہے آپؑ نے فرمایا میرے پاس وحی نہیں آئی لیکن میں نے دیکھا کہ سارے عرب تمہیں ایک ہی کمان سے تیر مارنا چاہتے ہیں اور ہر طرف سے تمہاری جانب آئے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ کچھ کر کے ان کی قوت و طاقت کو توڑ دوں تو سعد بن معاذ نے کہا کہ جب ہم اور یہ قوم اللہ کا شریک قرار دیتے تھے اور بتوں کی عبادت کرتے تھے نہ اللہ کو پہچانتے تھے اور نہ اس کی عبادت کرتے تھے تو اس وقت ہم

انہیں یہ میوے مہمانی کرنے اور خرید کرنے کے علاوہ نہیں کھانے دیتے تھے اور جب خدا نے ہمیں اسلام سے عزت بخشی ہے اور اس کے ساتھ ہمیں ہدایت کی ہے اور آپ کے ذریعہ ہمیں معزّز و محترم قرار دیا ہے ہم انہیں اپنا مال دیں تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں خدا کی قسم ہم انہیں نہیں دیں گے مگر تلوار یہاں تک کہ خدا ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اب میں نے جان لیا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے پس اسی نظریہ پر رہو جو تم رکھتے ہو (اظہارِ مترجم یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت بنی اُمیہ کی ٹیکسال میں بنی ہے ورنہ ایلچی بھیج دینے کے بعد مشورہ لینے کا کیا فائدہ، علاوہ ازیں جس چیز کے حسن و قبح کو سعد بن مَعاذ او سعد بن عبادہ سمجھ سکتے تھے وہ عقل کل کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اور پھر وحی کے علاوہ آپ یہ فیصلہ کیسے کر سکتے تھے) بے شک اللہ اپنے نبی کو تنہا ہرگز نہیں چھوڑے گا جب تک اس سے کیا ہوا وعدہ پورا نہ کرے پھر رسول اللہؐ مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور انہیں دشمن سے جہاد کے لیے دعوت دی اور انہیں شجاعت اور بہادری پر آمادہ کیا اور اللہ کی طرف سے نصرت کا وعدہ کیا پس قریش کے کچھ شاہ سوار ایک دوسرے کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے پکارنے لگے کہ جن میں عمرو بن عبدود ابن ابوقیس بن عامر بن لوی بن غالب اور عکرمہ بن ابوجہل اور ھبیرہ بن ابووھب (یہ دونوں مخزومی تھے) اور ضرار بن خطاب اور مرداس فہری تھے انہوں نے لباس جنگ پہنے پھر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلے یہاں تک کہ بنی کنانہ کے گھروں کے قریب سے گزرے تو کہنے لگے اے بنی کنانہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ پھر آگے بڑھے جب کہ ان کے گھوڑے تیزی دکھا رہے تھے یہاں تک کہ خندق پر آکر رک گئے جب اسے غور سے دیکھا تو کہنے لگے خدا کی قسم یہ ایسا حیلہ ہے جسے عرب نہیں جانتے تھے پھر انہوں نے خندق کی ایک تنگ جگہ تلاش کی اور گھوڑوں کو مارا تو وہ پھلانگ گئے اور وہ انہیں شور دار جگہ میں لے آئے جو خندق اور سلیع پہاڑ کے درمیان تھی امیرالمومنینؑ مسلمانوں کے چند افراد کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ اس جگہ پر قبضہ کر لیا کہ جہاں سے وہ اندر گھس آئے تھے اور عمرو بن عبدود اس جماعت سے آگے تھا جو اس کے ساتھ تھی اور اس نے ایک نشان لگا رکھا تھا تا کہ اس کی پہچان ہو سکے جب اس نے مسلمانوں کو دیکھا تو وہ اور جو اس کے ساتھ تھے رُک گئے اور کہنے لگا کہ کوئی مقابلہ کرنے والا ہے تو امیرالمومنینؑ اس کے مقابلہ میں نکلے، عمرو آپ سے کہنے لگا اے بھتیجے واپس چلے جاؤ میں تمہیں قتل کرنا پسند نہیں کرتا تو امیرالمومنینؑ نے اس سے فرمایا اے عمرو تو نے خدا سے عہد کر رکھا تھا کہ قریش میں سے جو شخص دو باتوں میں سے ایک کی طرف بلائے تو اُسے ضرور پورا کرے گا وہ کہنے لگا ہاں تو وہ کیا باتیں ہیں فرمایا میں تجھے اللہ کے رسولؐ اور اسلام کی، دعوت دیتا ہوں کہنے لگا اس کی مجھے ضرورت نہیں تو آپ نے فرمایا پھر میں تجھے جنگ کی دعوت دیتا ہوں وہ کہنے لگا واپس چلے جاؤ، کیونکہ تمہارے باپ اور میرے درمیان دوستی تھی اور میں پسند نہیں کرتا کہ تمہیں قتل کروں، امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ تمہیں قتل کروں جب تک تو حق سے انکار کرے تو عمرو اس سے غصہ میں ہو گیا اور کہنے لگا کہ تم مجھے قتل کرو گے کیا؟ اور اپنے گھوڑے سے

اترا آیا، اس نے اپنے گھوڑے کو زخمی کر دیا اور اس کے منہ پر ضرب لگائی جس سے وہ بھاگ کھڑا ہوا پھر حضرت علیؑ کی طرف تلوار سونتے ہوئے بڑھا اور اس نے جلدی سے تلوار کا وار کیا اور اس کی تلوار حضرت علیؑ کی ڈھال میں پیوست ہوگئی، پس امیرالمومنینؑ نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا تو جب عکرمہ بن ابوجہل اور ہبیرہ بن ابووہب اور ضرار بن خطاب نے عمرو کو پچھڑا ہوا دیکھا تو وہ شکست خوردہ اپنے گھوڑوں کے ساتھ مڑے یہاں تک کہ خندق میں گھس گئے وہ مڑ کر کسی چیز کو نہیں دیکھتے تھے اور امیرالمومنینؑ اپنی پہلی جگہ پر واپس آ گئے لیکن وہ لوگ جو آپ کے ساتھ خندق تک آئے تھے قریب تھا کہ ان کی روح نکل جائے اور حضرت یہ فرما رہے تھے،

نصر الحجارة من سفاهة رايه
و نصرت رب محمد بصواب
فضربته و تركته متجدلا
كالجذع بين دكادك و دوابي
وعففت عن اثوابه ولوانني
كنت المقطر بزني اثوابي
لا تحسبن الله خاذل دينه
و نبيه يا معشر الاحزاب

"اپنی رائے کی نادانی کی وجہ سے اس نے پتھر کے بتوں کی مدد کی اور اور میں نے درستی رائے کے ساتھ محمدؐ کے رب کی مدد کی میں نے اسے ضرب لگائی اور اُسے پچھاڑ کر چھوڑ دیا مثل کھجور کے تنے کے جو ناہموار جگہ میں گرے اور میں اس کے لباس کو اتارنے سے رک گیا اور اگر میں گر گیا ہوتا تو وہ میرے لباس کو اتارے لے جاتا اے گروہ احزاب! خدا کے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ وہ اپنے دین اور نبی کو بے یار و مدد گار چھوڑ دے گا"

محمد بن عمرو واقدی نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن جعفر نے ابوعون سے اس نے زہری سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ عمرو بن عبدود، عکرمہ بن ابوجہل، ہبیرہ بن ابووہب، نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ اور ضرار بن خطاب جنگ احزاب کے دن خندق کی طرف آئے وہ اس کے گرد چکر لگا رہے تھے کہ کوئی تنگ جگہ تلاش کر کے اسے عبور کر سکیں یہاں تک کہ ایک جگہ پہنچے جہاں انہوں نے اپنے گھوڑوں کو مجبور کیا تو انہوں نے خندق عبور کر لی

پس وہ اپنے گھوڑوں کو خندق اور سلیع پہاڑ کے درمیان جولان دینے لگے اور مسلمان کھڑے ہوئے تھے ان میں سے کوئی بھی ان کی طرف نہیں بڑھتا تھا اور عمرو بن عبدود مقابلہ کے لیے پکارنے لگا اور وہ مسلمانوں پر پنز و تعریض کرتا اور کہتا تھا۔

"ولقد بحجت من النداء بجمعھم ھل من مبارز؟"

کہ ان کی جماعت کو پکار پکار کے میری آواز بیٹھ گئی ہے کہ کوئی مقابلہ میں آنے والا ہے؟۔

اور ہر مرتبہ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کھڑے ہوجاتے تاکہ اس کے مقابلہ میں جائیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں بٹھا دیتے اس انتظار میں کہ کوئی اور حرکت میں آئے اور مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ وہ عمرو بن عبدود، اور اس کے خوف سے اور ان کے خوف سے جو اُن کے ساتھ تھے اور ان کی وجہ سے جو اس کے پیچھے تھے، "کان علی رئو و سھم الطیر" گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے تھے اور جب عمرو کی مُبارزہ طلبی کی پکار طویل ہوگئی اور بار بار امیر المومنینؑ کھڑے ہوجاتے تو رسول اللہؐ نے ان سے کہا کہ میرے قریب آؤ اے علیؑ، پس آپ قریب گئے تو آپ نے اپنا عمامہ سر سے اُتارا اور حضرت علیؑ کے سر پر باندھا ان کو اپنی تلوار دی اور فرمایا اب جاؤ علیؑ پھر فرمایا، خدایا اس کی اعانت کرنا پس آپ تیزی سے عمرو کی طرف بڑھے، جابر بن عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ آپ کے ساتھ گئے تاکہ دیکھیں کہ آپ کا اور عمرو کا معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے اور جب امیر المومنینؑ اس کے پاس پہنچ گئے تو آپؑ نے اس سے کہا اے عمرو تو جاہلیت کے زمانہ میں کہا تھا کہ کوئی شخص تجھے تین چیزوں کی طرف نہیں بلائے گا مگر یہ کہ وہ تینوں یا ان میں سے ایک تو قبول کرے گا، کہنے لگا ہاں تو آپؑ نے فرمایا، میں تجھے دعوت دیتا ہوں لا الٰہ الا اللّٰہ و ان محمدا رسول اللّٰہ قبول کرنے کی اور یہ کہ تو عالمین کے رب کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لے کہنے لگا کہ اے بھتیجے یہ مجھ سے ہٹا لو تو امیر المومنینؑ نے فرمایا، یاد رکھو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر اس کو لے لو پھر آپ نے فرمایا تو دوسری بات بھی ہے، کہنے لگا وہ کیا فرمایا، واپس چلے جاؤ جہاں سے آئے ہو، کہنے لگا یہ بات تو قریش کی عورتیں بھی کبھی نہ کر سکیں گی آپ نے فرمایا تو پھر ایک اور بات ہے، کہنے لگا کہ وہ کون سی، آپ نے فرمایا، گھوڑے سے اُترو اور مجھ سے جنگ کرو پس عمرو ہنسنے لگا اور کہنے لگا کہ یہ وہ چیز ہے کہ مجھے گمان نہیں تھا کہ عرب میں سے کوئی شخص میرے متعلق یہ ارادہ رکھے گا لیکن میں پسند نہیں کرتا کہ تمہارے جیسے کریم آدمی کو قتل کروں جب کہ تمہارا باپ میرا دوست تھا علیؑ نے فرمایا لیکن میں دوست رکھتا ہوں کہ تجھے قتل کرو لہٰذا اُتر آؤ اگر جنگ کرنا چاہتے ہو پس عمرو غصہ میں آ گیا اور گھوڑے سے اُتر آیا اور اپنے گھوڑے کے منہ پر مارا یہاں تک کہ وہ بھاگ گیا پس جابر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان گرد و غبار اڑنے لگا اور وہ مجھے نظر نہیں آتے تھے اچانک اس غبار کے اندر سے میں نے تکبیر کی آواز سنی تو مجھے

معلوم ہو گیا کہ حضرت علیؑ نے اسے قتل کر دیا ہے اور پھر اس کے ساتھی بھاگ نکلے یہاں تک کہ ان کے گھوڑے خندق میں کود پڑے پس اصحاب نبیؐ دور پڑے اور وہ دیکھ رہے تھے کہ وہ لوگ کیا کر رہے ہیں پس انہوں نے نوفل بن عبداللہ کو دیکھا کہ وہ خندق کے اندر ہے اور اس کا گھوڑا اسے وہاں سے نکال نہیں سکتا تو وہ اسے پتھر مارنے لگے وہ کہنے لگا کہ جنگ کرنا یا مارا جانا اس سے بہتر ہے کہ تم میں سے کوئی بھی خندق میں اتر آئے میں اس سے جنگ کروں گا پس امیر المومنینؑ اتر گئے اور آپؑ نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا اور ہبیرہ آ پہنچا تو آپ نے اسے کارہ اور عاجز کر دیا اور اس کی زین کے اونچے حصہ پر تلوار ماری تو اس کی زرہ گر گئی اور عکرمہ اور ضرار بن خطاب بھاگ گئے جابر کہتے ہیں کہ کس قدر مشابہ ہے حضرت علیؑ کا عمرو کو قتل کرنا اس واقعہ سے جو خدا نے حضرت داوٗدؑ کا واقعہ بیان فرمایا جہاں ارشاد ہوتا ہے۔

"فهزموهم باذن الله وقتل دائود جالوت"

"اور انہیں انہوں نے حکم خدا سے شکست دی اور داوٗدؑ نے جالوت کو قتل کر دیا۔"

قیس بن ربیع نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کی ابو ہرون عبدی نے ربیعہ سعدی سے، وہ کہتا ہے کہ میں حذیفہ بن یمان کے پاس آیا اور ان سے کہا اے ابو عبداللہ جب ہم حضرت علیؑ کے مناقب بیان کرتے ہیں تو اہل بصرہ ہم سے کہتے ہیں کہ تم علیؑ کے بارے میں غلو کرتے ہو تو کیا آپؑ ہمیں ان کے متعلق کوئی حدیث بتائیں گے تو حذیفہ نے کہا کہ اے ربیعہ تم علیؑ کے بارے میں کیا مجھ سے سوال کرتے ہو پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر اصحاب محمدؐ کے تمام اعمال اس دن سے لے کر جب اللہ نے آپؐ کو مبعوث کیا آج کے دن تک ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور علیؑ کا عمل دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو علیؑ کا عمل ان سب کے اعمال سے بھاری ہو گا تو ربیعہ کہنے لگا کہ یہ تو وہ بات ہے کہ جس کے لیے نہ کھڑا ہوا جاتا ہے اور نہ بیٹھا جاتا ہے (یہ کیسے مان لوں) تو حذیفہ نے کہا اے نادان لڑکے یہ کیسے قابل برداشت نہیں اور کہاں تھے ابوبکر و عمر و حذیفہ اور تمام اصحاب محمدؐ عمرو بن عبدود کے دن جب وہ مقابلہ کے لیے بلا رہا تھا پس تمام لوگ پیچھے ہٹے رہے سوائے علیؑ کے، وہی جناب اس کے مقابلہ میں گئے اور اسے اللہ نے ان کے ہاتھ سے قتل کیا وہ ذات جس کے قبضہ میں حذیفہ کی جان ہے کہ بے شک علیؑ کا اسی دن کا یہ عمل قیامت تک کے اصحاب محمدؐ کے عمل سے اجر کے لحاظ سے زیادہ عظیم ہے اور ہشام بن محمد نے معروف بن خربوذ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ نے خندق کے دن فرمایا،

أعلى تقتحم الفوارس هكذا

عني و عنها خبروا اصحابي

اليوم تمنعنى الفرار حفيظتى
و مصم فى الراس ليس بنابى
اردیت عمر وا اذ طغى بمهند
صافى الحديد مجرب قضاب
فصه دت حين تو كته متجد لا
كالجد ع بى دكا د ك روابى
و عففت عن اثوابه ولوانني
كنت المقطر بزنى اثوابى

''کیا مجھ پر شاہسوار اسی طرح ہجوم کرتے ہیں میری اور ان کی خبر میرے ساتھیوں کو کر دو، آج بھاگنے سے میری غیرت مجھے روکتی ہے اور وہ تیز دھار تلوار جو سر سے اچٹتی نہیں، میں نے عمرو کو ہندی تلوار سے ہلاک کیا جب کہ اس نے سرکشی کی جو خالص لوہے کی آزمائی ہوئی اور کاٹنے والی ہے پس میں رک گیا جب اسے پچھاڑ دیا مثل کھجور کے تنے کے ناہموار جگہ میں اور میں اس کے لباس سے رک گیا اور اگر میں گرا ہوتا تو وہ میرا لباس اتار لیتا۔''

یونس بن بکیر نے روایت کی ہے محمد بن اسحاق سے وہ کہتا ہے کہ جب حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ نے عمرو کو قتل کیا اور پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس حالت میں بڑھے کہ آپ کا چہرہ خوشی سے کھل رہا تھا تو آپؑ سے عمر بن خطاب نے کہا اے علیؑ آپ نے اس کی زرّہ کیوں نہیں اتاری کیونکہ پورے عرب میں ایسی زرّہ نہیں ہے، امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا مجھے شرم آتی تھی کہ اپنے ہم قبیلہ کو برہنہ کروں۔

عمر بن ابی ازہری نے عمرو بن عبید سے اس نے حسن سے روایت کی ہے کہ علیؑ نے جب عمرو بن عبدود کو قتل کر کے اس کا سر جدا کیا اور اس کو اٹھایا اور لا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پھینک دیا تو ابوبکر و عمر کھڑے ہو گئے اور ان دونوں نے علیؑ کے سر کا بوسہ لیا علی بن حکیم اودی نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوبکر بن عیاش کو یہ کہتے سنا کہ علیؑ نے ایک ایسی ضرب لگائی ہے کہ جس سے زیادہ عزت و وقار ضربت اسلام میں نہیں ہے یعنی عمرو بن عبدود والی ضربت اور آنجناب کو ایسی ضرب لگی کہ جس سے زیادہ منحوس اور بدبختی کی ضرب نہیں ہے یعنی ابن ملجم کی ضرب اور احزاب کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

"اذْجائو کم من فوقکم و من اسفل منکم و اذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحنا جرو تظنون باللّٰہ الظنون ! ھنالك ابتلی المومنون و زلزلوازلزالا شدیدا ! واذیقول المنا فقون والذین فی قر بھم مرض ما و عدنا اللّٰہ و رسولہ الا غرورا............. (الی قولہ) وّ کفی اللّٰہ المومنین و کان اللّٰہ قویاعزیزًا "

''اس وقت کو یاد کرو، جب کہ تم پر بلندی کی طرف سے بھی آئے اور پستی کی طرف سے بھی اور جب مارے ڈر کے تمہاری آنکھیں کج ہو گئیں اور تمہارے کلیجے منہ کو آ گئے اور تم خدا کی طرف نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے اسی موقعہ پر مومنوں کی آزمائش کی گئی اور ان کو بہت ہی سختی کے ساتھ ہلا ڈالا گیا اور (اس وقت کو یاد کرو) جب کہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا یہ کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم سے کچھ وعدہ نہیں کیا مگر نرا دھوکہ (اس قول تک) اور اللہ نے مومنوں کو لڑائی کی نوبت ہی نہ آنے دی اور اللہ صاحب قوت اور صاحب غلبہ ہے''۔

پس ناراضگی، توبیخ و سرزنش کا خطاب ان کی طرف متوجہ ہوا اور بالاتفاق اس سے چھٹکارا کسی کو نہ ہوا سوائے امیرالمومنینؑ کے کیونکہ فتح آپ کی ہوئی تھی اور آپ کے ہاتھوں پر ہوئی تھی اور آپ کا عمرو اور نفل بن عبداللہ کو قتل کرنا مشرکین کی شکست کا سبب بن گیا تھا اور رسول اللہؐ نے ان افراد کے قتل ہو جانے کے بعد فرمایا اب ہم ان سے جنگ کریں گے اور یہ ہم سے جنگ نہیں کریں گے۔

یوسف بن کلیب نے سفیان بن زید سے قرہ وغیرہ سے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ اس آیت کو وہ یوں پڑھا کرتے تھے۔

"و کفی اللّٰہ المومنین القتال بعلی و کان اللّٰہ قویاً عزیزاً"

''اور اللہ نے مومنوں کو (علیؑ کی وجہ سے) لڑائی کی نوبت ہی نہ آنے دی اور اللہ صاحب قوت اور صاحب غلبہ ہے''۔

اور عمرو بن عبدود کے قتل کے بارے میں حسان بن ثابت علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔

امسی الفتی عمر و بن عبدیبتغی

بجنوب یثرب عادۃ لم تنظر

ولقد و جدت سیوفنا مشھورۃ

ولقد و جدت جیا د نا لم تقصر

ولود رایت عذاۃ بدر عصبۃ

ضربوک ضربا غیر ضرب المحسر

اصبحت الا تدعیٰ لیوم عظیمۃ

یا عمر و او لجسیم امر منکر

”اور شام کی جوانمرد عمرو بن عبد نے کہ وہ یثرب (مدینہ) کے جنوبی حصہ میں ایسی غارت گری چاہتا تھا کہ جیسی نہیں دیکھی گئی، البتہ تو نے ہماری تلواریں کھچی ہوئی اور ہمارے گھوڑے ایسی حالت میں پائے کہ وہ کوتاہی نہیں کر رہے تھے اور تو نے جنگ بدر کے دن ایسی جماعت کو دیکھا کہ جنہوں نے تجھے ایسی ضرب لگائی کہ وہ ضرب عاجز شخص والی نہیں تھی، تو نے صبح کی ہے کہ اب تجھے کسی عظیم دن کے لیے اور بڑے اور اجنبی امر کے لیے نہیں پکارا جائے گا۔“

کہا جاتا ہے کہ جب حسان بن ثابت کے یہ اشعار بنی عامر تک پہنچے تو ان میں سے ایک جوان نے ان کا جواب دیا، انصار کے ساتھ حسّان بن ثابت کے افتخار کی تردید کرتے ہوئے، وہ کہتا ہے کہ

اشعار:

کذ بتم و بیت اللہ لا تقتلو نا

ولا بسیف الھا شمیین فآ فخروا

بسف ابن عبداللہ احمد فی الوغا

بکف علی تلتم ذاك فاقصروا

ولم تقتلوا عمر و بن عبد ببائسکم

ولکنہ الکفو الھزبر الغضنفر

علی الذی فی الفخر طال بناؤہ
ولا تکثرو ا الدعوی علینا فتحقروا
ببدر خر جتم للبر از فردکم
شیوخ قریش جھرۃ و تأخروا
فلما اتآ ھم حمزۃ و عبیدۃ
فجاء علی بالمھند یخطرُ
فقالو انعم اکفاء صدق فاقبلوا
الیھم سراعا اذبغوا و تجبروا
فجال علی جولۃ ھاشمیۃ
فد مرھم لما عتوا و تکبروا
فلیس لکم فخر علینا بغیرنا
ولیس لکم فخر یعد و یذکروا

’’اور اللہ کے گھر کی قسم تم نے جھوٹ بولا ہے تم نے ہمیں قتل نہیں کیا ہے بلکہ ہاشمیوں کی تلوار کے ساتھ فخر کرو، جنگ میں یہ مقام تم نے عبداللہ کے فرزند احمدؐ کی تلوار کے ساتھ حاصل کیا ہے جو کہ علیؑ کے ہاتھ میں تھی پس اپنے مقام پر رہو اور تم نے عمرو بن عبدود کو اپنی بہادری سے قتل نہیں کیا بلکہ اس کو کفو کریم شیر بیشہ نے قتل کیا ہے اس علیؑ نے کہ جس کا مقام و منزل اُونچی ہے اور ہمارے خلاف زیادہ دعوے نہ کرو ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے بدر میں تم مقابلہ کے لیے نکلے تو تمہیں شیوخ قریش نے علی الاعلان واپس کر دیا اور تم واپس چلے گئے اور جب ان کے مقابلہ میں حمزہ، عبیدہ اور علی ہندی تلوار کو حرکت دیتے ہوئے آئے آیا تو انہوں نے کہا جی ہاں یہ ہیں سچے ہم پلہ اور کفو، پس ان کی طرف جلدی سے بڑھے جب انہوں نے بغاوت کی اور تکبر کیا تو علیؑ نے ہاشمی جولان لگایا اور انہیں ہلاک کر دیا جب انہوں نے سرکشی کی اور تکبر کیا تو تمہارا ہم پر فخر کرنا ہمارے غیر کی وجہ سے نہیں بلکہ تمہارا تو

کوئی فخر ہی نہیں جسے شمار یا ذکر کیا جا سکے“۔
احمد بن عبدالعزیز نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم سے سلیمان بن ایوب نے ابوالحسن مدئنی نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب حضرت علی بن ابی طالبؑ نے عمرو بن عبدود کو قتل کیا تو اس کی موت کی خبر اُس کی بہن کو ملی اور وہ کہنے لگی کہ اس پر کس کو جرأت ہوئی تو لوگوں نے بتایا فرزند ابوطالبؑ کو تو وہ کہنے لگی اس کی موت نے کفو کریم کے ہاتھ سے تجاوز نہیں کیا اگر میں اس پر آنسو بہانا بھی چاہتی تو وہ اب خشک و ساکن ہو گئے ہیں اس نے بڑے بڑے بہادروں کو قتل کیا اور اپنے ہم پلہ لوگوں سے میدان جنگ میں مقابل ہوا اور اس کو موت اس کی قوم کے کفو کریم کے ہاتھ سے آئی، اے بنی عامر میں اس سے زیادہ قابل فخر ذکر نہیں سُنا، پھر اس نے یہ اشعار انشاء کیئے۔

لو کان قاتل عمر غیر قاتله
لکنت ابکی علیه اخر الابد
لکن قاتل عمر لایعاب به
من کان یدعی قدیما بیضة البلد

”اگر عمرو کا قاتل اس کے قاتل کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میں رہتی دنیا تک اس پر گریہ کرتی رہتی لیکن عمرو کا قاتل تو وہ ہے جس میں کوئی عیب نہیں لگایا جا سکتا اور وہ ہمیشہ سے شہر کا عظیم شخص رہا ہے، وہ مزید اپنے بھائی کے قتل اور علیؑ بن ابی طالبؑ کے ذکر میں کہتی ہے۔“

اسد ان فی ضیق المکر تصا ولا
و کلا هما کفر کریم باسل
فتخآ لسآ مهج الفرس کلا هما
وسط المدار مخاتل و مقاتل
و کلا هما صفر القراء حفیظة
لم یثنه عن ذاك شغل شاغل
فاذهب علی فما ظفرت بمثله
قول سدید لیس فیه تحامل
والثار عندی یا علی فلیتنی

ادرکتہ واعقل منی کامل
زلت قریش بعد مقتل فارس
فالذل مھلکھا وخزی شامل

"دوشیر تنگ میدان جنگ میں ایک دوسرے پر حملہ کر رہے تھے اور دونوں ہی معزز ہم قبیلہ اور بہادر ہیں دونوں ایک دوسرے کو وسط مدار میں قتل کرنا چاہتے تھے حیلہ سے اور جنگ کر کے اور دونوں میدان میں محافظ بن کر آئے تھے اور انہیں کوئی شغل اپنی طرف نہیں پھیر رہا تھا پس جاؤ اے علیؑ تم اس جیسے شخص پر کبھی کامیاب نہیں ہوئے، یہ بات درست ہے اس میں کوئی زیادتی نہیں اور خون کا بدلہ میرے پاس ہے اے علیؑ کاش میں اس کو پاسکتی اور میری عقل کامل ہے اس شاہسوار کے قتل سے قریش ذلیل ہو گئے اور ذلت انہیں ہلاک کر دے گی اور ہمیشہ کی رسوائی ان کے دامن گیر رہے گی اس کے بعد کہنے لگی خدا کی قسم قریش میرے بھائی کے خون کا بدلہ کبھی نہیں لے سکیں گے۔"

جنگِ بنی قریظہ

اور جب احزاب شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں سے پشت پھیری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی قریظہ کے قصد سے تیاری شروع کی اور امیر المومنینؑ کو قبیلہ خزرج کے تیس جوانوں کے ساتھ بھیجا اور فرمایا کہ جا کر دیکھو کہ کیا بنی قریظہ اپنے قلعوں سے اتر گئے ہیں تو جب آپ ان کی فصیل کے قریب گئے تو ان سے بُری بکواس سنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس آ کر انہیں بتایا آپؐ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو، بے شک خدا ان پر قدرت وتسلط دے گا جس ذات نے تجھے عمرو بن عبدود پر قدرت وتمکین بخشی وہ تجھے اب بھی بے آسرا نہیں چھوڑے گی پس تھہر جاؤ یہاں تک کہ لوگ تمہارے پاس جمع ہو جائیں اور تمہیں اللہ کی طرف سے فتح کی بشارت ہو کیونکہ خدا نے مجھے ایک مہینہ کی راہ تک رعب اور دبدبہ سے نُصرت دی ہے علیؑ فرماتے ہیں پس لوگ میرے پاس جمع ہو گئے اور میں چلا یہاں تک کہ ان کی فصیل کے قریب گیا اور انہوں نے میری طرف جھانک کر دیکھا جب انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو ان میں سے ایک چیخا کہ تمہارے پاس عمرو کا قاتل آ گیا اور دوسرے نے کہا کہ عمرو کا قاتل تمہاری طرف بڑھ رہا ہے اور وہ ایک دوسرے سے چیخ چیخ کر یہی کہنے لگے اور خدا نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور

میں نے ان میں سے ایک رجز پڑھنے والے کو سنا۔

رجز

قتل	علی	عمروا
صاد	علی	صقرا
قصم	علی	ظهرا
ابرم	علی	امرا
هتك	علی	ستر

علیؑ نے عمرو کو قتل کیا، باز کو شکار کیا، علیؑ نے کمر توڑ دی، علیؑ نے معاملہ کو پختہ کر دیا علیؑ نے پردہ چاک کر دیا۔

پس میں نے کہا حمد ہے اس خدا کی جس نے اسلام کو ظاہر کیا اور شرک کی بیخ کنی کی اور جب میں نے بنی قریظہ کی طرف توجہ کی تو رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ کی برکت سے جاؤ کیونکہ خدا نے ان کی زمین اور گھروں کا تم سے وعدہ کیا ہے تو میں اللہ کی نصرت کے یقین کے ساتھ چلا یہاں تک کہ میں نے علم کو قلعہ کی بنیاد میں گاڑ دیا پس انہوں نے اپنے قلعوں میں میرا سامنا کیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُرا بھلا کہنے لگے جب میں نے ان کا سب وشتم سنا تو مجھے ناگوار گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی یہ گالیاں سُنیں پس میں نے چاہا کہ آپ کے پاس واپس جاؤں اچانک میں نے آپؐ کو دیکھا کہ آپ ظاہر ہوئے اور ان کی گالیاں سن رہے تھے تو آپؐ نے پکار کر فرمایا اے بندروں اور خنزیروں کے بھائی جب ہم کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو جن کو ڈرایا جا چکا ہے ان کی صبح بُری ہوتی ہے تو وہ آپ سے کہنے لگے، اے ابوالقاسمؐ آپ تو نہ جاہل تھے اور نہ سب وشتم کرنے والے تھے تو رسول اکرمؐ کو شرم آ گئی اور آپ پچھلے قدموں تھوڑے سے پیچھے ہٹ گئے پھر آپ نے حکم دیا اور آپ کا خیمہ ان کے قلعوں کے سامنے نصب کر دیا گیا تو آپ نے ان کا محاصرہ کیئے ہوئے پچیس راتیں وہاں قیام کیا یہاں تک کہ انہوں نے التجاء کی کہ ہم سعد بن معاذ کے فیصلہ پر اپنے قلعوں سے اترنے کے لیے تیار ہیں پس سعد نے ان کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا جائے اور اُن کے مال تقسیم کر دیئے جائیں تو نبی کریمؐ نے فرمایا، اے سعد تو نے ان میں وہ فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں پر اللہ کا فیصلہ ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے مرد اتار لیے جائیں اور وہ نو سو مرد تھے پس انہیں مدینہ میں لایا گیا اور ان کا مال تقسیم کر لیا گیا ان کے بچے اور عورتیں غلام اور کنیزیں بنا لی گئیں اور جب قیدیوں کو مدینہ میں لایا گیا تو انہیں بنی بحار کے ایک گھر میں بند کر دیا گیا رسول اللہؐ اس جگہ کی طرف نکلے جہاں اب بازار ہے پس وہاں گڑھے کھودے گئے اور امیر المومنینؑ تشریف لائے اور ان کے ساتھ باقی مسلمان بھی تھے اور امیر المومنینؑ آگے بڑھے تا کہ ان کی گردنیں اڑا کر گڑھوں میں پھینک دیں پس وہ گروہ گروہ کر کے نکالے گئے اور ان میں حی

بن اخطب اور کعب بن اسد بھی تھے اور وہ دونوں اس وقت اس قوم کے رئیس تھے تو یہودی کعب بن اسد سے کہنے لگے جب کہ مسلمان انہیں رسول اللہؐ کی طرف لیے جا رہے تھے اے کعب! آپ کیا سمجھتے ہیں کہ وہ ہم سے کیا سلوک کرے گا وہ کہنے لگا تمہاری عقل کہیں بھی ٹھکانے نہیں ہوتی کیا دیکھتے نہیں کہ بلانے والا رکتا نہیں اور جو تم سے گیا پلٹ کر نہیں آیا، خدا کی قسم قتل ہی قتل ہے اور یحییٰ بن اخطب کو لے کر آئے جب کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے تھے جب اس کی نگاہ رسول اللہؐ پر پڑی تو کہنے لگا خدا کی قسم میں اپنے نفس کو آپ کی عداوات پر ملامت نہیں کرتا، لیکن خدا جس کی مدد ترک کر دے اس کی مدد نہیں ہو سکتی پھر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا اے لوگو! اللہ کا حکم جاری ہو کر رہتا ہے جو لکھا گیا ہے مقدر ہو چکا ہے اور قتل ہونا بنی اسرائیل کے لیے لکھ دیا گیا ہے پھر اسے امیر المومنینؑ کے سامنے کھڑا کیا گیا اور وہ کہنے لگا با شرافت قتل شریف آدمی کے ہاتھ سے، پس امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا کہ اچھے لوگ بروں کو قتل کرتے ہیں اور برُے لوگ اچھوں کو قتل کرتے ہیں ہلاکت ہے اس کے لیے جسے بہترین و شریف قتل کریں اور سعادت ہے ان کے لیے جنہیں رذیل اور کافر قتل کریں، کہنے لگا آپ نے سچ فرمایا میرا لباس نہ اتارنا، آپ نے فرمایا اس پر عمل کرنا میرے لیے بہت آسان ہے تو وہ کہنے لگا کہ آپ نے میری پردہ پوشی کی خدا آپ کی پردہ پوشی کرے پھر اس نے اپنی گردن آگے بڑھادی حضرت علیؑ نے اس کی گردن اڑا دی اور کسی نے اس کا لباس نہ اتارا، اس کے بعد امیر المومنینؑ نے اس شخص سے کہا جو اسے لے کر آیا تھا کہ حی کو جب موت کی طرف لایا جا رہا تھا تو وہ کیا کہتا تھا اس نے کہا وہ کہتا تھا۔

لعمر ك مآلام ابن اخطب نفسه
ولكنه من يخذل الله يخذل
فجا هد حتى بلغ النفس جهدها
وحاول يبغي العز كل مقلقل

خدا کی قسم ابن اخطب اپنے نفس کو ملامت نہیں کرتا، لیکن خدا جس کی مدد چھوڑ دے، اس نے کوشش کی یہاں تک کہ نفس کو اسی کوشش تک پہنچا دیا اور وہ ہر حرکت کرنے والے سے عزّت کا طالب تھا تو امیر المومنینؑ نے فرمایا،

لقد كان ذا جد وجد بكفره
فقيد اليناني المجا مع يعتل
فقلدته بالسيف ضربة محفظ
فصار الى قعر الجحيم يكبل

فد اك ماب اكافرين، و من يطع
لا مر اله الخلق فى الخلد ينزل

”(البتہ وہ نصیب والا اور زیادہ کوشش کرنے والا تھا اپنے کفر میں پس وہ سختی سے کھینچ کر بیڑیوں میں لایا گیا تو میں نے غضبناک شخص کی طرح اس کی گردن پر تلوار ماری اور وہ جہنم کی نہہ میں زنجیر پہنے ہوئے پہنچ گیا اور یہ ہے کافروں کی برگشت اور جو مخلوق کے معبود کی اطاعت کرے وہ خُلد بریں میں اترتا ہے)۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عورتوں میں سے عمرہ بنت خناقہ کا انتخاب کیا اور ان کی عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو قتل کر دیا کیونکہ اس نے آنحضرتؐ کو اس وقت پتھر مارا تھا جب آپ یہودیوں کے پاس مناظرہ کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے اس سے پہلے کہ وہ آپ سے اختلاف کرتے مگر خدا نے آپ کو اس پتھر سے محفوظ رکھا۔

یہاں پر بنی قریظہ پر قابو پانا جناب امیرالمومنینؑ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح و کامرانی، ان کے قتل کرنے کے سلسلہ میں جو کچھ ہوا اور اللہ کا بنو قریظہ کے دلوں میں آپ کا رعب و دبدبہ پیدا کرنا یہ سب بھی گذشتہ فضائل کی طرح امیرالمومنینؑ کی فضیلت ہے اور یہ منقبت بھی سابقہ مناقب سے مشابہت رکھتی ہے۔

غزوہ وادی رمل

اور وادی الرمل کی جنگ میں کہ جسے جنگ ذات سلاسل بھی کہتے ہیں امیرالمومنینؑ سے وہ کچھ ہوا جسے علماء کرام نے محفوظ، فقہا نے تحریر اور اصحاب آثار نے اسے نقل کیا ہے اور ناقلین اخبار نے اس کی روایت کی ہے جو کہ آپ کی دیگر جنگوں کے مناقب کے ساتھ منسلک ہے اور جہاد میں آپ کے باقی فضائل کی مثل ہے اور جس کے مفہوم میں آپ تمام لوگوں سے منفرد ہیں اور یہ اس طرح سے کہ اصحاب سیر نے ذکر کیا ہے کہ جناب نبی اکرمؐ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک دیہاتی عرب آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا پھر وہ کہنے لگا میں آپ کو نصیحت کرنے آیا ہوں آپؐ نے فرمایا تیری وہ نصیحت اور خیر خواہی کیا ہے اس نے کہا کہ عرب کی ایک قوم نے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ وہ مدینہ پر شب خون مارے اور ان کی پوری کیفیت بیان کی، راوی کہتا ہے کہ امیرالمومنینؑ کو آپؐ نے حکم دیا کہ نماز جماعت کا اعلان کرو، پس مسلمان جمع ہو گئے، حضورؐ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگوں یہ اللہ کا اور تمہارا دشمن تمہارے پاس آیا ہے یہ گمان رکھتا ہے کہ مدینہ میں تم پر شب خون مارا جائے گا، تو کون ہے جو وادی کی مہم کو سر کرے پس مہاجرین میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا میں ہوں اے اللہ کے رسولؐ آپ نے اس کو علم دیا اور اس کے ساتھ سات سو مرد کر دیئے اور اس سے فرمایا اللہ

کا نام لے کر جاؤ وہ چلا گیا اور اس قوم کے پاس دن چڑھے پہنچ گیا تو انہوں نے کہا تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا میں اللہ کے رسولؐ کا قاصد ہوں تم لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له و ان محمدا عبدہ ورسوله کا اقرار کرو ورنہ میں تلوار سے تمہیں ماروں گا وہ اس سے کہنے لگے اپنے ساتھی کے پاس پلٹ جاؤ ہم اتنی بڑی جماعت ہیں کہ جن کے مقابلہ کی تم میں طاقت نہیں پس وہ شخص واپس آ گیا اور رسول اللہ کو یہ اطلاع دی تو نبی اکرمؐ نے فرمایا کون ہے اس وادی کے لیے پھر مہاجرین میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اس کے لیے میں ہوں اے اللہ کے رسولؐ پس آپ نے علم اس کو دے دیا اور وہ چلا گیا اور پھر اس طرح لوٹ آیا جس طرح اس کا پہلا ساتھی، تو پھر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ کہاں ہیں، امیر المومنینؑ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسولؐ، آپ نے فرمایا کہ وادی کی طرف جاؤ، عرض کیا بہت اچھا اور آپ کا ایک عمامہ تھا کہ جسے نہیں باندھتے تھے جب تک نبی کریمؐ انہیں کسی سخت مہم پر نہ بھیجتے تو آپ جناب فاطمہؑ کے پاس گھر گئے اور ان سے وہ عمامہ طلب کیا تو وہ کہنے لگیں کہاں کا ارادہ ہے بابا آپ کو کہاں بھیج رہے ہیں آپ نے فرمایا وادی الرّمل کی طرف، پس جناب سیدہؑ محبت علیؑ کی وجہ سے رونے لگیں رسول اللہؐ گھر میں داخل ہوئے جب کہ سیّدہؑ اسی حالت میں تھیں تو آپؐ نے فرمایا کیوں رو رہی ہو؟ کیا تمہیں ڈر ہے کہ کہیں تمہارے شوہر مارے نہ جائیں انشاء اللہ ہرگز نہیں ہو گا تو حضرت علیؑ عرض کرنے لگے اے اللہ کے رسولؐ آپؐ جنت ۔۔۔۔۔۔۔میرے لیے نہ کیجئے راوی کہتا ہے پھر حضرت علیؑ اس حالت میں نکلے نبی اکرمؐ کا علم آپ کے ساتھ تھا پس آپ چلے اور سحری کے وقت ان کے پاس جا پہنچے وہاں آپؑ نے قیام کیا یہاں تک کہ صبح صادق ہوئی، آپؑ نے نماز صبح اپنے احباب کو پڑھائی اور ان کی قطار بندی کی اور اپنی تلوار سے ٹیک لگا کر دشمن کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو میں اللہ کے رسولؐ کا تمہاری طرف قاصد ہوں تم کہو "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له و ان محمدا عبدہ ورسوله" ورنہ میں تلوار کے ساتھ تمہارے ساتھ لڑوں گا وہ کہنے لگے کہ تم بھی پلٹ جاؤ کہ جس طرح تمہارے دو ساتھی واپس چلے گئے تھے تو آپ نے فرمایا کہ خُدا کی قسم میں واپس نہ جاؤں گا جب تک تم اسلام کو قبول نہ کر لو یا اس تلوار سے تمہاری خبر نہ لے لُوں میں تو علی بن ابی طالبؑ بن عبدالمطلبؑ ہوں تو وہ لوگ مضطرف ہو گئے جب انہوں نے آپؑ سے جنگ کرنے کی جرأت کی تو آپؑ نے ان سے جنگ چھیڑ دی اور ان کے چھ یا سات افراد قتل کر دیئے اور باقی مشرکین، بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمان فتح مند ہوئے انہوں نے بہت سا مال غنیمت جمع کیا اور آپؑ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے۔

راوی نے جناب اُمِ سلمہؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں اللہ کے نبیؐ میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے کہ اچانک گھبرا کر اُٹھ بیٹھے میں نے آپؐ سے عرض کیا اللہ آپؐ کو اپنی پناہ میں رکھنے والا ہے آپؐ نے فرمایا تو سچ کہتی ہے اللہ ہی مجھے اپنی پناہ میں رکھنے والا ہے لیکن یہ کہ جبرائیلؑ مجھے خبر دے رہے ہیں کہ علیؑ آ رہے ہیں پھر آپ

باہر لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں حکم دیا کہ علیؑ کا استقبال کرو پس مسلمان ان کے لیے رسول اللہؐ کے ساتھ دو صفیں بنا کے کھڑے ہو گئے جب حضرت علیؑ کی نگاہ رسول اللہؐ پر پڑی تو وہ اپنے گھوڑے سے اتر آئے اور آپؐ کے قدموں پر آ گرے اور ان کے بوسے لینے لگے آپؐ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ بے شک اللہ اور اس کا رسولؐ دونوں تم سے راضی ہیں امیر المومنینؑ خوشی سے رونے لگے اور اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے اور مسلمانوں نے مال غنیمت لے لیا اور جو حضرتؑ کے ساتھ گئے تھے ان میں سے کسی سے رسول اللہؐ نے پوچھا کہ تم نے اپنے امیرؑ کو کیسا دیکھا تو وہ کہنے لگے اور تو ہمیں ان میں کوئی اجنبی چیز نظر نہیں آئی سوائے اس کے کہ جب بھی ہمیں نماز پڑھاتے تھے تو اس میں سورہ قل ہو اللہ احد کی قرأت کرتے تھے تو نبی کریمؐ نے فرمایا میں عنقریب ان سے اس کا سبب پوچھوں گا اور جب حضرت علیؑ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم سورۃ قل ہو اللہ احد کے علاوہ دوسری سورہ واجب نمازوں میں کیوں نہیں انہیں پڑھ کے سناتے تھے تو آپؑ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ مجھے اس سورۃ سے محبت ہے تو نبی کریمؐ نے فرمایا، اللہ بھی تم سے محبت کرتا ہے جس طرح تم اس سورۃ سے محبت کرتے ہو پھر ان سے فرمایا اے علیؑ اگر مجھے یہ خوف نہ ہو کہ تمہارے متعلق کچھ گروہ وہ کچھ کہیں گے جو نصاریٰ عیسیٰ بن مریمؑ کے حق میں کہتے ہیں تو میں تمہارے متعلق کچھ ایسی باتیں آج کہتا کہ تم کسی جماعت کے پاس سے گزرتے تو وہ تمہارے قدموں کے نیچے کی خاک اٹھا لیتے۔

اس جنگ کی فتح کا سہرا بھی امیر المومنینؑ کے سر ہے بعد اس کے کہ آپ کے غیر اس میں خرابی اور فساد پیدا کر چکے تھے اور آپؑ مخصوص ہوئے نبی اکرمؐ کی طرف سے اس جنگ میں ایسے فضائل کی مدح کے ساتھ جن میں سے آپؑ کے غیر کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوا اور بہت سے اصحاب سیر نے ذکر کیا ہے کہ اسی جنگ میں نبی اکرمؐ پر والعدیات ضبحا کا سورہ نازل ہوا اور وہ اپنے ضمن میں اُن حالات کو لیے ہوئے ہے جو کارنامے امیر المومنینؑ نے اس جنگ میں انجام دیئے۔

غزوہ بنی مُصطَلِق

پھر آپ کی آزمائش بنی مصطلق کے ذریعہ ہوئی کہ جو علماء کے درمیان مشہور ہے اور اس میں بھی فتح آپ کو ہوئی بعد اس کے کہ اولاد عبدالمطلبؑ میں سے کچھ لوگ اس دن مصائب کا شکار ہوئے پس امیر المومنینؑ نے اس قوم کے دو مردوں کو قتل کیا جو کہ مالک اور اس کا بیٹا تھے اور نبی کریمؐ کو ان میں سے بہت سے قیدی ملے کہ جنہیں آپؐ نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور انہی قیدیوں میں جویریہ بنت حارث بن ابوضرار بھی تھیں بنی مصطلق کے دن مسلمانوں کا شعار تھا ''یا منصور امت'' اے منصور آگے بڑھو، جویرۃ کو امیر المومنینؑ نے قید کیا اور انہیں نبی کریمؐ کی خدمت میں لے آئے پس اس کا باپ آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا جب کہ باقی قوم اسلام لا چکی تھی اور عرض کیا اے اللہ کے

رسولؐ میری بیٹی کوقیدی نہ بنایا جائے کیونکہ وہ شریف اورعزّت دار عورت ہے، آپؐ نے فرمایا جاؤ اوراس کو اختیار دووہ کہنے لگا کہ آپؐ نے نیکی کی اوراچھا سلوک کیا اوراس کا باپ اس کے پاس گیا اوراس سے کہنے لگا کہ اے بیٹی اپنی قوم کورُسوا نہ کرنا وہ کہنے لگی کہ میں اللہ اوراس کے رسولؐ کوانتخاب کر چکی ہوں۔ تو اس کا باپ اس سے کہنے لگا خدا تیرا بُرا انجام کرے اوراس نے کردیا ہے پس رسول اللہؐ نے اسے آزاد کردیا اوراپنی ازواج میں داخل کرلیا۔

صلح حدیبیہ

پھر بنی مصطلق کے فوراً بعد ہی صلح حُدیبیہ ہوئی اوراس دن علم امیرالمومنینؑ کے پاس تھا جیسا کہ اس سے پہلی جنگوں میں بھی آپؐ کے پاس رہا تھا اوراس جنگ میں بھی آپ کی آزمائش (جب کہ قوم جنگ وجدّال کے لیے صف بستہ تھی) ایسی تھی جس کی خبر مشہور اوراس کا ذکر عام ہے اور یہ اس بیعت کے بعد کا واقع ہے کہ جو آپ نے اصحاب سے لی تھی اوراُن سے صبر کا وعدہ بھی لیا تھا امیرالمومنینؑ عورتوں سے رسولؐ اللہ کے لیے بیعت لے رہے تھے اوراس دن اُن سے بیعت کرنا یہ تھا کہ آپ نے عورتوں اوراپنے درمیان ایک کپڑا ڈالا تھا پھر اسے اپنے ہاتھ سے مَس کیا تو عورتوں کا نبیؐ کا بیعت کرنا یہ تھا کہ وہ اس کپڑے کو مس کرتی تھیں اور رسول اللہ، علیؑ والی طرف کے کپڑے کو مس کرتے تھے تو جب سہیل بن عمرو نے یہ عالم دیکھا کہ معاملہ ان کے خلاف جا رہا ہے تو نبی کریمؐ کی خدمت میں صلح کرنے کی گذارش کی، آپ پر وحی نازل ہوئی کہ صلح قبول کرلیں اورامیرالمومنینؑ کواس دن کا تب قراردیں اوروہی اپنی تحریر سے عقدِ صلح کے متولی اور ذمہ دار ٹھہریں تو نبی کریمؐ نے فرمایا، لکھو، اے علیؑ! بسم اللہ الرحمن الرحیم تو سہل کہنے لگا، اے محمد یہ تحریر ہمارے اور آپؐ کے درمیان ہورہی ہے تو اس کی ابتداء اس سے کرو جسے ہم پہچانتے ہیں اورلکھو باسمك اللّٰھم تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا، ہٹا دو جو لکھا ہے اور باسمك اللّٰھم (تیرے نام کے ساتھ اے اللہ) لکھو تو امیرالمومنینؑ نے عرض کیا اگر آپؐ کی اطاعت مقصود نہ ہوتی تو اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہ مٹاتا، پھر آپؐ نے اس کو مٹا کر باسمك اللّٰھم تحریر کیا تو آپؐ نے فرمایا لکھو یہ وہ ہے جس کا فیصلہ محمد رسول اللہؐ نے سہیل بن عمرو کے ساتھ کیا تو ہے تو سہیل بن عمرو کہنے لگا اگر میں اس کو قبول کرلوں جو تحریر میں ہمارے درمیان ہورہا ہے تو پھر تو میں نے آپ کی نبوت کا اقرار کرلیا پس برابر ہے کہ چاہے میں اپنے آپ پر اس سے راضی ہونے کی گواہی دُوں یا اپنی زبان سے اسے کہوں، اس نام کو مٹا دو اور لکھو یہ وہ ہے کہ جس پر فیصلہ کیا ہے محمد بن عبداللہ نے تو امیرالمومنینؑ نے فرمایا او ذلیل! خدا کی قسم یہ اللہ کے برحق رسولؐ ہیں تو سہیل کہنے لگا ان کا نام لکھو تا کہ شرط پوری ہو تو امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہلاکت ہو تیرے لے اے سہیل اپنا عناد چھوڑ دے تو نبی کریمؐ نے فرمایا مٹا دو اسے اے علیؑ، تو آپؐ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ، میرا ہاتھ نہیں چلتا کہ وہ آپ کا نام نبوت کے ساتھ سے مٹا دے، آپؐ

نے فرمایا میرا ہاتھ وہاں رکھ دو پس آپؑ نے ایسا کیا تو رسول اللہؐ نے اپنے ہاتھ سے اُسے مٹا دیا اور امیر المومنینؑ سے فرمایا عنقریب تمہیں بھی اسی قسم کی تحریر کی دعوت دی جائے گی اور تم باوجود دکھی ہونے کے اسے قبول کرو گے پھر امیر المومنین نے تحریر کو مکمل کیا اور جب صلح تمام ہوگئی تو رسول اللہؐ نے اپنی قربانی کا اونٹ وہیں نحر کیا اس جنگ کی تدبیر کا نظام امیر المومنینؑ کی ذات سے متعلق تھا اور جو کچھ اس میں ہوا تھا بیعت لینا لوگوں کو جنگ کے لیے صف بندی پھر صلح اور اس کی تحریر سب کچھ امیر المومنینؑ کے ذمہ تھا اور اس صلح سے جو اللہ نے اسباب پیدا کیے وہ تھا خونوں کا محفوظ رہنا اور اَمرِ اسلام کا صلاح پذیر ہونا لوگوں نے آپ کے لیے اس جنگ میں علاوہ ان چیزوں کے جو ہم نے ذکر کی ہیں دو اور فضلتیں روایت کی ہیں جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اور وہ بھی آپ کے عظیم فضائل و مناقب میں شامل ہیں روایت کی ہے ابراہیم بن عمر نے اپنے آدمیوں سے عبداللہ بن سلام کے غلام قائد کے حوالہ سے وہ کہتا ہے کہ جب کہ رسول اللہؐ عمرہ حُدیبیہ کے لیے نکلے تو جحفہ میں نزول اجلال فرمایا اور وہاں پانی موجود نہ پایا تو آپؐ نے پانی لانے والے جانوروں کے ساتھ سعد بن مالک کو بھیجا وہ تھوڑی دور جا کر پلٹ آیا انہی جانوروں کے ساتھ اور کہنے لگا اے اللہ کے رسولؐ میں جانے کی قدرت نہیں رکھتا کیونکہ میرے قدم دشمن کے خوف سے رک گئے ہیں تو نبی اکرمؐ نے اس سے فرمایا بیٹھ جاؤ پھر آپ نے ایک دوسرا شخص بھیجا وہ ان جانوروں کو لے کر گیا یہاں تک کہ جب اس جگہ پر پہنچا جہاں پہلا پہنچا تھا تو وہ بھی پلٹ آیا تو رسول اللہؐ نے اس سے فرمایا تو کیوں پلٹ آیا کہنے لگا اے اللہ کے رسولؐ قسم ہے اس کی جس نے آپؐ کو برحق نبی بنایا ہے ڈر کی وجہ سے مجھ میں طاقت نہیں رہی کہ جا سکتا پس رسول اللہؐ نے حضرت امیر المومنینؑ کو بلایا اور انہیں جانوروں کے ساتھ بھیجا اور ماشکی بھی ساتھ گئے اور انہیں اس میں شک ہی نہیں تھا کہ آنجنابؑ بھی واپس آ جائیں گے چونکہ وہ ان اشخاص کا واپس آنا دیکھ چکے تھے جو آپؐ سے پہلے گئے تھے لیکن حضرت علیؑ ان جانوروں کے ساتھ گئے یہاں تک کہ آپ سیاہ پتھروں والی جگہ میں پہنچے اور وہاں سے پانی لیا اور انہیں نبی کریمؐ کی خدمت میں لے آئے جب کہ وہ جانور تیز چل رہے تھے جب آپ بارگاہ رسالتؐ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے تکبیر کہی اور انہیں دعائے خیر سے نوازا۔

اور اسی جنگ میں سہیل بن عمرو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھا اور آپؐ سے کہنا لگا اے محمد ہمارے غلام آپ سے آ ملے ہیں انہیں ہماری طرف واپس کر دو تو رسولؐ کو غصہ آ گیا یہاں تک کہ غصے کے آثار آپ کے چہرے پر ظاہر ہوئے پھر آپؐ نے فرمایا اے گروہ قریش تم ان باتوں سے رک جاؤ ورنہ خدا تمہاری طرف ایک ایسے شخص کو بھیجے گا کہ جس کے دل کا وہ امتحان لے چکا ہے جو دین کی خلاف ورزی پر تمہاری گردنیں اڑا دے گا تو جو لوگ حاضر تھے ان میں سے کسی نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ کیا وہ شخص ابوبکر ہے فرمایا نہیں تو اس نے کہا پھر عمر ہے فرمایا نہیں لیکن وہ ہے جو حجرے کے اندر جوتے کو پیوند لگا رہا ہے پس لوگ جلدی سے حجرہ کی جانب گئے یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ مرد کون ہے پس وہ امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ تھے۔

اوراسی حدیث نبوی کوراویوں کی ایک جماعت نے خودامیرالمومنینؑ سے روایت کرتے ہوئے کیا کہ خود حضرت علی نے یہ سارا قصہ وواقعہ بیان کیا۔اور پھر کہا کہ میں نے رسول خدا کو کہتے سنا کہ جومجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے سمجھ لے کہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

جس جوتے کوحضرت علی درست کررہے تھے وہ نبی کریمؐ کا جوتا تھا تسمہ تھا جوٹوٹ گیا تھا آپ نے اس کی جگہ پررکھ کردرست کردیا۔

اسماعیل بن علی عمی نے نائل بن نجیع سے، اس نے عمرو بن شمر سے اس نے جابر بن یزید سے جس نے ابوجعفرمحمد بن علیؑ سے انہوں نے اپنے والد گرامیؑ سے روایت فرمائی کہ نبی کریمؐ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا تو آپ نے وہ جوتا حضرت علیؑ کودرست کرنے کے لیے دیا پھرآپ ایک جوتے کے ساتھ ایک یا دوقدم چلے اور اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اورفرمایا تم میں ایک شخص موجود ہے جوقرآن کی تاویل پر جنگ کرے گا جس طرح میری معیت میں نزول قرآن پر اس نے جنگ کی ہے۔

تو ابوبکر نے کہا میں وہ ہوں؟ اے اللہ کے رسولؐ فرمایا نہیں تو عمر نے کہا پھر میں وہ ہوں فرمایا نہیں، پس لوگ رک کرایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے تو رسولؐ نے فرمایا کہ وہ جوتے کو پیوند لگانے والا ہے اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے حضرت علی بن ابی طالبؑ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہے وہ جوتاویل پر جنگ کرے گا جب میری سنت کوچھوڑ دیا جائے گا اوراسے پھینک دیا جائے گا اورکتاب خدا میں تحریف کی جائے گی اوردین کے بارے میں وہ شخص گفتگو کرے گا جس کواس کا حق نہیں ہوگا توان سے علیؑ دین خدا کوزندہ رکھنے کے لیے جنگ کریں گے۔

جنگِ خیبر

پھر حدیبیہ کےفوراًبعد جنگ خیبر ہےاورکسی کوبھی اس میں شک نہیں کہ اسے امیرالمومنینؑ نے فتح کیا ہے اوراس جنگ میں آپ کوجوفضیلت حاصل ہوئی اس کی نقل پرتمام راویوں کا اجماع ہےاس جنگ میں کچھ مناقب میں آپؑ منفرد ہیں اوران میں سے آپؑ کا کوئی شریک نہیں پس یحییٰ بن محمد ازدی نے سعدہ بن یسعؔ اورعبداللہ بن عبدالرحیم سے اس ے عبدالملک بن ہشام، محمد بن اسحاق اور دیگر اصحاب آثار سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں جب رسول اللہؐ خیبر کےقریب پہنچے تو آپؐ نے لوگوں سے فرمایا کہ رک جاؤ پس رک گئے اورآپؐ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اورعرض کیا کہ

اللّٰھم رب السموات السبع و مآ اضللن ورب الارضین السبع
و ما اقللن و رب الشیاطین و ما اضللن اسئلك خیر ھذہ
القریة وخیر مافیھا واعوذبك من شرھا وشر ما فیھا

پھر وہیں ایک درخت کے نیچے نزول اجلال فرمایا پس آپؐ نے قیام فرمایا اور ہم نے بھی باقی دن وہیں قیام کیا اور دوسرے دن جب دوپہر ہوئی تو رسول اللہؐ کے منادی نے ندا دی تو ہم جمع ہو گئے آپؐ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا آپؐ نے فرمایا یہ شخص میرے پاس آیا ہے جب کہ میں سویا ہوا تھا اس نے میری تلوار نیام سے نکال لی اور کہنے لگا، اے محمدؐ! آج کون ہے جو آپؐ کی حفاظت کرے گا؟ میں ے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے میرا محافظ ہے تو اس نے تلوار اس کی نیام میں داخل کر دی اور بیٹھا ہوا ہے جس طرح تم اسے دیکھ رہے ہو کہ اب خاموش و بے حرکت ہے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ شاید اس کی عقل میں کوئی فتور ہے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اچھا اسے چھوڑ دو اور جانے دیا اور اس کا تعاقب نہ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس اور کچھ راتیں خیبر کا محاصرہ کیا۔ آپ کا علم (جھنڈا) ان دونوں بھی امیرالمومنینؑ کے پاس رہا آشوب چشم نے آپؑ کو جنگ سے روکا ہوا تھا۔ مسلمانوں کی یہودیوں سے قلعوں کے سامنے اور اطراف میں جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔

ایک دن انہوں (یہود) نے قلعہ کا دروازہ کھولا اور وہ اس وقت اپنے گرد خندق کھود چکے تھے۔ مرحب پیادہ نکلا اور جنگ کے لیے للکارنے اور اشتعال دلانے لگا۔ نبی کریمؐ نے ابوبکر کو بلا کر فرمایا علم پکڑ (اور جاؤ) اس نے علم لیا اور مسلمان مہاجرین کی جمعیت میں آگے بڑھا۔ کوشش کی لیکن کچھ نہ کر سکا اور لوٹ آیا ایسی حالت میں کہ وہ اپنے ساتھ جانے والے لشکر کو ملامت کرتا تھا اور ساتھ جانے والے اسے طعنے دیتے تھے۔ جب دوسرا دن ہوا تو عمر نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ علم وساتھی لیکر تھوڑی دور گیا اور پلٹ آیا آ کر وہ اپنے ساتھیوں کو اور ساتھی عمر کو بزدل کہہ رہے تھے۔ نبی کریم نے فرمایا جھنڈا (علم) ان کے لائق ہی نہیں جنہوں نے اسے اٹھایا۔ علی ابن ابی طالبؑ کو میرے پاس لاؤ۔ عرض کیا گیا ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ فرمایا مجھے لا کر دکھاؤ۔ وہ ایک ایسا مرد ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اسے چاہتے ہیں وہ جھنڈے کو یوں پکڑے گا جیسے جھنڈا پکڑنے کا حق ہے بھاگنے والا نہیں۔

پس لوگ حضرت علیؑ کو لے کر نبی کریمؐ کی خدمت میں پہنچانے لگے۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا اے علی کیا شکایت ہے؟ جواب دیا آشوب چشم ہے جس کی وجہ سے میں دیکھ نہیں سکتا اور سر درد بھی ہے فرمایا۔ بیٹھو! اپنا سر میری گود میں رکھو۔ علیؑ نے تعمیل حکم کی۔ آپؐ نے دعا مانگی اور لعاب دھن انگلی سے آپ کی آنکھوں اور سر کو لگایا جس سے آنکھیں کھل گئیں سر درد جاتا رہا۔ آپؐ نے دعا میں کہا "اللّٰھم قه الحر و البرد خدایا اسے گرمی وسردی سے محفوظ رکھ"۔

پھر آپ کو سفید رنگ کا جھنڈا (علم) دیا اور ارشاد فرمایا علم پکڑ و اور جاؤ جبریل تمہارے ساتھ نصرت و مدد تمہارے آگے آگے اور تمہارا رعب و دبدبہ (دشمن قوم کے سینوں میں بکھرا ہوا ہے اور اے علیؑ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہوا پایا ہے کہ جوان کو ہلاک کرے گا اس کا نام ایلیا ہے پس جب ان سے ملاقات کرو تو کہو کہ میں علیؑ ہوں پس وہ

انشاءاللہ بے یارومددگار ہو جائیں گے امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ میں وہ علم لے کر گیا یہاں تک کہ میں ان کے قلعہ کے پاس آیا اور مرحب قلعہ سے باہر نکلا اور اس پر خود اور ایک پتھر تھا جس کو اس نے سوراخ کیا ہوا تھا اور وہ خود کی طرح اس کے سَر پر تھا۔

اور وہ رجز پڑھ رہا تھا:۔

قد علمت خیبر انی مرحب
شاکی السلاح بطل مجرّب

''خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں مکمل ہتھیاروں والا تجربہ کار بہادر ہوں''

تو میں نے کہا:

انا الذی سمتنی امی حیدرۃ
کلیث غابات شدید قسورۃ
اکیلکم بالسیف کیل السندرۃ

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے مثل جنگل کے شیر کے ہوں سخت بہادر اور میں تلوار سے تمہارا ناپ تول کروں گا جیسے بڑا پیمانہ کرتا ہے، ضربوں کا تبادلہ ہوا تو میں نے جلدی سے ایک ایسی ضرب لگائی کہ جس نے پتھر اور خود اور اس کے سر کو ڈاڑھوں تک چیر دیا پس وہ چاروں شانے چت گرا۔

حدیث میں ہے کہ جب امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ میں علی بن ابی طالبؑ ہوں تو ان کے ایک عالم نے کہا جو کچھ موسیٰ پر نازل ہوا اس کی قسم تم مغلوب ہوئے پس ان کے دلوں میں ایسا رعب طاری ہوا کہ جس کے ساتھ پھر وہ ٹک نہ سکے اور جب آپؑ نے مرحب کو قتل کر دیا تو جو لوگ اس کے ساتھ آئے تھے وہ بھی واپس چلے گئے اور انہوں نے آپ کے سامنے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا پس امیرالمومنینؑ دروازے کی طرف گئے اور ہنرمندی سے اس کو کھول دیا اور اکثر لوگ خندق کے کنارے کھڑے تھے اور انہوں نے خندق پار نہیں کی تھی تو امیرالمومنینؑ نے قلعہ کا دروازہ اٹھایا اور اس کو خندق پر بطور پل رکھ دیا یہاں تک کہ لوگوں نے خندق کو پار کیا اور قلعہ کو انہوں نے فتح کر لیا اور مال غنیمت حاصل کیا اور جب وہ قلعہ سے واپس لوٹ گئے تو دروازے کو آپؑ نے دائیں ہاتھ سے پکڑا اور زمین پر کئی ہاتھ دُور اسے پھینک دیا حالانکہ اس دروازے کو بیس آدمی بند کیا کرتے تھے جب امیرالمومنینؑ نے قلعہ فتح کر لیا مرحب کو قتل کر دیا اور مسلمانوں کو اللہ نے یہودیوں کا مال غنیمت دے دیا تو حسان بن ثابتؓ انصاری نے رسول اللہؐ سے اجازت چاہی کہ وہ آپ کی شان میں کچھ اشعار کہے، آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا کہ کہو، راوی

کہتا ہے کہ پس حسانؓ نے یہ اشعار انشاء کر کے کہے۔

وكان على ارمد العين يبتغي
دوآء فلما لم يحس مداويا
شفاهُ رسول الله منه بتفلة
فيورك مرقيا و بورك راقيا
وقآل ساعطى الراية اليوم صارما
كميآ محبآ لِلرَّسول رضی اللہ عنہما مواليا
يحب الهى والا له يُحبه
به يفتح الله الحصون الاوائيا
فاصفى به دون البرية كلكها
عليا و سماه الوزير المواخيا

''اور علیؑ کی آنکھوں میں تکلیف تھی اور وہ دوا چاہتے تھے اور جب انہیں معالج نہ ملا تو رسولؐ کے لعاب دہن نے انہیں شفا بخشی پس برکت ہے اس کے لیے جس کا علاج ہوا اور جس نے علاج کیا اور فرمایا عنقریب علم آج کے دن اس بہادر کو دوں گا جو رسولؐ سے وِلاء و محبت رکھتا ہے وہ میرے اللہ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اس سے محبت رکھتا ہے اور خُدا اس کے ذریعہ سخت قلعوں کو فتح کرے گا پس ساری مخلوق میں سے علیؑ کو اس کے لیے چنا اور اسے وزیر اور بھائی قرار دیا۔''

اصحاب آثار نے حسن بن صالح سے اس نے ابو اسحاق سے اس نے ابن ابو عبداللہ جدلی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امیر المومنینؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب میں نے خیبر کا دَروازہ کھولا تو اس کو ڈھال قرار دیا اور اس کے ساتھ میں نے ان کے ساتھ جنگ کی اور جب اللہ نے انہیں مغلوب ذلیل وخوار کر دیا تو میں نے دروازہ ان کے قلعہ میں بطور راستہ کے رکھ دیا پھر اسے ان کی خندق میں پھینک دیا تو ایک شخص کہنے لگا آپؑ کو تو اس کا بوجھ بہت محسوس ہوا ہو گا فرمایا وہ تو میرے ڈھال کی طرح تھا جو اور مقامات پر میری ہاتھ میں ہوتی ہے اور سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ مسلمان جب خیبر سے واپس لوٹے تو انہوں نے دروازے کو اٹھانا چاہا تو اس کو زمین سے نہ اٹھا سکے مگر ستر مرد اور امیر المومنینؑ کے باب خیبر کو اٹھانے کے متعلق شاعر کہتا ہے کہ

ان امرء حمل الرتاج بغیبر
یوم الیھود بقدرۃ لمئوید
حمل الرتاج ر تاج باب قمو صھا
والمسلمون و اھل خیبر حُشّدً
فرمی بہ ولقد تکلف ردہ
سبعون کلھم لہ یتشدد
رد و ہ بعد کلف و مشقۃ
و مقال بعضھم لبعض ار د دوا

''وہ شخص کہ جس نے خیبر میں یہود کی جنگ کے موقعہ پر دروازے کا طاق اٹھایا وہ قدرت الٰہی سے موید تھا، قموص کے دروازے کا طاق اس نے اٹھایا اور مسلمان اور اہل خیبر وہاں موجود تھے پھر اس کو پھینک دیا جس دروازہ کے الٹنے کا تکلف سختی سے ستر آدمیوں نے کیا تو تکلف ومشقت کے بعد اسے پلٹا سکے اور وہ ایک دوسرے سے (زور لگاتے ہوئے) کہتے تھے، کہ اسے اُلٹا دو۔ الٹا دو''

اسی سلسلہ میں ایک شیعہ شاعر امیر المومنینؑ کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے اور آپؑ کے دشمنوں کی ہجو کرتا ہے جیسا کہ روایت کی ہے ابو محمد حسن بن محمدؒ بن جمہورؒ نے اور وہ کہتا ہے میں نے اسے ابوعثمان مازنی کے سامنے پڑھا،

بعث النبی برایۃ منصورۃ
عمر بن حنتمۃ اللادم الادلما
فمضی بہآ حتی اذا برزو الہ
دون القموص ثنی و ھاب و أجما
فاتی النبی برایۃ مردودۃ
ألّا تخوف عارھا فتذ مما
فبکی النبی لہ و انبّہ بہا
و دعی امرء حسن البصیرہ مقدما

فغدا بهافی فیلق و دعا له
آلّا یصدّبها و الا یهز ما
فروی الیهود الی القموص و قد کسا
کبش الکتیبه ذاغرار مخدّما
وثنی بناس بعد هم فقرا هم
طلس الذّباب و کل نسر قشعما
ساط الا له یحبّ آل محمد رضی اللہ عنہا
و بحبّ من والا هم منّی الدّما

''نبی کریمؐ نے عمرو بن حنتمہ گہرے سیاہ فام کو ایسا علم دے کر بھیجا جو اپنے دامن میں مدد و نصرت لے ہوئے تھا۔ وہ اس پرچم کو لے چلا لیکن قلعہ قموص کے سامنے یہودی جب مقابلہ کے لیے نکلے تو مڑا ذرا اور پلٹ آیا۔ وہ نبی کریمؐ کے پاس رَوشُدہ پرچم لایا اسے اس سے ذرا برابر ننگ و عار کا خوف نہیں کہ ندامت و مذمت محسوس کرتا۔''

نبی خدا رو پڑے اس سے آپ کو اذیت ہوئی پھر آپ نے اچھی بصیرت کے مالک اور آگے بڑھنے والے جوان کو بلایا۔

وہ صبح کو جھنڈا لے کر ایک عظیم لشکر کے ساتھ چلا اور حضورؐ نے اس کے حق میں دعا کی کہ اسے کسی دشواری اور شکست کا سامنا نہ ہو۔

اس نے یہودیوں کو قلعہ قموص میں اکٹھا کر دیا اور ان کے سردار لشکر کو تیز دھار تلوار کا لباس پہنایا۔

وہ لوگوں کے ساتھ مڑا ان کے بعد اور چرند پرند کو ان کی مہمانی دی۔ خدایا میرے خون میں آلِ محمدؐ کی محبت اور ان کے چاہنے والوں کی محبت کی آمیزش کر دے۔

فتح مکہ

پھر جنگ خیبر کے بعد بھی کچھ جنگیں ہوئیں لیکن وہ گذشتہ جنگوں کی جگہ نہیں لیتیں کہ ہم ان کو ذکر کریں ان

میں سے اکثر ایسی ہیں جن میں حضورؐ نے کسی کو بھیجا اور خود آپ اس میں تشریف نہیں لے گئے اور نہ ان میں وہ اہتمام تھا جو گذشتہ جنگوں میں تھا دشمن کی کمزوری اور مسلمانوں کے ایک دوسرے سے مستغنی ہونے کی وجہ سے لہذا ہم نے ان کو شمار کرنے سے اعراض کیا ہے اگر چہ ان سب میں بھی قولی یا عملی طور پر امیر المومنینؑ کا کافی حصہ ہے پھر فتح مکہ ہوئی کہ جس سے اسلام مستحکم ہوا اور دین کو قدرت طاقت حاصل ہوئی اللہ نے اُس فتح سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان کیا اور اس کا وعدہ پہلے ہو چکا تھا خدا کے اس ارشاد میں:

"اذا جاء نصر الله و الفتح ورايت الناس يد خلون فى دين الله افواجا"

''اور جب اللہ کی نصرت وفتح آجائے اور لوگوں کو دیکھو کہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں'' اور خدا کے اس قول میں جو اس سے طویل مُدّت پہلے آچکا تھا۔

"لتد خلن المسجد الحرام انشاء الله امين محلقين رؤ وسكم و مقصرين لا تخافون"

انشاء اللہ ضرور تم مسجد الحرام میں داخل ہو گے امن کے ساتھ اپنے سر منڈواتے ہوئے اور تقصیر کرکے تمہیں خوف نہیں ہوگا۔

آنکھیں اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور اس کی طرف گردنیں لمبی ہوتی تھیں رسول اللہؐ نے اس میں تدبیر کی تھی کہ آپ کا مکہ کی طرف جانا پوشیدہ رہے اور اہل مکہ سے آپ کے اصل مقصد کو مستور رکھا جائے اللہ سے آپ نے عرض کیا کہ آپ کی خبر اہل مکہ پر دیر بعد کھلے، یہاں تک کہ آپ اچانک اس میں داخل ہو جائیں اور اس راز کے قابل اعتماد امین کہ جن کے سپرد کیا گیا تھا پوری جماعت میں سے امیر المومنینؑ علیؑ بن ابی طالبؑ تھے۔ امیر المومنینؑ، رسول اللہؐ کی اس رائے میں شریک وشامل تھے پھر آپ نے یہ راز ایک جماعت تک بعد میں پہنچایا اور بعض حالات میں تو ایسا اہتمام کیا کہ امیر المومنینؑ فضیلت میں بھی ان تمام سے منفرد تھے کہ جس میں لوگوں میں سے کوئی بھی آپؑ کا شریک نہ تھا ان میں سے ایک یہ تھا کہ جب حاطب بن ابو بلتعہ نے اہل مکہ کی طرف خط لکھا (اور وہ اہل مکہ میں سے تھا اور جنگ بدر میں رسول اللہؐ کی معیت میں تھا) اور انہیں رسول اللہؐ کے اس راز کی خبر دی کہ آپؐ ان کی طرف آنے والے ہیں، تو رسول اللہؐ کے پاس وحی آئی اس کے متعلق جو اس نے کیا تھا یہ کہ حاطب اس قوم کی طرف خط بھیج چکا ہے تو اس کی تلافی رسول اللہؐ نے امیر المومنینؑ کے ذریعہ کی اور اگر امیر المومنینؑ کے ذریعہ اس کی تلافی نہ ہوتی تو وہ ساری تدبیر فاسد ہو جاتی کہ جس میں مسلمانوں کی نصرت وکامیابی تھی اور اس واقعہ

کی خبر پہلے گزر چکی ہے لہذا ہمیں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

جب ابوسفیان مدینہ میں اس عہدو پیمان کی تجدید کرنے کے لیے آیا جو رسول اللہؐ اور قریش کے درمیان تھا جب بنی بکر کی طرف سے خزاعۃ کے ساتھ زیادتی ہوئی اور بنی بکر نے اس کے کچھ افراد قتل کردیئے تو ابوسفیان نے چاہا کہ وہ تلافی کرے اس کی جو قوم سے زیادتی ہوئی اور وا اور اسے ڈر تھا کہ رسول اللہ خزاعہ کی مدد کریں گے اور وہ ڈرا اس سے جو یوم فتح ان پر وارد ہوا تو وہ نبی اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور آپؐ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا پس وہ آپؐ سے اٹھ کر ابوبکر کے پاس گیا اور اس سے پلٹ گیا اور اس کو گمان تھا کہ وہ نبی کریمؐ سے جو اس کا مقصد ہے اس تک پہنچا دے گا اور اس سے سوال کیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرے ابوبکر کہنے لگا میں یہ نہیں کرسکتا کیونکہ ابوبکر جانتا تھا کہ میرا سوال کرنا اس سلسلہ میں اسے فائدہ نہیں دے سکتا۔ پھر ابوسفیان نے عمر کے متعلق بھی وہی گمان کیا جو بوبکر کے متعلق کیا تھا، اور اس سے گفتگو کی تو اس نے اسے سختی اور بداخلاقی سے ردّ کردیا اور قریب تھا کہ وہ نبی کریمؐ کی رائے کو فاسد کردے پس ابوسفیان جناب امیرالمومنینؑ کے گھر کی طرف آیا اجازت چاہی تو اس کو آپؑ نے اجازت دی اور گھر میں جناب فاطمہؑ اور حسنؑ وحسینؑ موجود تھے پس ابوسفیان کہنے لگا۔ اے علی یقینا آپ سے میری زیادہ قرابت و رشتہ داری ہے۔ میں آپ کے پاس آیا ہوں اب میں جیسے آیا ویسے ہی ناکام نہ جاؤں آپ میرے اس مقصد میں میری سفارش رسول اللہؐ سے کریں۔

جس کے لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تو آپ نے فرمایا افسوس تجھ پر اے ابوسفیان، رسول اللہؐ ایک چیز کا عزم و ارادہ کر چکے ہیں ہم میں قدرت نہیں کہ اس میں ہم آپ سے گفتگو کریں پس ابوسفیان جناب فاطمہؑ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا اے دختر محمدؐ کیا آپ سے ہوسکتا ہے کہ آپ اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کے درمیان پناہ گاہ بنیں اور وہ رہتی دنیا تک عرب کے سردار ہوجائیں تو آپؑ نے فرمایا میرے بیٹے اس حد کو نہیں پہنچے کہ وہ لوگوں کی پناہ بن سکیں اور کوئی بھی کسی کو رسول اللہؐ کے خلاف پناہ نہیں دے سکتا پس ابوسفیان حیران و پریشان اور بے بس ہوگیا پھر وہ امیرالمومنینؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا اے ابوالحسنؑ میں سمجھتا ہوں کہ معاملات مجھ پر مشتبہ ہو چکے ہیں پس مجھے مخلصانہ رائے دیجئے تو اس سے امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ مجھے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جو تجھے بے پرواہ کرسکے لیکن تو بنی کنانہ کا سردار ہے پس تو کھڑا ہوجا اور لوگوں کو پناہ دے پھر اپنے علاقے میں چلا جا تو وہ کہنے لگا آپ سمجھے ہیں کہ یہ چیز مجھے مستغنی کردے گی آپؑ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم مجھے اس کا گمان نہیں لیکن میں تیرے لیے اس کے علاوہ کچھ نہیں پاتا تو ابوسفیان مسجد میں جا کر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا اے لوگو میں نے لوگوں کو پناہ دی ہے پھر اپنے اونٹ پر سوار ہو کر چلا گیا اور جب قریش کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا کیا کر آئے ہو؟

وہ کہنے لگا میں محمدؐ کے پاس گیا اور اُن سے بات چیت کی خدا کی قسم اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا پھر ابو قحافہ کے بیٹے کے پاس گیا تو اس میں کوئی اچھائی نظر نہ پائی پھر خطاب کے بیٹے سے ملا اسے سخت مزاج اور بداخلاق پایا اس میں بھی کوئی اچھائی نہیں تھی پھر میں علیؑ کے پاس گیا پس اسے ساری قوم سے زیادہ نرم مزاج پایا اور اس نے مجھے ایک چیز کا مشورہ دیا تو میں نے وہ کام کیا لیکن خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ وہ مجھے فائدہ دے گا یا نہیں وہ کہنے لگے علیؑ نے تجھے کیا کہا کہنے لگا اس نے مجھے حکم دیا کہ میں لوگوں کو پناہ دُوں پس میں نے ایسا کیا انہوں نے کہا کیا محمدؐ نے اس کی اجازت دی؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں تو وہ کہنے لگے تیرے لیے ہلاکت ہو، خدا کی قسم اس شخص نے تجھے کچھ نہیں دیا سوائے اس کے کہ وہ تجھ سے کھیل کھیلا ہے پس اس نے ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا تو ابوسفیان کہنے لگا نہیں خدا کی قسم اس کے علاوہ میرے لیے کوئی چارہ نہیں تھا اور جو کچھ امیرالمومنینؑ نے ابوسفیان کے ساتھ کیا تھا اس میں مسلمانوں کے تمام امور کے متعلق زیادہ درست رائے تھی اور صحیح ترین تدبیر تھی اور اس سے رسول اللہؐ کے لیے دشمن سے تمام مقصد پورا ہوا، کیا دیکھتے نہیں کہ آپؑ نے ابوسفیان سے اُس وقت سچی بات کہی پھر اس سے کچھ نرمی بھی کی یہاں تک کہ وہ مدینہ سے چلا گیا اور وہ گمان کرتا تھا کہ اسے کچھ فائدہ ہوا ہے تو اس حالت میں اس کے چلے جانے سے اس کی مکاری کا مواد ختم ہو گیا کہ جس سے وہ رسول اللہ کے معاملہ کو خراب کرنا چاہتا تھا اور یہ اس طرح کہ اگر وہ مایوس ہو کر جاتا جس طرح اسے پہلے دو اشخاص نے مایوس کیا تھا تو قوم آنحضرتؐ سے جنگ کرنے میں کوئی نئی رائے قائم کر لیتی اور آپ سے بچاؤ کی طرف جو پہلے ان کے دلوں میں نہ آئی تھی علاوہ ابوسفیان کے ان کی طرف آنے کے جو کچھ وہ لیکر آیا تھا کیونکہ وہ مدینہ میں جو مقیم ہوا تھا تو یہ اس کی مکاری تھی اپنے مقصد کی نبی کریمؐ کے پاس کسی کی سفارش کرا کے پورا کرنے کی پس اس لیے کوئی نئی پیچیدگی پیدا ہو جاتی جو نبی کریمؐ کو قریش کا ارادہ کرنے سے روکتی یا آپؐ کو تاخیر میں ڈال دیتی کہ جس سے مقصد فوت ہو جاتا اور اللہ کی توفیق امیرالمومنینؑ کی رائے کے شامل حال تھی جو آپ نے اس معاملہ کی تدبیر ابوسفیان کے ساتھ کی تھی یہاں تک کہ نبی اکرمؐ کے لیے فتح مکہ کا معاملہ جس طرح آپ چاہتے تھے، منظم اور درست ہو گیا۔

اور جب رسول اللہؐ نے سعد بن عبادہ کو حکم دیا کہ وہ علم لے کر مکہ میں داخل ہو تو اس نے قوم قریش پر سختی کا اظہار کیا اور جو کچھ اس کے دل میں ان کے خلاف غصہ تھا اس کو ظاہر کر دیا اور وہ یہ کہتے ہوئے مکہ میں داخل ہوا آج تو قتل اور اہل حرم کے قید ہونے کا دن ہے حضرت عباس نے یہ سن لیا اور نبی کریمؐ سے ذکر کیا کہ آپؐ نے نہیں سُنا اے اللہ کے رسولؐ جو کچھ سعد بن عبادہ کہہ رہا ہے میں مامون نہیں ہوں، وہ قریش پر حملہ نہ کر بیٹھے تو نبی کریمؐ نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا اے علیؑ سعد کے پاس پہنچو اور علم اس سے لے لو اور علم کو لے کر مکہ میں داخل ہو جاؤ پس امیرالمومنینؑ اس کے پاس گئے اور علم اس سے لے لیا اور سعد آپ کے اس سے علم لینے میں مانع نہ ہوا اور اس معاملہ میں جو سعد سے زیادتی ہوئی اس کی تلافی امیرالمومنین کی وجہ سے ہوئی اور رسول اللہؐ نے مہاجرین اور

انصار میں سوائے امیرالمومنینؑ کے کسی کو اس لائق نہ سمجھا کہ وہ جا کر انصار کے سردار سے علم لیتا اور اگر حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی اس کا قصد کرتا تو سعد علم دینے سے انکار کر دیتا اور اس کے انکار سے تدبیر فاسد ہو جاتی اور انصار و مہاجرین میں اختلاف ہو جاتا کیونکہ سعد سوائے نبی کریمؐ کے کسی ایک مسلمان یا باقی لوگوں کے سامنے جھکنے کے لیے تیار اور یہ بھی درست نہیں تھا کہ حضورؐ خود جا کر اس سے علم لیتے لہٰذا یہ کام آپؑ نے اس کے سپرد کیا جو آپ کا قائم مقام اور آپ سے جدا نہیں تھا اور جو دین اسلام کا اقرار کرتا ہے وہ اپنے کو حضرت علیؑ کی اطاعت سے بالا نہیں سمجھتا اور نہ ہی آپؑ کو رتبہ میں کم سمجھتا ہے۔

اس واقعہ میں حضرت علیؑ کے لیے وہ مقام فضیلت ہے جس میں آپ کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی کوئی برابری کرنے والا ہے۔ اللہ اور رسول اللہؐ کا امیرالمومنینؑ کو ہی بھیجنے میں مصلحت جاننا یہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت علی بڑے بڑے کاموں کے لیے منتخب ہیں بعینہٖ جیسے جن کو نبوت کے لیے منتخب کر کے معبوث کرنے میں کمال مصلحت تھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ تمام مخلوق میں سے افضل ہیں (نبی کریمؐ کے بعد)۔

رسول اللہؐ نے مسلمانوں سے مکہ کی طرف جاتے ہوئے یہ عہد لیا تھا کہ جب تک ان سے کوئی نہ لڑے وہ کسی کو قتل نہ کریں اور جو کعبہ کے پردوں کے ساتھ لپٹ جائے وہ مامون ہے سوائے چند افراد کے کہ جو آنحضرتؐ کو اذیت و تکلیف دیا کرتے تھے کہ جن میں مقیس بن سابہ ابن خطل ابن ابوسرح اور دو کنیزیں (جو رسول اللہؐ کی ہجو اور اہل بدر کا مرثیہ گاتی تھیں) شامل تھیں پس امیرالمومنینؑ نے ایک کنیز کو قتل کر دیا اور دوسری نکل گئی اور بعد میں اس کے لیے امان طلب کر لی گئی اور اسے عمر بن خطاب کی حکومت کے زمانہ میں وادی ابطح میں ایک گھوڑے نے مارا اور وہ مر گئی امیرالمومنینؑ نے جویرث بن نفیل بن کعب کو بھی قتل کر دیا وہ بھی آنحضرتؐ کو مکہ میں اذیت دیتا تھا حضرت علیؑ کو پتہ چلا کہ آپؑ کی ہمشیرہ اُم ہانی نے بنی مخزوم کے کچھ لوگوں کو پناہ دے رکھی ہے کہ جن میں حارثؔ بن ہشامؔ، قیسؔ بن سائب بھی شامل تھے پس آپؑ نے اپنی ہمیشرہ کے گھر کا رُخ کیا جب کہ آپؑ نے اپنے جسم کو لوہے سے چھپایا ہوا تھا تو آپؑ نے فرمایا، باہر نکالو ان لوگوں کو کہ جن کو تم نے پناہ دے رکھی ہے راوی کہتا ہے کہ خوف کے مارے ان کے پائخانے نکل رہے تھے جیسے کبوتر بیٹ کرتے ہیں پس آپؑ کی طرف اُم ہانی نکلیں اور وہ آپؑ کو پہچان نہیں رہیں تھیں اور کہنے لگیں اے اللہ کے بندے میں اُم ہانی رسول اللہؐ کے چچا زاد علی بن ابی طالبؑ کی بہن ہوں میرے گھر سے واپس چلے جاؤ امیرالمومنینؑ نے فرمایا ان لوگو کو باہر نکالو وہ کہنے لگیں میں رسول اللہؐ سے تمہاری شکایت کروں گی تو آپؑ نے سر سے خود اتار دیا اُم ہانی نے انہیں پہچان لیا اور تیزی سے دوڑ کر آپؑ سے لپٹ گئیں اور عرض کیا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ آپؑ کی شکایت رسول اللہؐ سے کروں گی آپؑ نے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی قسم پوری کرو آپؑ وادی کے اُوپر والی طرف ہیں پس ام ہانی کہتی ہیں میں نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضورؐ ایک خیمہ میں غسل فرما رہے تھے اور جناب فاطمہؑ ان کے لیے پردہ بنائے ہوئے تھیں جب حضورؐ نے نے

میری گفتگو سنی تو فرمایا ام ہانی کے لیے مرحبا ہے اور اھلاً و سھلاً، میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان میں آج آپؐ سے شکایت کرتی ہوں اس کی کہ جو کچھ مجھے علیؑ بن ابی طالبؑ سے تکلیف ہوئی ہے تو آپؐ نے فرمایا میں نے انہیں پناہ دی جنہیں تو نے پناہ دی پس جناب فاطمہؑ نے فرمایا اے اُم ہانی آپ علیؑ کی شکایت کرنے آئی ہیں اس بات میں کہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کے دشمنوں کو ڈرایا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ خدا علیؑ کی کوششوں کا قدردان ہے میں نے پناہ دی ان کو کہ جنہیں ام ہانی نے پناہ دی اس قدر منزلت کی وجہ سے جو اُم ہانی کو جواہر علیؑ ہونے کیوجہ سے ملی ہے جب رسول اللہؐ مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں آپؐ نے تین سو ساٹھ بت دیکھے کہ جن میں سے بعض بعض کے ساتھ قلعی کے ذریعہ مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے پس آپؐ نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا اے علیؑ مجھے مٹھی بھر کنکریاں دو، تو امیرالمومنینؑ نے انہیں کنکر دیئے آپؐ نے وہ بتوں پر پھینکے اور فرمایا،

"وقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا"

''اور کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ کھڑا ہوا اور باطل بھاگنے ہی والا ہے''

اور کوئی بت ایسا نہ تھا جو منہ کے بل نہ گر پڑا ہو پھر حکم دیا اور انہیں مسجد سے باہر نکال دیا گیا اور انہیں پھینکا اور توڑا گیا۔

جو کچھ ہم نے مکہ میں امیرالمومنینؑ کے کارناموں میں سے ذکر کیا ہے کہ کچھ لوگوں کو آپؑ نے قتل کیا کچھ لوگوں کو ڈرایا اور رسول اللہؐ کی خانہ کعبہ کو بتوں سے صاف پاک کرنے میں مدد کی اور اللہ کے معاملہ میں آپؑ کی سختی اور اللہ کی اطاعت میں رشتہ داری کی پرواہ نہ کرنا یہ سب سے بڑی دلیل ہے کہ آپؑ فضیلت کے اس مقام پر فائز تھے کہ جس میں کسی اور کا کوئی حصہ نہیں جیسا کہ ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔

پھر فتح مکہ کے ساتھ ہی رسول اللہؐ کے خالد بن ولید کو بنی حذیمہ یا بن عامر کی طرف بھیجنے کا معاملہ پیش آیا اور وہ مقام غمیصاء میں تھے تا کہ انہیں اللہ کی طرف دعوت دے۔

رسول خداؐ نے خالد بن ولید کو فقط اس تنازع کی وجہ سے بھیجا جو ان کے اور خالد کے مابین تھا اور وہ یہ تھا کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بنی مغیرہ کی عورتوں کو پکڑ لیا تھا اور خالد بن ولید کے چچا فاکہ بن مغیرہ کو مار دیا تھا اور عبدالرحمن کے باپ عوف کو بھی قتل کر دیا تھا۔ تو نبی کریمؐ نے اسے اسی لیے بھیجا تھا اور عبدالرحمن کو بھی اس ناپسند واقعہ کی بنا پر ہمراہ بھیجا تھا جو ان کے اور عبدالرحمن کے درمیان تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپؐ خالد کو مسلمانوں پر امیر ہونے کا اہل نہ سمجھتے اور پھر اس کا معاملہ اسی طرح ہوا جس طرح ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اس میں اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے عہد و پیمان کی مخالفت کی جاہلیت کے طریقہ پر عمل کیا اور حکم اسلام کو پس پشت ڈال دیا پس رسول اللہؐ نے اس کے کام سے اظہار بیزاری فرمایا اور اس کی زیادتی کی تلافی امیرالمومنینؑ کے ذریعہ کی اور اس کو شرح و بسط سے ہم ذکر کر چکے ہیں اور اب اس جگہ اس کے تکرار کی ضرورت نہیں۔

جنگِ حنین

پھر جنگ حنین تھی کہ جس میں آپ نے کثرت جمعیت کا مظاہرہ کیا اور آپ اس قوم کی طرف دس ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر نکلے پس اکثر مسلمانوں نے یہ گمان کیا کہ اب ہم مغلوب نہیں ہو سکتے جب انہوں نے اپنی جماعت اور ان کی تعداد کی زیادتی اور ان کے ہتھیاروں کو دیکھا اور اس دن ابوبکر صاحب کثرت لشکر پر اترایا اور کہنے لگا کہ آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتے لیکن معاملہ ان کے گمان کے خلاف نکلا پس انہیں ابوبکر کی نظر بد لگ گئی اور جب کفار سے ان کا سامنا ہوا تو وہ نہ ٹھہر سکے اور سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے اور رسول اللہؐ کے پاس سوائے دس افراد کے کوئی بھی باقی نہ رہا اور ان میں سے بھی خاص طور پر نو بنی ہاشم تھے اور دسواں ایمن ام ایمن کا بیٹا تھا پس ایمن رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گیا اور نو، بنی ہاشم ثابت قدم رہے یہاں تک کہ رسول اللہؐ کی طرف پلٹ آئے وہ لوگ جو بھاگ گئے تھے پس تھوڑے تھوڑے ہو کر آ ملے اور انہیں مشرکین پر غلبہ حاصل ہوا اور اسی سلسلہ میں اور ابوبکر کے کثرت جمعیت پر اترانے میں خداوند عالم نے فرمایا۔

"ویوم حنین اذأ عجبتکم کثر تکم فلم تغن عنکم شیئاً وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینۃ علی رسولہ و علی المئومنین (قرآن حکیم)

''اور حنین کے دن جب تمہیں تمہاری کثرت بھلی معلوم ہوئی پس وہ تمہیں کسی چیز سے مستغنی نہ کر سکی، اور زمین وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پشت پھیر کر مڑے پھر اللہ نے سکینہ (وقار) اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین پر نازل کیا''

یعنی امیرالمومنینؑ علیؑ اور بنی ہاشم میں سے جو آپؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے وہ اس دن آٹھ افراد تھے اور ان کے نویں امیرالمومنینؑ تھے عباس بن عبدالمطلبؓ آپ کے دائیں طرف تھے اور فضل بن عباسؓ آپ کے بائیں طرف اور ابوسفیان بن حارث (بن عبدالمطلبؓ) آپؐ کے دُلدل کی زین کو پیچھے سے پکڑے ہوئے تھے اور امیرالمومنینؑ آپؐ کے آگے آگے تلوار لیے ہوئے تھے اور نوفل بن حارث اور ربیعہ بن حارث اور عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب اور عتبہ ومعتب ابولہب کے دونوں بیٹے آپؐ کے گرد تھے اور باقی سب (شیوخی و بزرگان) پشت پھیر کر بھاگ گئے تھے سوائے انہی لوگوں کے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور اسی سلسلہ

میں مالک بن عبادہ غافقی کہتا ہے،

لم یواس النبی غیر بنی
ہاشم عند السیوف یوم حنین
هرب الناس غیر تسعة رهط
فلم یهتفون الناس این؟
ثم قاموا مع النبی علی الموت
فاتوا زینا لنا غیر شین،
وثوی ایمن الامین من القوم
شهیداً فاعتاص قرة عین،

"سوائے بنی ہاشم کی تلواروں کے حنین کے دن نبی اکرمؐ سے کسی نے مواسات وغم حواری نہیں کی لوگ بھاگ گئے سوائے نو افراد کے جو لوگوں کو پکار پکار کے کہتے تھے کہ کہاں جارہے ہو پھر وہ نبیؐ کے ساتھ موت پر قائم رہے پس انہوں نے ایسی زینت کو ہماری طرف لوٹایا جس میں عیب نہیں تھا اور قوم کا امین، ایمن اپنی جگہ پر شہید ہو گیا اور اس کے عوض اس نے آنکھوں کی ٹھنڈک پائی"۔

اور جناب عباس بن عبدالمطلبؑ نے اس مقام پر یہ اشعار کہے ہیں۔

نصرنا رسول الله فی الحرب تسعة
وقد فرمن فرعنه فاقشعوا
وقولی اذا ما الفضل شدّ بسیفةِ
علی القوم اخری یا بنّی لیر جعوا
وعاشرنا لاقی فی الحمام بنفسه
لا نآله فی الله لا یتوجیع

"ہم نو افراد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی اور بھاگ گیا جو بھاگ گیا پس وہ مختلف راستوں کی طرف چلے گئے اور میرا کہنا جب فضل دشمن پر تلوار سے سخت حملہ کرتا اے بیٹا دوسری طرف ضرب لگاؤ تا کہ یہ پلٹ جائیں اور

ہمارے دسویں نے موت کی ملاقات کی ان زخموں کی وجہ سے جو اللہ کی راہ میں اسے پہنچے تھے اور وہ ان سے اظہار درد نہیں کرتا تھا" اس سے آپ کی مراد ایمن بن اُمّ ایمن رحمۃ اللہ علیہ تھے۔"

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کا آپؐ کو چھوڑ کر بھاگ جانا دیکھا تو آپؐ نے جناب عباسؓ کو فرمایا (چونکہ وہ بہت بلند آواز تھے) کہ قوم کو پکارو اور انہیں عہد و میثاق یاد دلاؤ پس جناب عباس نے بلند آواز سے پکار کر کہا اے بیعت شجرہ والے، اے سورۂ بقرہ والے کہاں بھاگے جا رہے ہو یاد کرو اس عہد و میثاق کو جو تم نے رسول اللہؐ سے کیا تھا لیکن وہ لوگ اپنے منہ پشت پھیرے بھاگے جا رہے تھے رات بہت تاریک تھی رسول اللہؐ وادی میں تھے اور مشرکین وادی کے راستوں، کناروں اور تنگ جگہوں سے تلواریں سونتے ہوئے اور اپنے نیزے اور کمانیں کھینچے ہوئے آپؐ کی طرف نکلے۔

راوی کہتے ہیں پس رسول اللہؐ نے لوگوں کی طرف اپنے چہرے کے کچھ حصہ سے تاریک رات میں دیکھا تو آپ کے چہرہ سے ایسی روشنی نمودار ہوئی گویا چودھویں کا چاند ہے پھر آپؐ نے مسلمانوں کو پکار کر کہا۔ کہاں گیا تمہارا وہ عہد و پیمان جو تم نے اللہ سے کیا تھا پس آپؐ کی آواز اوّل سے آخر تک سب نے سنی جس نے سنی اس نے اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا اور وادی میں جہاں کہیں تھے تیزی سے واپس لوٹ آئے یہاں تک کہ دشمن سے ٹکرائے اور اس سے جنگ کرنے لگے اور کہتے ہیں کہ قبیلہ ہوازن کا ایک شخص اپنے سرخ رنگ کے اونٹ پر آگے بڑھا اور اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا جھنڈا تھا جسے اس نے اپنے بلند نیزے کے سرے پر چڑھا رکھا تھا اور وہ قوم کے آگے آگے تھا جب وہ مسلمانوں کی کامیابی کو محسوس کرتا تو ان پر ٹوٹ پڑتا اور جب لوگ اس کے پاس سے ہٹ جاتے تو وہ اپنے سے پچھلے مشرکین کے لیے علم کو بلند کرتا اور وہ رجز پڑھتا اور کہتا۔

انآ ابو جرول لا براح
حتی نبیح الیز مر ادنیآح

"میں ابو جَرول ہوں یہاں سے نہیں ہٹیں گے جب تک آج کے دن ان کا خون مباح نہ کر لیں یا ہمارا خون مباح نہ ہو۔"

پس امیر المومنینؑ نے اس کا قصد کیا اور اس کے اونٹ کے پچھلے حصہ پر تلوار کا وار کیا اور اسے پچھاڑ دیا پھر اس پر وار کر کے اسے گرا دیا اور فرمایا۔

قد علم القوم فی الصباح
انی فی الھیجآء ذونضاح

''دشمن صبح کو جان گے کہ میں میدان جنگ میں خون کی بارش برساتا ہوں''

پس ابوجرول لعین کے قتل سے مشرکین شکست کھا گئے پھر مسلمان جمع ہو گئے اور دشمن کے مقابلہ میں صف بستہ ہو گئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا خدایا تو نے قریش کے پہلے لوگوں کو عذاب چکھایا ہے اب ان کے پچھلوں کو مزہ چکھا اور مسلمان و مشرکین جنگ کرنے لگے جب نبی کریمؐ نے دیکھا تو اپنی زین کے دکابوں پر زور دے کر کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ گردن بڑھا کر ان کی طرف دیکھنے لگے اور فرمایا کہ اب جنگ گرم ہوئی ہے میں نبی ہوں جھوٹا نہیں میں عبدالمطلبؑ کا بیٹا ہوں پس بہت ہی جلدی قوم مشرکین نے پشت پھیر لی، قیدیوں کو رسول اللہؐ کی خدمت میں لایا گیا جب کہ ان کے ہاتھ پیچھے سے بندھے تھے یوں ہوا کہ امیرالمومنینؑ نے ابوجرول کو قتل کر دیا اور اس کے قتل سے وہ لوگ بے یارو مددگار ہو گئے تو مسلمانوں نے اپنی تلواریں ان پر رکھ دیں جب کہ امیرالمومنینؑ آگے آگے تھے یہاں تک کہ آپؑ نے ان میں سے چالیس افراد کو قتل کر دیا اس وقت انہیں شکست اور قید نصیب ہوئی، ابوسفیان صخر بن حرب بھی اس جنگ میں تھا جو بھاگنے والے مسلمانوں میں شامل تھا معاویہ بن ابو سفیان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے ملاقات کی جب کہ وہ اہل مکہ میں سے کچھ بنی اُمیہ کے ساتھ بھاگا جا رہا تھا پس میں نے اسے چیخ کر کہا اے حرب کے بیٹے خدا کی قسم تو نے اپنے چچا زاد کے ساتھ صبر نہیں کیا اور نہ ہی اپنے دین کی حفاظت میں جنگ کی ہے اور نہ ہی ان بدوں کو اپنے حرم سے باز رکھا تو اس نے کہا کہ تم کون ہو میں نے کہا کہ معاویہ وہ کہنے لگا کہ ہند کا بیٹا! میں نے کہا ہاں کہنے لگا کہ میرے ماں باپ قربان ------ پھر رک گیا اور اس کے پاس مکہ کے کچھ لوگ بھی جمع ہو گئے اور میں بھی ان کے ساتھ مل گیا پھر ہم نے اس قوم پر حملہ کر دیا پس ہم نے ان کے قدم اکھیڑ دیئے اور مسلمانوں نے مشرکین سے مسلسل جنگ کی اور انہیں قیدی بناتے رہے یہاں تک کہ دن چڑھ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رک جاؤ اور منادی کرا دی کہ اس قوم کا کوئی قیدی قتل نہ کیا جاوے۔

تقسیم اموالِ مشرکین

قبیلہ ہذیل نے فتح مکہ کے دنوں نبی کریمؐ کے خلاف بطور جاسوس اپنا ایک قاصد بھیجا تھا جسے ابن اکوع کہا جاتا تھا تاکہ اسے آپؐ کے متعلق معلومات حاصل ہوں پس وہ ہذیل کے پاس آپؐ کے حالات لے کر آیا اور وہ جنگ حنین والے دن قید ہو گیا تو اس کے قریب سے عمر بن خطاب گذرا جب اسے دیکھا تو انصار کے ایک شخص کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ یہ اللہ کا دشمن ہے جو ہمارے خلاف جاسوسی کرتا تھا یہ قید ہوا پڑا ہے اس کو قتل کر دو تو انصاری نے اس کی گردن اڑا دی اور یہ خبر نبی کریمؐ کے پاس پہنچی تو آپؐ نے اس کو ناپسند کیا اور فرمایا کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا کہ کسی قیدی کو قتل کرو۔

اس کے بعد جمیل بن معمر بن زھیر کو جب کہ وہ قید میں تھا قتل کر دیا گیا تو غضب وغصہ کی حالت میں آپؐ نے انصار کی طرف کسی کو بھیجا کہ تمہیں کس چیز نے اس کے قتل پر اکسایا تھا حالانکہ تمہارے پاس قاصد آچکا ہے کہ کسی قیدی کو قتل نہ کرو تو وہ کہنے لگے ہم نے اسے عمر کے کہنے پر قتل کیا ہے پس آپؐ نے منہ پھیر لیا یہاں تک کہ عمیر بن وہب نے آپؐ سے گفتگو اس کے معاف کر دینے کے متعلق کی رسول اللہؐ نے حنین کا مال غنیمت صرف قریش پر تقسیم کیا اور مؤلفۃ القلوب کو تقسیم میں زیادہ حصہ دیا مثلاً ابوسفیان عکرمہؓ بن ابوجہل، صفوانؓ بن اُمیہ، حارث بن ہشامؓ، سہیل بن عمرو، زھیر بن ابو اُمیہ، عبداللہ بن ابو اُمیہ، معاویہ بن ابوسفیان ہشام بن مغیرہ، اقرع بن حابس، عینیہ بن حصین وغیرہ۔

اور بعض نے کہا ہے کہ انصار کو بہت کم دیا اور زیادہ تر مال انہیں لوگوں کو دیا کہ جن کے نام ہم نے گنوائے ہیں انصار میں سے کچھ لوگ اس پر ناراض ہو گئے اور رسول اللہؐ تک ان کی بات پہنچی جس سے آپؐ غضب ناک ہوئے پس آپؐ نے ان میں منادی کرا دی تو وہ سب جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا تم بیٹھ جاؤ اور تمہارے ساتھ تمہارے غیر میں سے کوئی نہ بیٹھے جب وہ بیٹھ گئے تو نبی اکرمؐ تشریف لائے اور ان کے پیچھے پیچھے امیر المومنینؑ تھے یہاں تک کہ آپؐ ان کے وسط میں بیٹھ گئے تو آپؐ نے فرمایا میں تم سے ایک چیز پوچھتا ہوں مجھے اس کا جواب دینا تو وہ کہنے لگے فرمائیے، اے اللہ کے رسولؐ تو آپؐ نے فرمایا کیا تم گمراہ نہیں تھے پس اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت کی تو وہ کہنے لگے بے شک یہ اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا احسان ہے فرمایا کیا تم جہنم کے کنارے پر نہیں کھڑے تھے اور اللہ نے میری وجہ سے تمہیں اُس سے نکالا، کہنے لگے بیشک یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا احسان ہے فرمایا کیا تم تعداد میں کم نہیں تھے پس خُدا نے میری وجہ سے تمہیں کثرت دی، کہنے لگے بے شک یہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کا احسان ہے فرمایا کیا تم ایک دوسرے کے دشمن نہیں تھے پس اللہ نے میری وجہ سے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کی کہنے لگے بے شک یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا احسان ہے پھر نبی کریمؐ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئے اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں کہتے جو تمہارے پاس سے انہوں نے کہا کہ ہمارے والدین آپؐ پر قربان جائیں ہم آپؐ کو کیا جواب دیں ہم تو کہہ چکے ہیں کہ آپؐ کا فضل آپؐ کا احسان اور آپؐ ہی کی بخشش ہے آپؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ تجھے نکالا گیا تھا تو ہم نے تجھے پناہ دی تو ہمارے پاس خوف زدہ ہو کر آیا تھا ہم نے تجھے امن وامان دیا تو ہمارے پاس آیا تیری تکذیب کی جا رہی تھی تو ہم نے تیری تصدیق کی پس گریہ کی آوازیں بلند ہوئیں اور ان کے بزرگ اور سردار اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپؐ کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لیئے۔ پھر کہنے لگے ہم اللہ پر اللہ سے اور رسولؐ پر رسولؐ سے راضی ہیں اور یہ ہمارے مال آپؐ کے سامنے ہیں پس اگر آپؐ چاہیں تو اپنی قوم پر تقسیم کر دیں اور ہم میں سے جس نے کوئی بات کی ہے تو وہ بات اس نے سینہ کے کینہ یا بغض وحسد کے تحت دل سے نہیں کی لیکن انہوں نے گمان کیا ہے کہ انہیں کوئی ناراضگی ہے ان سے کوئی

تقصیر وکوتاہی ہوئی ہے اور وہ اپنے گناہوں سے استغفار کرتے ہیں انہیں معاف کر دیجیئے اے اللہ کے رسولؐ پس رسول اللہؐ نے فرمایا خدایا انصار کو انصار کے بیٹوں کو اوران کے بیٹوں کے بیٹوں کو بخش دے، اے گروہ انصار کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہارے غیر بکریاں اور چوپائے لے کر پلٹے اور تم اس حالت میں واپس جاؤ کہ تمہارے حصہ میں اللہ کا رسولؐ ہو وہ کہنے لگے بے شک ہم راضی ہیں اس وقت نبی کریمؐ نے فرمایا کہ انصار میرے گھر والے اور میرے راز کی جگہ ہیں اگر تم لوگ وادی کی طرف چلیں اور انصار پہاڑی راستہ اختیار کریں تو میں نے انصار کے راستہ پر چلوں گا خدایا انصار کو بخش دے۔

اس دن رسول اللہؐ نے عباس بن مرداس کو چار اونٹ دیئے تو وہ ناراض ہوگیا اور اس نے کہا،

اتجعل نهبي و نهب العبيد
بين عيينه و الا قرع
فما كان حصن و لا حابس
يفرقان شيخي في المجمع
وما كنت دون امرأ منهما
و من تضع اليوم لم يرفع

”کیا آپ مال غنیمت کا میرا حصہ اور عیینہ اور اقرع کے درمیان چھوٹے سے غلام کا ایک حصہ برابر قرار دے رہے ہیں، حالانکہ حصن اور حابس لوگوں میں میرے بزرگ سے بلند نہیں تھے اور نہ میں ان دونوں سے پست شخص ہوں اور جس کو آج آپ نے پست رکھا وہ کبھی بلند نہیں ہوسکتا۔“

حضرت کو اس کے یہ اشعار پہنچے تو اس کو اپنے ہاں حاضر کرایا اور اس سے فرمایا کیا تو ان الفاظ کا قائل ہے،

”أتجعل نهبي و نهب العبيد بين الاقرع و عيينه“

تو ابوبکر نے آپؐ سے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں آپ شاعر نہیں ہیں آپؐ نے فرمایا کس طرح؟ راوی کہتا ہے ابوبکر نے کہا بین عیینہ و اقرع ہے تو رسول اللہؐ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا اٹھو اے علیؑ اس کی زبان کاٹ دو (یعنی اس کا منہ بند کردو) راوی کہتا ہے پس عباسؓ بن مرداسؓ نے کہا خُدا کی قسم حضورؐ کا یہ جملہ مجھ پر زیادہ سخت تھا جنگ خشعم سے جس دن ہمارے مدمقابل ہمارے گھروں میں آ گئے تھے پس علیؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے چلے اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی مجھے علیؑ سے چھڑوا لے گا تو میں اُسے اپنی مدد کے لیے پکارتا میں نے عرض کیا اے علیؑ کیا آپ میری زبان کو کاٹ دیں گے فرمایا میں اس حکم کو پورا کروں گا جو مجھے دیا گیا ہے عباسؓ

کہتا ہے پھر علیؑ چلتے رہے اور مجھے ساتھ لیے رہے یہاں تک کہ جانوروں کے باڑے میں لے گئے اور مجھ سے فرمایا کہ شمار کرلو چار سے لے کر سو تک، تو میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپؑ پر قربان جائیں آپؑ کس قدر صاحب کرم، صاحب حلم و بُردبار اور صاحب علم ہیں، راوی کہتا ہے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے تجھے چار عطا کیئے ہیں اور تجھے مہاجرین کے ساتھ قرار دیا پس اگر چاہتے ہو تو یہ لے لو اور اگر چاہتے ہو تو سو لے لو اور سو والوں کے ساتھ ہو جاؤ عباس کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا آپ مجھے مشورہ دیں تو آپؑ نے فرمایا میرا مشورہ تو یہ ہے کہ جو رسول اللہؐ نے تجھے دیا ہے وہ لے لے اور اس پر راضی ہو میں نے کہا بے شک میں یہی کروں گا۔

جب رسول خداؐ جنگ حنین کا مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے تو ایک لمبے قد کا بھاری جسم والا شخص آیا جس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سجدہ کے اثر سے جھکاؤ تھا اور اس نے سلام کیا اور نبی اکرمؐ کو خصوصی سلام نہ کیا پھر وہ کہنے لگا کہ میں نے تجھے دیکھا ہے جو کچھ تو نے اس مال غنیمت میں کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا تو نے کیا دیکھا ہے کہنے لگا میں نہیں سمجھتا کہ تو نے عدل و انصاف کیا ہو پس رسول اللہؐ غضب ناک ہوئے اور فرمایا تیرے لیے ہلاکت ہو اگر میرے پاس عدل نہیں تو پھر کس کے پاس ہے تو مسلمان کہنے لگے کہ کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں تو رسول اللہؐ نے فرمایا چھوڑ دو اسے عنقریب اس کے کچھ پیروکار ہوں گے جو دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے خدا انہیں اس شخص کے ہاتھوں میرے بعد قتل کرے گا، جو اُسے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے پس اس کو امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ نے قتل کیا ان میں جنہیں خوارج میں سے نہروان کی جنگ میں قتل کیا تھا۔

پس اس جنگ میں حضرت امیر المومنینؑ کے مناقب پر غور و تامل کرو اور ان کے معانی میں فکر کرو تو آپؑ کو پاؤ گے کہ وہ اس جنگ کی ہر فضیلت کے مالک تھے اور ان میں سے بعض میں مخصوص تھے کہ جن میں آپؑ کا امت میں سے کوئی شخص بھی شریک نہیں تھا اور یہ اس طرح کہ آپؑ رسولؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے جب سب لوگ آپؑ کو چھوڑ کر بھاگ گئے سوائے ان چند افراد کے کہ جن کی ثابت قدمی آپؑ کی ہی وجہ سے تھی، اور یہ اس لیے کہ ہمیں پورا علم ہے کہ آپؑ شجاعت میں، جنگ میں صبر کرنے میں اور بہادری میں عباسؓ، ان کے بیٹے، ابوسفیانؓ بن حارث اور باقی افراد سے کہیں آگے بڑھے ہوئے تھے کیونکہ آپؑ کا معاملہ کئی مقامات پر ظاہر ہو چکا تھا کہ جن میں ان اشخاص میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا اور آپؑ کی خبر بہادروں کے مقابلے میں جانے اور انہیں قتل کرنے میں مشہور تھی اور ان میں سے کسی کے لیے بھی ایک مقام بھی ایسا معلوم نہیں ہے اور کوئی مقتول بھی ان کی طرف منسوب نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ ان کی ثابت قدمی بھی آپؑ کی ہی وجہ سے تھی اگر، آپؑ نہ ہوتے تو دین پر مصیبت آتی کہ جس کی تلافی نہ ہوسکتی اور آپ کے اس مقام پر ٹھہرے رہنے اور نبی کریمؐ کے ساتھ ثابت قدمی کی ہی وجہ سے مسلمانوں کا جنگ کی طرف پلٹنا اور ان میں دشمن سے لڑنے کی ہمت پیدا ہونا تھا آپؑ کا ابوجرولؓ کو قتل کرنا جو مشرکین میں آگے آگے تھا سبب بنا ان کی شکست کا اور مسلمانوں کی ان پر کامیابی کا اور آپ کا مشرکین میں سے چالیس افراد کو قتل کرنا

بھی مشرکین کی کمزوری ان کے بے سہارا ہونے اور گھبرا جانے کا سبب اور مسلمانوں کی کامیابی کا بھی باعث بنا اور جس شخص کو رسول اللہؐ کے بعد حضرت علیؑ کو چھوڑ کر خلافت پر مقدم کیا گیا مسلمانوں کو ان کی کثرت پر اترانے کی وجہ سے نظر بد لگی اور اُن کی شکست اسی بناء پر ہوئی یا اس کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی تھا پھر اس کے ساتھیوں نے قیوم کے قیدیوں کو قتل کرا کے (حالانکہ رسولؐ نے اس سے منع کیا تھا) اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ عظیم اختلاف کا ارتکاب کیا یہاں تک کہ رسولؐ اس سے غضب ناک ہوئے، ناپسند کیا اور اس کو بُرا سمجھا اور انصار کے معاملہ کی درستی حضرت علیؑ کے نبی اکرمؐ سے تعاون کی وجہ سے ہوئی کہ ان کو جمع کیا ان سے حضورؐ نے خطاب فرمایا کہ جس سے دین کو قوت پہنچی اور فتنہ وفساد کا وہ خوف زائل ہوا جو تقسیم کی وجہ سے ان پر چھایا ہوا تھا پس رسول اللہؐ نے اس فضیلت میں دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر آپؑ کو شریک کیا اور آپ نے عباسؓ بن مرداس والے معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیا جو اس کے دل میں ایمان کے استقرار اور دین کے متعلق اس کے نفس کے شک کے زوال اور اللہ کے رسولؐ کے حکم کی اطاعت کے لیے تیار ہونے اور آپ کے حکم پر راضی ہونے کا سبب ہوا پھر رسولؐ نے آپ کے فیصلہ پر اعتراض کرنے والے پر جو حکم لگایا اس کو علامت ظاہر قرار دیا امیر المومنینؑ کے کارناموں اور بعد کی جنگوں میں حق پر ہونے پر اور تنبیہ کی آپ کی اطاعت کے واجب ہونے اور آپ کی نافرمانی کے خطرے پر اور یہ کہ حق وہاں ہے جہاں آپ ہوں اور آپ کے پہلوؤں میں ہے اور حضورؐ نے گواہی دی کہ آپ بہترین خلائق ہیں یہ سب کچھ امیر المومنینؑ کو آپ کے دشمن اور مقام غصب کرنے والوں کے افعال سے جدا اور ان کے کردار واعمال کی ضد قرار دیتے ہیں۔ اور ان سب کو فضیلت و بلندی سے پستی کی طرف ہلاکت وتباہی یا اس کے قریب پہنچا دیتے ہیں لیکن آپ کا مقام بلند تھا اس جنگ میں مخلصین کے اعمال سے اور ان کے قریب کی وجہ سے جو جہاد کی وجہ پر انہیں حاصل ہوا تھا اور اس میں ممتاز اور جدا تھے ان سے کہ جن کی کوتاہی کا ہم نے ذکر اس بیان کے ساتھ کیا جو ہو چکا ہے۔

محاصرہ طائف

جب اللہ تعالیٰ نے جنگ حنین میں مشرکین کی جماعتوں کو منتشر کیا تو وہ دو فرقوں میں بٹ گئے پس اعراب (بدو) اور جو اُن کے پیچھے لگ گئے وادی اوطاس کو اور قبیلہ ثقیف اور ان کے پیروکار طائف کی طرف چلے گئے۔ نبی کریمؐ نے ابو عامرؓ اشعری کو ایک گروہ کے ساتھ اوطاس کی طرف بھیجا کہ جن میں ابوموسیٰ اشعری بھی تھا اور ابو سفیان صخر بن حرب کو طائف کی طرف روانہ کیا تو ابو عامر علم لے کر آگے بڑھا اور اس نے جنگ کی یہاں تک کہ علم کے سامنے مارا گیا، تو مسلمانوں نے ابوموسیٰ سے کہا کہ تم امیر کے چچازاد بھائی ہو اور وہ مارا گیا لہٰذا تم علم لے لو تا کہ ہم اس کے سامنے جنگ کریں پس ابوموسیٰ نے علم اٹھایا اور اس نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کی یہاں تک کہ خدا نے انہیں فتح دی اور باقی رہا ابوسفیانؓ تو وہ قبیلہ ثقیف کے پاس پہنچا انہوں نے اس کے منہ پر مارا تو وہ

بھاگ کھڑا ہوا اور نبی کریمؐ کے پاس لوٹ آیا اور کہنے لگا کہ آپؐ نے مجھے ایسے لوگوں کے ساتھ بھیجا ہے کہ جن سے قبیلۂ ہذیل اور اعراب کے ڈول بھی نہیں اٹھ سکتے وہ مجھ کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے پھر آپ خود طائف کی طرف گئے اور چند دن ان کا محاصرہ بھی کیے رہے پھر امیر المومنینؑ کو کچھ سواروں کے ساتھ بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ جو کچھ ملے اسے روند ڈالو اور جو بُت ملے توڑ ڈالو، پس آپ تشریف لے گئے یہاں تک کہ آپ کو قبیلۂ خثعم کے کچھ سوار بہت سی جمعیت کے ساتھ ملے پس ان کا ایک مرد باہر نکلا کہ جسے شہابؔ فی غبش الصبح (صبح کی تاریکی کا ستارہ) کہا جاتا تھا اُس نے کہا کوئی مرد میدان ہے؟ تو علیؑ نے فرمایا کون ہے اس کے لیے؟ کوئی بھی اس کے مقابلہ کے لیے کھڑا نہ ہوا، تو خود امیر المومنینؑ اس کے مقابلہ میں جانے کے لیے کھڑے ہوئے تو ابوالعاصؔ بن ربیع نبی کریمؐ کی بیٹی (حقیقی نہیں بلکہ ربیبہ بیٹی) کا شوہر کود پڑا اور کہنے لگا اے امیر المومنینؑ آپؑ اس کی کفایت کئے جائیں گے (یعنی میں اس کے مقابلہ میں جاتا ہوں) تو آپؑ نے فرمایا نہیں لیکن اگر میں مارا گیا تو تم لوگوں پر امیر ہو گئے پس امیر المومنینؑ اس کے مقابلہ میں گئے اور وہ کہہ رہے تھے کہ

ان علیکل رئیس حقا
ان یروی الصعدۃ اوتدفا

"ہر رئیس پر یہ حق ہے کہ یا وہ نیزہ کو سیراب کرے یا گھر میں بیٹھ کر آٹا پیسے۔"

آپ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اسے قتل کر دیا اور انہیں سواروں کے آگے بڑھے یہاں تک کہ تمام بت توڑ ڈالے اور رسول اللہؐ کی طرف پلٹ آئے جب کہ حضورؐ اہل طائف کا محاصرہ کئے ہوئے تھے جب نبی کریمؐ نے انہیں دیکھا تو فتح و نُصرت کے لیے تکبیر کہی ان کا ہاتھ پکڑا کر علیحدگی میں لے گئے اور کافی دیر تک ان سے راز کی باتیں کرتے رہے۔

روایت ہے عبدالرحمن بن سیابہ اور اجلحؔ دونوں نے ابوزبیرؔ سے اس نے جابر بن عبداللہ انصاری سے کہ رسول اللہؐ جب علیحدگی میں طائف کے دن علیؑ سے باتیں کر رہے تھے تو آپ کے پاس عمر بن خطاب آئے اور کہنے لگے کیا آپؐ ہمیں چھوڑ کر ان سے راز کی باتیں کرتے ہیں اور ان سے علیحدگی میں باتیں کرتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا اے عمر میں ان سے راز و نیاز کی باتیں نہیں کرتا بلکہ اللہ ان سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے راوی کہتا ہے کہ عمر نے آنحضرتؐ سے منہ پھیر لیا اور وہ کہنے لگا یہ ایسے ہی ہے جیسے آپؐ نے ہم سے حُدیبیہ سے پہلے کہا تھا لتدخلنالمسجد الحرام انشاء اللہ تم مسجد الحرام میں ضرور داخل ہو گے پس ہم اُس میں نہ داخل ہوئے اور ہمیں روک دیا گیا تو نبی کریمؐ نے اُسے پکار کر کہا میں نے تمہیں کہا تھا کہ اسی سال تم اس میں داخل ہو گے۔

پھر طائف کے قلعہ سے نافع بن غیلان بن معتب قبیلۂ ثقیف کے سواروں کے ساتھ نکلا تو وادی وَجّ کے درمیان امیر المومنینؑ سے اس کا سامنا ہوا تو آپؑ نے اسے قتل کر دیا جس سے مشرکین بھاگ کھڑے ہوئے ان

کے دلوں میں رعب وخوف بیٹھ گیا پس ان میں سے ایک گروہ قلعہ سے اتر کر نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا اور نبی کریمؐ کا طائف کا محاصرہ کچھ اُوپر دس دن تھا۔

اس جنگ میں بھی جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت امیرالمومنینؑ کو مخصوص کیا تھا ان میں آپ تمام لوگوں سے منفرد تھے اس میں فتح آپ کے ہاتھ پر ہوئی اور جس کسی کو قتل کیا تو آپ کے ذریعہ نہ کسی غیر کے ذریعہ جو مناجات اور راز و نیاز کی باتیں ہوئیں کہ جن اضافت ونسبت رسولؐ اللہ نے اللہ کی طرف دی اس سے آپ کی فضیلت ظاہر ہوئی اور ایسی خصوصیات ملیں کہ جس میں آپ تمام مخلوق سے ممتاز ہو گئے اور آپ کے دشمن سے اس واقعہ میں وہ کچھ ہوا جس نے اس کے باطن پر دلالت کی اور اللہ نے اس کے راز کو منکشف کر دیا اور اس میں صاحبان عقل کے لیے عبرت ہے۔

جنگ تبوک

پھر جنگ تبوک ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی کی کہ آپ بنفس نفیس اس کی طرف جائیں اور لوگوں کو بھی اپنے ساتھ جانے پر تیار کریں آپ کو یہ بتا دیا گیا کہ آپ کو وہاں جنگ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور نہ دشمن سے جنگ کرنے کی تمنا رکھیں معاملات آپ کے لیے تلوار کے بغیر ہی ہموار ہو جائیں گے۔صرف تعبداً اصحاب کے امتحان اور ان کی آزمائش کرنے کے لیے جانا ہے تا کہ ان کا امتیاز ہو جائے اور ان کے اسرار ان پر ظاہر ہوں پس نبی کریمؐ نے بلاد روم کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا جب کہ ان کے پھل پک چکے تھے اور گرمی سخت پڑ رہی تھی پس اکثر نے آپ کی اطاعت سے دنیا کو چاہتے ہوئے اپنی معاش کی طمع اور اس کی اصلاح کے لیے سخت گرمی کے خوف اور مسافت کی دُوری کی وجہ سے دشمن سے جنگ کرنے سے پہلوتہی کی پھر کچھ لوگ دھرنا مار کر بیٹھ گئے۔

جب آنحضرتؐ نے نکلنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے امیرالمومنینؑ کو اپنے اہل خانہ، آل اولاد و ازواج اور مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا اور ان سے فرمایا اے علیؑ مدینہ کے حالات درست نہیں رہ سکتے میرے یا تمہارے بغیر، کیونکہ آپ کچھ بدوؤں اور بہت سے اہل مکہ اور اس کے اطراف کے لوگوں کہ ”جن کے ساتھ آپؐ جنگ کر چکے تھے اور ان کے خون بہا چکے تھے ان کی بری نیتوں کو جانتے تھے آپ کو ڈر تھا کہ آپ کے مدینہ سے دور چلے جانے یا بلاد روم یا اس قسم کی کسی اور جگہ پہنچ جانے کے وقت وہ مدینہ کا رخ کریں تو اگر اس میں آپ کا قائم مقام نہ ہوا تو ان (دشمنوں) کی طرف سے برائی کا خطرہ تھا کہ وہ دار ہجرت میں کوئی فساد برپا کریں یا آپ کے اہل وعیال اور جن کو پیچھے چھوڑ رہے تھے ان پر بری نیت سے تجاوز کریں۔

اور آپ جانتے تھے کہ آپ کا قائم مقام دشمن کے ڈرانے کے لیے اور دار ہجرت کی نگہبانی کے لیے اور

جو لوگ اس میں ہیں ان کی پوری خبر گیری کے لئے امیر المومنینؑ کے علاوہ کوئی نہیں ہوسکتا تو آپؑ کو حضورؐ نے ظاہر بظاہر خلیفہ بنایا اور اپنے بعد کے لیے ان کی امامت پر نص کی جو کہ نص جلی و واضح ہے، وہ اس طرح کہ جیسے روایات ایک دوسرے کی پشت پناہی کرتی ہیں کہ اہل نفاق نے جب یہ جان لیا کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا ہے تو انہیں اس پر حسد ہوا اور رسول اللہؐ کے چلے جانے کے بعد حضرت علی کا مدینہ میں قیام انہیں بُرا محسوس ہوا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ مدینہ اب آپؑ کی وجہ سے محفوظ رہے گا اور دشمن کو اس پر فساد کرنے کا طمع ولالچ نہیں رہے گا تو انہیں یہ بُرا لگا اور وہ اس بات کو ترجیح دینے لگے کہ حضرت علیؑ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جائیں تا کہ رسول اللہؐ کے مدینہ سے دُور چلے جانے اور اس کے ایسے شخص سے خالی ہونے پر'' کہ جس سے خوف کیا جاتا ہو اور جس کے متعلق ڈر ہو کہ وہ اس کی حفاظت کرے گا، فتنہ کے واقع ہونے اور معاملات کے خلط ملط کی اُمید تھی اور انہیں رشک تھا آپ کے راحت و آرام سے اپنے اہل خانہ میں رہنے پر اور وہ ناپسند کرتے تھے اپنے ساتھیوں کا مدینہ سے نکل کر سفر کی مشقت اور خوف کی تکلیف برداشت کرنے کو لہذا حضرت علیؑ کو اشتعال دلانے کیلئے انہوں نے آپؑ کے متعلق بُری بُری خبریں منتشر کین اور کہنے لگے کہ رسول اللہ نے حضرت علیؑ کو عزت وجلالت ومودت ومحبت کی وجہ سے مدینہ میں خلیفہ وجانشین نہیں بنایا بلکہ اس لیے چھوڑا ہے کہ وہ ان کے وجود کو اپنے ساتھ بوجھ سمجھتے ہیں تو انہوں نے ان باتوں سے آپ کو ششدر و پریشان کر دیا جس طرح قریش حضورؐ کو پریشان کرتے تھے کبھی جنون کی نسبت سے کبھی شعر کی اضافت سے کبھی جادوگری اور کہانت کا طعنہ دے کر حالانکہ وہ اسکی ضد ونقیض کو جانتے تھے جیسا کہ منافقین بھی ان خبروں کی ضد کو جانتے تھے جنہیں امیر المومنینؑ کے خلاف غلط طور پر کہتے تھے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب لوگوں سے زیادہ خصوصیت امیر المومنینؑ ہی سے رکھتے تھے اور حضرت علیؑ، نگاہِ رسالت میں تمام لوگوں سے زیادہ محبوب اور زیادہ سعادت مند اور حصہ وافر کے مالک تھے آپ کے نزدیک زیادہ اچھے فیصلہ کرنے والے تھے اور جب حضرت امیر المومنینؑ کو خبر پہنچی منافقین کے غلط پراپیگنڈہ کی تو آپ نے ان کی تکذیب اور ان کی رسوائی کے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا پس آپ جناب نبی کریمؐ سے راستہ میں جا ملے اور عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! منافقین یہ گمان رکھتے ہیں کہ مجھے آپؐ نے مدینہ میں اس لیے چھوڑا ہے آپؐ میرے وجود کو اپنے لیے بوجھ سمجھتے اور آپؐ مجھ سے ناراض ہیں تو نبی کریمؐ نے فرمایا اے میرے بھائی! اپنی جگہ واپس چلے جاؤ کیونکہ مدینہ کی حالت درست نہیں رہ سکتی مگر میرے ساتھ، تم میرے خلیفہ وجانشین ہو میرے اہل خانہ، میرے دارِ ہجرت پر اور میری پوری قوم پر کیا تم راضی نہیں ہوا ے علی کہ تم مجھ سے وہی منزلت رکھتے ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

رسول اللہؐ کا ارشاد حضرت علیؑ کی امامت اور تمام لوگوں سے زیادہ ان کے مقام خلافت پر فائز ہونے کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ اور اسی قول نبی کریمؐ نے امیر المومنینؑ کی ایسی فضیلت پر دلالت کی ہے جس

میں آپ کا کوئی شریک نہیں حضورؐ نے حضرت علیؑ کے لیے وہ تمام مقام اور مرتبے اپنے ساتھ ثابت کئے ہیں جو حضرت ہارونؑ کے حضرت موسیٰؑ سے ثابت ہیں سوائے ان مراتب کے جنہیں تخصیص ہے جیسے حقیقی بھائی ہونا یا آنخضرت کا استثناء کرنا جیسے نبوت ہے۔

کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ رسول اکرمؐ نے آپؑ کے لیے اپنے ساتھ وہ تمام مراتب ومنازل جو ہارونؑ کو حضرت موسیٰ سے انہیں حاصل تھے قرار دیئے سوائے ان کے جو اُن میں سے لفظاً یا عقلاً مستثنیٰ رہے۔

ہر وہ شخص جس نے قرآن کے معانی میں غور کیا ہے اور روایات اور اخبار کی جانچ پڑتال کی ہے وہ جانتا ہے کہ جناب ھارون حضرت موسیٰ کے پدری اور مادری بھائی تھے اور امر رسالت میں ان کے شریک تھے اور ان کی نبوت اور ان کے رب کے پیغامات کی تبلیغ میں ان کے وزیر و مددگار رہتے اور اللہ تعالیٰ نے ھارونؑ کے ذریعہ ان کی کمر مضبوط کی اور ہارونؑ ان کے قوم پر خلیفہ تھے اور ان کو ان پر امامت ورھبری اور اطاعت کے فرض ہونے کا رتبہ حاصل تھا جس طرح کہ موسیٰؑ کی امامت اور ان کی اطاعت کا فریضہ واجب تھا اور ہارونؑ قوم سے سب سے زیادہ انہیں محبوب تھے اور ان کے نزدیک سب سے افضل تھے اللہ تعالیٰ موسیٰؑ کے قوم کی حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

"رب اشرح لی صدری و یسرلی امری و احلل عقدۃ من لسانی
یفقھوا قولی و اجعل لی وزیرا من اھلی ھرون اخی اشددبہ ازری
و اشرکہ فی امری کی نسجك کثیراً و نذ کر کثیرا"

''میرے مالک میرے سینہ کو کشادہ کردے میرے کام کو مجھ پر آسان کردے،
میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات کو سمجھیں اور میرے خاندان
سے میرے بھائی کو میرا وزیر قرار دے اور اس سے میری کمر کو مضبوط کردے
اور اس کو میرے اُمر میں میرا شریک کردے تاکہ ہم تیری تسبیح زیادہ کرسکیں اور
تجھے زیادہ یاد کریں۔''

اللہ نے ان کے سوال کو قبول کیا اور اس سلسلہ میں جوانہوں نے سوال کیا تھا اور جوان کی آرزو تھی وہ انہیں عطا کی جہاں وہ کہتا ہے، قدا و نیت سو لك یاموسیٰ تجھے تیرا سوال عطا کیا گیا ہے (یعنی تیری مراد تجھے عطا کی جارہی ہے، اور خُداوند عالم موسیٰؑ سے حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے،۔

و قال موسیٰ لا خیہ ھرون اخفی فی قومی و اصلح و لا تت بع

سبیلا المفسدین۔

اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کہ میری قوم میں میرے خلیفہ اور جانشین بنو اور اصلاح کرنا اور مفسدین کے راستہ کی پیروی نہ کرنا''۔

تو جب رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو اسی منزل پر قرار دیا جو ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی تو گویا ثابت کر دیں آپ کے لیے تمام وہ چیزیں جو ہم نے شمار کی ہیں سوائے اس کے جس کی عرف نے تخصیص کی جو کہ پدری اور مادری بھائی ہونا ہے یا وہ جس کا حضورؐ نے لفظاً استثناء کیا ہے جو کہ نبوت ہے اور یہ ایسی فضیلت ہے کہ جس میں امیرالمومنینؑ کا مخلوق میں سے کوئی شریک نہیں اور نہ اس کے معنی میں کوئی برابر ہے اور نہ اس کے قریب قریب ہے کسی حالت میں اور اگر خدا کے علم میں ہوتا کہ نبی کریمؐ کو اس مہم میں جنگ اور انصار اور مددگاروں کی ضرورت ہوگی تو خدا رسولؐ کو اجازت نہ دیتا کہ وہ علیؑ کو چھوڑ جائیں پیچھے اپنی جانشینی کے لیے جیسا کہ ہم پہلے پیش کر چکے ہیں بلکہ وہ جانتا تھا کہ مصلحت ان کے خلیفہ بنانے اور ان کا قیام دار ہجرت میں آنحضرتؐ کی قائم مقامی میں افضل اعمال میں سے ہے پس خدا نے مخلوق اور دین کی تدبیر اس فیصلہ سے کی اور اس کو محکم امضاء کیا جس کو ہم بیان اور شرح و بسط سے واضح کر چکے ہیں۔

شجاعت عمرو بن معدیکرب

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے مدینہ واپس آ گئے تو آپؐ کی خدمت میں عمرو بن معدیکرب آیا تو آپؐ نے اس سے فرمایا اے عمرو اسلام قبول کر لو تو خدا تمہیں سب سے بڑی گھبراہٹ سے مامون کر دے گا، تو وہ کہنے لگا اے محمدؐ سب سے بڑی گھبراہٹ کیا ہے؟ میں تو کسی چیز سے نہیں گھبراتا تو آپؐ نے فرمایا اے عمرو ایسا نہیں ہے جیسا کہ تو گمان کرتا ہے بے شک لوگوں پر ایک چیخ ماری جائیگی کہ جس سے ہر میّت قبر سے باہر آ جائے گی اور ہر زندہ مر جائیگا مگر وہ جسے خدا چاہے گا پھر چیخ ماری جائے گی تو جو مر گئے ہوں گے وہ اٹھ بیٹھیں گے اور سب صف بستہ کھڑے ہو جائیں گے آسمان پھٹ جائینگے زمین شق ہو جائیگی پہاڑ گر پڑیں گے اور آگ سے پہاڑ جتنے بڑے شرارے نکلیں گے کوئی ذی روح نہ ہوگا مگر اس کا دل اکھڑ جائیگا وہ اپنے گناہ کو یاد کرے گا نفسا نفسی کا عالم ہوگا مگر جس کے متعلق خدا چاہے گا تو تم کہاں ہوا ے عمرو، اس پر وہ کہنے لگا کہ میں ایک امرِ عظیم کی بات سن رہا ہوں پس وہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آیا اور اس کی قوم میں سے کچھ لوگ بھی ایمان لے آئے اور وہ اپنی قوم کی طرف پلٹ گئے۔

پھر عمرو بن معدیکرب نے ابی بن عشعث خثعمی کو دیکھا تو اس کو گردن سے پکڑ کر نبی کریمؐ کی خدمت میں لے آیا اور کہنے لگا کہ اس فاسق و فاجر سے مجھے قصاص لے دیں کہ جس نے میرے والد کو قتل کیا ہے تو رسول اللہؐ

نے فرمایا جو کچھ زمانہ جاہلیت میں تھا اسے اسلام نے رائیگاں کر دیا ہے پس عمرو مرتد ہو کر واپس چلا گیا اور اس نے بنی حارث بن کعب کے ایک گروہ پر غارت ڈھائی اور اپنی قوم کی طرف چلا گیا تو رسول اللہؐ نے امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ کو بلایا اور ان کو مہاجرین پر امیر مقرر کیا اور انہیں بنی زبید کی طرف بھیجا اور خالد بن ولید کو اعراب کے ایک گروہ کے ساتھ بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ قبیلہ جعفی کے ارادہ سے جائے اور جب دونوں لشکر اکٹھے ہوں تو سب لوگوں کے امیر علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں گے پس امیر المومنینؑ روانہ ہوئے اور انہوں نے اپنے لشکر کے مقدمہ پر خالد بن سعید بن عاص کو حاکم ورئیس بنایا اور خالد نے اپنے مقدمہ کی ریاست وامارت سب ابوموسیٰ اشعری کو دی۔

قبیلہ جعفی نے جب لشکر کی آمد کی خبر سنی تو وہ دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ یمن کی طرف چلا گیا اور دوسرا گروہ بنی زبید سے جا ملا یہ خبر امیر المومنینؑ کو ہوئی تو آپؑ نے خالد بن ولید کو لکھا کہ جہاں میرا قاصد تمہیں ملے وہیں ٹھہر جاؤ لیکن وہ نہ ٹھہرا تو آپ نے خالد بن سعید بن عاص کو لکھا کہ وہ خالد کا تعرض کرے یہاں تک کہ اسے روک لے پس خالد اس سے معترض ہوا اور اسے روک لیا اور امیر المومنینؑ وہاں آ پہنچے اور آپؑ نے اسے آپ کی خلاف ورزی کرنے پر سخت ڈانٹا پھر آپؑ وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ قبیلہ بنی زبید سے ایک وادی میں سامنا ہوا جسے کسر کہا جاتا تھا پس جب بنوزبید نے پ کو دیکھا تو وہ عمرو سے کہنے لگے اور کیا کرے گا تو اے ابوثور جب اس قریشی نوجوان کا تجھ سے سامنا ہوا اور اس نے نکلنے کے راستے تجھ پر بند کر دیئے وہ کہنے لگا عنقریب اسے معلوم ہو جائے گا جب اس کا مجھ سے سامنا ہوا۔

راوی کہتا ہے عمرو باہر آیا اور کہنے لگا کہ کون ہے مقابلہ میں آنے والا تو امیر المومنینؑ جناب علیؑ کھڑے ہو گئے اور خالد بن سعید بھی کھڑا ہو گیا اور آپ سے کہنے لگا اے ابوالحسنؑ مجھے چھوڑ دیں، میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں میں اس کے مقابلہ میں جاتا ہوں تو امیر المومنینؑ نے فرمایا اگر تم سمجھتے ہو کہ میری اطاعت تم پر واجب ہے تو اپنی جگہ پر رک جاؤ تو وہ ٹھہر گیا اس کے بعد امیر المومنینؑ اس کی طرف نکلے اور آپ نے زور سے ایک چیخ ماری تو عمرو بھاگ کھڑا ہوا اس کا بھائی اور بھتیجا مارے گئے اور اس کی بیوی رکانہ بنت سلامہ پکڑ لی گئی ان کی عورتیں قید ہو گئیں اور امیر المومنینؑ چلے آئے اور بنی زبید پر خالدؔ بن سعید کو اپنی طرف سے چھوڑ آئے تا کہ ان کی زکوۃ وصول کرے اور ان میں سے بھاگے ہوئے لوگوں میں سے جو مسلمان ہو کر آئیں انہیں امان دے پس عمرو بن معدیکرب واپس آیا اور خالد بن سعید سے اس کے ہاں آنے کی اجازت طلب کی اس نے اس کو اجازت دے دی اور وہ اسلام کی طرف پلٹ آیا اس سے اپنی اور اولاد کے متعلق بات چیت کی تو خالد نے اسے وہ بخش دیئے اور عمرو جب خالد بن سعید کے دروازے پر کھڑا تھا تو اس نے دیکھا کہ وہاں اونٹنی کو نحر کیا جا رہا ہے اس نے اس کے پاؤں اکٹھے کئے اور ان پر تلوار ماردی تو اس نے ان سے کو کاٹ دیا اس کی تلوار کو صمصامہ (کاٹنے والی) کہا جاتا تھا اور جب خالد بن سعید نے اسے اس کی بیوی اور اولاد دھبہ کر دیئے تو عمرو نے صمصامہ تلوار اسے بخش دی اور

امیرالمومنینؑ نے قیدیوں میں سے ایک کنیز چن لی تھی پس خالد بن ولید نے بریدہ اسلمی کو نبی کریمؐ کی خدمت میں بھیجا اور لشکر میں جانے سے پہلے حضورؐ کی خدمت میں جانے کو کہا اور کہا کہ انہیں بتاؤ جو علیؑ نے کیا ہے کہ خمس میں سے ایک کنیز انتخاب کر لی ہے اس سلسلہ میں خط بھی لکھ کر دیا پس بریدہ چلا گیا یہاں تک کہ رسول اللہؐ کے دروازے تک پہنچا اور عمر بن خطاب اس کو مل گیا تو اس نے ان کی جنگ کے حالات پوچھے اور یہ پوچھا کہ وہ کیوں آیا ہے؟ تو اس نے عمر کو بتایا کہ وہ اس لیے آیا ہے کہ علیؑ کی شکایت کرے اور اس کو بتایا کہ علیؑ نے خمس میں سے ایک کنیز انتخاب کر لی ہے تو عمر نے اس سے کہا جاؤ وہ کام کرو جس کے لیے آئے ہو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی کی وجہ سے علی کے اس کام پر غضبناک ہوں گے پس بریدہ، نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے پاس خالد کا خط بھی تھا جو اس نے بریدہ کو دے کر بھیجا تھا تو بریدہ وہ خط پڑھنے لگا اور رسول اللہ کا چہرہ متغیر ہونے لگا تو بریدہ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ اگر آپ لوگوں کو اسی طرح رخصت دیتے رہے تو ان کا مال فيئ غنیمت ختم ہو جائے گا تو نبی کریمؐ نے فرمایا، افسوس ہے تجھ پر اے بریدہ تو نے منافقت کی ہے یقیناً علیؑ بن ابی طالبؑ کے لیے مال فيئ میں وہ کچھ حلال ہے جو میرے لیے حلال ہے بے شک علی تمام لوگوں سے زیادہ بہتر ہے تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے اور وہ میری تمام امت کے لیے میرے بعد میرا بہتر خلیفہ ہے اے بریدہ اس سے بچ کہ تو علیؑ سے بغض رکھے ورنہ اللہ تجھ سے بغض رکھے گا۔

بریدہ کہتا (یہ سب کچھ سن کر) دل چاہتا تھا کہ زمین کاش پھٹ جائے اور اسمیں دھنس جاؤں میں نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اللہ اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی سے، اے اللہ کے رسولؐ میرے لیے استغفار کریں میں کبھی بھی ہرگز علیؑ سے بغض نہ رکھوں گا اور میں ان کے متعلق خیر کے علاوہ کچھ نہیں کہوں گا پس نبی کریمؐ نے اس کے لیے استغفار کیا۔ اس جنگ میں امیرالمومنینؑ کی وہ منقبت ہے کہ جو آپ کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں اور اس جنگ کی فتح خاص طور پر آپ کے ہاتھ پر ہوئی اور آپ کی فضیلت اور نبی کے ساتھ آپ کی شرکت ظاہر ہوئی اس میں کہ آپ کے لیے مال فئ اللہ نے حلال کیا ہے اور اس میں ایسی تخصیص ہے جو لوگوں میں سے کسی کے لیے نہیں اور رسول اللہؐ کی مودت اور آپ کا ان کو فضیلت دینا ظاہر ہوا جو کہ مخفی تھا ان لوگوں پر جنہیں اس کا علم نہیں تھا اور حضورؐ کا بریدہ اور اس کے غیر کو ڈرانا آپ سے بغض رکھنے اور آپ کی دشمنی سے اور ان کو آمادہ کرنا آپ کی مودت اور ولایت پر اور آپ کے دشمنوں کے مکر کو ان کی گردنوں پر پلٹانے میں ولایت کی ہے اس بات پر کہ آپ اللہ کے نزدیک اور حضورؐ کے نزدیک تمام مخلوق سے افضل ہیں اور حضورؐ کے مقام کے زیادہ حق دار ہیں اور ان کے نزدیک باقی لوگوں سے زیادہ مخصوص ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں ان سب سے زیادہ ترجیح رکھتے ہیں۔

وادی الرمل اور بہادر

پھر جنگ سلسلہ تھی اور وہ اس طرح کہ ایک اعرابی نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا میں آپ کو ایک نصیحت کرنے آیا ہوں آپ نے فرمایا کیا ہے تیری نصیحت؟ تو وہ کہنے لگا کہ وادی الرمل میں عرب کا ایک گروہ جمع ہے اور وہ مدینہ میں آپ پر شبخون مارنا چاہتے ہیں اور ان کے حالات بیان کیے تو نبی کریمؐ نے لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دیا پس مسلمان جمع ہو گئے، آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا اے لوگو یہ اللہ کا اور تمہارا دشمن خبر دے رہا ہے کہ تم پر شبخون مارا جا رہا ہے تو کون ہے ان کے لیے پس ان میں سے اہل صفہ کا ایک گروہ کھڑا ہو گیا اور وہ کہنے لگے ہم ان کے لیے جاتے ہیں اے اللہ کے رسولؐ لہٰذا ہم پر امیر مقرر کیجیے جسے آپ چاہیں پس آپ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا ان میں سے اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں میں سے اسی آدمیوں کے نام پر قرعہ نکلا آپ نے ابوبکر کو بلایا اور فرمایا علم لو اور نبی سلیم کی طرف جاؤ وہ مقام حرہ کے قریب ہیں۔ پس وہ اور اس کے ساتھ جو لوگ تھے جب ان کی زمین کے قریب پہنچے تو وہاں پتھر اور درخت زیادہ تھے اور وہ لوگ وادی کے اندر تھے اس میں اترنے کا رستہ سخت تھا تو جب ابوبکر وادی کے اندر پہنچا تو اس کے وادی میں اترنے کے ساتھ ہی وہ وادی سے باہر نکل آئے اور انہوں نے اسے شکست دی اور بہت سے مسلمان قتل کر دیئے ابوبکر بھاگ آیا اور جب (بچے کھچے لوگ) نبی کریمؐ کے پاس آئے تو علم کا سہرا عمر بن خطاب کے سر باندھا اور ان کی طرف بھیجا تو وہ پتھروں اور درختوں کے نیچے اس کے لیے چھپ بیٹھے اور جب یہ وادی میں اترنے کے لیے گیا تو وہ نکلے اور اس کو بھی بھگا دیا پس رسول اللہؐ کو یہ برا لگا تو آپؐ سے عمرو بن عاص کہنے لگا یا رسول اللہؐ جنگ ایک دھوکہ ہے پس ہوسکتا ہے کہ میں انہیں دھوکہ دے سکوں آپؐ نے اسے بھی ایک گروہ کے ساتھ بھیجا اور اسے تاکید کی۔

جب وہ وادی کے پاس پہنچا تو وہ اس کے لیے بھی نکلے اور اسے بھی بھگا دیا اور اس کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ قتل کر دیئے اور رسول اللہؐ کچھ دن رکے رہے اور ان کے حق میں بددعا کرتے رہے پھر امیر المومنینؑ کو بلا کر علم دیا پھر فرمایا اس کو بھیج رہا ہوں جو بڑھ بڑھ کے حملہ کرنے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں پھر آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا خدایا تو جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں، علیؑ کے بارے میں میری حفاظت کرنا اور اس پر احسان کرنا پس جتنا خدا نے چاہا حضور آپ کے حق میں دعا کرتے رہے اور علیؑ بن ابی طالب نکلے اور ان کی تشیع کے لئے رسول اللہ بھی نکلے اور انہیں مسجد احزاب تک پہنچایا اور حضرت علیؑ سرخ زردی مائل چترہ گھوڑے پر سوار تھے جس کی دم کٹی ہوئی تھی اور آپ پر دو یمنی چادریں تھیں اور ہاتھ میں خطی (دھاری دار) نیزہ تھا پس رسول اللہؐ نے مشایعت کی اور آپ کے لیے دعا کی اور جن کو آپ کے ساتھ بھیجا ان میں ابوبکر و عمر اور عمرو بن عاص بھی

تھے پس آپ انہیں عراق کی طرف لے کر راستہ سے ہٹ کر چلے یہاں تک کہ انہوں نے گمان کیا کہ وہ انہیں کسی دوسری طرف لیے جا رہے ہیں پھر انہیں ایک ہموار راستہ سے لے کر چلے اور آپ ان کو ساتھ لیے چلتے رہے یہاں تک کہ وادی کے اگلے رخ پر لے آئے اور رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے تھے پس جب وادی کے قریب پہنچے تو اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھوڑوں کو باندھ دیں اور انہیں ایک جگہ پر ٹھہرا دیا اور فرمایا کہ اس جگہ سے نہ ہٹنا اور ان کے سامنے ایک طرف کو چل دیئے اور ان سے الگ ایک طرف قیام کیا، تو جب عمرو بن عاص نے دیکھا جو کچھ آپؑ نے کیا تو اس کو شک نہ رہا کہ آپ کو فتح نصیب ہوگی تو وہ ابوبکر سے کہنے لگا میں ان شہروں کو علی سے زیادہ جانتا ہوں اور اس علاقہ میں ایسی چیزیں رہتی ہیں جو ہمارے لیے بنی سلیم سے زیادہ سخت ہیں اور وہ ہیں بجو اور بھیڑیئے اگر وہ ہماری طرف نکل آئے تو مجھے خوف ہے کہ وہ ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے پس علیؑ سے بات کرو کہ ہمیں وہ اجازت دیں تا کہ ہم وادی کے اوپر چلے جائیں راوی کہتا ہے پس ابوبکر آپ کے پاس آ گیا اور آپ سے یہ بات کہیں طول دے کر کہی، لیکن امیر المومنین نے اس کو ایک لفظ کا جواب نہ دیا تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف آ گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم اس نے تو مجھے ایک حرف کے ساتھ بھی جواب نہیں دیا پس عمرو بن عاص نے عمر بن خطاب سے کہا تم اس پر زیادہ قوت رکھتے ہو پس عمر گیا اور اس نے آپ کو مخاطب کیا تو اس سے بھی آپؑ نے وہی وہی کچھ کیا جو ابوبکر سے کیا تھا وہ بھی ان کے پاس آ گیا اور انہیں خبر دی کہ اس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا تو عمرو بن عاص کہنے لگا پھر ہمیں نہیں چاہئے کہ ہم اپنے آپ کو ہلاک کریں چلو ہمارے ساتھ ہم وادی کے اوپر جاتے ہیں تو مسلمان اس سے کہنے لگے نہیں خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے ہمیں رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے کہ ہم علیؑ کی بات سنیں اور ان کی اطاعت کریں تو کیا ہم ان کا حکم چھوڑ دیں اور تیری اطاعت کریں اور تیری بات سنیں پس وہ اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ امیر المومنینؑ نے جب صبح کا نمودار ہوتا محسوس کیا آپ نے ان پر ہر طرف سے حملہ کر دیا جب وہ غافل پڑے تھے اور اللہ نے آپ کو ان پر قبضہ و غلبہ عطا کیا اور نبی کریمؐ پر والعدیت ضبحا الی آخرھا نازل ہوئی تو نبی کریمؐ نے اصحاب کو فتح کی بشارت دی اور انہیں حکم دیا کہ امیر المومنینؑ کا استقبال کریں پس انہوں نے آپ کا استقبال کیا جب کہ نبی اکرمؐ ان کے آگے آگے تھے اور وہ لوگ آپ کے لیے دو صفوں میں کھڑے ہو گئے اور جب حضرت علیؑ نے نبی اکرمؐ کو دیکھا تو گھوڑے سے اتر آئے نبی کریمؐ نے فرمایا کہ سوار ہو کر جاؤ بے شک اللہ اور اس کا رسول تم سے راضی ہیں تو امیر المومنینؑ خوشی سے رونے لگے اور حضورؐ نے آپؑ سے فرمایا اے علیؑ اگر مجھے یہ خوف نہ ہو کہ میری امت کے کچھ گروہ تمہارے متعلق وہ کچھ کہیں گے کہ جو نصاریٰ نے عیسیٰؑ بن مریمؑ کے حق میں کہا ہے تو میں آج تمہارے متعلق ایسی بات کہتا کہ تم لوگوں کے کسی گروہ کے پاس سے نہ گزرتے مگر یہ کہ وہ تمہارے پاؤں کے نیچے کی خاک اٹھا لیتے۔

اس جنگ میں بھی فتح خاص طور پر امیر المومنینؑ کو نصیب ہوئی بعد اس کے کہ آپ کے علاوہ دوسرے

اس میں خرابی پیدا کر چکے تھے اور نبی کریمؐ کے مدح کرنے میں ایسے فضائل سے آپ مخصوص ہوئے کہ جن میں سے کوئی بھی آپ کے غیر کو حاصل نہیں ہوئے اور اس میں آپ کی ایسی منقبت ظاہر ہوئی کہ جس میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

واقعہ مباہلہ

جب فتح مکہ اور اس کے بعد والی جنگوں کے بعد کہ جن کا ذکر ہو چکا ہے اسلام پھیل گیا اور اس کی سلطنت قوی اور طاقتور ہوگئی تو نبی کریمؐ کی خدمت میں وفود آنے لگے کہ جن میں سے بعض مسلمان ہو جاتے تھے اور بعض امان کے طالب ہوتے تھے تا کہ آپ کی رائے سے جو ان کے متعلق ہوتی تھی اپنی قوم کے پاس واپس چلے جائیں منجملہ ان کے جو آپ کے پاس آئے ایک ابو حارثہ اسقف (نصاریٰ کا دینی پیشوا) نجرانی تھا نصاریٰ کے تیس افراد کے ساتھ کہ جن میں عاقب، سید اور عبدالمسیح تھے وہ مدینہ میں نماز عصر کے وقت آئے وہ ریشم و دیباج کے لباس پہنے ہوئے اور صلیب کا نشان لگائے ہوئے تھے پس یہودی ان کے پاس گئے اور آپس میں سوال و جواب کرنے لگے پس نصاریٰ نے کہا کہ تم کسی چیز پر نہیں ہو اور یہود نے ان سے کہا کہ تم کسی چیز پر نہیں ہو اور اسی میں خداوند عالم نے نازل فرمایا۔

وقالت الیھود لیست النصاری علی شیء
وقالت النصاری لیست الیھود علی شیء

''اور یہودی کہتے ہیں کہ نصاری کسی چیز پر نہیں اور نصاری کہتے ہیں کہ یہودی کسی چیز پر نہیں۔''

جب نبی کریمؐ نے نماز عصر پڑھ لی تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے جب کہ ان کے آگے آگے اسقف تھا تو وہ آپؐ سے کہنے لگا، اے محمدؐ آپ حضرت مسیح کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، انہیں اللہ نے مصطفیٰ کیا تو اسقف کہنے لگا اے محمدؐ کیا آپ ان کے باپ کو جانتے ہیں جس نے انہیں جنوایا ہو؟ نبی کریمؐ نے فرمایا وہ نکاح سے تو پیدا نہیں ہوئے تا کہ کوئی ان کا والد ہو تو وہ کہنے لگا کہ کیسے کہہ دیا کہ وہ پیدا شدہ عبد ہیں حالانکہ آپ بغیر نکاح و ولد کے کوئی مخلوق عبد نہیں پاتے تو خداوند تعالیٰ نے سورہ آل عمران کی آیات نازل کیں اس ارشاد تک کہ

ان مثل عیسی عند اللہ کمثل ادم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون الحق من ربك فلا تکن من الممترین فمن حاجك

فيه من بعد ماجاء ك من العلم فقل تعالوا ندع ابنائنا وابناء كم و لنسائنا و نساء كم وانفسنا و انفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين

"بے شک عیسیٰؑ کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ جیسی ہے اس کو پیدا کیا مٹی سے پھر اس سے کہا کہ ہوجا، پس وہ ہوگیا یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے پس نہ ہوجا شک کرنے والوں میں سے پس جو تجھ سے جھگڑا کرے اس کے بارے میں بعد اس کے کہ تیرے پاس علم آگیا ہے تو کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو بلاتے ہیں اور گڑگڑا کر دعا کریں پس اللہ کی لعنت قرار دیں جھوٹوں پر۔"

حضورؐ نے ان آیات کی تلاوت نصاریٰ کے سامنے کی اور انہیں مباہلہ کی دعوت دی اور فرمایا خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مباہلہ ہوا تو باطل پرست پر فوراً عذاب نازل ہوگا اور اس طرح حق باطل سے جدا ہوجائے گا پس اسقف، عبدالمسیح اور عاقب کے ساتھ مشورہ کے لیے بیٹھا اور ان کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ کل صبح تک آپ سے مہلت مانگی جائے جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ آئے تو اسقف نے ان سے کہا کہ کل محمدؐ کو دیکھو اگر وہ کل صبح کو اپنی اولاد اور اہل خانہ کو ساتھ لائے تو پھر ان سے مباہلہ کرنے سے بچنا اور اگر وہ اپنے اصحاب کے ساتھ آئے تو پھر اس سے مباہلہ کر لینا اور سمجھ لینا کہ وہ باطل پر ہیں جب دوسرے دن صبح ہوئی تو حضور علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے آئے اور حسنؑ اور حسینؑ حضورؐ کے آگے آگے چل رہے تھے اور جناب فاطمہؑ آپ کے پیچھے چل رہی تھیں اور نصاریٰ یوں نکلے کہ ان کے آگے آگے ان کا اسقف تھا جب اسقف نے حضورؐ کو دیکھا کہ وہ اپنے ساتھ والوں کے ساتھ آرہے ہیں تو اس نے ان کے بارے میں سوال کیا تو اسے بتایا گیا کہ یہ ان کے چچا زاد بھائی علیؑ بن ابی طالبؑ اور ان کے داماد ہیں اور ان کے بچوں کے والد ہیں اور ساری مخلوق سے آپؐ کی زیادہ محبوب ہیں اور یہ دونوں بچے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے فرزند ہیں علیؑ سے اور یہ باقی مخلوق سے آپؐ کو زیادہ پیارے ہیں اور یہ خاتون ان کی بیٹی فاطمہؑ ہے جو تمام لوگوں سے ان کو زیادہ عزیز ہے اور ان کے دل کے زیادہ قریب ہے پس اسقف نے عاقب سید اور عبدالمسیح کی طرف دیکھا اور ان سے کہا کہ اس کی طرف دیکھو کہ وہ اپنے مخصوصین اپنی اولاد اور اہل خانہ میں سے لے کر آیا ہے تا کہ ان کے ساتھ مل کر مباہلہ کرے اسے اپنے حق پر ہونے کا وثوق و یقین ہے خدا کی قسم وہ انہیں لے کر کبھی نہ آتا اگر اسے اپنے خلاف حجت کا خوف ہوتا لہٰذا اس سے مباہلہ کرنے سے بچو، خدا کی قسم اگر مجھے قیصر کی قدر و منزلت کا خیال نہ ہوتا تو میں ایمان لے آتا لیکن ان سے صلح کر لو جس پر

تمہارے اوراس کے درمیان صلح ہو جائے اور اپنے شہروں کو واپس چلے جاؤ اور اپنے لیے غور وفکر کرو تو وہ کہنے لگے کہ ہماری رائے آپ کی رائے کے تابع ہے تو اسقف نے کہا اے ابوالقاسم ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے بلکہ آپ سے مصالحت ہی کرتے ہیں ایسی چیز پر جسے ہم برداشت کر سکیں تو آپ نے ان سے مصالحت کی، دو ہزار وزنی حلول (پوشاکوں) پر کہ جن میں سے ہر حلہ (پوشاک) کم وبیش چالیس درہم کا ہو اسی حساب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے ایک تحریر لکھی جس چیز پر ان سے صلح کی تھی اور وہ تحریر اس طرح تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سہارا اللہ کے نام کا جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

اللہ کے رسول محمد کی یہ تحریر ہے نجران اور اس کی اطراف کے لیے۔ ان سے سونا چاندی، پھل اور غلام میں سے کوئی چیز نہیں لی جائے گی سوائے دو ہزار وزنی ستھرے حلول (پوشاکوں) کے، ہر پوشاک دحلہ کی قیمت تقریباً چالیس درہم ہوگی اس حساب سے ان میں سے ایک ہزار حلہ ماہ صفر میں ادا کریں گے اور ایک ہزار ان میں سے رجب میں اور چالیس دینار میرے ایلچی کا مہمانی خرچ ہوگا اور ان پر ہر حادثہ میں جو یمن میں پیدا ہو ہر عدن میں رہنے والے کی طرف سے عاریۃ جس کی ضمانت دیجائے گی تیس زرہیں، تیس گھوڑے اور تیس اونٹ عاریۃ ہوں گے جن کی ضمانت دی جائے گی اس پر وہ اللہ کی اور محمدؐ بن عبداللہ کی پناہ میں ہیں اور جو ان میں سے سود کھائے اس سال کے بعد تو میرا ذمہ اس سے بری ہے پس اس قوم نے وہ تحریر لی اور وہ واپس چلے گئے۔

واقعہ اہل نجران باوجود یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی نشانی اور معجزہ ہے جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جناب امیرالمومنینؑ کی فضیلت کا بیان بھی لیے ہوئے ہے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ نصاریٰ کو آپؐ کی نبوت کا اعتراف کر لینے کی طرف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس یقین کی طرف کہ وہ مباہلہ نہیں کریں گے اور انہیں علم تھا کہ اگر انہوں نے مباہلہ کیا تو ان پر عذاب نازل ہوگا اور آپؐ کو وثوق تھا کہ آپؐ کو ان پر کامرانی ہوگی اور یہ کہ حجت ودلیل کے ساتھ آپؐ کو ان پر ظفر و کامیابی ملے گی اللہ تعالیٰ نے آیت مباہلہ میں حکم لگایا کہ امیرالمومنینؑ، رسولؐ کے نفس ہیں اس کے ساتھ یہ ظاہر و واضح کرتے ہوئے کہ آپؑ انتہائے فضیلت کو پہنچے ہوئے ہیں اور آپ درجہ کمال اور گناہوں سے معصوم ہونے میں رسولؐ کے ساتھ مساوات رکھتے ہیں اور خداوند عالم نے حضرت علیؑ آپ کی زوجہ اور آپ کے دونوں بیٹوں کو حالانکہ وہ چھوٹے سن کے تھے اپنے نبی کی نبوت اور دین کے لیے ان سب کو حجت و گواہ و برہان ودلیل قرار دیا اور اس حکم پر نص لگائی کہ حسنؑ وحسینؑ آنحضرتؐ کے بیٹے ہیں اور فاطمہؑ نساء کی مصداق ہیں کہ جن کی طرف یاد دہانی اور مباہلہ کے لیے دعا کا خطاب اور احتجاج متوجہ ہے اور یہ ایسی فضیلت ہے کہ جس میں امت کا کوئی فرد بھی ان کے ساتھ شریک نہیں ہے نہ ان کے قریب پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی اس معنی میں کوئی ان کی مثل ہے اور یہ بھی

ملحق ہے ان مناقب کے ساتھ جو امیرؑ کے ساتھ منسوب ہیں جو گزر چکے ہیں اور آپؑ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

حجۃ الوداع

پھر وفد نجران کے ساتھ ہی ایک اور واقعہ رونما ہوا جو فضیلت امیر المومنینؑ کی خبر دیتا ہے اور جو مناقب میں آپؑ کے ساتھ مخصوص ہے کہ جس کی وجہ سے آپؑ تمام بندوں سے جدا ہیں وہ ہے واقعہ حجۃ الوداع کا اور دوسرے واقعات جو اس کے دوران ہوئے اور اس میں امیر المومنینؑ کے جو جلیل القدر مقامات ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہؐ نے آپؑ کو یمن کی طرف بھیجا تھا کہ وہاں کی معدنیات کا خمس نکالیں اور جس چیز پر اہل نجران کے ساتھ حضورؐ کا اتفاق ہوا تھا، حلوں اور سونا (اگر حلے نہ ہوں) میں سے اور اس کے علاوہ دوسرے مسائل کے لیے لہٰذا آپ متوجہ ہوئے اس چیز کی طرف جس کے لیے نبی کریمؐ نے انہیں پکارا تھا اور آپ نے اس کو آپؐ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اور آپ کی فرمانبرداری کی طرف جلدی کرتے ہوئے پورا کیا اور رسول اللہؐ نے جس چیز کا جناب امیرؑ کو امین بنایا اس پر کسی اور کو امین نہیں بنایا اور نہ ہی قوم میں آپ کو کوئی نظر آیا جس میں اس کام میں قیام کی صلاحیت ہو، سوائے آپؑ کے، پس آپؑ کو نبی کریمؐ نے اس میں اپنا قائم مقام قرار دیا اور ان کو اپنا نائب بنایا آپ سے مطمئن تھے اور انہیں سکون تھا کہ وہ اس بوجھ کو اٹھا لیں گے کہ جس کی ذمہ داری ان پر ڈالی ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج اور ان احکام کے ادا کرنے کا ارادہ کیا جو حج میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرض کئے تھے۔ آپ نے اس کا لوگوں میں اعلان کیا اور آپ کی دعوت تمام بلاد اسلامی تک پہنچی لوگ تیار ہو گئے اور مدینہ میں بہت سے لوگ اس کے اطراف اور جو اس کے قریب تھے وہاں سے حاضر ہوئے اور وہ آپ کے ساتھ جانے کے لیے ہر طرح سے تیار تھے پس آپؐ ان لوگوں کے ساتھ نکلے جب کہ ذیعقدہ کی پانچ راتیں باقی تھیں حضورؐ نے امیر المومنین کو خط لکھا کہ یمن سے سیدھا حج کے لیے پہنچیں لیکن جس حج کی قسم (تین قسموں میں سے کسی قسم) کا آپ نے ارادہ کیا تھا اس کا ذکر نہ کیا پھر نبی کریمؐ مدینہ سے قربانی ساتھ لے کر حج قرآن کی نیت سے نکلے اور آپؐ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا اور لوگوں نے آپ کے ساتھ احرام باندھا اور آپ نے تلبیہ کیا اس میل کے پاس سے جو بیداء میں ہے اور آپ نے دونوں حرموں کے درمیان سے تلبیہ کو متصل کر دیا یہاں تک کہ آپ وادی کراع الغمیم میں جا پہنچے اور لوگ آپ کے ساتھ تھے کچھ سوار اور کچھ پیدل، پس پیدال چلنے والوں کی دشواری محسوس ہوئی اور راستہ چلنے نے انہیں تھکا دیا تھا انہوں نے اس کی حضورؐ سے شکایت کی اور آپ سے سواری طلب کی تو آپ نے انہیں بتایا کہ میرے پاس سواری کے اونٹ نہیں ہیں اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی کمریں کس لیں اور ریت اون کے ساتھ ملا لیں پس انہوں نے ایسا کیا اور اس سے راحت محسوس کی اور امیر المومنینؑ اس لشکر کے ساتھ نکلے جو یمن کی

طرف آپ کے ساتھ گیا تھا اور آپ کے لباس اور حلے بھی تھے جو آپ نے اہل نجران سے لیے تھے پس جب رسول اللہؐ مکہ کے قریب پہنچے مدینہ کے راستہ سے تو امیر المومنینؑ بھی مکہ کے قریب یمن کے راستہ سے پہنچ گئے نبی کریمؐ کی ملاقات کے لیے لشکر سے آگے نکل آئے اور لشکر پر ان میں سے ایک شخص اپنا جانشین مقرر کیا تو آپ نے آنحضرتؐ کو پالیا جب کہ آپ مکہ میں داخل ہونے والے تھے پس حضورؐ کو سلام کیا اور انہیں بتایا جو کچھ یمن میں کیا تھا اور جو کچھ لیا تھا اس کے لینے کی خبر دی اور یہ کہ وہ آپ کی ملاقات کے لیے لشکر سے پہلے جلدی آ گئے تو رسول اللہؐ اس سے خوش ہوئے اور ان کی ملاقات سے انہیں مسرت ہوئی پھر حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے کیسا احرام باندھا ہے اے علیؑ تو آپؑ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ آپؐ نے اپنے احرام کی نیت تو مجھے تحریر نہیں کی تھی اور نہ ہی میں اسے جان سکا لہٰذا میں نے اپنی نیت کے ساتھ باندھا ہے پس میں نے کہا کہ خدایا میں احرام باندھتا ہوں تیرے نبیؐ کے احرام کی طرح اور میں نے اپنے ساتھ چونتیس اونٹ قربانی کے لیے ہیں تو رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ اکبر میں نے چھیاسٹھ قربانی کے اونٹ اپنے ساتھ لیے ہیں اور تم میرے مناسک اور حج اور میری قربانی میں شریک ہو پس اپنے احرام پر قائم رہو اور اپنے لشکر کی طرف لوٹ جاؤ اور انہیں جلدی میرے پاس لے آؤ تاکہ ہم انشاء اللہ سب مکہ میں جمع ہو جائیں پس امیر المومنینؑ آپؐ سے رخصت ہوئے اور اپنے لشکر کی طرف لوٹ آئے اور انہیں بہت قریب ہی پالیا اور انہیں اس حالت میں پایا کہ انہوں نے وہ حلے پہن رکھے ہیں جو ان کے ساتھ تھے تو آپؑ نے اس کا برا مانا اور اس سے کہا کہ جسے ان پر اپنا جانشین مقرر کیا تھا، تجھ پر ہلاکت ہو تمہیں کس چیز نے اس کی طرف بلایا کہ تم حلے انہیں دے دے اس سے پہلے کہ ہم انہیں رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کرتے اور میں نے تجھے اس کی اجازت بھی نہیں دی تھی وہ کہنے لگا انہوں نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ وہ ان سے آراستہ ہو جائیں اور ان میں احرام باندھ لیں پھر وہ مجھے واپس کر دیں گے پس امیر المومنینؑ نے وہ لباس ان سے لے کر دوبارہ انہیں اونٹوں پر باندھ دیا اور اسی سے ان لوگوں نے آپؑ کے متعلق کینہ و بغض رکھا جب وہ مکہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے امیر المومنین کی شکایات کیں تو رسول اللہؐ نے منادی کو حکم دیا جس نے بلند آواز سے کہا

کہ علیؑ بن ابی طالبؑ سے اپنی زبانوں کو روک لو کیونکہ وہ اللہ کے معاملہ میں سخت ہیں اور اپنے دین کے بارے کسی سے مصالحت نہیں کر سکتے۔''

پس لوگ آپ کی مخالفت کے ذکر سے رک گئے اور انہیں معلوم ہو گیا آپ کا نبی کریمؐ سے مقام اور حضورؐ کی ناراضگی اس پر جو آپؑ کی عیب جوئی کرے''امیر المومنینؑ اپنے احرام پر نبی کریمؐ کی پیروی کرتے ہوئے قائم رہے۔''

حضورؐ کے ساتھ مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ سیاق ہدی (قربانی کا جانور ساتھ لے جانا) کے بغیر نکلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

واتموا الحج والعمرۃ للہ

''اور مکمل کرو حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے''

تو رسول اللہ نے فرمایا کہ حج عمرہ میں قیامت کے دن تک کے لیے داخل ہو گیا ہے اور آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر دیں پھر آپ نے فرمایا

لو استقبلت من امری ما استدبرته ماسقت الهدی

''اگر میں اپنے معاملہ سے آگے بڑھتا اس سے کہ جس میں پشت پھیر چکا ہوں تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا''

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ اگر مجھے علم ہوتا تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا اور دوسرا یہ کہ اگر میں زندہ رہا تو دوبارہ ساتھ نہیں لاؤں گا، واللہ العالم مترجم۔'' پھر آپؐ نے منادی کو حکم دیا کہ وہ منادی کرے کہ ''جو تم میں سے قربانی کا جانور اپنے ساتھ نہیں لایا پس وہ محل ہو جائے اور اس کو عمرہ قرار دے اور جو تم میں سے قربانی ساتھ لایا ہے تو وہ اپنے احرام پر باقی رہے پس بعض لوگوں نے اطاعت کی اور بعض نے مخالفت کی اور اس سلسلہ میں ان کے درمیان ناپسندیدہ باتیں ہوئیں اور ان میں سے کچھ کہتے تھے کہ!

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بال پریشاں غبار آلود ہیں اور ہم لباس پہنیں عورتوں کے پاس جائیں اور سروں میں تیل لگائیں۔''

اور ان میں سے بعض کہتے تھے:

''تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہارے سروں سے غسل کے پانی کے قطرات گر رہے ہیں اور رسول اللہؐ اپنے احرام پر قائم ہیں۔''

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برا مانا اس کا جس نے آپ کے اس حکم کی مخالفت کی اور فرمایا کہ!

''اگر میں قربانی ساتھ نہ لایا ہوتا تو میں بھی محل ہو جاتا اور اس کو عمرہ قرار دیتا، تو جو قربانی کا جانور اپنے ساتھ نہیں لایا وہ محل ہو جائے۔''

تو کچھ لوگ پلٹ آئے اور کچھ مخالفت پر قائم رہے اور نبی کریمؐ کی مخالفت پر قائم رہنے والوں میں سے عمر بن خطاب بھی تھا تو آپؐ نے اسے بلا بھیجا اور فرمایا:

''کیا ہو گیا ہے کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں اے عمر! کہ تو محرم ہے کیا تو قربانی کا جانور ساتھ لایا ہے؟''

کہنے لگا ''ساتھ تو نہیں لایا''

فرمایا ''پھر محل کیوں نہیں ہوتا؟''

تو عمر نے کہا ''خدا کی قسم اے اللہ کے رسولؐ میں محل نہیں ہوں گا جب کہ آپ محرم ہیں۔''

تو رسول اللہؐ نے فرمایا ''تو مرتے دم تک اس پر ایمان نہیں لائے گا۔''

یہی وجہ ہے کہ عمر حج تمتع کے انکار پر قائم رہا یہاں تک کہ اپنی حکومت کے زمانہ میں منبر پر گیا اور اس سے نئے سرے سے منع کیا اور سزا دینے کی دھمکی دی اور جب رسول اللہؐ نے اپنے مناسک (اعمال) حج پورے کر لیے اور حضرت علیؑ کو اپنی قربانی میں شریک کیا تو مدینہ کی طرف لوٹے کہ حضرت امیرؑ اور سب مسلمان آپؐ کے ساتھ تھے یہاں تک کہ اس جگہ پہنچے جو ''غدیر خم'' کے نام سے مشہور ہے اور اس وقت وہ جگہ ایسی نہیں تھی کہ قافلہ کے اترنے کے قابل ہوتی، پانی اور چراگاہ نہ ہونے کی وجہ سے تو آپؐ نے وہاں نزول اجلال، فرمایا اور مسلمان بھی وہیں اتر پڑے اور اس جگہ اترنے کا سبب یہ تھا کہ قرآن کی آیت امیر المومنین کو اپنے بعد امت میں خلیفہ نصب کرنے کے بارے میں آپؐ پر نازل ہوئی اور اس سلسلہ میں وقت کے تعین وتقرر کے بغیر پہلے بھی وحی آ چکی تھی پس آپؐ نے اس میں تاخیر کی ایسا وقت آنے تک کہ آپ لوگوں کی طرف سے اس سلسلہ میں اختلاف کرنے سے مامون ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اگر آپ خم غدیر سے آگے بڑھ گئے تو بہت سے لوگ اپنے شہروں، اپنے گھروں اور اپنے دیہاتوں کی طرف جانے کے لیے آپؐ سے الگ ہو جائیں گے پس خدا نے چاہا کہ وہ انہیں جمع کرے امیر المومنینؑ پر نص کے سننے اور ان پر اس میں حجت کی تاکیدی ہو جانے کے لیے، پس خدا نے آیت نازل فرمائی:

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك

''اے رسول پہنچا دے وہ جو نازل ہو چکا ہے، تجھ پر تیرے رب کی طرف سے۔''

یعنی علیؑ کو خلیفہ بنانے اور اس پر امامت کی نص کے سلسلہ میں

وان لم تفعل فما بلغت رسالته واللہ یعصمك من الناس

''اور اگر تو نے یہ کام نہ کیا تو، تو نے فریضہ رسالت ادا ہی نہیں کیا اور اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔''

پس اس کے ساتھ آپؐ پر فریضہ کے ادا کرنے کی تاکید کی اور معاملہ میں تاخیر کرنے سے ڈرایا اور لوگوں سے محفوظ رہنے اور ان کی اذیت رسانی سے بچانے کی ضمانت دی، پس رسول اللہؐ اس مقام پر اترے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ ہم نے وضاحت کی ہے کہ ان کو اس کا حکم آیا تھا اور مسلمان بھی آپؐ کے ساتھ اتر پڑے وہ دن انتہائی گرم تھا آپؐ نے حکم دیا کہ تمام پودوں اور جھاڑیوں کی جگہ کی صفائی کی جائے اور حکم دیا کہ اونٹوں کے پلان ایک جگہ جمع کر کے ایک دوسرے کے اوپر رکھیں جائیں۔ پھر آپ نے اپنے منادی کو حکم دیا اس نے لوگوں میں

منادی کی کہ سب جمع ہو جاؤ پس وہ اپنے سامان اپنی جگہ رکھ کر وہاں جمع ہو گئے تو آپؐ نے ان پالانوں کے اوپر چڑھے یہاں تک کہ ان کی چوٹی پر جا پہنچے اس کے بعد امیر المومنینؑ کو بلایا وہ بھی آپؐ کے ساتھ بلند ہوئے یہاں تک کہ حضورؐ کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے پھر آپؐ نے لوگوں کو خطبہ دیا خدا کی حمد و ثناء کی وعظ و نصیحت کرنے میں انتہا کر دی امت کو اپنی رحلت و انتقال کی خبر دی اور فرمایا کہ مجھے بلا لیا گیا ہے اور قریب ہے کہ میں اس دعوت کو قبول کروں اور تمہارے درمیان سے چلے جانے کا وقت قریب آ پہنچا ہے میں تم میں وہ کچھ چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم اس سے متمسک رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اللہ کی کتاب اور میری عزت جو میرے اہل بیت ہیں پس یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں کے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ پر وارد ہوں گے پھر آپؐ نے بلند آواز سے پکار کر کہا الست اولی بکم منکم بانفسکم کیا میں تم پر تم سے تمہاری جانوں پر زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا (یعنی کیا میں تمہارا مولا و حاکم نہیں ہوں) وہ کہنے لگا بے شک تو آپؐ نے اسی طرح سے بغیر فاصلہ فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنینؑ کے دونوں کندھوں کو پکڑا ہوا تھا انہیں بلند کیا یہاں تک کہ ان کے بغلوں کی سفیدی ظاہر تھی فمن کنت مولاہ فھذا علی مولاہ تو جس جس کا میں مولا و حاکم ہوں اس کا یہ علیؑ مولا و حاکم ہے اے اللہ دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمنی رکھے اس سے جو علیؑ سے دشمنی رکھے اور مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور چھوڑ دے مدد کرنا اس کی جو علیؑ کی مدد چھوڑ دے پھر آپؐ منبر سے اتر آئے اور وہ عین دوپہر کا وقت تھا پس آپؐ نے دو رکعت نماز پڑی پھر سورج کا زوال ہوا اور آپؐ کے موذن نے واجب نماز کیلیے اذان کہی تو آپؐ نے مسلمانوں کو نماز ظہر پڑھائی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خیمہ میں آ کر بیٹھ گئے اور حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ وہ اپنے خیمے میں بیٹھیں جو حضورؐ کے خیمے کے مدمقابل تھا پھر مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ گروہ در گروہ حضرت علیؑ کے پاس جائیں اور انہیں اس مقام پر منزلت کی مبارک باد دیں اور امیر المومنینؑ کہہ کر آپؑ کو سلام کریں پس یہ عمل تمام مسلمانوں نے کیا پھر آپؐ نے اپنی ازواج اور باقی مومنین کی عورتوں کو حکم دیا جو آپؐ کے ساتھ تھیں کہ وہ جائیں اور حضرت علیؑ کو امیر المومنینؑ کہہ کر سلام کریں انہوں نے بھی ایسا ہی کیا اور ان لوگوں میں سے کہ جنہوں نے اس مقام کی مبارک باد دینے میں طول زیادہ دیا، عمر بن خطاب تھا اور اس نے اس پر آپ کے سامنے مسرت کا اظہار کیا اور اپنی گفتگو میں کہا

بخ بخ لك یا علی اصبحت مولای و مولا کل مومن و مومنة

”مبارک ہو مبارک ہو اے علیؑ کہ آپ میرے مولا ہو گئے اور ہر مومن و مومنہ عورت کے مولا ہو گئے۔“

پس حسان بن ثابت رسول اللہؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ کیا آپؐ مجھے

اجازت دیتے ہیں کہ میں اس مقام کے متعلق کچھ اشعار کہوں جن سے خدا راضی ہو، تو آپؐ نے اس سے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کہہ اے حسان۔

پس حسان زمین سے اونچی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور مسلمان اپنی گردنیں اونچی کر کے اس کا کلام سن رہے تھے تو اس نے یہ اشعار انشاء کر کے کہے:

يناديهم يوم الغدير نبيهم
بخم و اسمع بالرسول منا ديا
وقال من مولاكم ووليكم؟
فقالوا ولم يبدوا هناك التعاديا
الهك مولانا وآنت ولينا
ولن تجدن منالك اليوم عاصيا
فقال له قم يا علی فانتی
رضيتك من بعدی اماما وهاديا
فمن كنت مولاه فهذا وليه
فكرنوا له انصار صدق مواليا
هناك دعا اللهم وال وليه
وكن يلدی عادی عليا معاديا

”غدیر کے دن مقام خم میں ان کا نبی انہیں پکار رہا تھا اور سنو رسول کو منادی کرتے ہوئے اور فرمایا کون ہے تمہارا مولا اور ولی و حاکم پس انہوں نے کہا اور وہاں کسی دشمنی کو ظاہر نہیں کیا، آپؐ کا اللہ ہمارا مولا ہے اور آپ ہمارے ولی و حاکم ہیں اور آج ہم میں سے کوئی بھی آپ کو نافرمان نہیں ملے گا۔“

تو حضورؐ نے کہا کھڑے ہو جاؤ اے علیؑ! بے شک میں نے اپنے بعد تمہیں امام دھادی ہونے کے لیے پسند کیا ہے، پس جس کا میں مولا ہوں تو یہ اس کے ولی ہیں تو سب ہو جاؤ ان کے سچے مددگار اور موالی و دوست یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی۔

”خدایا دوست رکھ علی کے دوست کو اور جو علیؑ سے دشمنی کرے اس کا دشمن ہو جا۔“

چنانچہ رسول اللہؐ نے حسان سے فرمایا:

"ہمیشہ تو اے حسان روح القدس سے تائید کیا جائے گا جب تک زبان سے ہماری نصرت و مدد کرتا رہے گا۔"

اور حضورؐ نے اپنی دعا میں شرط لگا دی چونکہ آپؐ کو علم تھا کہ آخر زندگی میں مخالفت کرے گا اور اگر آپؐ جانتے کہ مستقبل میں وہ صحیح وسالم رہے گا تو آپؐ کسی قید کے بغیر ہمیشہ کی دعا کرتے اور اسی کی مثل ہے وہ جو ازواج رسولؐ کی مدح میں اللہ نے شرط لگا دی ہے اور بغیر شرط کے ان کی مدح نہیں کی کیونکہ اسے علم تھا کہ ان میں سے بعض اسی درستی کی حالت سے بعد میں بدل جائیں گی کہ جس کی وجہ سے وہ مدح اور عزت واکرام کی مستحق ہیں لہٰذا فرمایا:

يا نشاء النبی الستن كاحد من النساء ان اتقين

"اے نبیؐ کی بیویو، تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو۔"

اور اس میں انہیں اس طرح نہیں قرار دیا جس طرح کہ اہل بیت نبیؐ کو محل اکرام ومدح قرار دیا ہے جس وقت انہوں نے اپنا کھانا یتیم، مسکین اور قیدی پر بذل وخرچ کیا تھا پس خدا نے علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کی شان میں نازل کیا جب کہ انہوں نے اپنے آپ پر ترجیح دی تھی باوجود اپنی ضرورت و حاجت کے، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ويطعمون الطعام على حبه مسكينا ويتيما واسيرا انما نطعمكم لوجه الله لانريد منكم جزاء ولاشكورا انا نخاف من ربنا يرما عبوسا قمطريرا فرقهم الله شر ذلك اليوم ولقاهم نصرة وسرورا وجزاهم بما صبروا وجنة وحريرا

"اور اس کی محبت پر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تو بس اللہ کی رضا کے لیے تمہیں کھانا کھلا رہے ہیں نہ ہم تم سے جزاء چاہتے ہیں اور نہ شکریہ ہم تو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ترش وسخت ترین دن سے، پس اللہ نے انہیں اس دن کی برائی سے بچا لیا اور انہیں تر وتازگی اور خوشی کا سامنا کرایا اور ان کے صبر کی وجہ سے جنت اور ریشم کی جزا دی۔"

پس ان کے لیے جزا کا قطعی فیصلہ کیا اور ان کے لیے کوئی شرط نہیں قرار دی جس طرح کہ ان کے غیر

کے لیے قرار دی۔

کیونکہ

اس کو حالات وطبائع کے اختلاف کا علم ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حجۃ الوداع میں امیر المومنینؑ کی وہ فضیلت جو آپؑ کے ساتھ مخصوص تھی اس کی ہم تشریح کر چکے ہیں اور آپ ایسی منقبت جلیل کے ساتھ منفرد ہیں کہ جسے ہم ذکر کر چکے ہیں اور آپؑ رسول اللہؐ کے شریک تھے ان کے حج ان کی قربانی اوران کے مناسک وعبادات میں اور خدا نے آپ کو توفیق دی کہ آپ نیت (حج) میں نبی کریمؐ کی نیت (حج) میں برابر اوران کی عبادت میں ان کے موافق ہوئے اور حضورؐ کے ہاں آپ کی قدر ومنزلت اور اللہ کے ہاں آپ کا محل ومقام وہ ہے جس کو اپنے دہن مبارک سے حضورؐ نے آپؑ کی مدح کر کے بیان اور آپ کی اطاعت کا فریضہ پوری مخلوق پر واجب قرار دے کر آپ کو اپنی خلافت کے ساتھ مخصوص فرمایا اور آپؐ نے صراحت کے ساتھ ان کی پیروی کو دعوت اوران کی مخالفت سے منع کیا اور اس کے لیے دعا کی جو دین میں آپ کی اقتداء کرے اور آپ کی نصرت میں کھڑا ہو اور اس کی بد دعا دی جو آپؑ کی مخالفت کرے اور اس پر لعنت کی جو آپؑ کی دشمنی کا اظہار کرے اور آپ کی نصرت میں کھڑا ہو اور اس کو بد دعا دی جو آپؑ کی مخالفت کرے اور اس پر لعنت کی جو آپؑ کی دشمنی کا اظہار کرے اس سے آپؑ نے واضح کیا کہ آپؑ خدا کی مخلوق میں افضل اور ساری دنیا سے زیادہ جلیل القدر ہی اور یہ بھی وہ چیز ہے کہ امت میں سے اس میں آپؑ کا کوئی شریک نہیں اور کسی شبہ کرنے والے یا حقیقی معنی میں بصیرت رکھنے والے شخص کے قریب اس کے برابر کوئی فضیلت نہیں ہے اور اللہ ہی لائق تعریف ہے۔

رسولِ خداؐ کا وصال

پھر جس چیز کی آپؐ نے جناب امیر المومنینؑ کی فضیلت اور آپ کے جلیل رتبہ کے ساتھ مخصوص ہونے کی تاکید کی وہ ہے حجۃ الوداع کے ساتھ ہی نئے اموراور واقعات جو رسول اللہؐ کو اللہ کی قضاء وقدر سے پیش آئے اور یہ کہ آپؐ نے تحقیقی طور پر اپنی اجل کے نزدیک ہونے کا تذکرہ اپنی امت کے ساتھ کیا پس یکے بعد دیگرے مختلف مقامات پر مسلمانوں میں کھڑے ہوتے انہیں اپنے بعد کے فتنہ اور اپنی مخالفت سے ڈراتے اور انہیں تاکیدی طور پر وصیت کرتے کہ آپؐ کی سنت سے متمسک رہیں اور اس پر مجتمع اور متفق رہیں اور انہیں آمادہ کرتے کہ وہ آپ کی عترت کی اقتداء اوران کی اطاعت ونصرت وحفاظت کریں، دین کے معاملے میں ان کا دامن تھامیں انہیں مخالفت کرنے اور مرتد ہو جانے سے ڈراتے اور اس سلسلہ میں آپ نے جو کچھ ذکر کیا اس میں یہ بھی تھا کہ جسے راویان اخبار نے اتفاق واجتماع کے ساتھ پیش کیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ ''اے لوگو! میں تم سے پہلے جا رہا ہوں اور تم حوض پر میرے پاس وارد ہو گئے اور میں تم سے دو وزنی چیزوں کے متعلق سوال کرنے والا ہوں پس غور و فکر کر لو کہ تم ان سے میرے بعد کیا سلوک کرتے ہو اور خدائے لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ وہ مجھ سے ملاقات کریں گی اور اس کا میں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے اور اس نے مجھے یہ عطا فرمایا ہے اور میں ان دونوں کو تم میں چھوڑے جا رہا ہوں اللہ کی کتاب اور میری عترت جو میرے اہل بیتؑ ہیں ان سے سبقت نہ کرنا ورنہ گروہ گروہ ہو جاؤ گے اور ان سے غفلت و کوتاہی نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور انہیں تعلیم دینے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

اے لوگو! میں تمہیں اس حالت میں نہ پاؤں کہ تم میرے بعد کفر و انکار کی طرف پلٹ جاؤ اور ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگو پس تم مجھ سے ملاقات کرو گے ایک ایسے لشکر میں جو سمندر کے گڑھا بنانے والے سیلاب کی طرح ہوگا، یاد رکھو کہ علیؑ بن ابی طالبؑ میرے بھائی اور میرے وصی ہیں وہ میرے بعد قرآن کی تاویل پر جہاد کریں گے جس طرح میں نے اس کی تنزیل پر جنگ کی ہے۔

اور آپ ایک مجلس کے بعد دوسری مجلس میں ایسی یا اس طرح کی گفتگو کرتے تھے پھر آپ نے اسامہ بن زید حارثہ کو سپہ سالار بناتے ہوئے بلا کر حکم دیا کہ وہ جمہور امت کے ساتھ اس طرف نکلے کہ جہاں روم کے علاقہ میں اس کا باپ شہید ہوا تھا اور آپ کی رائے یہ تھی کہ آگے آگے رہنے والے مہاجرین و انصار کی ایک جماعت زید کے لشکر میں شامل ہو کر مدینہ سے نکال دی جائے تا کہ مدینہ میں آپ کی وفات کے وقت کوئی ایسا شخص نہ ہو جو ریاست و حکومت میں اختلاف رکھے اور اسے لوگوں سے آگے بڑھ کر حکومت کرنے کا لالچ ہو اور علیؑ کے لیے راستہ صاف ہو جائے جنہیں حضورؐ نے اپنے بعد کے لیے خلیفہ بنایا ہے اور ان کے حق میں کوئی نزاع کرنے والا جھگڑا نہ کرے پس آپؐ نے اسامہ کو امیر اور لشکر کا سردار بنایا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور آپؐ نے ان لوگوں کو مدینہ سے نکالنے کی پوری کوشش کی اور اسامہ کو حکم دیا کہ مدینہ سے اپنا لشکر مقام جرف میں لے جائے اور آپؐ نے لوگوں کو اس کی طرف نکلنے اور جانے کے لیے حکم دیا اور ٹھہرے رہنے اور تاخیر کرنے سے ڈرایا پس اسی تگ و دو میں تھے کہ آپ کو وہ بیماری لاحق ہوئی کہ جس سے آپؐ کی وفات ہوئی اور جب آپؐ نے بیماری کو محسوس کیا تو علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور آپ کے پیچھے لوگوں کی ایک جماعت بھی آ گئی اور آپ بقیع کی طرف متوجہ ہوئے تو آپؐ نے لوگوں سے فرمایا جو آپؐ کے ساتھ ہو گئے تھے۔

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اہل بقیع کے لیے استغفار کروں

پس وہ بھی ساتھ چل دیئے۔ یہاں تک کہ حضورؐ ان کے درمیان ٹھہر گئے اور فرمایا

السلام علیکم یا اهل القبور لیهنئکم ما اصبحتم فیه

مما فیه الناس اقبلت الفتن کقطع اللیل المظلم تیبع اولها اخرها

”تم پر سلام ہوائے قبروں والو البتہ تمہیں خوشگوار ہو وہ چیز جس میں تم رہتے ہو اس سے جس میں لوگ ہیں فتنے تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح آگے بڑھ رہے ہیں جس میں سے آخری پہلے کے پیچھے ہے۔“

پھر آپ نے اہل بقیع کے لیے کافی طویل استغفار کیا اور حضرت امیر المومنینؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا۔ بے شک جبرائیلؑ ہر سال ایک مرتبہ میرے سامنے قرآن پیش کرتا تھا اور اس سال دو مرتبہ پیش کیا اور میں اس کو نہیں سمجھتا سوائے اس کے کہ میری اجل آ گئی ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا:

اے علیؑ! تجھے خزائن دنیا اور اس میں ہمیشہ رہنے اور جنت کے درمیان اختیار دیا گیا ہے تو میں نے اپنے پروردگار کی ملاقات اور جنت کو انتخاب کیا ہے تو جب میری موت واقع ہو جائے تو مجھے غسل دینا اور میری شرمگاہ کو چھپانا کیونکہ جو بھی اسے دیکھے گا اندھا ہو جائے گا۔

پھر آپؐ اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے تین دن تک سخت بیماری میں مبتلا رہے پھر آپؐ مسجد کی طرف نکلے اور سر پر پٹی باندھے ہوئے نکلے اور امیر المومنینؑ پر اپنے دائیں ہاتھ سے اور فضل بن عباس پر بائیں ہاتھ سے ٹیک لگائے ہوئے یہاں تک کہ آپؐ منبر پر تشریف لے گئے اور اس پر بیٹھ گئے پھر فرمایا:

اے لوگو! تم سے میری رخصت کا وقت قریب آ گیا ہے پس جس کا میرے ذمہ کوئی وعدہ ہو تو وہ اس کی مجھے خبر دے اور جس کا میرے اوپر قرض ہو تو وہ میرے پاس آئے تو میں اس کو دوں گا۔ اے لوگو! اللہ اور کسی کے درمیان کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کے ذریعہ اللہ اسے خیر عطا کرے یا برائی اس سے پلٹ دے سوائے عمل (صالح) کے، اے لوگو! کوئی مدعی دعویٰ نہ کرے اور کوئی آرزو رکھنے والا آرزو نہ رکھے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنایا ہے عمل کے سوا کوئی نجات نہیں دلا سکتا وہ بھی خدا کی رحمت کے ساتھ اور اگر میں بھی نافرمانی کروں تو ہلاک ہو جاؤں خدایا کیا میں نے پیغام پہنچایا؟

پھر آپؐ منبر سے اترے اور لوگوں کو مختصر طریقہ سے نماز پڑھائی اور اپنے گھر میں چلے گئے ان دونوں آپؐ ام سلمہؓ کے گھر میں تھے پس وہاں ایک یا دو دن قیام کیا تو عائشہ جناب ام سلمہؓ کے پاس آئی اور ان سے سوال کیا کہ وہ حضورؐ کو اپنے گھر لے جانا چاہتی ہے تا کہ وہ آپؐ کی تیمارداری کرے اور دوسری ازواج نبیؐ نے بھی یہی سوال کیا تو اسے اجازت مل گئی پس آپؐ اس کمرے میں منتقل ہو گئے جس میں آپؐ نے عائشہ کو

سکونت دے رکھی تھی اور وہاں آپؐ مسلسل کئی روز تک بیمار رہے اور طبیعت بوجھل ہوگئی پس بلالؓ نماز صبح کے وقت آئے اور رسول اللہؐ بیماری کی غشی میں تھے تو بلال نے کہا ''نماز'' خدا آپؐ پر رحم کرے پس رسول اللہؐ کو اس کی آواز کی خبر دی گئی تو آپؐ نے فرمایا:

''لوگوں کو ان میں سے کوئی نماز پڑھا دے میں اپنے آپ میں مشغول ہوں۔''

چنانچہ عائشہ نے کہا ابوبکر کو حکم دو اور حفصہ نے کہا کہ عمر کو کہو تو آپؐ نے ان دونوں کی گفتگو سنی اور دیکھا کہ ہر ایک حریص ہے اپنے باپ کو بلند کرنے میں اور وہ اس سے فتنہ وفساد کھڑا کرنا چاہتی ہیں جب کہ میں ابھی زندہ ہوں اس پر آپؐ نے فرمایا

''رک جاؤ! تم تو یوسف کی ساتھی عورتوں کی طرح ہو۔''

پھر آپؐ جلدی سے کھڑے ہوگئے اس ڈر سے کہ ان میں سے کوئی صاحب آگے نہ بڑھ جائے حالانکہ آپؐ تو دونوں کو اسامہ کے ساتھ جانے کا حکم دے چکے تھے اور آپؐ کو یہ خبر نہیں تھی کہ وہ تو اس حکم سے تخلف کیے بیٹھے ہیں تو جب آپؐ نے عائشہ اور حفصہ سے یہ کچھ سنا تو آپؐ کو معلوم ہوگیا کہ وہ آپؐ کے حکم سے پہلو تہی کیے ہوئے ہیں پس آپؐ نے جلدی کی فتنہ کو روکنے اور شبہ کو زائل کرنے کیلئے اور آپؐ کھڑے ہوگئے لیکن آپؐ کمزوری کی وجہ سے زمین پر کھڑے نہیں ہوسکتے تھے تو آپؐ کے ہاتھ کو علیؑ بن ابی طالبؑ اور فضلؓ بن عباسؓ نے پکڑا اور آپؐ نے ان دونوں کا سہارا لیا اور کمزوری سے آپؐ کے پاؤں زمین پر خط دے رہے تھے پس جب مسجد کی طرف نکلے، تو ابوبکر کو پایا کہ وہ محراب کی طرف سبقت کر چکا ہے تو آپؐ نے ہاتھ سے اسے اشارہ کیا کہ اس سے پیچھے ہٹ جاؤ تو ابوبکر پیچھے ہٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ جا کھڑے ہوئے تو آپؐ نے تکبیر کہی اور نماز کو ابتداء سے شروع کیا کہ جس کی ابتداء ابوبکر کر چکا تھا لیکن آپؐ نے اس کے گذشتہ افعال پر بنا نہ رکھی پس جب آپؐ نے سلام کہا تو گھر کی طرف لوٹ آئے اور ابوبکر، عمر اور مسلمانوں کے ایک گروہ کو جو مسجد میں حاضر تھا بلایا اور ان سے فرمایا

کیا میں نے لشکر اسامہ کے نکلنے کا حکم نہیں دیا تھا؟ تو وہ کہنے لگے جی ہاں اے اللہ کے رسولؐ

فرمایا! پھر تم نے میرے حکم میں تاخیر کیوں کی؟

تو ابوبکر کہنے لگے کہ! پہلے تو میں چلا گیا تھا پھر لوٹ آیا تا کہ آپؐ سے تجدید عہد کروں۔''

اور عمر کہنے لگا کہ ''اے رسول اللہؐ میں تو گیا نہیں کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ آپؐ کے متعلق سواروں سے پوچھتا پھروں۔''

آپؐ نے فرمایا! لشکر اسامہ کو روانہ کرو لشکر اسامہ کو روانہ کرو لشکر اسامہ کو روانہ کرو۔

تین مرتبہ آپؐ نے یہ فرمایا پھر آپؐ پر غشی طاری ہوگئی اس تھکان کی وجہ سے جو آپؐ کو لاحق ہوئی تھی اور

اس حزن وملال کی وجہ سے جو آپؐ پر طاری تھا پس آپؐ کچھ دیر تک غشی کی حالت میں رہے اور مسلمان رونے لگے اور آپ کی ازواج اولاد اور مسلمان عورتوں اور تمام حاضر مسلمانوں کی طرف سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو افاقہ ہوا آپؐ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا

ایتونی بدواۃ و کتف لا کتب لکم کتابا لا تضلو بعدہ ابدا

''مجھے دوات اور کتف (ایسی ہڈی یا چیز کہ جس پر لکھا جاتا ہے) لا دو تا کہ میں تمہیں
تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔''

پھر آپ پر غشی طاری ہو گئی پس حاضرین میں سے کوئی کھڑا ہوا اور وہ دوات اور کتف تلاش کرنے لگا تو عمر نے اس سے کہا کہ

''واپس آجاؤ فانہ یھیجر وہ تو (معاذ اللہ) ہذیان کی باتیں کرنے لگے ہیں۔''

پس وہ واپس آ گیا۔

اور وہ اس کوتاہی پر جو دوات اور کتف لانے میں ان سے ہوئی تھی خاصے پشمان ہوئے اور آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے ''انا للہ و انا الیہ راجعون'' بے شک ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کا خوف ہے تو جب آپؐ کو افاقہ ہوا اور کسی نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! کیا دوات و چمڑہ نہ لے آئیں۔ تو آپؐ نے فرمایا اس کے بعد جو تم نے کہا ''نہ'' لیکن میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اچھائی اور خیر کی وصیت کرتا ہوں اور آپؐ نے لوگوں سے منہ پھیر لیا تو وہ کھڑے ہو گئے اور آپؐ کے پاس صرف عباسؓ، فضل بن عباسؓ، علیؑ ابن ابی طالبؑ اور اہل خاندان رہ گئے تو عباس نے آپؐ سے عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ اگر یہ امر ہم میں آپؐ کے بعد برقرار رہنے والا ہے تو ہمیں اس کی بشارت اور خوش خبری دیں اور اگر آپؐ جانتے ہیں کہ ہم مغلوب ہو جائیں گے تو ہمارے لیے کوئی فیصلہ کیجئے تو آپؐ نے فرمایا:

''میرے بعد تمہیں کمزور سمجھا جائے گا۔''

اور خاموش ہو گئے پس لوگ کھڑے ہو گئے وہ رو رہے تھے اور نبی کریمؐ سے مایوس ہو چکے تھے پس جب سب چلے گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے بھائی اور میرے چچا کو واپس بلاؤ تو کسی کو بھیج کر ان دونوں کو بلایا گیا اور وہ حاضر ہوئے اور جم کر بیٹھ گئے تو آپؐ نے فرمایا:

''اے اللہ کے رسول کے چچا! آپ میری وصیت قبول کریں گے اور میرے وعدے پورے کریں گے اور میرے قرضے ادا کریں گے۔'' تو جناب عباس نے کہا اور اے اللہ کے رسولؐ آپؐ کا چچا بہت بوڑھا ہے اور اس کے بہت سے اہل وعیال ہیں اور آپ سخاوت و کرم میں ہوا کا مقابلہ کرتے ہیں اور آپ کے ذمہ ایسے وعدے

ہیں کہ جن کو آپ کا چچا کھڑا نہیں ہوسکتا۔

تو آپؐ حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''اے بھائی! تم میری وصیت قبول کرو گے اور میرے وعدے پورے کرو گے اور میرے قرض ادا کرو گے اور میرے بعد میرے اہل خانہ کے معاملہ میں یام کرو گے۔'' تو آپؑ نے فرمایا! جی ہاں اے اللہ کے رسولؐ، تو آپؐ نے فرمایا: ''میرے قریب آؤ'' پس آپؑ قریب آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کو اپنے سینے سے لگا لیا پھر اپنی انگوٹھی اتاری اوران سے فرمایا ''اس کو لے لو اور اپنے ہاتھ میں پہن لو۔''

اپنی تلوار زرہ اور اپنے تمام آلات جنگ منگوائے اور وہ آپؑ کے سپرد کیے اور آپ نے وہ ٹپکا منگوایا (جو آپؐ جنگ کی طرف جاتے ہوئے ہتھیار زیب تن کرتے وقت شکم پر باندھتے تھے) اور جب وہ آپ کے پاس لا یا گیا تو وہ بھی امیر المومنینؑ کو دے دیا اور فرمایا!

اللہ کا نام لے کر اپنے گھر کو جاؤ!

پس جب دوسرا دن ہوا تو آپ کو ملنے سے لوگوں کو روک دیا گیا اور آپ کی طبیعت پر زیادہ بوجھ ہو گیا البتہ امیر المومنینؑ سوائے کسی ضرورت کے آپؐ سے الگ نہیں ہوتے تھے پس وہ کسی کام سے گئے تو رسول اللہ کو تھوڑا سا افاقہ ہوا اور علیؑ کو نہ پا کر (جب کہ آپ کی ازواج آپؐ کے گرد بیٹھی تھیں) فرمایا میرے بھائی اور میرے ساتھی کو بلاؤ اور پھر آپؐ پر کمزوری عود کر آئی اور خاموش ہو گئے تو عائشہ نے کہا کہ ابوبکر کو ان کے پاس بلا لاؤ اس کو بلا لائے وہ آئے اور آپؐ کے سرہانے بیٹھ گئے جب آپؐ نے آنکھ کھولی تو ان کی طرف دیکھا اور منہ پھیر لیا تو ابوبکر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اگر آپؐ کو میری ضرورت ہوتی تو وہ مجھے کہہ دیتے جب وہ چلے گئے تو رسول اللہؐ نے اسی بات کا اعادہ کیا تو حفصہ کہنے لگی کہ عمر کو بلاؤ وہ بلایا گیا جب وہ آئے تو رسول اللہؐ نے انہیں دیکھا تو اس سے بھی منہ پھیر لیا اور وہ واپس چلے گئے پھر آپؐ نے فرمایا کہ میرے بھائی اور میرے ساتھی کو بلاؤ تو جناب ام سلمہؓ نے فرمایا کہ آپؐ کے لیے علیؑ کو بلاؤ کیونکہ آپ کا مقصود ان کے علاوہ کوئی نہیں تو امیر المومنینؑ کو بلایا گیا جب حضورؐ کے قریب آئے تو حضورؐ نے آپ کی طرف اشارہ کیا اور آپؑ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھک گئے اور کافی دیر تک حضور آپؑ سے مناجات اور سرگوشی میں باتیں کرتے رہے پھر آپ کھڑے ہو گئے اور ایک طرف بیٹھ گئے یہاں تک کہ رسول اللہ کو نیند سی آنے لگی اور جب حضورؐ سو گئے تو حضرت امیرؑ باہر آ گئے تو لوگوں نے آپؑ سے کہا کہ حضورؐ نے آپؑ کو کیا اشارہ کیا اے ابوالحسنؑ تو آپؑ نے فرمایا کہ۔ مجھے آپؐ نے علم کے ہزار باب کی تعلیم دی جس کے ہر باب نے میرے لیے ہزار باب کھول دیئے اور مجھے وصیت کی جس پر کہ میں انشاءاللہ قیام کروں گا پھر آپ پر بوجھ ہو گیا اور موت کا وقت قریب آیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ''اے علی! میرا سر اپنی گود میں رکھ لو بے شک حکم خدا آ گیا ہے اور جب میری روح نکلے تو اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے چہرہ پر مل لینا پھر مجھے قبلہ رو کر دینا اور میرے معاملہ کو اپنے ذمہ لینا اور مجھ پر لوگوں سے پہلے نماز پڑھنا اور مجھ سے جدا نہ ہونا جب

تک مجھے میری قبر میں دفن نہ کرلو اور اللہ تعالیٰ سے مدد و استقامت چاہنا۔“

پس علیؑ نے آپؐ کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور آپؐ پر غشی کا عالم طاری ہوا تو جناب فاطمہؑ حضورؐ پر گریں، آپؐ کے چہرہ کو دیکھتیں اور فریاد گریہ کرتی تھیں اور کہتی تھیں

وابیض لیستسقی الغمام بوجھه
ثمال الیتامی عصمة للارامل

”اور سفید چہرے والے کہ بادل جس کے چہرے سے سیراب ہوتا ہے یتیموں کو کھانا کھلانے والے اور بیوہ عورتوں کی پناہ گاہ۔“

پس رسول اللہؐ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور کمزور آواز سے کہا

اے بیٹی یہ تو تیرے بزرگ ابو طالبؑ کا قول ہے اس کی بجائے اب کہو

وما محمد الا رسول قدخلات من قبله الرسل آفان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم

”اور نہیں ہیں محمدؐ مگر رسول کہ جن سے پہلے بھی مرسلین گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ فوت ہوئے یا قتل کر دیئے گئے تو تم اپنے پچھلے قدموں پلٹ جاؤ گے۔“

پس جناب سیدہؑ کافی دیر تک روتی رہیں پھر آپؐ نے انہیں قریب آنے کے لیے اشارہ کیا آپؑ ان کے قریب ہوگئیں اس کے بعد آپ نے ان سے راز کی بات کہی تو ان کا چہرہ اس سے کھل گیا پھر آپ کی روح قبض ہوئی جب کہ امیر المومنینؑ کا دایاں ہاتھ آپ کی تھوڑی کے نیچے تھا پس اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض ہوئی اور آپؑ نے اسے اپنے چہرے تک بلند کیا اور اپنے ہاتھ منہ پر مل لیے پھر آپ کو قبلہ رخ کیا آپؐ کی آنکھیں بند کر دیں آپؐ پر اپنی چادر ڈال دی اور آپؐ کے معاملہ میں غور و فکر کرنے میں لگ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب فاطمہؑ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کون سی راز کی بات آپؑ سے کہی تھی کہ جس سے آپؑ کی وفات کی وجہ سے جو حزن و ملال و اضطراب تھا وہ جاتا رہا تو سیدہؑ نے فرمایا مجھ سے انہوں نے فرمایا تھا کہ تم میرے اہل بیتؑ میں سے سب سے پہلے مجھے آملو گی اور ان کے بعد میری مدت حیات ہرگز زیادہ نہیں ہوگی یہاں تک کہ میں آپؐ سے جاملوں گی تو اس چیز نے میرا حزن و ملال دور کر دیا اور جب امیر المومنینؑ نے آپؐ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو فضل بن عباس کو بلا لیا اور اسے حکم دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے کے لیے تم پانی دیتے جاؤ بعد اس کے کہ آنکھ پر پٹی باندھ لو پھر آپؐ نے خود ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا حنوط کیا اور کفن پہنایا فضل آپؐ کو پانی فراہم کر رہا تھا اور غسل میں آپ کی مدد و اعانت کر رہا تھا آپ جب حضورؐ کے غسل سے فارغ ہو گئے تو آگے بڑھے اور آپؐ پر اکیلے نماز پڑھی اور نماز پڑھنے میں کسی کو

اپنا شریک نہ بنایا اور مسلمان مسجد میں غور وخوض کر رہے تھے کہ نماز میں کون لوگوں کی امامت کرے گا اور آپ کو کہاں دفن کیا جائے گا تو امیر المومنینؑ ان کی طرف باہر آئے اور ان سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی ہمارے امام ہیں پس مسلمان گروہ گروہ داخل ہوں اور امام کے بغیر ان پر نماز پڑھیں (یا صلوات بھیجیں) اور واپس آجائیں اور خداوند عالم کسی نبی کی کسی جگہ روح قبض نہیں کرتا مگر یہ کہ اسی جگہ کو اس کی قبر کے لیے پسند کر لیتا ہے لہٰذا میں آپ کو اسی حجرہ میں دفن کروں گا جس میں آپ کی وفات ہوئی۔

اور جب مسلمان آپؐ پر نماز پڑھ چکے تو عباس بن عبدالمطلب نے کسی شخص کو ابوعبیدہ بن جراح کی طرف بھیجا اور وہ اہل مکہ کے لیے گھڑے کھودتا اور قبریں (صندوقی) بناتا تھا اور یہ اہل مکہ کی عادت تھی اور زید بن سہل کی طرف بھی بھیجا اور وہ اہل مدینہ کی قبریں کھودتا اور لحد بناتا تھا پس دونوں کو بلا بھیجا اور عرض کیا خدایا اپنے نبیؐ کے لیے انتخاب فرما پس ابوطلحہ کو زید بن سہل ملا اور اس سے کہا گیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قبر کھودو تو اس نے آپؐ کی (بغلی قبر) لحد بنائی امیر المومنینؑ عباس بن عبدالمطلب، فضل بن عباس اور اسامہ بن زید قبر میں داخل ہوئے تا کہ رسولؐ کے دفن کی ذمہ داری پوری کریں تو انصار نے حجرے کے پیچھے سے پکار کر آواز دی اے علیؑ! ہم آپؑ کو اللہ یاد دلاتے ہیں اور ہمارا رسول اللہؐ سے آج کا حق ضائع نہ ہو ہم میں سے کسی کو داخل کیجئے تا کہ رسول اللہؐ کو دفن کرنے میں ہمارا بھی حصہ ہو، آپؑ نے فرمایا کہ اوس بن خولی داخل ہو اور وہ اہل بدر میں سے بافضل شخص، قبیلہ خزرج کی شاخ بنی عوف سے تھا پس جب وہ اندر آیا تو علیؑ نے فرمایا، قبر میں اتر جاؤ، وہ اتر گیا تو امیر المومنینؑ نے رسول اللہؐ کا جسم اطہر اس کے ہاتھوں پر رکھ دیا اور اسے قبر کے اندر تک لے گئے اور جب وہ زمین میں پہنچ گیا تو اس سے فرمایا کہ تم باہر نکل آؤ اور حضرت علیؑ قبر میں اترے اور آپؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ سے کفن ہٹایا اور چہرہ مبارک زمین پر رکھ دیا جب کہ حضورؐ قبلہ رخ دائیں پہلو پر لٹائے گئے تھے پھر اینٹیں جوڑ دیں اور ان پر مٹی ڈالی اور یہ عظیم واقعہ پیر کے دن جب ماہ صفر کی دوراتیں باقی تھیں آپ کی ہجرت کے گیارہویں سال ہوا اور اس وقت آپؐ کی عمر تریسٹھ سال تھی اور رسول اللہؐ کے دفن میں اکثر لوگ شامل نہ تھے اس جھگڑے کی وجہ سے جو مہاجرین وانصار میں امر خلافت میں جاری تھا اور ان میں سے اکثر آپ کی نماز جنازہ میں بھی اسی وجہ سے شریک نہ ہوئے اور جناب فاطمہؑ نے صبح کی تو فریاد کی، ”ہائے بری صبح“ پس ابوبکر نے سنا تو ان سے کہا کہ بے شک تمہاری صبح تو بری ہے۔

قوم نے فرصت کو غنیمت سمجھا کہ چونکہ علی بن ابی طالبؑ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے مشغول تھے اور بنی ہاشم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصیبت میں ان کے مبتلا ہو جانے کی بناء پر الگ تھے پس لوگوں نے ولایت امر (اور حصول خلافت کی طرف جلدی کی اور طلقا اور (مولفۃ القلوب بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ امر خلافت کو تاخیر میں ڈالا جائے یہاں تک کہ بنی ہاشم فارغ ہوں ورنہ خلافت اپنی جگہ پر برقرار ہو جائے گی پس انہوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی چونکہ وہ وہاں موجود تھے اور کچھ مشہور اسباب تھے قوم کے لیے کہ جن کی وجہ سے ان

کے مقصد کی کامیابی ان کے لیے آسان ہوگئی البتہ یہ کتاب ان کے ذکر کے لیے مناسب نہیں ہم تفصیل سے ان کی تشریح (الگ کتاب میں) کریں گے۔ایک روایت میں آیا ہے کہ جب ابوبکر کے لیے پورا ہوگیا جو ہوگیا اور ان کی بیعت کرلی جس کسی نے کرلی تو ایک شخص امیر المومنینؑ کی خدمت میں آیا اور اس وقت آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر بیلچے سے درست کررہے تھے جو آپؑ کے ہاتھ میں تھا تو وہ کہنے لگا کہ لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کرلی اور انصار کی ان کے اختلاف کی وجہ سے رسوائی ہوئی ہے اور طلقا (جنہیں فتح مکہ کے موقع پر حضورؐ نے آزاد کیا) نے جلدی سے اس شخص کے لیے خلافت کی گرہ باندھ دی ہے اس خوف سے کہ کہیں آپ حضرات خلافت نہ حاصل کرلیں تو آپ نے بیلچے کا ایک کنارہ زمین پر رکھا جب کہ آپ کا ہاتھ اس کے اوپر تھا پھر فرمایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم احسب الناس ان یترکوا ان یقرلوا
امناو ھم لایفتنون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ
الذی صدقوا ولیعلمن الکاذبین ام حسب الذین یعملون
السیات ان یسقرناساء مایحکمون

”الم کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ انہیں چھوڑ دیا جائے گا اسی بنا پر کہ وہ کہیں ہم پر ایمان لے آئے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی اور بے شک ہم نے ان لوگوں کو آزمایا جو ان سے پہلے تھے بس البتہ خدا ان کو جانتا ہے کہ جنہوں نے سچ کہا اور انہیں (بھی) جانتا ہے جنہوں نے جھوٹ بولا، کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں کہ وہ ہم سے سبقت کرجائیں گے وہ برا حکم لگاتے ہیں۔“

اور ابوسفیان رسول اللہؐ کے دروازہ پر آیا اور حضرت علیؑ اور عباس آپؐ کے معاملہ میں زیادہ غور وفکر کررہے تھے تو وہ پکارا

بنی ہاشم لاتطعموا الناس فیکم
ولا سیما تیم بن مرۃ اوعدی
فما الامر الافیکم والیکم
ولیس لھا الا ابوالحسن علیؑ
ابا حسن فاشدد بھا کف حازم
فانك بالامر الذی ترتجی ملی

”اے بنی ہاشم اپنے حق میں لوگوں کو لالچ اور طمع نہ کرنے دو خصوصاً تیم بن مرہ اور قبیلہ عدی کو پس نہیں ہے امر خلافت مگر تم میں اور تمہاری طرف اور اس کا کوئی حقدار نہیں سوائے ابوالحسن علیؑ کے، اے ابوالحسنؑ اس پر شدت و سختی کرو ہوشیار کی ہتھیلی کے ساتھ بے شک جس امر کی آپ سے توقع و امید کی جاتی ہے آپ اس کو پورا کرنے کی وسعت و طاقت رکھتے ہیں۔“

پھر بلند آواز سے پکار کر کہا: اے بنی ہاشم اے بنی عبد مناف! کیا آپ راضی ہو گئے کہ آپ پر یہ ابوفصیل (اونٹ کے بچے کا باپ) رذیل و پست، رذیل کا بیٹا والی و حاکم ہو جائے یا درکھو خدا کی قسم اگر آپ چاہیں تو مدینہ کو انکے خلاف سواروں اور پیادوں سے بھر دوں پس امیر المومنینؑ نے پکار کر فرمایا۔ پلٹ جا اے ابوسفیان! خدا کی قسم جو کچھ تو کہہ رہا ہے اس سے تیری مراد اللہ (اور اس کی رضاء) نہیں ہے اور تو ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام سے مکاری کرتا رہا اور ہم تو رسول اللہؐ کے ساتھ مشغول میں اور ہر شخص پر ہے اس کا بوجھ جو وہ کسب کرے گا اور وہ اپنے کسب کا ہی مالک ہے۔ پس ابوسفیان مسجد کی طرف پلٹ گیا اور اس نے بنی امیہ کو مجمع دیکھا اور انہیں امر خلافت پر ابھارا لیکن وہ اس کے کہنے پر نہ اٹھ سکے، فتنہ پھیل کر سب پر اثر انداز ہوا۔ برائی کے اسباب یک جا ہو گئے۔ اس سے شیطان قدرت حاصل کر گیا اور اس میں اہل افک و عدوان (جھوٹے اور حق سے تجاوز کرنے والے) ایک دوسرے کے مددگار بن گئے، اہل ایمان کو اس ناپسند یہ فتنہ سے نقصان ہوا، اور یہی تاویل ہے خدا کے اس قول کی۔

واتقوا فتنة لاتصيبن الذين ظلموا منكم خاصة ”قرآن حكيم“

”اور بچو اس فتنہ سے جو نہیں پہنچتا تم میں سے صرف ظالموں ہی کو خاص کر (بلکہ سب اس کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں)۔“

اور جو مناقب ہم نے امیر المومنینؑ کے شمار کیے ہیں علاوہ ان کے جن کا ذکر حجۃ الوداع میں گزر چکا ہے وہ سب سے بڑی دلیل ہیں کہ وہ حضرت خلافت کے لیے مخصوص تھے جس میں آپ کا لوگوں میں سے کوئی شریک نہیں تھا کیونکہ ان میں سے ہر ایک فضیلت کا مستقل باب ہے اور اپنے معنی و مفہوم کے لحاظ سے اپنے غیر کا محتاج نہیں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ آپ کا تخصص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی بیماری میں یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہوئی، یہ دین میں آپؑ کی فضیلت کا تقاضا کرتا ہے اور نبی کریمؐ سے زیادہ قرب کا ایسے اعمال و افعال کے ساتھ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آپ سے سکون حاصل کرنے کے موجب و سبب تھے اور اپنے معاملہ میں آپ پر بھروسہ کرنے کے اور سارے لوگوں سے کٹ کر اپنے نفس کی تدبیر میں ان کی طرف رجوع کرنے اور آپ کے خصوصی طور پر ان سے محبت کرنے میں

وہ کچھ ہے کہ جس میں آپ کا کوئی شریک نہیں پھر حضورؐ کا آپ کو وصیت کرنا جو بھی وصیت کی بعد اس کے کہ آپؑ کے غیر پر پیش کی اور اس نے انکار کیا اور آپؑ کا حضورؐ کے بوجھ کو اپنے ذمہ لینا اور ان پر قیام کرنے کا ضامن ہونا اور امانت کو ادا کرنا کہ جس کی ذمہ داری حضورؐ پر تھی اور مخصوص ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی ہونے کے ساتھ اور پسندیدہ طور پر آپ کا ساتھ دینا جب حضورؐ نے آپ کو بلایا اور علوم دین کو آپ کے سپرد کرنا کہ جن کے ساتھ حضورؐ نے انہیں ان کے غیر کو چھوڑ کر منفرد کیا اور حضورؐ کے غسل اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانے کے لیے تیار کرنا اور سب لوگوں سے پہلے حضورؐ پر نماز پڑھنا اور اس میں آپؑ کا تقدم حضورؐ اور اللہ کے نزدیک اپنی قدر و منزلت کی بنا پر تھا اور امت کو آپؑ پر نماز پڑھنے کی کیفیت کی طرف رہبری کرتا جب کہ صحابہ پر یہ امر مشتبہ تھا اور ان کو حضورؐ کے دفن کی جگہ کے متعلق بتانا ان کے اس میں اختلاف کرنے کی صورت میں اور ان کا جھک جانا اس کی طرف جدھر آپ نے بلایا تھا اور جو آپ کی رائے تھی تو ان سب امور میں آپ اپنی فضیلت میں اکیلے تھے اور زیادہ کامل تھے اسلام میں اپنے آثار کے لحاظ سے جن کی ابتداء اول اسلام سے وفات رسولؐ تک آپ نے کی تھی اور اس سے آپ کو مسلسل فضائل کی ایک لڑی حاصل ہوئی اور کسی چیز نے آپ کے اعمال میں سے دین میں سے کوئی ملاوٹ اور عیب نہیں ڈالا اور آپ کی فضیلت ان چیزوں میں جو ہم نے شمار کی ہیں یہ کم ہے مناقب ایمان اور فضائل اسلام کی غایت و انتہا کی نسبت سے اور یہ چیز ملحق ہے واضح معجزہ کے ساتھ جو کہ خارق عادت ہے اور اس قسم کی چیزیں نہیں پائی جاتیں مگر نبی مرسل یا ملک مقرب یا اس میں جو اللہ کے ہاں مدارج فضائل میں ان کے ساتھ ملحق ہو کیونکہ ان تین اصناف کے لوگوں کے علاوہ سے عادت اس کے خلاف پر جاری ہے صاحبان عقل و صاحبان زبان و عادات کا اس پر اتفاق ہے اور اللہ سے ہم توفیق چاہتے ہیں اور اسی سے ہم گمراہی سے بچاؤ چاہتے ہیں۔

حضرت علیؑ کے اہم فیصلے

باقی رہے وہ اخبار جو دین میں آپؑ کے واضح فیصلوں کے متعلق آئے ہیں اور دین کے معاملات میں تمام مومنین کو ان کے جاننے کے لیے آپ کی ضرورت ہوتی ہے علاوہ اس کے جسے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ آپ علم میں مقدم ہیں معرفت و دین فہمی میں آپ ساری جماعت سے آگے ہیں اور صحابہ میں سے علماء نے آپ ہی کی پناہ لی ہے اور ان مسائل میں جو ان کے لیے مشکل تھے ان میں آپ ہی کا سہارا لیا اور آپ کے ہی فیصلہ کو تسلیم کیا اور وہ اس سے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ہو سکے اور اس سے اجل ہیں کہ انہیں اخذ کیا جا سکے میں ان میں سے کچھ ضبط تحریر میں لا رہا ہوں جن پر اس (درج ذیل باتوں) کے بعد انشاء اللہ آگاہ کیا جائے گا۔ ان میں ایک وہ واقعہ ہے جسے سنی و شیعہ کے ناقلین آثار نے آپ کے فیصلوں میں روایت کیا ہے جو رسول اللہؐ کی زندگی میں ہوا اور حضورؐ نے امیر المومنین کے فیصلہ کو درست قرار دیا اور آپ کے لیے دعا خیر کی۔ اس پر آپ کی تعریف کی اور تمام لوگوں سے فضیلت میں جدا قرار دیا نیز بتایا کہ آپؑ حضورؐ کے بعد امر خلافت کے مستحق ہیں اور مقام امامت میں ان کو ان کے غیر سے

مقدم رکھنا واجب ہے۔جیسا کہ درج ذیل تنزیل (آیت قرآن) اپنے ظاہری معنی کے لحاظ سے بھی اور تاویل کے لحاظ سے بھی دلالت کرتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدی فما لکم کیف تحکمون

”تو کیا وہ شخص جو حق کے طرف ہدایت کرتا ہے زیادہ حق دار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے یا وہ جو ہدایت نہیں حاصل کرسکتا جب تک اس کو ہدایت نہ کی جائے کیا ہو گیا ہے تمہیں کیسا حکم لگاتے ہو؟“

اور خدا کا یہ ارشاد ہے کہ

”قل ھل یستری الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذ کر اولوا الالباب“

”کہہ دو کیا برابر ہیں وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے سوائے اس کے نہیں کہ صاحبانِ عقل ہی اس سے یاددھانی حاصل کرتے ہیں۔“

اور خدا کا ارشاد و آدمؑ کے قصہ میں، جب کہ ملائکہ نے کہا

اتجعل فیھا من یفسدفیھا و یفسك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك قال انی اعلم مالا تعلمون وعلم ادم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملائکة فقال انبونی باسماء ھولاء ان کنتم صادقین قالوا سبحنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العلیم احکیم قال یا ادم انبھم باسماء ھم فلما انبئھم باسماءھم قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السموت والارض واعلم ما بتدون و ما کنتم تکتمون“

”کیا تو اس کو (خلیفہ) قرار دے گا جو اس میں فساد کرے اور خون بہائے حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں تو خدا نے کہا میں اس کو جانتا ہوں کہ جس کو تم نہیں جانتے اور آدمؑ کو سب ناموں کی تعلیم دی پھر

انہیں پیش کیا ملائکہ کے سامنے اور فرمایا کہ مجھے خبر دو ان کے ناموں کی اگر تم سچے ہو وہ کہنے لگے تو منزہ ہے ہمیں علم نہیں مگر جتنا تو نے علم دیا ہے تو ہی صاحب علم و حکمت ہے فرمایا اے آدم خبر دے ان کو (فرشتوں کو) ان ناموں کی، پس جب اس نے خبر دی ان کے ناموں کی تو فرمایا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم رکھتا ہوں اور میں جانتا ہوں وہ کہ جسے تم ظاہر کرتے ہو اور وہ جسے تم چھپاتے ہو۔"

تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو تنبیہ کی اس بات پر کہ آدمؑ ان سے زیادہ حق دار خلافت ہیں کیونکہ وہ ناموں کے ان سے زیادہ عالم ہیں اور افضل ہیں علم اخبار کے اور خداوند عالم قصہ طالوت میں فرماتا ہے کہ

وقال لهم نبيهم ان الله قد بعث لكم طالوت ملكا قالوا انى يكون له الملك علينا ونحن حق بالملك منه ولم يؤت سعة من المال قال ان الله اصطفاه عليكم وزاده بسطة فى العلم والجسم والله يوتى ملكه من يشآء والله واسع عليم

"اور ان سے ان کے نبی نے کہا خدا نے تم پر طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا ہے وہ کہنے لگے کہ اسے ہم پر ملک و سلطنت کیسے مل سکتی ہے حالانکہ ہم اس سے زیادہ ملک کے حقدار ہیں اور وہ تو مال کی وسعت و زیادتی نہیں دیا گیا تو نبی نے کہا خدا نے اسے تم پر چن لیا ہے اور اس کو علم و جسم کی وسعت زیادہ دی ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک و سلطنت عطا کرتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا اور زیادہ جاننے والا ہے۔"

تو اس نبی نے طالوت کے ان پر مقدم ہونے کے استحقاق کی وجہ علم و جسم کی وسعت قرار دی اور اس بناء پر ان سب پر اللہ کا طالوت کو چن لینا اور یہ آیات عقلی دلائل کے بھی موافق ہیں اس بارے میں کہ جو زیادہ علم رکھتا ہے وہ زیادہ حقدار ہے مقام امامت میں مقدم ہونے کا بہ نسبت اس کے جو علم میں اس کے برابر نہیں اور یہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ امیر المومنینؑ رسول اللہؐ کے خلیفہ بننے میں تمام مسلمانوں سے مقدم ہیں رسول کے خلیفہ بننے میں اور امت کی امامت کرنے میں کیونکہ آپ علم و حکمت میں ان سے افضل ہیں اور وہ لوگ آپ کی قدر و منزلت سے اس لحاظ سے پست ہیں۔

فیصلے

زمانہ نبی کریمؐ

اور وہ فیصلے جن کے متعلق روایت ہوئی ہے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ابھی زندہ وسلامت تھے ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ کیا کہ انہیں یمن کا قاضی مقرر کر کے ان کی طرف بھیجیں تا کہ وہ انہیں احکام خدا کی تعلیم دیں ان کے لیے حلال وحرام کی وضاحت اور ان میں قرآن کے احکام کے مطابق فیصلہ کریں تو امیر المومنینؑ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ آپؐ مجھے قاضی بننے کی دعوت دے رہے ہیں حالانکہ میں جوان ہوں اور مجھے تمام فیصلوں کا علم نہیں۔ آپؐ نے فرمایا میرے قریب ہو جاؤ پس آپ قریب ہوئے تو آپؐ نے اپنا ہاتھ ان کے سینہ پر رکھا اور فرمایا

اللهم اهد قلبه وثبت لسانه

”خدایا اس کے دل کو ہدایت کر اور اس کی زبان کو ثابت رکھ“

تو امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ اس وقت کے بعد میں نے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی شک نہیں کیا اور جب یمن میں آپؐ مقیم ہو گئے اور ان فیصلوں اور مسلمانوں کے درمیان احکام میں نظر وفکر کرنے لگے کہ جس کی رسول اللہؐ نے آپؑ کو دعوت دی تھی تو دو مردوں نے آپ کے سامنے ایک کنیز کے سلسلہ میں مقدمہ پیش کیا جو ان کی مشترکہ ملکیت تھی اور وہ جاہل تھے اس سے کہ ان کے لیے اس سے ہم بستری ممنوع ہے تو دونوں نے ایک ہی طہر میں اس سے ہمبستری کی اس گمان پر کہ یہ ان کے لیے جائز ہے چونکہ وہ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور انہیں احکام شریعت کی معرفت کم تھی وہ کنیز حاملہ ہوگئی اور اس نے ایک بچہ کو جنم دیا چنانچہ اس کا تنازعہ آپؑ کے پاس لے آئے تو آپؑ نے دونوں کے نام پر اس لڑکے کا قرعہ ڈالا اور قرعہ ایک کے نام پر آیا آپؑ نے وہ لڑکا اس سے ملحق کر دیا اور اس پر لازم قرار دیا کہ وہ اس کی آدھی قیمت دے اگر وہ اس کے شریک کا غلام ہوتا اور فرمایا کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ تم دونوں نے اس فعل پر اقدام کیا ہے بعد اس کے کہ تم پر اس کے حرام ہونے کی حجت ودلیل ہوگئی تھی تو میں تمہیں سخت سزا دیتا اور یہ خبر رسول اللہؐ کو پہنچی تو آپؐ نے اس کی تائید وتصدیق فرمائی اور اسلام میں اس حکم کو برقرار رکھا اور آپؐ نے فرمایا کہ ”حمد ہے اس خدا کی جس نے ہم اہل بیتؑ میں ایسا شخص قرار دیا ہے جو حضرت داؤدؑ کے طریقہ پر فیصلہ کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد الہام ہے جو وحی اور نزول نص کے معنی میں ہے اگر وہ صراحت کے ساتھ نازل ہو۔

اور یمن میں جو مقدمے آپؑ کے ہاں پیش ہوئے ان میں سے ایک گڑھے والا واقعہ ہے جو شیر کے

لیے کھودا گیا گیا تھا اور شیر اس میں گر گیا اور لوگ اسے وہاں دیکھنے کے لیے گئے پس گڑھے کے کنارے پر ایک شخص کھڑا تھا اس کا پاؤں پھسلا تو اس نے دوسرے کا دامن پکڑا اور دوسرا تیسرے سے لپٹا اور تیرا چوتھے سے پس وہ سارے گڑھے میں جا گرے تو شیر نے انہیں چیرا پھاڑا اور وہ سب ہلاک ہو گئے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ پہلا تو شیر کا شکار ہے اور اس پر دوسرے کی تہائی دیت ہے اور دوسرے پر تیسرے کی دیت کی دو تہائیاں ہیں اور تیسرے پر چوتھے کی پوری ''دیت'' (خون بہا) ہے اس واقعہ کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ

''ابوالحسنؑ نے ان میں وہ فیصلہ کیا ہے جو اللہ نے عرش پر کیا ہے۔''

پھر آپ کے پاس ایک لڑکی کا واقعہ پیش ہوا کہ اس نے ایک لڑکی کو فضول کھیل کود کے طور پر اپنے کندھے پر سوار کر لیا تو ایک لڑکی آئی اور اس نے اٹھانے والی چٹکی لی تو اس کی چٹکی لینے سے وہ بدکی اور جو سوار تھی وہ گر پڑی اور اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مر گئی تو آپؑ نے فیصلہ کیا کہ چٹکی لینے والی پر خون بہا کی تہائی اور بدکنے والی پر بھی ایک تہائی ہے اور ایک تہائی آپ نے ساقط کر دی کیونکہ جس کی گردن ٹوٹی وہ فضول اور بیہودہ سوار ہوئی تھی اور یہ خبر رسول اللہ کو پہنچی تو آپؐ نے اس کی تصدیق فرماتے ہوئے درست قرار دیا۔

اور آپ نے ایک قوم کے متعلق فیصلہ کیا کہ جن پر دیوار گر پڑی تھی جس سے وہ مر گئے تھے ان ہلاک ہونے والوں میں ایک کنیز اور ایک آزاد عورت تھی اور آزاد عورت کا آزاد مرد سے ایک بچہ بھی تھا اور کنیز کا غلام سے بچہ تھا، اب آزاد اور غلام کا بچہ پہچانے نہیں جاتے تھے تو آپ نے ان دونوں بچوں کے درمیان قرعہ ڈالا اور آزادی کا نام جس کا نکلا اسے آزاد اور غلامی کا نام جس کا نکلا اسے غلام قرار دیا تھا پھر اس غلام کو آزاد کر دیا اور دوسرے کو اس کا مولا قرار دیا اور ان کے میراث میں آزاد اور اس کے غلام والا فیصلہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی اور اس کو درست قرار دیا جس طرح آپ نے تصدیق کی تھی اس کی جس کا ہم ذکر اور کیفیت بتا چکے ہیں۔

اور آثار میں آیا ہے کہ دو مرد ایک گائے کے سلسلہ میں اپنا جھگڑا نبی کریمؐ کی خدمت میں لے آئے کہ جس نے گدھے کو مار دیا تھا تو ایک کہنے لگا کہ اے رسول اللہؐ اس شخص کی گائے نے میرا گدھا مار دیا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکر کے پاس جاؤ اور اس سے اس بارے میں سوال کرو وہ دونوں ابوبکر کے پاس آئے اور انہوں نے اپنا واقعہ بیان کیا تو وہ کہنے لگے کہ تم رسول اللہؐ کو چھوڑ کر کس طرح میرے پاس آئے ہو تو وہ کہنے لگے آپؐ نے ہی ہمیں یہ حکم دیا ہے تو ابوبکر کہنے لگے کہ

''ایک جانور نے دوسرے جانور کو قتل کیا ہے...... اس کے مالک پر کچھ نہیں ہے۔''

پس وہ دونوں لوٹ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ فیصلہ بتایا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم عمر بن

خطاب کے پاس جاؤ اور یہ واقعہ بیان کرو اور فیصلہ کا سوال کرو پس وہ اس کے پاس گئے اور واقعہ بیان کیا تو وہ بھی کہنے لگے کہ رسول اللہؐ کو چھوڑ کر تم میرے پاس کیسے آ گئے تو انہوں نے بتایا کہ حضورؐ نے ہی ہمیں یہ حکم دیا ہے تو وہ کہنے لگے کہ آپؐ نے تمہیں یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ ابوبکر کے پاس جاؤ تو وہ کہنے لگے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا اور ہم ان کے پاس گئے تھے تو وہ کہنے لگے کہ پھر انہوں نے اس واقعہ میں کیا کہا ہے تو انہوں نے کہا انہوں نے یہ کہا ہے تو وہ کہنے لگے کہ

میری بھی رائے وہی ہے جو ابوبکر کی ہے۔

پس وہ رسول اللہؐ کی طرف لوٹ آئے اور ان کی اطلاع دی تو آپؐ نے فرمایا

''علیؑ بن ابی طالبؑ نے تم میں اللہ والا فیصلہ کیا ہے۔''

پھر آپؐ نے فرمایا

حمد ہے خدا کی جس نے ہم اہل بیتؑ میں ایسا شخص قرار دیا ہے جو داؤد کی طرح فیصلہ کرتا ہے۔''

اور بعض اہل سنت نے نقل کیا ہے کہ امیر المومنینؑ نے یہ فیصلہ یمن میں کیا تھا اور بعض نے اسی طرح روایت کی ہے جس طرح ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور اس قسم کے واقعات بہت ہیں غرض و مقصد تو صرف اختصار کیساتھ کچھ فیصلوں کا ذکر کرتا ہے۔

اہم فیصلے

زمانہ حکومت ابوبکر

ابوبکر کی حکومت کے زمانے کے آپ کے کچھ فیصلوں میں سے ایک وہ ہے کہ جس کے متعلق عامہ اور خاصہ کے رجال سے خبر آئی ہے کہ ایک شخص کو ابوبکر کے پاس لایا گیا اور اس نے شراب پی تھی تو ابوبکر نے چاہا کہ اس پر حد جاری کرے اس شخص نے کہا کہ میں نے اس وقت شراب پی ہے جب مجھے اس کی حرمت کا علم نہیں تھا کیونکہ میں ایسے لوگوں میں پلا بڑھا ہوں جو اسے حلال جانتے تھے اور اب تک مجھے اس کے حرام ہونے کا علم نہ تھا تو ابوبکر پر اس پر حکم لگانے کا معاملہ مشتبہ ہو گیا اور اسے پتہ نہ چلتا تھا کہ وہ کیا فیصلہ دے تو بعض حاضرین نے اسے مشورہ دیا کہ اس میں حکم کرنے کے لیے امیر المومنینؑ سے دریافت کیا جائے تو ابوبکر نے کسی کو آپؑ کے پاس بھیجا جس نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو امیر المومنینؑ نے فرمایا مسلمانوں میں سے دو قابل وثوق مردوں کو حکم دو کہ وہ اس کو لے کر مہاجرین و انصار کی مجالس میں پھرائیاں اور انہیں قسم دے کر پوچھیں کہ کیا ان میں سے کوئی ایسا ہے جس نے اس کے سامنے شراب پینے کی حرمت والی آیت پڑھی ہو یا اس

کے حرام ہونے کی رسول اللہؐ سے خبر دی ہوتو اگر ان میں سے کوئی شخص اس کی گواہی دے تو پھر اس پر حد جاری کرو اور اگر کوئی بھی اس کی گواہی نہ دے تو پھر اس کو توبہ کراؤ اور اسے چھوڑ دو پس ابوبکر نے ایسا کیا تو کسی شخص نے مہاجرین وانصار میں سے یہ گواہی نہ دی کہ اس نے آیت تحریم شراب اس کیسامنے پڑھی تھی اور نہ اس کی کہ اسے رسول اللہؐ نے اس کی خبر دی تھی تو ابوبکر نے اس سے توبہ کرائی اور اسے چھوڑ دیا اور اس نے فیصلہ میں حضرت علیؑ کے حکم کو تسلیم کرلیا۔

اور انہوں نے روایت کی ہے کہ ابوبکر سے "فاکھۃ وابا" کے متعلق پوچھا تو وہ قرآن سے لفظ "ابا" کا معنی نہ جان سکا اور وہ کہنے لگا کہ لو

کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کون سی زمین مجھے اٹھائے گی میں کیا کروں اگر میں کتاب خدا میں وہ کچھ کہوں کہ جس کا مجھے علم نہیں ہے "فاکھۃ" کو تو ہم جانتے ہیں باقی رہا لفظ "ابا" تو اسے خدا ہی زیادہ بہتر جانتا ہے۔

جب یہ خبر امیر المومنینؑ کو پہنچی تو آپؑ نے فرمایا

سبحان اللہ، کیا اسے پتہ نہیں کہ "رب" کا معنی گھاس پھوس اور چرنے کی چیزیں ہیں اور خدا کا یہ ارشاد "فاکھۃ وابا" تو یہ اللہ کی طرف سے شمار کرتا ہے اپنے انعامات کو جو اس نے اپنی مخلوق پر کیے ہیں کہ جن کے ساتھ انہیں غذا دی ہے اور جنہیں ان کے لیے اور ان کے جو پاؤں کے لیے خلق فرمایا ہے ان چیزوں میں سے کہ جن سے وہ زندہ رہتے ہیں اور ان کے جسم قائم ہیں۔

اور ابوبکر سے کلالہ کے متعلق سوال کیا گیا تو کہنے لگا

اس میں میں اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر میں نے درست کہا تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر میں نے خطا وغلطی کی تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔

اس کی خبر امیر المومنینؑ کو پہنچی تو فرمایا کہ

کیا اسے پتہ نہیں کہ کلالہ تو بھائی اور بہنیں ہیں جو پدری مادری ہوں یا صرف پدری ہوں، یا صرف مادری ہی ہوں۔

خداوندعالم فرماتا ہے:

يستفتونك قل الله يفتيكم فى الكلالة ان امو هلك ليس له ولدوله اخت فلها نصف ماترك

"تجھ سے استفتا کرتے ہیں ان سے کہہ دو کہ اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے کلالہ کے سلسلہ

میں، اگر کوئی شخص مرجائے کہ جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لیے نصف اور آدھا ہے اس کے ترکہ کا۔"

اور خدا فرماتا ہے کہ

وان کان رجل یورث کلالۃ او امرۃ ولہ اخ او اخت فکل واحد منھما السدس فان کانوا اکثر من ذلك فھم شرکاء فی الثلث

"اور اگر مرد ہے کہ جس کا وارث بنایا گیا ہے کلالہ کو یا عورت ہے اور اس کا بھائی یا بہن تو ان میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے پس اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ ایک تہائی میں شریک ہیں۔"

روایت ہوئی ہے کہ یہودیوں کا ایک عالم ابوبکر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم اس امت کے نبی کے خلیفہ ہو تو ابوبکر نے کہا کہ جی ہاں تو وہ کہنے لگا کہ ہم نے تورات میں یہ پایا ہے کہ انبیاء کے خلفاء ان کی امتوں سے زیادہ عالم ہوتے ہیں تو مجھے اللہ کے متعلق خبر دو کہ وہ کہاں ہے وہ آسمان میں ہے یا زمین میں؟ ابوبکر نے کہا وہ آسمان میں عرش پر ہے تو یہودی نے کہا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ پھر زمین تو اس سے خالی ہے اور اس قول کی بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک مکان میں ہے نہ کہ دوسرے میں تو ابوبکر اس سے کہنے لگا کہ

"یہ زندیقوں اور منکرین خدا کی گفتگو ہے مجھ سے دور چلا جا ورنہ میں تجھے قتل کردوں گا۔"

پس اس عالم نے تعجب کرتے ہوئے پشت پھیری اور اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے مڑا تو اس کے سامنے امیرالمومنینؑ آئے تو آپؑ نے فرمایا کہ

"اے یہودی مجھے معلوم ہوا ہے جو تو نے سوال کیا اور جو تجھے جواب ملا اور ہم تو کہتے ہیں کہ خدا نے این کو این کیا ہے (یعنی کہاں کو کہاں کیا ہے) اس لیے کوئی این نہیں ہے اور وہ اس سے رفیع و بلند ہے کہ کوئی مکان اس کو گھیرے اور وہ ہر مکان میں ہے بغیر اس سے مس ہونے کے اور بغیر اس میں پناہ لینے کے، اس کا علم محیط ہے اس کو جو اس میں ہے، جگہوں میں سے کوئی جگہ اس کی تدبیر سے خالی نہیں اور میں تجھ کو خبر دیتا ہوں اس چیز کی جو تمہاری کتاب میں آئی ہے اور وہ تصدیق کرتی ہے اس کی جو بات میں نے تجھ سے بیان کی ہے اگر تو اس کو جان لے تو کیا تو ان پر ایمان لے آئے گا۔

یہودی نے کہا، جی ہاں۔

آپ نے فرمایا کہ

تم اپنی کتاب میں نہیں پاتے کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ان کے

پاس مشرق کی طرف سے ایک فرشتہ آیا تو جناب موسیٰؑ نے اس سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو اس نے کہا کہ اللہ کے پاس سے پھر آپؑ کے پاس مغرب سے ایک فرشتہ آیا آپ نے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو اس نے بھی کہا کہ اللہ کے پاس سے پھر ان کے پاس ایک اور فرشتہ آیا اس نے کہا میں ساتویں آسمان سے اللہ کے پاس سے آ رہا ہوں پھر ایک اور فرشتہ آیا اس نے کہا کہ میں نچلی ساتویں زمین سے اللہ کے پاس سے آ رہا ہوں تو جناب موسیٰؑ نے فرمایا کہ

وہ ذات منزہ ہے کہ جس سے کوئی مکان خالی نہیں اور جو ایک مکان کی نسبت دوسرے مکان سے زیادہ قریب نہیں۔

اس پر یہودی کہنے لگا کہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حق ہے اور آپؑ مقام منصب نیابت نبی کے زیادہ حقدار ہیں اس سے جو اس پر غلبہ کر کے بیٹھا ہوا ہے۔

اور اس قسم کے واقعات بہت ہیں۔

فیصلے

زمانہ حکومت عمر

ان فیصلوں کا ذکر جو عمر بن خطاب کی حکومت کے زمانے کے دوران بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جو سنی و شیعہ کی روایات میں قدامہ بن مظعون کے واقعہ میں آیا ہے کہ اس نے شراب پی لی تو عمر نے چاہا کہ اس پر حد جاری کرے تو قدامہ کہنے لگا کہ مجھ پر حد واجب نہیں ہے کیونکہ خدا فرمایا ہے کہ

لیس علی الذین امنوا و عملو الصحت جناح فیها طعموا اذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصالحات

”نہیں ہے ان لوگوں پر جو ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے عمل کیے کوئی حرج اس میں جو وہ کھائیں جب وہ تقویٰ اختیار کریں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں“

تو عمر نے اس سے حد روک لی جب یہ خبر امیر المومنینؑ کو ملی تو آپ چلتے ہوئے عمر کے پاس آئے اور آپؑ نے فرمایا کہ تو نے قدامہ پر شراب پینے میں حد کیوں چھوڑ دی تو عمر نے کہا کہ اس نے میرے سامنے یہ آیت پڑھی تھی اور عمر نے وہ آیت پڑھ دی تو امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ قدامہ اس آیت کا اہل نہیں ہے اور نہ ہی وہ شخص جو خدا

کے حرام شدہ کو بجالانے کی طرف گامزن ہو۔

''بے شک جو ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو وہ حرام کو حلال نہیں سمجھتے۔'' پس قدامہ کو واپس لاؤ اگر تو وہ اس بات سے جو اس نے کہی ہے توبہ کرے تو اس پر حد جاری کرو اور اگر نہ کرے تو اس کو قتل کر دو کیونکہ وہ دین و مذہب سے خارج ہو گیا ہے پس عمر اس سے بیدار ہوا اور قدامہ کو بھی خبر پہنچ گئی تو اس نے اظہار توبہ کیا اور گناہ سے رک گیا تو عمر نے اس سے قتل تو دور کر دیا لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ کس طرح اس پر حد جاری کرے تو امیرالمومنینؑ سے کہا کہ مجھے حد کے سلسلہ میں مشورہ دیں تو آپؑ نے فرمایا کہ اسے اسی کوڑے لگاؤ چونکہ شراب پینے والا جب اسے پی لے تو وہ مست ہو جاتا ہے اور جب مست ہو تو بیہودہ باتیں کرتا ہے اور جب بیہودگی کرے تو افتراؤ بہتان گھڑتا ہے پس عمر نے اسی کوڑے لگائے اور آنحضرتؐ کے فرمان کی طرف رجوع کیا۔

روایت ہے کہ ایک مجنونہ عورت کے ساتھ عمر کے زمانہ میں ایک شخص نے زنا کیا پس عورت کے خلاف گواہ پورے تھے تو عمر نے عورت کو کوڑے لگانے کا حکم دیا چنانچہ اس عورت کو جناب امیرؑ کے پاس سے لے کر گزرے تو آپؑ نے فرمایا کہ فلاں خاندان کی مجنونہ کو کیا ہو گیا ہے کہ جسے سختی سے کھینچا جا رہا ہے تو آپؑ سے عرض کیا گیا کہ اس سے ایک مرد نے زنا کیا ہے اور وہ بھاگ گیا ہے اور گواہ اس پر قائم ہو گئے ہیں تو عمر نے اس کو کوڑے لگانے کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا کہ مجنوں کے لیے تعزیر نہیں ہے جب تک اسے افاقہ نہ ہو یہ تو اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہے پس وہ عمر کے پاس واپس لائی گئی اور اسے بتایا گیا جو کچھ امیرالمومنینؑ نے فرمایا تھا تو عمر کہنے لگا۔

''خدا انہیں کشادگی بخشے قریب تھا کہ میں اس کو کوڑے لگا کر ہلاک ہو جاتا۔'' پھر اس سے حد روک لی۔

روایت ہے کہ ایک حاملہ عورت کو عمر کے پاس لے آئے کہ جس نے زنا کیا تھا تو عمر نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا، امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ

فرض کرو کہ تم کو اس عورت کو سزا دینے کا حق ہے تو جو اس کے شکم میں ہے اس پر تجھے کون سا حق وراستہ ہے حالانکہ خدا فرماتا ہے

لا تزر وازرۃ وزر اخری

''ایک نفس دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا''

تو عمر کہنے لگا

میں کسی مشکل مسئلہ کے لیے زندہ نہ رہوں کہ جس کے حل کرنے کے لیے ابوالحسن نہ ہوں پھر کہنے لگا تو اس سے کیا سلوک کروں؟ آپؑ نے فرمایا کہ

اس عورت کو اپنی نگرانی میں رکھو یہاں تک کہ یہ بچہ جن لے جب بچہ کو جنم دے لے اور اسے کوئی اس بچہ کی کفالت کرنے والا مل جائے تو پھر اس عورت پر حد جاری کرو۔

پس اس سے عمر کا حزن وملال زائل ہوا اور اس نے اس سلسلہ میں امیر المومنینؑ پر اعتماد کیا۔

روایت ہے کہ عمر نے ایک عورت کو بلا بھیجا کہ جس کے پاس بیٹھ کر مرد باتیں کیا کرتے تھے جب اس کے پاس عمر کے قاصد پہنچے تو وہ ڈر گئی اور کانپنے لگی اور ان کے ساتھ نکلی تو اس کا حمل ساقط ہو گیا اور جب وہ بچہ زمین پر گرا تو وہ آواز نکال رہا تھا یعنی زندہ تھا پھر وہ بچہ مر گیا تو عمر کو یہ خبر ملی اس نے رسول اللہؐ کے اصحاب کو جمع کیا اور ان سے اس حکم کے متعلق سوال کیا تو وہ سب کہنے لگے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ تو اس کی تادیب کرنا چاہتا تھا اور تیرا مقصد خیر ہی تھا لہٰذا تجھ پر کچھ نہیں اور امیر المومنینؑ خاموش بیٹھے تھے اور آپؑ نے اس میں کوئی بات نہ کی تو عمر کہنے لگا کہ اے ابوالحسنؑ آپ اس بارے میں ارشاد فرمائیں تو آپؑ نے فرمایا کہ جو کچھ ان حضرات نے کہا ہے وہ تم نے سن لیا کہنے لگا کہ آپؑ کے پاس کیا ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ جو کچھ قوم نے کہا ہے وہ تم نے سن لیا ہے تو عمر کہنے لگا کہ میں آپؑ کو قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ آپؑ کے پاس ہے وہ کہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ

''قوم نے اگر تیرا قرب حاصل کرنا چاہا ہے تو انہوں نے تجھے دھوکہ دیا ہے اور اگر یہ مشورہ کرتے تو دیت تیرے رشتہ داروں میں منحصر کرتے کیونکہ بچہ کا قتل غلطی اور خطا سے ہوا ہے جس کا تعلق تجھ سے ہے۔''

تو عمر کہنے لگا

''خدا کی قسم آپؑ نے ہی مجھے ان کے سامنے نصیحت کی ہے خدا کی قسم آپ یہاں ہی رہیں جب تک بنی عدی پر دیت جاری نہ کر لیں۔''

پس امیر المومنینؑ نے ایسا ہی کیا۔

روایت ہے کہ عمر کے زمانہ میں دو عورتوں نے ایک بچے میں جھگڑا کیا ہر ایک دعویٰ کرتی تھی کہ بچہ میرا ہے نہ گواہ تھے اور نہ ہی ان دو کے علاوہ کوئی مدعی تھا تو اس میں عمر پر حکم مشتبہ ہو گیا اور اس نے امیر المومنینؑ کی پناہ لی آپؑ نے دونوں عورتوں کو بلایا اور انہیں وعظ و نصیحت کی اور ڈرایا دھمکایا لیکن وہ اختلاف پر قائم رہیں تو جب نزاع میں بڑھ گئیں تو آپؑ نے فرمایا کہ

آرہ لے آؤ تو وہ عورتیں کہنے لگی آپؑ اس سے کیا کریں گے آپؑ نے فرمایا کہ اس بچہ کو دو ٹکڑے کر کے ہر ایک کو اس کا آدھا دے دوں گا پس ایک عورت تو خاموش رہی اور دوسری کہنے لگی اللہ کے لیے اگر اس سے اے ابوالحسنؑ چارہ ہی نہیں تو میں یہ بچہ اسے ہی دیتی ہوں تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ بچہ تیرا ہی ہے نہ کہ اس کا اور اس کا بچہ ہوتا تو اس پر بھی رقت طاری ہوتی تو دوسری عورت نے بھی اعتراف کر لیا کہ حق میری ساتھ والی کا ہے اور لڑکا اسی کا ہے پس آپؑ نے عمر کے حزن وملال کو دور کیا اور اس نے امیر المومنینؑ کو دعا دی بسبب اس کے کہ آپؑ نے اسے فیصلہ میں سہولت دی۔ یونس بن حسن سے روایت ہے کہ عمر کے پاس ایک عورت کو لایا گیا جس نے چھ ماہ میں بچہ جنتا تھا اس نے اسے سنگسار کرنے کا ارادہ کیا تو امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا کہ

''اگر وہ کتاب خدا کے ساتھ تجھ سے مقابلہ کرے تو وہ تجھے مغلوب کر دے خدا فرماتا ہے'' وحمله وفصاله ثلثون شهرا ''اور اس کا حمل اور دودھ بڑھائی تیس ماہ ہے اور فرماتا ہے والوالدات یرضعن اولادهن حولين کاملین لمن ارادان یتم الرضاعة اور مائیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں دو سال کامل (یہ اس کے لیے ہے جو چاہتا ہو کہ رضاعت کو پورا کرے پس جب عورت رضاعت کو پورا کرے دو سال اور اس کا حمل اور دودھ بڑھائی ہو تیس ماہ تو اس کا حمل اس میں سے چھ ماہ ہی ہو گا۔''

تو عمر نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور یہ حکم برقرار رکھا گیا صحابہ اور تابعین نے اس پر عمل کیا اور جنہوں نے آپ سے دین لیا وہ آج تک اس پر عمل کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ ایک عورت پر گواہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے گھاٹ پر دیکھا ہے کہ ایک مرد جو اس کے ساتھ جماع کر رہا تھا وہ اس کا شوہر نہیں تھا تو عمر نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اور وہ شوہر دار تھی تو اس عورت نے کہا کہ خدایا تو جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو عمر غضب ناک ہوا اور کہنے لگا کہ تو گواہوں کی بھی تردید کرتی ہے تو امیرالمومنینؑ نے فرمایا اس کو واپس بلاؤ اور اس سے سوال کرو شاید اس کے پاس کوئی عذر ہو پس وہ واپس بلائی گئی اور اس سے اس کے حالات کے متعلق سوال کیا گیا تو وہ کہنے لگی کہ میرے گھر والوں کے کچھ اونٹ ہیں اور میں وہ اونٹ لے کر گھر سے نکلی اور میں نے اپنے ساتھ کچھ پانی بھی لیا چونکہ اونٹوں میں کوئی بھی دودھ والا جانور نہیں تھا اور میرا ساتھ ہمارے ایک شریک بھی نکلا (جو راستہ اور اونٹوں کو پانی پلانے میں شریک تھا) اور اس کے اونٹوں میں دودھ تھا جب میرا پانی ختم ہو گیا تو میں نے اس سے پیاس کی سیرابی کا مطالبہ کیا تو اس نے انکار کیا جب تک کہ میں اپنے اوپر اسے قدرت نہ دوں تو میں نے انکار کیا پس جب میری جان نکلنے لگی تو میں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا، اب امیرالمومنینؑ نے فرمایا اللہ اکبر!

''فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه''

پس جو مضطر و مجبور ہو جائے جو باغی اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں' جب یہ عمر نے سنا تو اس کو چھوڑ دیا۔

مفید مشورہ

جناب امیرالمومنینؑ کی وہ باتیں جن سے انصاف کا معنی، درست رائے دینا، قوم کو بہترین کی طرف رہنمائی کرنا اور اس بات کا تدارک کرنا کہ اگر آپ انہیں خبردار نہ کرتے تباہی و بربادی ہوتی ان میں سے ایک وہ ہے جسے بیان کیا ہے شبابہ بن سوار نے ابوبکر مذلی سے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے علماء میں سے ایک شخص سے سنا وہ کہتے تھے ایرانیوں میں سے اہل ہمدان، اہل ری، اصفہان قومس اور نہاوند کے لوگوں نے ایک

دوسرے کوخطوط لکھے کہ بادشاہ عرب جوان کے پاس ان کا دین لے کر آیا ہے اور انہیں کتاب بھی پیش کی ہے وہ فوت ہو چکا ہے ان کی مراد نبی کریمؐ سے تھی اور ایک شخص تھوڑے دن تک ان کا نائب رہا پھر وہ بھی مر گیا یعنی ابوبکر اور اس کے بعد ایک اور کھڑا ہوا جس کی عمر طویل ہے یہاں تک کہ اس نے تمہیں تمہارے شہروں میں آلیا اور اس کے لشکر نے تم سے جنگ کی اور مراد عمر لے رہے تھے وہ رکنے والا نہیں جب تک تم اس کے لشکروں کو اپنے شہروں سے نہ نکال دو اور اس کی طرف نکل کر اس کے شہروں میں اس سے جنگ نہ کرو انہوں نے ایک دوسرے سے عہد و پیمان کیا۔

جب یہ خبران لوگوں کو ملی کہ جو مسلمان کوفہ میں تھے انہوں نے عمر بن خطاب تک پہنچائی اور جب اسے یہ خبر ملی تو وہ اس سے سخت گھبرایا مسجد نبوی میں آیا اور منبر پر چڑھ گیا۔ حمد وثناء کے بعد کہنے لگا اے گروہ مہاجرین و انصار شیطان تمہارے خلاف کئی جماعتوں کو لے کر آگے بڑھ رہا ہے تا کہ ان کے ذریعہ نور خدا کو خاموش کر دے یاد رکھو کہ اہل اصفہان و اہل ری وقومس و نہاوند کہ جن کی زبانیں، رنگ اور دین مختلف ہیں انہوں نے ایک دوسرے سے ایکا کیا ہے کہ وہ اپنے شہروں سے تمہارے مسلمان بھائیوں کو نکال دیں اور وہ خود تمہاری طرف نکلیں اور تم سے تمہارے شہروں میں آکر جنگ کریں مجھے مشورہ دو اور مختصر بات کرو اور اس میں طول نہ دو کیونکہ آج کا دن وہ ہے جس پر بعد کے دنوں کا دار و مدار ہے تو لوگوں نے اس سلسلہ میں گفتگو کی۔

طلحہ ابن عبید اللہ کھڑا ہوا جو قریش کے خطیبوں میں سے تھا اس نے خدا کی حمد وثناء کی اور کہنے لگا ''اے مومنین کے امیر تجھے حالات نے مہذب بنایا تیری کانٹ چھانٹ کی زمانہ نے تجھے مستحکم اور باخبر کیا آزمائشوں نے تجھے عجمیوں سے خبردار تجربوں نے تجھے محکم کیا تو بابرکت عمل اور مبارک نفس کا مالک ہے کہ تو والی وحاکم بنا تو باخبر ہے اور تو نے ہر چیز کو آزمایا ہے تجھے خبر دی گئی ہے اور تو اللہ کے فیصلوں کے بہترین انجاموں کو منکشف کر لیتا ہے پس اس امر کے لیے بھی اپنی رائے کو حاضر کر اور اس کے لیے غافل نہ ہو'' پھر بیٹھ گیا۔

تو عمر نے کہا کہ کچھ کہو اس کے بعد عثمان بن عفان کھڑا ہو گیا اس نے حمد وثناء کے بعد کہا ''اما بعد اے مومنوں کے امیر میں سمجھتا ہوں کہ اہل شام کو شام اور اہل یمن کو یمن سے بھیجو اور تو خود ان دو حرموں، (مکہ و مدینہ) اور ان دو شہروں کوذ و بصرہ کے رہنے والوں کے ساتھ روانہ ہوتا کہ تمام مشرکین سے تمام مومنین کے ساتھ تیرا آمنا سامنا ہو پس تو اے مومنوں کے امیر تو عرب کے بعد اپنے نفس کو باقی نہیں رکھ سکتا اور دنیا سے غلبہ کے ساتھ نفع نہیں حاصل کر سکتا اور نہ ہی کسی پناہ گاہ سے پناہ لے سکتا ہے تو اس پر اپنی رائے کو حاضر کرو اور اس سے غائب نہ رہو پھر وہ بیٹھ گیا تو عمر نے کہا کہ کچھ کہو۔

تو امیر المومنینؑ نے فرمایا حمد واللہ کے لیے یہاں تک کہ آپ نے اللہ کی مکمل حمد وثناء بیان کی پھر اس کے رسولؐ پر صلوات بھیجی پھر فرمایا اما بعد اگر تو نے اہل شام کو شام سے بلایا تو روم ان کے بیوی بچوں پر قبضہ

کرنے کے لیے بڑھے گا اسی طرح اگر یمن والوں کو یمن سے بلایا تو حبشہ والے ان کی عدم موجودگی کا فائدہ اٹھائیں گے اور اگر ان دو حرموں کے لوگوں کو لے کر نکلا تو عرب اطراف و کناف سے تجھ پر ٹوٹ پڑیں گے اس وقت جن کے اہل و عیال پیچھے چھوڑ کر جائے گا ان کے معاملات تیرے لیے زیادہ اہم ہوں گے ان معاملات سے جو تیرے سامنے ہوں گے۔

باقی رہا تیرا ذکر عجمیوں کی کثرت کا اور ان کے جمعیتوں سے ڈرتا تو ہم رسول اللہؐ کے زمانہ میں کثرت کی بناء پر نہیں بلکہ ہم نصرت الٰہی کے سہارے جنگ کرتے تھے رہا تیرا یہ کہنا کہ ان کا اتفاق ہو گیا ہے مسلمانوں کے خلاف چلنے کا تو خدا ان کے چلنے کو تجھ سے زیادہ ناپسند فرماتا ہے اور زیادہ حقدار رکھتا ہے کہ اسے بدل دے جسے پسند نہیں کرتا ہاں اگر عجمیوں نے تجھے (میدان میں) دیکھ لیا تو وہ کہیں گے کہ یہی عرب کا مرکز بنا ہوا ہے اسے ختم کر دو تو سب ختم ہو جائے گا اور (تیرا خود وہاں جانا) ان کو برانگیختہ کرے گا اور تو نہیں اپنے خلاف متحد کرے گا اسی طرح تو وہ بھی اپنے ساتھیوں کا مددگار بن جائے گا جو پہلے مدد کے لیے تیار نہیں ہو گا۔

میری رائے یہ ہے کہ باقی لوگوں کو ان کے شہروں میں برقرار رہنے دو اور اہل بصرہ کو لکھو کہ وہ تین گروہوں میں بٹ جائیں ان میں سے ایک گروہ بچوں کی حفاظت کرے ایک گروہ اہل معاہدہ، (کافرزمی) کی نگرانی کرے کہ کہیں وہ معاہدہ کو توڑ نہ دیں اور ان میں سے ایک گروہ اپنے بھائیوں کی مدد و کمک کے طور پر جائے تو عمر کہنے لگا بے شک رائے یہی ہے اور میں دوست رکھتا تھا کہ میں اس کی پیروی کرتا۔

شیخ مفید رضی اللہ عنہ نے فرمایا پس غور و فکر کرو خدا تمہاری اس موقف پر تائید کرے جو رائے کی فضیلت کی خبر دیتا ہے جب اس سے صاحبان عقل و علم نزاع کریں اور تامل کرو اسی توفیق میں کہ جس کا اللہ نے امیرالمومنینؑ کو تمام حالات میں قرین بنایا اور تمام لوگ مشکل امور میں آپ کی پناہ تلاش کرتے تھے اور اس کے ساتھ ملاؤ ان دینی فیصلوں کو جو ہم لکھ چکے ہیں کہ جن سے بڑے بڑے صحابہ عاجز تھے یہاں تک کہ وہ ان کو جاننے میں آپ کی طرف مضطر و مجبور ہوتے تو اس کو تم معجزے کے باب میں داخل کرو گے کہ جسے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اور خدا ہی توفیق کا مالک ہے پس یہ مختصر قسم کے اخبار ہیں ان واقعات کے متعلق جن کا عمر بن خطاب کی حکومت کے زمانہ میں آپ نے فیصلہ کیا اور آپ کے اسی قسم کے واقعات اور فیصلے عثمان بن عفان کی حکومت کے زمانے کے ہیں۔

فیصلے

زمانہ حکومت عثمان

پس ان میں سے وہ ہے جسے سنی وشیعہ کے ناقلین آثار نے روایت کیا ہے ایک عورت کے ساتھ ایک بہت بوڑھے شخص نے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوگئی (تو چونکہ بوڑھا کمزوری کی وجہ سے پردہ بکارت زائل نہیں کر سکا تھا) اس نے یہ گمان کیا وہ اس حد تک نہیں پہنچ سکا لہٰذا اس کے حمل کا انکار کیا یہ معاملہ عثمان کے لیے مشکل ہوگیا اس نے عورت سے سوال کیا کہ کیا اس بوڑھے نے جب کہ تو باکرہ تھی تیرا پردہ بکارت چاک کیا تھا اس نے کہا کہ نہیں تو عثمان کہنے لگا کہ اس عورت کو حد لگاؤ تو امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا عورت کے دو سوراخ ہوتے ہیں ایک حیض کا اور دوسرا پیشاب کا شاید بوڑھا جب اس سے لذت حاصل کرتا ہو تو اس کی منی بہہ کر حیض والے سوراخ میں چلی گئی ہو اور وہ اس سے حاملہ ہوگئی ہو اس کی کیفیت کا اس مرد سے سوال کرو پس عثمان نے اس سے دریافت کیا تو وہ کہنے لگا کہ اس کی شرمگاہ (کے کنارے) پر انزال تو ہوتا تھا لیکن بکارت تو زائل نہیں ہوئی تھی۔

تو امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ حمل اسی شخص کا ہے بچہ بھی اسی کا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بوڑھے کو اس کے انکار کی سزا دی جائے عثمان نے آپ کے فیصلہ کی طرف رجوع کیا اور اسے اس سے تعجب ہوا۔

راویوں نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کی ایک کنیز اس کی ہمخوابی کے لیے مخصوص تھی اس سے اس کا بچہ پیدا ہوا پھر اس سے اس نے علیحدگی اختیار کر لی اور اس کا نکاح اپنے ایک غلام سے کر دیا پھر وہ مالک مر گیا اور وہ کنیز اپنے بیٹے کی ملکیت میں آ کر آزاد ہوگئی اور اس کا بیٹا اس کے شوہر کا وارث ہوگیا پھر وہ لڑکا مر گیا اور یہ اپنے بیٹے کی میراث میں سے اپنے شوہر کی وارث و مالک ہوگئی پس ان بیوی اور شوہر نے اپنا مقدمہ عثمان کے سامنے پیش کیا اور وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے عورت کہتی کہ یہ میرا غلام ہے اور وہ کہتا کہ یہ میری بیوی ہے میں اس کو نہیں چھوڑوں گا تو عثمان کہنے لگا کہ ایک مشکل مسئلہ ہے تو امیر المومنینؑ وہاں حاضر تھے تو آپؑ نے فرمایا کہ اس سے سوال کرو کہ کیا اس نے بعد اس کے کہ یہ اس کی وارث بنی ہے اس سے ہمبستری کی ہے، تو عورت کہنے لگی کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے علم ہو کہ اس نے ایسا کیا ہے تو میں اس کو سزا دوں تم جاؤ یہ تمہارا غلام ہے اور اس کو تم پر کوئی سبیل وراستہ نہیں اگر چاہو تو اس کو غلام بنا کے رکھو یا اسے آزاد کر دو یا اس کو بیچ دو اس کا تمہیں اختیار ہے۔

علماء نے روایت کی ہے کہ ایک کنیز مکاتبہ (جس نے مولا سے معاملہ کیا ہو کہ جتنی رقم میں ادا کروں اتنا ہی مجھے آزاد کر دینا) نے عثمان کے زمانے میں زنا کروایا جب کہ اس کے چار میں سے تین حصے آزاد ہو چکے تھے عثمان نے امیر المومنینؑ سے سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اسے آزادی کے حساب اور غلامی کے حساب سے کوڑے لگائے

جائیں زید بن حارث سے سوال ہوا تو اس نے کہا کہ غلامی کے حساب سے اسے کوڑے لگائے جائیں تو امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا کہ کنیزی کے حساب سے کیسے اسے کوڑے لگیں جب کہ ۴/۳ حصے وہ آزاد ہو چکی ہے تو اسے حریت و آزادی کے حساب سے کوڑے کیوں نہیں لگا تا جو کہ اس میں زیادہ ہے تو زید کہنے لگا کہ اگر یہ ایسا ہی ہے تو حریت کے حساب سے میراث بھی ملے تو آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ تو ضروری ہے تو زید لا جواب ہو گیا لیکن عثمان نے امیر المومنینؑ کے ارشاد کی مخالفت کی اور زید کا کہا مانا اور اس نے بعد اس کے کہ حجت و دلیل بھی ظاہر ہو گئی تھی۔ بات نہ مانی۔

اور اس قسم کے فیصلے بہت ہیں کہ جن کے ذکر سے کتاب طویل اور گفتگو پھیل جائے گی۔

زمانہ حکومت علیؑ

آپ کے فیصلوں میں سے (جب کہ عوام نے آپ کی بیعت کی اور عثمان چل بسا جیسا کہ اہل نقل اور حاملین آثار نے روایت کی ہے) یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کے بستر پر ایک بچہ جنا جس کے کوکھ پر دو بدن اور دو سر تھے تو اس کے خاندان والوں پر اس کا معاملہ مشتبہ ہو گیا کہ آیا وہ ایک ہیں یا دو پس وہ امیر المومنینؑ کے پاس اس کے متعلق سوال کرنے آئے تا کہ وہ اس کا حکم معلوم کریں تو امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اس کا امتحان کرو جب وہ سویا ہو پھر ایک بدن اور ایک سر کو بیدار کرو اگر وہ دونوں ایک ہی حالت میں بیدار ہو جائیں تو وہ ایک انسان ہے اور اگر ایک بیدار ہو اور دوسرا سویا رہے تو پھر وہ دو ہیں اور میراث میں ان کا دگنا حق ہے۔

اور حسن بن علی عبدی نے سعد بن ظریف سے اس نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ شریح مجلس قضاء میں بیٹھا تھا اچانک اس کے پاس ایک شخص آیا اور وہ کہنے لگا کہ اے ابوامیہ میرے ساتھ خلوت میں بات کرو مجھے ایک حاجت ہے تو شریح نے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ وہ دور چلے جائیں پس وہ لوگ ہٹ گئے اور باقی مخصوص لوگ رہ گئے تو وہ کہنے لگا کہ اپنی حاجت بیان کرو تو اس نے کہا اے ابوامیہ میرے ساتھ وہ کچھ ہے کہ جو کچھ مردوں کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ کچھ جو عورتوں کے ساتھ ہوتا ہے تو آپ کے پاس میرے لیے کیا حکم ہے کیا مرد ہوں یا عورت؟

تو شریح نے کہا کہ میں نے امیر المومنینؑ سے اس میں ایک فیصلہ سنا ہے جسے میں بیان کرتا ہوں مجھے پیشاب کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کون سے سوارخ سے نکلتا ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ دونوں سے، شریح نے کہا کہ پہلے کس سے ختم ہوتا ہے تو وہ کہنے لگا کہ دونوں سے اکٹھا تو شریح کو تعجب ہوا تو وہ شخص کہنے لگا کہ عنقریب میں آپ کے سامنے وہ چیز پیش کرتا ہوں جو زیادہ عجیب ہے شریح نے کہا کہ وہ کیا تو وہ کہنے لگا کہ میرے باپ نے میری شادی کر دی اس بنا پر کہ میں عورت ہوں تو مجھے شوہر سے حمل ہو گیا اور میں نے کنیز خریدی تو اس سے میں نے

ہمبستری کی تو وہ حاملہ ہوگئی۔

راوی کہتا ہے کہ شریح نے تعجب سے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور یہ کہا کہ ایسا معاملہ ہے جسے امیر المومنینؑ تک پہنچنا چاہیے مجھے اس کے حکم کا علم نہیں پس شریح کھڑا ہو گیا اور وہ شخص اور جو لوگ وہاں تھے اس کے پیچھے چل پڑے یہاں تک کہ وہ امیر المومنینؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ان کے سامنے واقعہ بیان کیا۔

امیر المومنینؑ نے اس شخص کو بلا کر سوال کیا جو کچھ شریح نے اس کے متعلق بیان کیا تھا اس نے اعتراف کیا آپ نے پوچھا تیرا شوہر کون ہے؟ اس نے کہا کہ فلاں بن فلاں، شہر میں موجود ہے آپ نے اس کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ وہ جو کچھ اس نے کہا تھا تو وہ مرد کہنے لگا اس نے سچ کہا ہے، امیر المومنین نے فرمایا کہ

تو شیر کا شکار کرنے والے سے بھی زیادہ جرأت مند ہے جب کہ تو اس حالت کے باوجود بھی اقدام کرتا ہے پھر آپ نے اپنے غلام قنبر کو بلایا اور اس سے کہا کہ اس شخص کو ایک کمرے میں داخل کر واس کے ساتھ چار عادل عورتیں ہوں اور انہیں کہو کہ وہ اس کے جسم کو ننگا کر کے اس کی پسلیوں کو شمار کریں بعد اس کے کہ اس کی شرمگاہ مضبوطی سے باندھ دی جائے تو وہ مرد کہنے لگا کہ اے امیر المومنینؑ! میں اس پر مردوں اور عورتوں سے مطمئن نہیں ہوں! آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے اوپر لنگوٹ چڑھالے اور اس کو آپ نے علیحدہ کمرے میں بھیج دیا پھر آپ اس میں چلے گئے اور اس کی پسلیاں شمار کیں تو بائیں طرف کی سات تھیں اور دائیں طرف کی آٹھ تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ مرد ہے اور فرمایا کہ اس کے بال کاٹ دیئے جائیں اور اسے ٹوپی، بغلیں اور رواء پہنائی اور اس کے اور شوہر کے درمیان علیحدگی کر دی۔

اور بعض اہل نقل نے روایت کی ہے کہ جب اس نے دو شرمگاہوں کا دعویٰ کیا تو امیر المومنینؑ نے دو مسلمان عادلوں کو حکم دیا کہ وہ ایک علیحدہ کمرے میں حاضر ہوں اور اس کو بھی ان کے ساتھ حاضر کیا اور دو شیشے اس طرح نصب کرنے کا حکم دیا کہ ایک شیشہ اس شخص کی شرمگاہ کے سامنے اور دوسرا پہلے شیشے کے سامنے ہو پھر پہلے شیشہ کے سامنے اس شخص کو شرمگاہ عریاں کرنے کو کہا اس طرح کہ دونوں عادل اسے نہ دیکھیں سکیں اور دونوں عادل اس شیشہ میں نگاہ کریں جو پہلے شیشہ کو منعکس کر رہا ہے۔ تو جب ان دو عادلوں نے اس کے دعویٰ کے مطابق دو شرمگاہوں کی تحقیق کر لی اور پھر اس کی آزمائش پسلیوں کے شمار کرنے کے ساتھ کی تو آپ نے اسے مردوں کے ساتھ ملحق کر دیا اور اس کے حمل کے دعویٰ کو مہمل ولغو ثابت کر دیا اور اس پر عمل نہیں کیا اور کنیز کے حمل کو اس سے قرار دیا اور اس کو اس سے ملحق کیا۔

روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ ایک دن مسجد میں گئے وہاں ایک نوجوان کو دیکھا کہ گریہ کر رہا ہے اس کے گرد کچھ لوگ جمع ہیں۔ امیر المومنینؑ نے اس کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگا کہ شریح نے میرے خلاف ایک فیصلہ دیا ہے کہ جس میں اس نے میرے ساتھ کوئی انصاف نہیں کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تیرا کیا واقعہ ہے وہ کہنے لگا کہ یہ

لوگ اور اشارہ کیا ایسے اشخاص کی طرف کہ جو وہاں موجود تھے جو میرے باپ کو اپنے ساتھ سفر میں لے گئے یہ واپس آ گئے ہیں اور میرا باپ واپس نہیں آیا میں نے اس کے بارے سوال کیا تو یہ کہتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے اس کے مال کے بارے میں سوال کیا جو وہ ساتھ لے گیا تھا تو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کے کسی مال کا پتہ نہیں پس شریح نے ان سے قسم لی اور یہ کہا کہ اب ان کے درپے نہ ہونا امیر المومنینؑ نے قنبر سے کہا کہ ان لوگوں کو جمع کرو اور فوج کے ہراول دستے کو میرے پاس بلا لاؤ پھر آپ بیٹھ گئے اور ان لوگوں کے ساتھ اس نوجوان کو بھی بلایا آپ نے اس سے سوال کیا جو کچھ اس نے کہا تھا اس نے اپنے دعویٰ کا اعادہ کیا اور رونے لگا اور کہنے لگا اے امیر المومنینؑ خدا کی قسم میں انہیں اپنے باپ کے معاملہ میں مشکوک سمجھتا ہوں انہوں نے اسے فریب دیا ہے یہاں تک کہ اسے اپنے ساتھ نکال کر لے گئے ہیں اور اس کے مال میں انہیں لالچ و طمع ہوا ہے تو امیر المومنینؑ نے ان لوگوں سے کہا تو انہوں نے وہی کچھ کہہ دیا جو شریح سے کہا تھا کہ وہ شخص مر گیا ہے اور ہمیں اس کا مال کا پتہ نہیں تو آپ نے ان کے چہروں کی طرف دیکھا پھر ان سے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ کیا تم گمان کرتے ہو کہ مجھے علم نہیں کہ تم نے اس کے باپ سے کیا کیا ہے پھر تو میرا علم بہت کم ہے۔

اس کے بعد آپ نے ان کے متعلق حکم دیا کہ انہیں علیحدہ علیحدہ کر دو پس مسجد میں انہیں الگ الگ کیا گیا اور انمیں سے ہر ایک کو مسجد کے الگ الگ ستون کے ساتھ کھڑا کیا گیا پھر آپؑ نے اپنے کاتب و منشی عبید اللہ بن رافع کو بلا کر فرمایا کہ بیٹھ جاؤ پھر آپ نے ان میں سے ایک شخص کو بلا کر پوچھا کہ مجھے آہستہ بتاؤ، کس دن تم اپنے گھروں سے نکلے جب کہ اس لڑکے کا باپ تمہارے ساتھ تھا تو آپؑ نے عبید اللہ سے فرمایا کہ لکھتے جاؤ پھر اس سے کہا کہ یہ کس مہینہ کی بات ہے اس نے کہا کہ فلاں مہینہ تھا آپ نے فرمایا لکھ لو پھر فرمایا کہ کس سال اس نے کہا کہ اسی سال پس عبید اللہ یہ سب لکھتا رہا تو آپؑ نے فرمایا کس بیماری سے وہ مرا تھا اس نے کہا کہ اس بیماری سے آپ نے فرمایا کہ وہ کس منزل و مقام پر مرا تھا کہنے لگا کہ فلاں جگہ آپ نے فرمایا کہ اس کو غسل و کفن کس نے دیا تھا اس نے کہا کہ فلاں نے آپ نے فرمایا کہ کون سا کفن دیا تھا کہنے لگا اس چیز کا فرمایا کہ اس کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اس نے کہا کہ فلاں نے فرمایا کہ اس کو قبر میں کس نے اتارا، اس نے کہا فلاں نے اور عبید اللہ بن رافع یہ سب لکھتا رہا جب اس کا اقرار دفن تک پہنچا تو امیر المومنینؑ نے اتنی بلند تکبیر کہی کہ جسے سب اہل مسجد نے سنا پھر آپ نے اس شخص کے بارے میں حکم دے کر اس کی جگہ واپس بھیج دیا اور دوسرے کو اپنے قریب بلایا اور پھر اس سے وہی سوالات کیے جو پہلے سے کئے تھے تو اس نے ایسے جوابات دیئے جو پہلے کی باتوں سے سارے مختلف تھے اور عبید اللہ بن رافع یہ سب لکھ رہا تھا۔ جب آپ اس سے سوال کرنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایسی تکبیر کہی جسے اہل مسجد نے سنا پھر ان دونوں اشخاص کے متعلق حکم دیا کہ انہیں مسجد سے نکال کر قید خانے کے دروازے پر جا کر کھڑا کیا جائے پھر تیسرے کو بلایا اور اس سے وہ سوالات کیے جو پہلے دونوں سے کیے تھے تو اس نے ان

کے مخالف کہانی سنائی اور اس کا بیان بھی لکھ دیا گیا پھر آپ نے تکبیر کہی اور اسے اس کے دونوں ساتھیوں کی طرف لے جانے کا حکم دیا اور انمیں سے چوتھے کو بلایا تو اس کے قول میں اضطراب آیا اور اس کی زبان لڑکھڑانے لگی تو آپ نے اسے وعظ و نصیحت کی اور ڈرایا تو اس نے اعتراف کر لیا کہ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے اسے فلاں جگہ قتل کیا ہے اور اس کا مال لے لیا ہے اور اسے فلاں جگہ کوفہ کے قریب دفن کیا ہے پس امیر المومنینؑ نے تکبیر کہی اور اسے قید خانہ کی طرف لے جانے کا حکم دیا اور ان میں سے ایک کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ تیرا گمان تھا کہ وہ شخص اپنی موت مرا ہے حالانکہ تو نے اس کو قتل کیا ہے مجھے اپنے حالات سچ سچ بتا ورنہ میں تجھے سخت سزا دوں گا کیونکہ اس معاملہ میں تو حق میرے سامنے واضح ہو چکا ہے تو اس نے اس شخص کے قتل کرنے کا اعتراف کر لیا جس طرح اس کے ساتھی نے کیا تھا پھر باقیوں کو بلایا اور انہوں نے بھی اس کے قتل کا اعتراف کر لیا اور وہ اپنے کیے پر پشیمان ہوئے اور انہوں نے بالاتفاق اس مرد کے قتل کرنے اور اس کا مال لینے کا اعتراف کیا پھر آپ نے کچھ لوگوں کو حکم دیا جو ان میں سے بعض کے ساتھ اس جگہ گئے جہاں انہوں نے مال دفن کیا ہوا تھا پس وہ مال آپؑ نے وہاں سے نکال کر جوان کے سپرد کیا جو مرد مقتول کا بیٹا تھا پھر اس سے فرمایا کہ اب کیا چاہتے ہو جو کچھ انہوں نے تیرے باپ کے ساتھ کیا تو وہ کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں کہ ان کا اور میرا فیصلہ اللہ کے دربار میں ہو دنیا میں ان کے خون کو معاف کرتا ہوں پس امیر المومنینؑ نے ان سے قتل کی حد دور کر دی اور انہیں انتہائی سخت قسم کی سزا دی تو شریح کہنے لگا کہ اے امیر المومنینؑ یہ حکم کس طرح ہوا ہے تو آپ نے فرمایا کہ

جناب داؤدؑ ان کچھ لڑکوں کے قریب سے گزرے جو کھیل رہے تھے تو انہوں نے آپس میں ایک کو پکار کر کہا ''اے مات الدین'' (دین مر گیا) جب اس نے کہا لڑکے نے انہیں جواب دیا تو جناب داؤدؑ ان کے قریب گئے تو اس لڑکے سے کہا کہ تیرا نام کیا ہے اس نے کہا کہ میرا نام ہے ''مات الدین'' حضرت داؤدؑ نے فرمایا تیرا یہ نام کس نے رکھا ہے اس نے کہا میری ماں نے، آپؑ نے فرمایا کہ تیری ماں کہاں ہے کہا کہ اپنے گھر میں تو جناب داؤدؑ نے فرمایا کہ میرے ساتھ اپنی ماں کے پاس چلو۔ وہ حضرت کو اس کے پاس لے آیا تو آپ نے چاہا کہ وہ عورت گھر سے باہر آئے، تو وہ باہر آ گئی آپؑ نے فرمایا کہ اے کنیز خدا تیرے اس بیٹے کا کیا نام ہے؟ اس نے عرض کی کہ اس کا نام ''مات الدین'' ہے تو جناب داؤدؑ نے فرمایا کہ اس کا یہ نام کس نے رکھا ہے، کہنی لگی کہ اس کے باپ نے، آپ نے فرمایا کہ اس کا سبب کیا ہے وہ کہنے لگی کہ وہ ایک سفر پر گیا اس کے ساتھ کچھ لوگ بھی تھے اور میں اس بچہ کی وجہ سے حاملہ تھی وہ لوگ تو واپس آئے لیکن میرا شوہر ان کے ساتھ واپس نہ آیا میں نے ان سے اس کے بارے سوال کیا تو وہ کہنے لگے کہ وہ مر گیا ہے میں نے اس کے مال کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگے اس نے کوئی مال نہیں چھوڑا ہے تو میں نے کہا کہ کیا اس نے تمہیں کوئی وصیت کی تھی وہ کہنے لگے ہاں اس کا گمان تھا کہ تو حاملہ ہے اگر تو لڑکی جنے یا لڑکا، تو اس کا نام ''مات الدین'' رکھنا پس میں نے اس کی وصیت کے مطابق اس کا نام

''مات الدین'' رکھا اور اس کی مخالفت کو پسند نہیں کیا تو جناب داؤدؑ نے اس سے فرمایا کیا تو ان لوگوں کو پہچانتی ہے کہنے لگی کہ جی ہاں تو آپ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ جاؤ آپ کی مراد وہ لوگ تھے جو آپؑ کے ہمراہ تھے اور ان لوگوں کو ان کے گھروں سے نکال لاؤ جب وہ لوگ حاضر ہوئے تو حضرت نے انہیں اس طرح فیصلہ کیا پس ان پر اس کا خون ثابت ہو گیا اور ان سے مال نکالا اور پھر اس عورت سے فرمایا کہ اے کنیز خدا اب اپنے اس بچہ کا نام رکھو ''عاش الدین'' (دین زندہ ہو گیا)۔

روایت ہے کہ ایک عورت ایک لڑکے سے محبت کرنے لگی پس اس نے اس کو ورغلایا، لیکن اس لڑکے نے انکار کر دیا عورت گئی اس نے انڈا لیا اور اس کی سفیدی اپنے کپڑے پر ڈال لی پھر اس لڑکے سے لپٹ گئی اور اس کو امیرالمومنینؑ کے پاس لے آئی کہنے لگی کہ اس لڑکے نے مجھ پر جبر کیا ہے اور اس نے مجھ کو رسوا کیا ہے اور پھر اپنا کپڑا پکڑ کر اس پر انڈے کی سفیدی دکھائی اور کہنے لگی کہ یہ اس کا مادہ (منی) میرے کپڑے پر لگا ہے وہ لڑکا رونے لگا اور انکار کرنے لگا جس کا وہ دعویٰ کرتی تھی اور اس نے قسمیں کھائیں تو امیرالمومنینؑ نے قنبر سے فرمایا کہ کسی کو کہو کہ وہ پانی کو جوش دے یہاں تک کہ جب سخت گرم ہو جائے تو اسی حالت میں میرے پاس لے آؤ پس پانی لایا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اپنی عورت کے کپڑے پر ڈال دو جب اس پر پانی ڈالا گیا تو انڈے کی سفیدی جمع ہو گئی اور مل گئی آپ نے حکم دیا کہ اس کو اٹھا لو پھر اپنے دو اصحاب سے فرمایا کہ اس کو چکھو اور پھینک دو پس انہوں نے چکھا تو اسے انڈا پایا آپ نے لڑکے کو چھوڑنے کا حکم دیا اور عورت کو بطل دعویٰ کرنے کی سزا کے طور پر کوڑے لگائے۔

حسن بن محبوب نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے عبدالرحمن بن حجاج نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا کہ امیرالمومنینؑ نے ایک ایسا فیصلہ کیا کہ جیسا آپ سے پہلے کسی نے نہ کیا اور وہ اس طرح ہے کہ

دو مرد ہم سفر ہوئے ایک جگہ کھانا کھانے بیٹھے تو ایک نے پانچ روٹیاں نکالیں اور دوسرے نے تین، پس ان کے قریب سے ایک اور مرد گزرا اس نے سلام کیا تو یہ دونوں کہنے لگے کہ کھانا حاضر ہے پس وہ بیٹھ کر ان کے ساتھ کھانے لگا اور جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو اس نے ان کو آٹھ درہم دیئے اور کہنے لگا کہ یہ اس کا بدلہ ہے جو میں نے تمہارا کھانا کھایا ہے پس ان کا جھگڑا ہو گیا اور تین روٹیوں والا کہنے لگا کہ یہ ہمارے درمیان آدھے آدھے ہیں اور پانچ روٹیوں والا کہنے لگا کہ میرے پانچ اور تیرے تین ہیں وہ اپنا مقدمہ امیرالمومنینؑ کے پاس لے آئے اور واقعہ بیان کیا آپ نے دونوں سے فرمایا اس معمولی معاملہ میں جھگڑنا اچھا نہیں اور صلح کر لینا زیادہ بہتر ہے تو تین والا کہنے لگا کہ میں فیصلہ بغیر راضی نہیں آپ نے فرمایا اگر تو کڑوے فیصلہ کے علاوہ راضی نہیں ہوتا تو پھر آٹھ میں سے تیرا ایک درہم ہے اور تیرے ساتھی کے سات درہم وہ کہنے لگا کہ یہ کیسے ہو گیا آپ نے فرمایا میں تجھے

بتاتا ہوں کیا تیری تین روٹیاں نہیں تھیں اور تیرے ساتھی کی پانچ اس نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا کہ یہ چوبیس ٹکڑے ہوئے اوران کی تہائی جو کہ آٹھ ہے تو نے کھائی اور آٹھ ٹکڑے تیرے ساتھی نے اور آٹھ ہی مہمان نے کھائے تو جب اس نے تمہیں آٹھ درہم دیئے تو تیرے ساتھی کے ہوئے سات اور تیرا ہوا ایک، پس دونوں مرد اپنے فیصلہ میں بابصیرت ہوکر واپس پلٹے۔

علماء سیر نے بیان کیا ہے کہ امیر المومنینؑ کے زمانہ میں چار آدمیوں نے کوئی نشہ والی چیز پی لی پس وہ مست ہوگئے اور ایک دوسرے پر چھریاں چلانے لگے اس طرح ہر ایک کو زخم لگے اس کی اطلاع امیر المومنینؑ کو دی گئی تو آپ نے ان کے قید کردینے کا حکم دیا جب تک کہ انہیں افاقہ نہ ہوان میں سے دو آدمی قید خانہ میں مر گئے اور دو بچ گئے تو مر جانے والے دو کی قوم آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ان دونوں سے ہمیں قصاص لے دیجئے کیونکہ ان دونوں نے ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ تمہیں کیسے علم ہوا ہے؟ ہوسکتا ہے کہ ان دونوں مرنے والوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا ہو وہ کہنے لگے کہ ہمیں تو علم نہیں آپ ان میں اس کے مطابق حکم کریں جو اللہ نے آپ کو علم دیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تقولین کا خون بہا چاروں کے قبائل پر ہے بعد اس کے کہ زندوں کے زخموں کی دیت منہا کر لی جائے اور یہی حکم ہوسکتا تھا کہ جس کے علاوہ حق تک پہنچنے کا اور کوئی طریقہ نہیں کیا آپ دیکھتے نہیں کہ قاتل کے خلاف کوئی گواہ نہیں جو اسے مقتول سے خدا کریں اور قاتل کا اشتباہ ہے نہ کہ مقتول میں۔

روایت ہے کہ چھ افراد نے دریائے فرات میں اتر کر لہو ولعب کے طور پر غوطے لگانے شروع کیے ان میں سے ایک غرق ہوگیا تو دو آدمیوں نے تین کے خلاف گواہی دی کہ انہوں نے اسے غرق کیا ہے اور تین نے ان دو کے خلاف گواہی دی کہ انہوں نے اسے غرق کیا ہے تو حضرت امیر المومنینؑ نے فیصلہ کیا کہ خون بہا کے پانچ حصہ کیے جائیں ان میں سے تین حصے دو میں سے لیے جائیں گواہی کے حساب سے (یعنی چونکہ ان کے خلاف گواہی دینے والے تین ہیں) اور دو حصے تین سے لیے جائیں وہ بھی گواہی کے حساب سے (یعنی چونکہ گواہ دو ہیں) اور اس مقدمہ میں بھی کوئی فیصلہ زیادہ درستی کا حقدار نہیں اس سے جو فیصلہ آپؑ نے کیا۔

اور روایان اخبار نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے مال میں سے ایک جز کی وصیت کی اور تعین نہ کیا کہ جز سے کیا مراد ہے اس کے بعد اس کے ورثاء نے اختلاف کیا اور یہ مقدمہ امیر المومنینؑ کے پاس لے آئے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ اس کے مال کا ساتواں حصہ نکالا جائے اور خدا کے اس قول کی تلاوت کی۔

لھا سبعۃ ابواب لکل باب منھم جزء مقسوم

”اور اس کے سات دروازے ہیں اور ہر باب کے لیے ان لوگوں میں سے ایک جز

تقسیم کی گئی ہے“

اور آپؑ نے اس شخص کے متعلق فیصلہ کیا جس نے موت کے وقت وصیت کی تھی اپنے مال کے ایک سہم کی اور اسے معین نہیں کیا تھا تو جب وہ مرگیا تو اس کے ورثاء نے اس کے معنی میں اختلاف کیا تو آپؑ نے فیصلہ کیا کہ اس کے مال کا آٹھواں حصہ نکالا جائے اور آپ علیہ السلام نے خدا کے اس قول کی تلاوت کی

انما الصدقات للفقراء و المساکین.........(الی اخر الآیۃ)

”اور ان کی آٹھ اصناف ہیں (جو زکوٰۃ لینے والے ہیں) ہر صنف کے لیے ایک سہم ہے صدقات میں سے۔“

آپؑ نے فیصلہ کیا اس شخص کے متعلق جس نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے ہر اس غلام کو آزاد کرنا جو میری ملکیت میں قدیم ہے جب وہ مرگیا تو وصی نہیں جانتا تھا کہ کیا کرے آپؑ سے اس نے آکر سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ

ہر اس غلام کو آزاد کردو جس کو اس کی ملکیت میں رہتے ہوئے چھ ماہ ہو چکے ہیں اور خدا کے اس قول کی تلاوت کی

والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم

”اور چاند کی ہم نے کئی منزلیں مقدر کیں یہاں تک کہ وہ لوٹ آتا ہے کھجور کی قدیم شاخ کی طرح۔“

اور یہ ثابت ہے کہ کھجور کے گچھے کی جڑ چاند کی مانند کہانی شکل تک اس سے پھل توڑ لینے کے چھ ماہ کے بعد پہنچتی ہے۔

اور حضرت نے اس شخص کے متعلق جس نے نذر مانی تھی کہ میں ایک حین (وقت) روزے رکھوں گا لیکن اس نے وقت کا تعین نہیں کیا تھا یہ فیصلہ کیا کہ وہ چھ ماہ روزے رکھے اور آپ نے خدا کے اس ارشاد کی تلاوت کی

توتی اکلھا کل حین باذن ربھا

”اور ہر حین اپنے رب کے حکم سے پھل دیتے ہیں۔“

(اور یہ ہر چھ ماہ میں ہوتا ہے)

ایک شخص امیر المومنینؑ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنینؑ میرے سامنے کھجوریں پڑی تھیں پس میری بیوی آگے بڑھی اور اس نے ان میں سے ایک اٹھالی اور میں نے قسم کھائی کہ نہ وہ کھائے اور نہ اسے پھینکے تو آپؑ نے فرمایا کہ

''آدمی کھالے اور آدھی پھینک دے اور تو اپنی قسم سے چھوٹ جائے گا۔''

آپؑ نے ایک ایسے مرد کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو پیٹا تو اس کا حمل گر گیا جو ابھی لوتھڑہ نہیں بنا تھا فیصلہ کیا کہ اس مرد پر اس خون بستہ کی دیت چالیس دینار ہے اور پھر یہ آیت پڑھی

ولقد خلقنا الانسان من سلاۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ مخلفنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحاثم انشأناہ خلقا اخر فتبارك اللہ احسن الخالقین

''بے شک ہم نے انسان کو نتھری ہوئی مٹی سے پیدا کیا پھر اسے چھپی ہوئی جگہ میں نطفہ قرار دیا پھر ہم نے نطفہ کو علقہ بنایا، علقہ کو مضفہ بنایا، مضغہ کو ہڈیاں بنایا، ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنایا پھر اس کو ایک اور مخلوق بنایا پس بابرکت ہے وہ خدا جو بہترین پیدا کرنے والا ہے۔''

پھر آپؑ نے فرمایا کہ

نطفہ کے گرانے میں بیس دینار اور علقہ (خون بستہ) میں چالیس دینار اور لوتھڑے میں ساٹھ دینار اور ہڈی میں مستوی الخلقت ہونے سے پہلے اسی دینار اور صورت انسانی میں پوری تکمیل کے بعد اور اس میں روح داخل ہونے سے پہلے سو دینار اور جب روح داخل ہو جائے تو ہزار دینار۔

پس یہ کچھ فیصلے آپؑ کے ''نمونہ کے طور پر ہیں اور احکام عجیب'' کہ جن کا فیصلہ آپؑ سے پہلے کسی نے نہیں کیا اور عامہ وخاصہ میں سے کوئی بھی انہیں نہیں جانتا تھا اور انہیں بس آپؑ سے ہی لیا ہے اور آپؑ کی عترت اہل بیت ان پر عمل کرنے میں متفق ہے اور اگر آپ کے علاوہ کوئی ان میں کچھ کہنے میں مبتلا ہوا تو اس کی عاجزی ظاہر ہوگئی جیسا کہ ان احکام میں عاجزی ظاہر ہوئی جو ان سے زیادہ واضح تھے اور جو کچھ آپؑ کے فیصلے ہم نے اختصار کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں یہ ہمارے مقصد کے لیے انشاءاللہ کافی ہیں۔

عقیدۂ توحید

آپؑ کا مختصر کلام خدا کی معرفت کے وجوب اس کی توحید کے بیان، نفی تشبیہ، عدل کی توصیف اور حکمت و دانائی کے اصناف دلائل اور حجت کے سلسلہ میں۔

اس میں سے وہ ہے جسے تحریر کیا ہے ابوبکر ہذلی نے زہری سے اس نے عیسٰی بن زیدؓ سے اس نے صالح

بن کیسان سے اس نے امیرالمومنینؑ سے کہ آپؑ نے خدا کی معرفت اور اس کی توحید پر آمادہ کرنے اور ابھارنے کی ضمن میں فرمایا

''اللہ کی عبادت کی ابتداء اس کی معرفت ہے اس کی اصل معرفت اس کی توحید و وحدانیت کا اقرار ہے اور اس کی توحید کا نظام اس سے تشبیہ کی نفی ہے اور وہ اس سے بلند ہے کہ صفات اس میں حلول کریں کیونکہ عقول گواہی دیتی ہیں کہ جس میں صفات حلول کریں اور داخل ہو جائیں وہ مصنوع (بنایا گیا) ہے اور عقول گواہی دیتی ہیں کہ وہ ذات جو جلیل و اعلیٰ و بزرگ و برتر ہے وہ صانع (بنانے والا) ہے مصنوع نہیں ہے اللہ کی صنعت اور کاریگری سے اس پر استدلال کیا جاتا ہے اور عقول کے ذریعہ اس کی معرفت کا عقیدہ رکھا جاتا ہے اور فکر و نظر سے اس کی حجت و دلیل ثابت ہوتی ہے اس نے مخلوق کی اپنی دلیل قرار دیا اور اس سے اپنی ربوبیت کو واضح کیا ہے وہ اکیلا ہے اپنی ازلیت و ہمیشگی میں، اس کی الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کی ربوبیت میں اس کا کوئی مدمقابل ہے وہ چیزیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں ان کے درمیان تضاد کی وجہ سے جانا گیا ہے کہ اس کی ضد نہیں ہے اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے امور کے ملاپ سے جانا گیا ہے کہ اس کا قرین اور اس سے کوئی ملا ہوا نہیں ہے۔''

(یہ سب کچھ آپؑ نے طویل گفتگو سے فرمایا جس کے تحریر کرنے پر کتاب طویل ہو جائے گی)

اور جو کچھ آپؑ سے محفوظ رہ سکا ہے اللہ تعالیٰ سے تشبیہ کی نفی کے سلسلہ میں اس میں وہ ہے جسے شعبی نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے کسی مرد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات کی جو سات طبق آسمانوں میں چھپا ہوا ہے تو آپ نے کوڑا بلند کیا اور فرمایا

تیرے لیے ہلاکت ہو بے شک اللہ اس سے بلند و بالا ہے کہ وہ کسی چیز میں چھپا ہوا ہو یا کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی ہو، منزہ ہے وہ ذات کہ جس کو کوئی مکان گھیرے ہوئے نہیں اور نہ کوئی چیز آسمان یا زمین میں اس سے مخفی ہے تو وہ مرد کہنے لگا اے امیرالمومنینؑ کیا میں اپنی قسم کا کفارہ ادا کروں، آپ نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ تو نے اللہ کی قسم نہیں کھائی تا کہ ہم تجھ پر قسم کی مخالفت کا کفارہ لازم قرار دیں تو نے تو اس کے غیر کی قسم کھائی ہے۔ (جو ان صفات کا مالک نہیں)

اور اہل سیرت اور علماء ناقلین نے روایت کی ہے کہ ایک شخص امیرالمومنینؑ کی خدمت میں آیا اور آپؑ سے کہنے لگا اے امیرالمومنینؑ مجھے اللہ کی خبر دیں کیا آپؑ نے اسے دیکھا ہے جب کہ اس کی عبادت کرتے ہیں تو امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ میں وہ نہیں کہ اس کی عبادت کروں کہ جسے نہ دیکھا ہو تو وہ آپؑ سے کہنے لگا کہ کیسے آپ نے اسے دیکھا ہے جب اسے دیکھا ہے تو آپؑ نے اس سے فرمایا کہ

''تجھ پر افسوس ہے اس کو آنکھوں کے مشاہدہ کے ساتھ نہیں دیکھا لیکن اسے دلوں نے حقائق ایمان کے ساتھ دیکھا ہے وہ دلیلوں کے ساتھ پہچانا گیا ہے علامتوں کے ذریعہ اس کی نعت و تعریف کی جاتی ہے اس کا لوگوں

پر قیاس نہیں کیا جاتا اور حواس اس کو حاصل نہیں کر سکتے۔"

پس وہ شخص یہ کہتے ہوئے واپس مڑا، خدا بہتر جانتا ہے جہاں اپنی رسالت کو قرار دیتا ہے۔"

اور حدیث میں اس امر کی دلیل موجود ہے کہ آپؑ نے آنکھوں سے دیکھنے کی نفی کی ہے۔"

حسن بن ابوالحسن بصری نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک شخص امیرالمومنینؑ کے پاس آیا آپؑ کے جنگ صفین سے واپس آنے کے بعد اور آپؑ سے کہنے لگا کہ مجھے خبر دیجئے اس جنگ کے متعلق جو ہمارے اور اس قوم کے درمیان ہوئی ہے کیا یہ خدا کی قضاء وقدر سے ہوئی ہے تو امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ

"تم کسی ٹیلے پر نہیں چڑھے اور نہ کسی وادی میں اترے ہو مگر یہ کہ اس میں خدا کی قضاء وقدر تھی۔"

تو وہ کہنے لگا پھر اللہ کے ہاں میں اپنی مشقت وسختی کو حساب کرتا ہوں تو آپؑ نے اس سے فرمایا کہ کیوں، کہنے لگا "جب قضاؤ قدر ہی ہمیں اس عمل پر کھینچ کر لے گئے تو پھر اطاعت پر ثواب اور نافرمانی پر ہمارے لیے عتاب کی کوئی وجہ نہیں" تو امیرالمومنینؑ نے اس سے فرمایا کہ

"کیا تیرا گمان ہے اے شخص کہ وہ حتمی قضاء اور لازمی قدر تھی یہ گمان نہ کر کیونکہ یہ تو بتوں کی پوجا کرنے والوں شیطان کی جماعت اور رحمن کے دشمنوں اور اس امت کے قدری مذہب رکھنے والوں اور اس کے مجوسیوں کا قول ہے۔ بے شک خدا نے اختیاری طور پر حکم دیا تھا اور اپنے عذاب سے ڈراتے ہوئے منع کیا تھا اور تھوڑی سی تکلیف وذمہ داری ڈالی تھی اور اس کی اطاعت جبراً وقہراً نہیں کی جاتی اور نہ اس کی نافرمانی اسے مغلوب کر کے ہوتی ہے۔ آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے اس نے باطل پیدا نہیں کیا۔"

ذلك ظن الذين كفروا فويل للذين كفروا من النار

"یہ تو ان لوگوں کا گمان ہے جو کفر کرتے ہیں پس ویل و ہلاکت ہے جہنم کی آگ سے ان کے لیے جو کفر کریں۔"

تو پھر وہ کہنے لگا اے امیرالمومنینؑ کہ پھر وہ قضاء وقدر کون سی ہے جو آپؑ نے ذکر کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ

"اطاعت کا حکم دینا اور معصیت ونافرمانی سے منع کرنا اور اچھے کام کے کرنے اور گناہ کو چھوڑ دینے کی قدرت و تمکین دینا اور اس کے قرب حاصل کرنے کی اعانت کرنا اور اس کی مدد نہ کرنا جو اس کی نافرمانی کرے اور جنت ونعمات جنت کا وعدہ کرنا جہنم اور اس کے عذاب کی دھمکی دینا، رغبت دینا اور ڈرانا، یہ سب کا سب ہمارے افعال میں اللہ کی قضاء اور ہمارے افعال کیقدر ہے پس باقی رہا اس کے علاوہ تو اس کا گمان ہی نہ کرو کیونکہ ایسا گمان کرنا اعمال کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے۔"

تو وہ کہنے لگا امیر المومنینؑ آپؑ نے میری مشکل کو حل کیا اے امیر المومنینؑ خدا آپؑ سے مشکلات کو دور رکھے اور اس نے یہ اشعار انشاء کر کے کہے!

انت الامام الذی نرجوا بطاعته
یوم المآب من الرحمن غفرانا
اوضحت من دیننا ماکان ملتبسا
جزاك ربك بالاحسان احسانا

''آپؑ وہ امام ہیں کہ جن کی اطاعت کی وجہ سے ہم بازگشت کے دن خدائے رحمن کی طرف سے بخشش کی امید رکھتے ہیں آپؑ نے ہمارے دین کی وہ باتیں واضح کیں کہ جو مشتبہ تھیں خدا آپ کو احسان کے بدلے احسان کی جزاء دے۔''

فضیلت علم وعلماء

۱۔ آپؑ کے کلام میں سے علماء کی مدح لوگوں کی اصناف و اقسام اور علم وحکمت اور ان کے حصول کی فضیلت کے بیان میں سے وہ ہے کہ جسے اہل نقل نے کمیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن مسجد میں امیر المومنینؑ نے میرا ہاتھ پکڑا یہاں تک کہ مجھے وہاں سے نکال کر لے گئے پس جب آپ صحرا میں پہنچے تو ایک لمبی سانس لی اور فرمایا کہ

اے کمیل! یہ دل ظرف ہیں ان میں سے زیادہ بہتر وہ ہے جو زیادہ حفاظت کرنے والا ہو۔ ان باتوں کو محفوظ رکھو جو میں تمہیں بتا رہا ہوں، لوگ تین قسم کے ہیں۔

(۱) عالم ربانی

(۲) علم حاصل کرنے والے جو نجات کے راستے پر ہیں۔

(۳) حقیر و ذلیل وکمینہ لوگ ہیں جو ہر چیخنے والے کے پیچھے لگ جاتے ہیں ہر ہوا کے ساتھ ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے علم کے نور سے روشنی حاصل نہیں کی اور نہ ہی کسی قابل وثوق رکن وستون کی پناہ لی ہے۔

اے کمیل! علم مال سے بہتر ہے علم تیری حفاظت کرتا ہے جب کہ تو مال کی حفاظت کرتا ہے مال خرچ کرنے سے کم اور علم خرچ کرنے پر بڑھتا ہے اے کمیل علم کی محبت ایسا دین ہے کہ جسے اپنایا جاتا ہے اور زندگی میں اسی کے ذریعہ تکمیل اطاعت ہے اور مرنے کے بعد بہترین گفتگو ہے علم حاکم ہے اور مال پر حکم لگایا جاتا ہے اے کمیل مال کے خزینہ دار مر جاتے ہیں جب کہ عالم زندہ ہوتے ہیں۔ علماء رہتی دنیا تک زندہ رہتے ہیں ان کے جسم تو مفقود ہو

جاتے ہیں لیکن ان کی مثالیں اور تصویریں دلوں میں موجود رہتی ہیں، ہائے افسوس یہاں بہت زیادہ علم ہے آپ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کاش مجھے اس کے حامل اور اٹھانے والے مل جاتے ہاں کچھ تیز فہم مل تو جاتے ہیں لیکن ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا وہ آلہ دین کو دنیا کے لیے استعمال کرتے ہیں اور وہ دلائل و براھین سے اس کے اولیاء کے خلاف اور اس کی نعمتوں سے اس کی کتاب کے خلاف مدد لیتے ہیں یا ایسے ملتے ہیں جو حکمت و دانائی کی باتوں کے سامنے مطیع ہوتے ہیں لیکن باوجود ان کے خشوع وخضوع کے ان میں بصیرت نہیں ایسے شخص کے دل میں پہلے عارض ہونے والے شبہ سے شک پڑ جاتا ہے یاد رکھو کہ نہ یہ اور نہ وہ پس وہ لذتوں میں حریص ہے آسانی سے شہوات کی طرف کھینچ جاتا ہے۔اسے مال جمع کرنے اور اسے ذخیرہ کرنے سے محبت ہے یہ دونوں دین کے داعی اور اس کی طرف بلانے والے نہیں ان کی قریب ترین مشابہت ان جانوروں سے ہے جو جنگل میں چرتے ہیں اس حاملین علم کی موت سے علم بھی ختم ہوجائے گا ہاں بے شک اے خدا زمین تیری مخلوق پر تیری حجت ونمائندگی سے خالی نہیں رہ سکتی یا وہ (حجت) ظاہر و مشہور ہے اور یا خائف دستور ہے تا کہ اللہ کی حجتیں اور اس کی دلیلیں باطل ختم نہ ہوں اور ایسے لوگ کہاں ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے ان کی قدر و منزلت بہت عظیم ہے ان کے ذریعہ خدا اپنی حجتوں کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ ان حجتوں کو اپنے جیسوں کے سپرد کرتے ہیں اور اپنے سے شباہت رکھنے والوں کے دلوں میں ان کی زراعت کرتے ہیں انہیں علم گھسیٹ کے لے جاتے ہیں حقائق ایمان کی طرف پس وروحِ یقین کو خوب سمجھتے ہیں اور وہ آسان سمجھتے ہیں ان چیزوں کو جنہیں نازونعم میں پلنے والے سخت محسوس کرتے ہیں اور وہ ان چیزوں سے انس پکڑتے ہیں جن سے جاہل وحشت کرتے ہیں وہ دنیا میں بدنوں کے ساتھ رہتے ہیں جب کہ ان کی روحیں محل اعلیٰ سے معلق ہیں یہ لوگ اللہ کے خلیفے اور اس کی زمین میں اس کے جانشین ہیں اور یہ اس کے دین کی طرف بلانے والے ہیں اور اس کے بندوں پر اس کی حجتیں ہیں، پھر دوبارہ آپؑ نے ایک طویل سانس لی اور فرمایا

''ہائے ہائے کتنا شوق ہے مجھے ایسے لوگوں کو دیکھنے کا اور آپؑ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور مجھ کو فرمایا پس چاہو تو واپس چلے جاؤ۔''

۲۔ آپؑ کا کلام اللہ کی معرفت کی طرف بلانے میں اور اس کی فضیلت کا بیان اور علماء کی صف اور اس کے بارے میں کہ علم حاصل کرنے والے کو کیسا ہونا چاہیے وہ ہے جسے علماء اخبار نے آپؑ کے ایک خطبہ میں روایت کیا ہے جس کے ابتدائی حصہ کو ہم چھوڑ رہے ہیں آپؑ کے اس ارشاد تک حمد وتعریف ہے اس خدا کے لیے جس نے گمراہی میں رہبری کی اور اندھے پن میں بصیرت بخشی اسلام کے ذریعہ ہم پر احسان کیا ہم میں نبوت کو قرار دیا ہمیں نجیب وشریف بنایا ہمارے بزرگ انبیاء کے بزرگ قرار دیئے اور ہمیں بہترین امت قرار دیا۔ جو لوگوں کے لیے پیش کی گئی ہم نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کو اس کا شریک نہیں بناتے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی کو ولی و حاکم بناتے ہیں پس ہم اللہ کے شہید و گواہ ہیں

اور رسولؐ ہمارے شہید و گواہ ہیں جس کے حق میں ہم شفاعت کریں گے تو ہماری شفاعت قبول ہوگی اور ہم جس کے لیے دعا کرتے ہیں تو ہماری دعا قبول ہوتی ہے اور وہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے ہمیں خدا نے مخلص پایا پس ہم اس کے علاوہ کسی کو ولی کہہ کہ نہیں پکارتے اے لوگو! ایک دوسرے کا نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو اور گناہ اور حق سے تجاوز کرنے میں تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرو! بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے اے لوگو میں تمہارے نبیؐ کا چچازاد بھائی ہوں اور اللہ اس کے رسول سے تم تمہارے مقابلے میں اولویت رکھتا ہوں پس مجھ سے سوال کرو پھر مجھ سے سوال کرو پس گویا کہ تم علم کو دیکھ رہے ہو کہ وہ ختم ہو رہا ہے اور کوئی عالم نہیں مرتا مگر یہ کہ اس کا کچھ علم ختم ہو جاتا ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ علماء زمین میں اسی طرح ہیں کہ جس طرح چودھویں کا چاند آسمان پر کہ جس کا نور تمام ستاروں پر روشنی کیے ہوئے ہوتا ہے جتنا تمہارے جی میں آئے علم حاصل کرو اور اسے چار عادتوں کے لیے حاصل کرنے سے بچو۔

(۱) علماء سے فخر و مباہات کرو۔

(۲) بیوقوف لوگوں سے لڑو جھگڑو۔

(۳) مجالس میں اس سے خودنمائی کرو۔

(۴) یا اس کے ذریعہ لوگوں کے چہرے اپنی طرف ان پر ریاست اور حکومت کرنے کے لیے موڑو۔

اللہ کے ہاں سزائیں وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے، برابر نہیں ہیں اللہ ہمیں اور تمہیں نفع دے اس سے جو ہم نے علم حاصل کیا ہے اور اسے خالص اپنی رضا کے لیے قرار دے! بے شک وہی سننے اور قبول کرنے والا ہے۔

۳۔ آپؑ کا کلام عالم کی صفت اور طالب علم کے ادب کے سلسلہ میں حارث اعور نے روایت کی ہے کہ میں نے جناب امیر المومنینؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ

عالم کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے زیادہ سوالات نہ کیے جائیں اور اس کو جواب دینے میں شدت و سختی نہ کی جائے جب وہ تھکا ہوا ہو تو اس پر اصرار نہ کیا جائے اور جب وہ کھڑا ہوا ہو تو اس کا کپڑا نہ پکڑا جائے اور کسی حاجت و ضرورت کے وقت اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ نہ کیا جائے اور اس کے کسی راز کو فاش نہ کیا جائے اور اس کی تعظیم و تکریم کی جائے جیسے اس نے حکم خدا کی حفاظت کی اور متعلم ہمیشہ عالم کے سامنے مودب بیٹھے اور اس کی طویل گفتگو سے روگردانی نہ کی جائے اور جب عالم کے پاس طالب علم آئے یا کوئی دوسرا آدمی اور وہ اس عالم کو کسی جماعت یا گروہ میں پائے تو ان لوگوں کو عام سلام کرے اور عالم کو تحیہ سلام کے ساتھ مخصوص کرے اور اس کی موجودگی اور غیر حاضری میں اس کی حفاظت کرے اور اس کے حق کو پہچانے کیونکہ عالم کا اجر اس روزہ دار سے جو رات کو کھڑے ہو کر عبادت کرے اور راہ خدا میں جہاد کرے کہیں زیادہ اور عظیم ہے اور جس وقت ایک عالم مرجاتا

ہے تو اسلام میں ایک ایسا رخنہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جسے کوئی پر نہیں کرسکتا سوائے اس کے کسی صحیح جانشین کے اور طالب علم کے لیے ملائکہ استغفار کرتے ہیں اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اس کے لیے دعا کرتا ہے۔

۴۔ آپ کا کلام اہل بدعت اور اس کے متعلق جو دین میں اپنی رائے سے کچھ کہے اور اپنی گفتگو میں اہل حق کے طریقے کا مخالفت کرے کہ جسے عامہ وخاصہ کے قابل وثوق اہل نقل نے روایت کیا ہے۔

ایسے کلام میں کہ جس کی ابتدا ہے حمد و تعریف اللہ کے لیے اور درود وسلام اس کے نبیؐ پر اما بعد میں اپنے قول کا ذمہ دار اور اس کی کفیل وضامن ہوں۔

تحقیق تقویٰ سے کسی قوم کی کھیتی خشک نہیں ہوتی، اس کی جڑ پیاسی نہیں رہتی، پوری خیر وخوبی اس مرد میں ہے کہ جو اپنی قدر ومنزلت کو جانتا ہو اور انسان کی جہالت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنی قدر ومنزلت کو نہ پہچانے، اللہ کے نزدیک اس کی مخلوق میں سے زیادہ مبغوض وہ شخص ہے کہ جسے خدا اس کے نفس کے سپرد کرے جو میانہ روی سے ہٹا ہوا ہو جو بدعت کے کلام کا دلدادہ ہو کہ جس میں نماز اور روزے کی فریفتگی نہ ہو پس وہ فتنہ ہے اس کے لیے جو اس میں داخل ہو جائے وہ گمراہ ہے ان کی ہدایت سے جو اس سے پہلے تھے جو اس کی اقتداء کرے اسے گمراہ کرتا ہے دوسروں کے گناہ اٹھائے پھرتا ہے اور اپنے گناہ کا رھین ہے اس نے جہالت کی کچھ باتیں جمع کر رکھی ہیں اندھے جاہلوں میں وہ فتنہ کی تاریکی میں غافل ہے ہدایت سے بے بہرہ ہے اس کو لوگوں کے ہمشکلوں نے عالم کا نام دے رکھا ہے حالانکہ وہ ایک دن بھی علم میں مستغنی نہیں کرسکتا۔

جب صبح سویرے اٹھتا ہے تو بہت سی ایسی چیزیں جمع کر لیتا ہے کہ جن میں سے کم بہتر ہیں زیادہ سے یہاں تک کہ جب گدلے پانی سے پیٹ بھر لیتا ہے اور غیر مفید چیزیں زیادہ جمع کر لیتا ہے تو وہ لوگوں کے لیے قاضی بن بیٹھتا ہے اور ضمانت دیتا ہے اس کے واضح کرنے کی جو اس کے غیر پر مشتبہ ہے اگر وہ مخالفت کرے ان کی جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں تو وہ مامون نہیں کہ اس کے بعد آنے والے اس کے حکم کو توڑ دیں جس طرح اس نے ان سے کیا ہے جو اس سے پہلے گزرے ہیں اور اگر کوئی مبہم مسئلہ اس پر نازل ہو تو اس کے لیے اپنی رائے میں سے زیادہ بے فائدہ باتیں کرتا ہے پھر اس کا یقین کر لیتا ہے تو وہ شبہات میں لکڑی کے جالے کی طرح ہے اسے پتہ نہیں چلتا کہ اس نے درست کہا یا خطا کی اور وہ جہاں پہنچا ہے اس کے علاوہ بھی کوئی اور راستہ یا مذہب ہے اگر وہ ایک چیز پر دوسری کا قیاس کرے تو وہ اپنی رائے کی تکذیب نہیں کرتا اور اگر کوئی معاملہ اس پر پر تاریک ہو جائے تو اسے چھپاتا ہے چونکہ اپنے نفس کی جہالت، نقص اور ضرورت کو جانتا ہے تا کہ یہ نہ کہا جائے کہ وہ نہیں جانتا علم کے بغیر اقدام کرتا ہے وہ تاریکیوں میں گھسنے والا، شبہات پر سوار ہوتا اور جہالتوں میں مخبوط الحواس پھرتا ہے جن چیزوں کو نہیں جانتا ان سے معذرت نہیں کرتا اور اس نے علم کے حصول میں اپنی کاٹنے والی داڑھ کو نہیں کاٹا (یعنی پوری محنت سے علم حاصل نہیں کیا) تا کہ اسے فائدہ ہوتا روایات کو اس طرح اڑاتا ہے جس

طرح ہوا بھوسے کو اڑا لے جاتی ہے اس سے میراث گریہ کرتے اور خون چیخ و پکار کیا کرتے ہیں اور اس کے فیصلہ سے حرام شرمگاہ حلال سمجھی جاتی ہے اور حلال حرام ہو جاتا ہے جو جی میں آئے اس کے صادر کرنے سے نہیں بچتا اور جو اس سے کوتاہی ہو جائے اس پر پشیمان نہیں ہوتا، اے لوگو تم پر واجب ہے اطاعت کرنا اور اس چیز کا پہچاننا کہ جس کی جہالت کی وجہ سے تم معذور نہیں سمجھے جاؤ گے کیونکہ وہ علم کہ جسے جناب آدم علیہ السلام لے کر اترے تھے اور تمام وہ علوم کہ جن سے انبیاء کو تمہارے نبیؐ تک فضیلت دی گئی ہے (جو کہ خاتم النبین میں) وہ تمہارے نبی محمدؐ کی عزت میں موجود ہے پس کہاں تمہیں سرگرداں پھیرایا جارہا ہے، بلکہ تم کہاں جارہے ہو وہ کہ جنہیں کشتی والوں کی پشت سے منتقل کیا گیا یہ عترت رسولؐ اس (کشتی) کی طرح ہیں، تم میں پس جس طرح نجات حاصل کی اس کشتی نوحؑ میں جس نے نجات حاصل کی۔ پس اسی طرح نجات پائے گا جو اس پر سوار ہوا میں اس کا ضامن ہوں اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں اور ویل و ہلاکت ہے کہ جو تخلف کرے اور پیچھے ہٹے پھر ہلاکت ہے اس کے لیے جو پیچھے ہٹے کیا تمہیں وہ خبر نہیں پہنچی جو تمہارے نبیؐ نے ان کے بارے میں کہی تھی جہاں انہوں نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا تھا کہ

بے شک میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر تم نے ان دونوں سے تمسک رکھا تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے اللہ کی کتاب اور میری عترت جو میرے اہلبیت ہیں اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں گی تو غور و فکر کرلو کہ تم ان سے میرے بعد کیا سلوک کرتے ہو خبردار یہ میٹھا پانی ہے اسے پی لو اور یہ نمکین اور گدلا پانی ہے اس سے دور رہو۔

مذمت دنیا اور تقویٰ

۱۔ امیر المومنینؑ کا دنیا کی توصیف اور اس سے ڈرانے کے بارے میں ارشاد

بعد حمد و ثنا کے دنیا سانپ کی مانند ھے جس کا چھونا نرم اور ڈسنا سخت ہے۔ لہٰذا دنیا سے جو بھلا معلوم ہو اس سے بچو کیونکہ دنیا بہت تھوڑا ساتھ دے گی۔ دنیا میں تیری بہتر چاہت یہی ہو کہ تو اس سے زیادہ خوف زدہ رہے۔

کیونکہ صاحب دنیا جب بھی اس کے کسی سرور و خوشی سے مطمئن ہوا تو خدا نے اسے اس سے مکروہ و ناپسندیدہ کی طرف نکال دیا۔ والسلام

۲۔ حضرت کا کلام آخرت کے لیے زادہ راہ تیار کرنے اللہ کی ملاقات کی تیاری اور لوگوں کو عمل صالح کی وصیت کرنے کے بارے میں کہ جسے علماء اخبار نے روایت کیا ہے اور اصحاب سیر و آثار نے نقل کیا ہے کہ حضرت المومنینؑ ہر رات جب کہ لوگ سونے کے لیے اپنے لیٹنے کی جگہ پر جاتے تو بلند آواز سے پکارتے کہ جسے اہل مسجد اور اس کے پڑوس میں رہنے والے سنتے تھے کہ

زادِراہ تیار کرو خدا تم پر رحم کرے تم میں کوچ کی منادی کرادی گئی ہے اور دنیا میں قیام کو کم کرو، تمہارے سامنے جو زادراہ میں سے اچھا اور بہتر ہے اسے منتقل کرو کیونکہ تمہارے آگے ایک سخت گھاٹی اور ہولناک منزلیں ہیں جن سے ضرور گزرنا اور ان پر ٹھہرنا ہے پس یا تو رحمت خدا سے ان کی سختی سے نجات پالو گے اور یا ہلاکت ہے کہ جس کے بعد اس کا جبران اور اس کمی کا پر ہونا نہیں ہے، افسوس ہے صاحب غفلت کے لیے پر کہ جس کی زندگی اس کیخلاف حجت ہو اور اس کے دن اسے اس کی بدبختی تک پہنچادیں ہمیں اور تمہیں خدا ان میں سے قرار دے۔ جنہیں نعمت متکبر نہ بنا دے اور جنہیں موت کے بعد عذاب نہ ہو کیونکہ ہم تو اس کے ساتھ اور اسی کے لیے ہیں اور خیر و خوبی اسی کے ہاتھ اور قدرت میں ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۳۔ حضرت کا کلام ہے دنیا سے پرہیز کرنے اور اعمال آخرت کی طرف رغبت دلانے میں۔

اے فرزند آدم! تیرا غم اس دن کے لیے نہیں ہونا چاہیے کہ اگر وہ تجھ سے فوت ہو جائے تو وہ تیری مدت و حیات میں داخل نہ ہو کیونکہ اگر تجھے کوئی دن ہم و غم میں مبتلا کرے تو جس میں حاضر ہو خدا اس میں تیرا رزق لے کر آئے گا اور جان لے کہ تو ہرگز کسب نہیں کرتا کسی چیز کو جو کہ تیری قوت وروزی سے اوپر ہے مگر یہ کہ تو اس میں اپنے غیر کا خزانچی ہے تو اس سے اپنے آپ کو زیادہ تھکاتا ہے تیرا وارث اس سے لذت و حظ اٹھائے گا جس سے قیامت کے دن تیرا حساب طویل ہوگا پس اپنے مال سے سعادت حاصل کر۔ اپنی زندگی میں اور اپنے قیامت کے دن کے لیے زادراہ اپنے آگے بھیج دے کیونکہ سفر دور دراز کا ہے اور وعدہ گاہ قیامت ہے اور منزل جنت یا جہنم ہے۔

۴۔ اسی کی مثل حضرت کا کلام جو علماء کے درمیان مشہور اور جسے صاحبان فہم اور حکماء نے محفوظ کر رکھا ہے۔

امابعد اے لوگو! پس تحقیق دنیا نے پشت پھیر لی ہے اور اس نے رخصت ہونے کی اطلاع دے دی آخرت آگے بڑھ رہی ہے اور وہ پہنچنے والی ہے یاد رکھو کہ آج کا دن تیاری کا ہے اور کل مقابلہ ہوگا۔ انعام میں جنت اور غایت و انتہا جہنم کی آگ ہے تم مہلت کے دنوں میں ہو کہ جن کے پیچھے اجل و موت ہے جسے یہ جلدی ابھار اور اکسا رہی ہے جو اپنے عمل کو خدا کے لیے خالص کر لے اس کو اس کی امید ضرر نہیں پہنچاتی اور جسے عمل مہلت کے دنوں میں تاخیر میں ڈال دے اس کی اجل کے آجانے سے پہلے تو اس کا عمل خسارے میں ہے اور اس کی امید بھی اس کے لیے مضر ہوگی پس عمل کرو رغبت میں اگر تم پر مرغوب چیز نازل ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو اور اس کے ساتھ خوف کو بھی ملا لو اور اگر تم پر ڈرانے والی کوئی چیز نازل ہو تو اللہ کو یاد کرو اور اس کے ساتھ رغبت کو بھی اکٹھا کرلو، پس اللہ نے اچھے کام کرنے والوں کو نیک سلوک کرنے کی اور جو شکر ادا کرے اسے زیادتی کی اطلاع دی ہے اور کوئی کسب و کمائی اس دن کے لیے کسب کرنے سے بہتر نہیں کہ جس میں ذخیرے جمع کیے جائیں گے اور بڑے گناہوں کو اکٹھا کیا جائے گا اور اندرونی حالات کا جائزہ لیا جائے گا اور میں نے نہیں دیکھا مثل جنت کے کسی چیز کے کہ جس کا طلب گار ہو یا ہوا ہو اور نہ مثل جہنم کی آگ کے کہ جس سے بھاگنے والا سو رہا ہو خبردار یاد رکھو جسے یقین زائدہ نہ

دے اسے شک ضرر پہنچاتا ہے اور جسے موجود عقل ورائے نفع نہ پہنچائے تو غائب عقل ورائے تو زیادہ عاجز ہے یاد رکھو کہ تمہیں کوچ کرنے کا حکم دے دیا گیا اور زادِراہ کی رہبری کر دی گئی ہے بے شک جن چیزوں کا مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ خوف اور ڈر ہے وہ دو ہیں خواشات کی پیروی کرنا اور لمبی امیدیں رکھنا خواہشات کی پیروی تو حق سے روک دیتی ہے اور لمبی امید آخرت کو بھلا دیتی ہے یاد رکھو کہ دنیا پشت پھیر کر کوچ کر رہی اور آخرت کوچ کر کے آگے بڑھ رہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے فرزند اور بیٹے ہیں پس اگر ہو سکے تو آخرت کے ہی بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو کیونکہ آج عمل ہے حساب نہیں اور کل حساب ہو گا عمل نہیں ہوگا۔

۵۔ حضرت کا کلام ہے اچھے اور زاہد و پرہیز گار اصحاب کے ذکر میں کہ جسے صعصعہ بن صوحان عبدی نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن امیر المومنینؑ نے ہمیں نماز پڑھائی اور جب سلام پھیر چکے تو اپنا رخ قبلہ کی طرف کر کے خدا کا ذکر کرنے لگے اور دائیں بائیں ملتفت نہیں ہوتے تھے یہاں تک کہ سورج مسجد کوفہ کی دیوار پر نیزہ برابر بلند ہو گیا پھر آپؑ نے اپنا رخ انور ہماری طرف کیا اور فرمایا

میں نے اپنے خلیل و محبوب رسول اللہؐ کے زمانہ میں ایک قوم کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی پیشانیوں اور گھٹنوں کے درمیان رات بسر کرتے تھے جب وہ صبح کرتے تو ان کے بال پریشان اور بدن غبار آلود ہوتے ان کی آنکھوں کے درمیان کی جگہ بکری کے گھٹنوں کی طرح ہوتی جب ان کے سامنے موت کا ذکر آتا تو اس طرح پیچ و تاب کھاتے جس طرح سخت ہوا سے درخت ہلتے ہیں پھر ان کی آنکھیں بہنے لگتیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے۔ آپ یہ فرماتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے ''گویا قوم نے غفلت میں رات گزاری۔''

علامتِ شیعہ

آپؑ کا کلام ہے اپنے مخلص شیعوں کے بارے میں جسے ناقلین آثار نے روایت کیا ہے کہ ایک رات آپ مسجد سے نکلے چاندنی رات تھی آپ کی طرف گئے مقام جبانہ کی طرف گئے تو آپ سے ایک گروہ ملا جو آپؑ کو تلاش کر رہا تھا آپؑ رک گئے فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین ہم آپؑ کے شیعہ ہیں پس آپؑ نے غور سے ان کے چہروں کی طرف دیکھا اور فرمایا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تم میں شیعوں کی علامات نہیں دیکھتا انہوں نے عرض کیا اے امیر المومنینؑ! شیعوں کی علامات کیا ہیں؟ تو فرمایا کہ

رات کو بیدار ہونے کی وجہ سے ان کے چہرے زرد ہوتے ہیں خوفِ خدا سے گریہ کی وجہ سے ان کی آنکھوں کی بینائی کمزور، عبادت میں کھڑے رہنے کی وجہ سے ان کی پشت ٹیڑھی، روزے رکھ رکھ کر ان کے پیٹ خالی اور دعا کر کے ان کے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں اور ان پر خشوع و خضوع کرنے والوں کا غبار ہوتا ہے۔

حضرت کا کلام اور مواعظ اور موت کا تذکرہ کرنا بھی کثرت سے نقل کیا گیا ہے آپؑ کا ایک ارشاد ہے کہ موت تیز

رفتار طلب گار ہے اور ایسا مطلوب ہے کہ ٹھہرا ہوا اسے عاجز نہیں کرسکتا اور بھاگنے والا اس سے بچ نہیں سکتا پس آگے بڑھو اور پیچھے نہ ہٹو کیونکہ موت سے کوئی چارہ نہیں اور اگر تم قتل نہ کیے جاؤ تب بھی مرجاؤ گے قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں علی کی جان ہے بستر پر مرجانے سے ہزار ضرب تلوار کی زیادہ آسان ہے۔

اور اسی سلسلہ میں آپؑ کا ارشاد ہے کہ

اے لوگو! تم ہدف اور نشانہ ہو موت اپنے تیر مار رہی ہے اور تمہارے مال مصائب کی لوٹ مار ہیں جو کچھ تم دنیا میں کھاتے ہو اس میں سے تمہارے گلے میں پھنس جاتا اور جو کچھ تم پیتے ہو اس سے تمہیں اچھو آجاتا ہے اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ دنیا کی کوئی نعمت تمہیں حاصل نہیں ہوتی جب تک ایک دوسری نعمت تم سے جدا نہ ہو کہ جس کی جدائی تمہیں پسند نہیں ہوتی، اے لوگوں ہم اور تم بقاء کے لیے پیدا کیے گئے ہیں نہ کہ فنا کے لیے لیکن تمہیں ایک گھر سے دوسرے کی طرف منتقل ہونا ہے تو زادِراہ تیار کرو اس گھر کے لیے کہ جس کی طرف تمہیں جانا ہے اور جہاں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔ والسلام

سلسلہ بیعت اور خطباتِ علیؑ

خطبہ نمبر ۱

آپؑ کا کلام ہے اپنی طرف بلانے، اپنی فضیلت کی رہنمائی کرنے، اپنے حق کو واضح کرنے، آپ پر ظلم کرنے والے کی تعریض، اس کی کمزوریوں کو بیان کرنے، اس کی طرف اشارہ کرنے اور اس پر تنبیہ کرنے کے سلسلہ میں کہ جسے خاصہ اور عامہ نے روایت کیا ہے اس کو ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ اور اس کے علاوہ ان لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ جنہیں شیعوں کے مخالفین روایت میں متہم نہیں جانتے کہ امیر المومنینؑ نے اپنے اس خطبہ کی ابتداء میں فرمایا جو لوگوں کے آپؑ کی بیعت کرنے کے اور امر خلافت کے بعد دیا اور یہ عثمان بن عفانؓ کے قتل ہوجانے کے بعد کا واقعہ ہے۔

امابعد کوئی شخص اپنی ذات کے علاوہ کسی پر مہربانی وشفقت نہ کرے، وہ شخص مشغول ہے کہ جنت وجہنم جس کے سامنے ہو ایک کوشش کرنے والا اور جدوجہد کرنے والا ہے اور دوسرا طلب گار جو امید رکھتا ہے اور تیسرا کوتاہی کرنے والا جو جہنم میں جاگرے گا تین یہ ہوئے دو دیگر۔ ایک فرشتہ ہے جو اپنے پروں سے اڑتا ہے اور ایک نبی ہے کہ خدا جس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے اور چھٹا شخص نہیں ہے، ہلاک ہوا جو ناحق دعویٰ کرے اور برباد ہوا جو دخل دے دائیں بائیں گمراہی ہے اور درمیانی راستہ وہ ہے جس پر کتاب وسنت کا بقیہ (گواہ) اور آثار نبوت ہیں خداوند عالم نے اس امت کا علاج دو دواؤں سے کیا ہے کوڑا اور تلوار، ان دونوں میں امام کے پاس کوئی نرمی نہیں پس اپنے گھروں میں چھپ جاؤ اور آپس میں صلح وصفائی سے رہو اور توبہ تمہارے پیچھے ہے جو حق کے سامنے اپنا خسارہ ظاہر

کرے وہ ہلاک ہوا کچھ ایسے امور تھے کہ جن میں تم میرے نزدیک معذور نہیں ہو یادرکھو اگر میں کہنا چاہوں تو کہہ سکتا ہوں خدا اسے معاف فرمائے جو گزر چکا، دو شخص پہلے گزر گئے اور تیسرا کھڑا ہوا مثل کوے کے کہ جس کا مقصد اپنا پیٹ ہوتا ہے وہ ہلاک ہوا اگر اس کے پر نوچ لیے جائیں اور اس کا سر کاٹ دیا جائے تو اس کے لیے بہتر ہے، غور وفکر کرو پس اگر تمہیں اجنبی لگے تو انکار کردو اور اگر پہچان لو تو جلدی کرو، حق و باطل اور ہر ایک کے اہل ہیں اور اگر باطل کی امارت ہو گئی ہے تو ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے اور اگر حق کم ہے تو وہ کبھی کبھار اور شاید ہوتا ہے اور کم ہے کہ کوئی چیز پشت پھیرنے کے بعد پھر آگے بڑھے اور اگر تمہارے نفس تمہاری طرف پلٹ آئیں تو پھر تم سعادت مند ہو اور مجھے تو خوف ہے کہ تم پر غفلت طاری ہو (جیسے دو انبیاء کے درمیان کا زمانہ ہوتا ہے جسے فترۃ کہتے ہیں اور مجھ پر کوشش کے علاوہ کچھ نہیں، یادرکھو کہ میری عترت کے نیک و ابرار لوگ اور میری اصل اور خاندان کے پاکیزہ نفوس بچپن کی حالت میں بھی سب لوگوں سے زیادہ حلیم اور بردبار ہیں اور بڑے ہونے کی حالت میں سب سے زیادہ عالم ہیں، یادرکھو کہ ہم اہل بیت ایسے ہیں کہ ہمارا علم خدا کے علم سے ہے اور اللہ کے حکم کے ساتھ ہم حکم کرتے ہیں اور (رسول اللہ) صادق کے قول کو ہم نے لیا ہے پس اگر تم ہمارے آثار کی پیروی کرو تو ہماری بصیرتوں کے ساتھ ہدایت حاصل کرو گے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہمارے ہاتھوں خدا تمہیں ہلاک کرے گا ہمارے ساتھ حق کا جھنڈا ہے جو اس کے پیچھے چلے وہ ملحق ہو جائے گا اور جو اس سے الگ ہوا وہ غرق ہوا، یادرکھو ہمارے ذریعہ ہر مومن کا انتقام لیا جا سکتا ہے اور ہمارے صدقہ میں ذلت کی رسیاں تمہاری گردنوں سے اتاری جا سکتی ہیں اور ہمارے ساتھ خدا نے ابتداء کی نہ کہ تمہارے ساتھ اور ہمارے ساتھ ختم کرے گا نہ کہ تمہارے ساتھ۔

خطبہ نمبر ۲

۲۔ حضرت کا اپنے نفس اور اپنی عترت کی طرف دعوت دینے کے سلسلے میں مختصر کلام۔

خداوند عالم نے محمدؐ کو نبوت کے ساتھ مخصوص کیا رسالت کے لیے چنا اور وحی کے ذریعہ خبر دی پس انہوں نے لوگوں کو بھلائی پہنچائی اور ان پر بخشش کی اور ہم اہل بیت علم کے بلند پہاڑ، حکمتوں کے دروازے اور امر و حکم کی روشنی میں پس جو ہم سے محبت رکھے اس کو اس کا ایمان فائدہ دے گا اور اس کا عمل قبول ہوگا اور جو ہم سے محبت نہ کرے نہ اس کا ایمان اسے فائدہ دے گا اور نہ اس کا عمل قبول ہوگا اگر چہ وہ رات دن کھڑے ہو کر عبادت کرے یا روزے رکھ کر کوشش کرے اور خود کو تھکا دے۔

خطبہ نمبر ۳

۳۔ اسی سلسلہ میں وہ روایت ہے جسے عبدالرحمن بن جندب نے اپنے باپ جندب بن عبداللہ سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی بارگاہ میں مدینہ میں حاضر ہوا بعد اس کے کہ لوگ عثمان کی

بیعت کر چکے تھے پس میں نے آپؑ کو اس طرح پایا کہ خاموشی سے زمین کی طرف دیکھ رہے تھے اور حزن وملال میں ڈوبے ہوئے تھے تو میں نے آپؑ سے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے اچھا فیصلہ نہیں کیا تو آپؑ نے فرمایا صبر جمیل ہے تو میں نے آپؑ سے کہا کہ سبحان اللہ آپؑ خدا کی قسم آپؑ بہت زیادہ صابر ہیں تو آپؑ نے پھر فرمایا کہ پھر میں کیا کروں میں نے عرض کیا کہ آپؑ قوم میں کھڑے ہو جائیں اور انہیں اپنی ذات کی طرف دعوت دیں، انہیں خبر دیں اور بتائیں کہ آپؑ نبی کریمؐ کے ساتھ دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور اپنی فضیلت اور سبقت اسلامی وایمانی کی وجہ سے بھی زیادہ لائق خلافت ہیں اور ان سے مدد طلب کریں ان کے خلاف کہ جنہوں نے آپؑ کو زچ کیا ہے اور آپؑ کے خلاف الٹ پھیر کی ہے تو اگر دس فیصد نے آپؑ کی بات قبول کر لی تو آپؑ دس کے ساتھ سو پر حملہ کیجئے پھر اگر وہ آپؑ کی مطیع ہو گئے تو یہ وہ چیز ہے کہ جسے آپؑ چاہتے ہیں اور اگر انکار کریں تو پھر ان سے جنگ کریں پھر اگر آپؑ ان پر غالب آ گئے تو وہ اللہ کی سلطنت ہے جو اس نے اپنے نبیؐ کو دی تھی اور آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں اور اگر آپؑ مارے گئے تو آپؑ شہید ہوں گے اور آپؑ اللہ کے سامنے زیادہ معذور ہوں گے اور آپؑ رسول اللہؐ کے میراث کے زیادہ مقدار ہیں آپؑ نے فرمایا کہ

اے جندب! کیا تو سمجھتا ہے کہ دس فیصد میری بیعت کر لیں گے میں نے عرض کی میں تو امید رکھتا ہوں فرمایا لیکن مجھے تو دو فیصد کی امید نہیں میں تجھے بتاتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے کیونکہ لوگ قریش کی طرف دیکھتے ہیں اور قریش یہ کہتے ہیں کہ آل محمدؐ کی رائے یہ ہے کہ انہیں تمام لوگوں پر فضیلت ہے اور وہ صاحبان امر ہیں نہ کہ قریش اور اگر اس کو والی امر بنایا تو آل محمدؐ سے یہ حکومت نکل کر کبھی کسی کو نہیں ملے گی اور جب ان کے غیر میں ہو گی تو پھر آپس میں منتقل کرتے رہنا نہیں خدا کی قسم قریش پر سلطنت رضا وخوشی سے ہمارے سپرد کبھی بھی نہیں کریں گے راوی کہتا ہے کہ میں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا میں واپس جا کر آپؑ کی گفتگو لوگوں تک پہنچاؤں اور انہیں آپؑ کی طرف دعوت دوں تو آپؑ نے فرمایا کہ

اے جندب! یہ اس کا وقت نہیں، راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد میں عراق واپس آ گیا تو جب بھی میں آپؑ کے فضائل ومناقب اور آپؑ کے حقوق کا کچھ تذکرہ بھی لوگوں سے کرتا تو وہ مجھے جھڑک دیتے اور مجھے ڈانٹ دیتے یہاں تک کہ میری یہ باتیں ولید بن عقبہ کو پہنچائی جس زمانہ میں وہ ہمارا حاکم اور گورنر تھا اس نے میری طرف کسی کو بھیجا اور مجھے قید کروا دیا یہاں تک کہ پھر سفارش کی گئی اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔

خطبہ نمبر ۴

اور آپ کے کلام سے جب کہ آپ کی بیعت سے تخلف کیا عبداللہ بن عمر بن خطاب، سعد بن ابو وقاص، محمد بن مسلمہ حسان، بن ثابت اور اسامہ بن زید نے کہ جسے شعبی نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب

الگ ہوگیا سعد اور ہم نے جن لوگوں کے نام گنے ہیں امیر المومنینؑ سے اور آپ کی بیعت سے انہوں نے توقف کیا تو آپ نے اللہ کی حمد وثناء کی اور پھر فرمایا کہ

اے لوگو! تم نے میری بیعت کی جس طرح مجھ سے پہلے لوگوں کی بیعت کی گئی اور لوگوں کو اختیار تو ہوتا ہے لیکن بیعت کرلیں تو پھر ان کو کوئی اختیار نہیں اور امام پر استقامت اور رعیت پر تسلیم کرنا لازم ہے اور یہ تو عمومی بیعت تھی یعنی سب لوگوں نے برضا ورغبت کی تھی اب جو اس سے اعراض کیا اس نے دین اسلام سے اعراض کیا اور اہل اسلام کے غیر کے راستہ کی اتباع کی اور تمہارا میری بیعت کرنا اچانک بغیر سوچے سمجھے نہیں تھا اور میرا تمہارا معاملہ ایک جیسا نہیں میں تو تمہیں اللہ کے لیے چاہتا ہوں اور تم مجھے اپنے نفسوں کے لیے چاہتے ہو خدا کی قسم میں دشمن کے لیے بھی خلوص برتوں گا اور مظلوم کے لیے انصاف کروں گا اور مجھے سعد ابن مسلمہ اسامہ، عبداللہ اور حسان بن ثابت کے بارے میں چیزیں پہنچی ہیں جنہیں میں ناپسند کرتا ہوں اور حق میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔

خطبہ نمبر ۵

آپؑ کا کلام ہے جب کہ طلحہ اور زبیر نے آپ کی بیعت توڑ دی اور وہ مکہ کی طرف عائشہ سے ملنے گئے تا کہ آپؑ کے خلاف لشکر جمع کریں کہ تو علماء نے آپ کا یہ کلام محفوظ رکھا ہے آپؑ نے حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ

امابعد بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام لوگوں کے لیے بھیجا اور انہیں عالمین کے لیے رحمت قرار دیا آپؐ نے کھلم کھلا بیان کیا اس کو جس کا آپؐ کو امر وحکم ہوا اور اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچائے آپ کے ذریعہ جمع کیا انہیں جنہیں افتراق تھا اور ملا دیا انہیں جن میں علیحدگی تھی اور آپ کی وجہ سے راستے مامون ہوگئے اور خون محفوظ ہوگئے اور آپ کی وجہ سے الفت پیدا کردی صاحبان کینہ وعداوت اور سینہ میں حسد اور دلوں میں راسخ کینوں والے لوگوں میں پھر انہیں اپنی طرف بلا یا آپ لائق تعریف ہیں اور آپ نے کوتاہی نہیں کی اس غایت سے جس تک پیغام پہنچانا تھا اور نہ ہی کسی چیز کی تبلیغ کی کہ جس میں مقصد اس سے کوتاہی کرنا تھا اور آپ کے بعد حکومت وامارت کے سلسلہ میں جھگڑا ہوا جو ہوا پس ابوبکر حاکم ہوا اس کے بعد عمر اور پھر عثمان والی ہوا تو جب اس کا معاملہ وہاں پہنچا جسے تم جانتے ہو تو تم نے میرے پاس آکر کہا کہ ہم سے بیعت لو میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کرتا اور تم نے کہا کہ یہاں ایسا کرو میں نے کہا کہ نہیں اور میں نے اپنا ہاتھ بند رکھا تو تم نے اسے کھولا میں نے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا تو تم نے اسے اپنی طرف کھینچا تم نے مجھ پر اس طرح ہجوم کیا جس طرح پیاسے اونٹ اپنے حوضوں پر پانی پینے کے دن ہجوم کرتے ہیں، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو یا تم میں سے بعض دوسروں کو میرے پاس قتل کرنا چاہتا ہے پس میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور تم نے اپنے اختیار سے میری بیعت کرلی اور تم میں سے سب سے پہلے طلحہ وزبیر نے رضاء ورغبت سے بیعت کی نہ کہ مجبوراً پھر کچھ دیر نہ ٹھہرے کہ مجھ سے اجازت عمرہ

کرنے کی لی حالانکہ خدا جانتا ہے کہ دھوکہ دینا چاہتے تھے پس میں نے ان سے نئے سرے سے اطاعت کا عہد لیا کہ وہ امت کے لیے ہلاکتوں کے سامان مہیا نہیں کریں گے پس ان دونوں نے مجھ سے عہد کیا پھر انہوں نے مجھ سے اس عہد کی وفا نہیں کی اور میری بیعت توڑ دی اور مجھ سے نقض عہد کیا پس تعجب ہے ان دونوں کے لیے کہ انہوں نے ابوبکر اور عمر کی اطاعت تو قبول کر لی اور ان کے سامنے فرمانبردار رہے اور میرے مخالف ہو گئے حالانکہ میں ان دونوں سے کم نہیں ہوں اور اگر میں کہنا چاہوں تو کہوں خدایا تو ان پر حکم جاری کر اس میں جو انہوں نے میرے حق میں کیا اور میرے معاملہ کو معمولی سمجھا اور مجھے ان پر کامیابی دے۔

خطبہ نمبر ۶

پھر آپؑ نے ایک اور مقام پر گفتگو کی جو اسی معنی میں محفوظ کی گئی ہے آپؑ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ

اما بعد بے شک اللہ نے جب اپنے نبیؐ کو اپنے ہاں بلا لیا تو ہم نے کہا کہ ہم آپؐ کے اہل بیت آپ کے رشتہ دار آپ کے وارث و اولیاء ہیں اور تمام مخلوق سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور ہم سے آپ کے حق و سلطنت میں نزاع نہیں کی جائے گی ہم اسی حالت میں تھے کہ منافقین کود پڑے انہوں نے ہمارے نبی کی سلطنت ہم سے چھین لی اور ہمارے غیر کو اس کا مالک بنا دیا خدا کی قسم اس پر ہماری آنکھیں اور دل مل کر اکٹھے روئے اس کے لیے سینے سخت ہو گئے اور ہمارے نفوس نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے جزع فزع کی خدا کی قسم اگر مجھے خوف نہ ہوتا مسلمانوں کے متفرق ہو جانے اور ان میں سے اکثر کا کفر کی طرف پلٹ جانے اور دین میں فساد برپا کرنے کا تو جتنی ہم میں استطاعت ہوتی ہم اسے بدل دیتے اب تم لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے اور ان دو یعنی طلحہ و زبیر نے بھی کی ان کا اور تمہارا بیعت کرنا رضاء و رغبت اور ایثار و ترجیح سے کی تھی پھر وہ دونوں کھڑے ہو گئے اور بصرہ کا ارادہ رکھتے تھے تا کہ تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالیں اور تمہارے درمیان لڑائی کرا دیں، خدایا ان سے مواخذہ کر چونکہ انہوں نے اس امت کو دھوکہ دیا ہے اور عامۃ الناس کے لیے ان کی بری سوچ ہے پھر آپؑ نے فرمایا! چل پڑو خدا تم پر رحم کرے ان دو کی تلاش میں جو بیعت کو توڑنے والے، ظلم کرنے والے اور بغاوت کرنے والے ہیں اس سے پہلے کہ جو انہوں نے پوشیدہ کر رکھا ہے اس کی تدارک نہ ہو سکے۔

خطبہ نمبر ۷

اور جب مسلسل آپ کو خبر ملی عائشہ، طلحہ اور زبیر کے مکہ سے بصرہ کی طرف جانے کی تو آپ نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور پھر فرمایا کہ

عائشہ روانہ ہو گئی ہے اور طلحہ و زبیر میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو چھوڑ کر مدعی خلافت ہے اور طلحہ دعویٰ خلافت نہیں کرتا مگر اس لیے کہ وہ عائشہ کے باپ کا داماد ہے خدا کی قسم اگر یہ کامیاب ہو گئے اس چیز پر کہ جو یہ

چاہتے ہیں تو ضرور زبیر، طلحہ کی گردن پر یا طلحہ، زبیر کی گردن پر تلوار چلائے گا اور جھگڑا کرے گا بے شک میں جانتا ہوں کہ اونٹ پر سوار ہونے والی نہ کسی گرہ کو کھولے گی اور نہ کسی گھاٹی پر چلے گی اور نہ کسی منزل میں اترے گی مگر اللہ کی نافرمانی کی طرف یہاں تک کہ جو اس کے ساتھ ہیں انہیں اور اپنے نفس کو گھاٹ میں وارد کرے گی کہ جس میں ان کی تہائی قتل ہوگی اور ایک تہائی بھاگ جائے گی اور ایک تہائی پلٹ آئے گی خدا کی قسم طلحہ و زبیر جانتے ہیں کہ وہ خطا کار ہیں وہ جاہل نہیں اور بہت سے ایسے عالم ہیں کہ جنہیں ان کی جہالت قتل کر دیتی ہے اور اس کا علم جو اس کے ساتھ ہے اسے نفع نہیں دیتا ہے اور خدا کی قسم عائشہ پر حوأب کے کتے بھونکیں گے تو کیا کوئی عبرت حاصل کرے گا، یا کوئی غور و فکر کرے گا، باغی گروہ تو اٹھ کھڑا ہوا ہے پس نیکوکار کہاں ہیں؟

خطبہ نمبر ۸

جب امیر المومنینؑ بصرہ کی طرف جاتے ہوئے زبذہ کے مقام پر ٹھہرے اور وہاں (مکہ کی طرف سے آنے والے) خری حاجی صاحبان بھی آپؑ کو آ ملے تو وہ سب آپ کی گفتگو سننے کے لئے جمع ہو گئے۔ آپ اس وقت خیمہ میں تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنے جوتے کو پیوند لگا رہے ہیں میں نے آپؑ سے کہا کہ آپ جو کر رہے ہیں اس سے زیادہ ہمارے کام کی اصلاح کریں ہم زیادہ ضرورت مند ہیں لیکن آپ نے مجھ سے کوئی بات نہ کی یہاں تک کہ آپ اپنے کام سے فارغ ہو گئے۔ پھر اس جوتی کو دوسرے جوتے کے ساتھ ملا کر مجھ سے فرمایا ذرا اس کی قیمت تو بتاؤ؟ میں نے عرض کیا کہ اس کی کوئی قیمت نہیں...... آپؑ نے فرمایا باوجود اس کے کہ میں نے درہم کا کچھ حصہ کہا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے یہ تمہاری حکومت سے زیادہ عزیز ہے۔ اگر میں حق کو قائم اور باطل کو دور نہ کرسکوں۔

میں نے عرض کیا حاجی لوگ آپ کا خطاب سننے کے لیے جمع ہوئے ہیں مجھے اجازت دیجیے میں ان سے خطاب کروں اگر اچھا ہوا تو آپ کی طرف سے ہے اور اگر اس کے علاوہ ہوا تو میری طرف سے ہے فرمایا نہیں میں خود بات کروں گا۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا آپ کا ہاتھ بہت درشت و سخت تھا مجھے درد ہونے لگا۔ پھر آپ اٹھے تو میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا میں آپ کو خدا کی قسم اور اپنی قرابت کا واسطہ دیتا ہوں آپ نے فرمایا مجھے قسم نہ دو پھر آپؑ نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا

''اما بعد! بے شک اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو مبعوث فرمایا جب عرب میں کوئی کتاب نہ پڑھ سکتا تھا اور نہ دعویٰ نبوت کرتا تھا آپؐ نے لوگوں کو راہ نجات پر گامزن فرمایا اور خدا کی قسم میں ہمیشہ ان کے چلانے والوں میں رہا نہ میں نے کسی چیز میں تبدیلی کی اور نہ خیانت کی یہاں تک کہ وہ سب پشت پھیر گئے۔ مجھے یہ کافر تھے اور اب ضرور ان کے ساتھ جنگ کروں گا جب کہ یہ دنیا کے فتنے میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ میرا ان کی طرف جانا ایک عہد و پیمان ہے

اس سلسلہ میں خدا کی قسم میں باطل کو چیر دوں گا یہاں تک کہ حق کو اس کے پہلو سے نکال لوں۔ قریش ہم سے انتقام لینا چاہتے ہیں سوائے اس کے کہ اللہ نے ہمیں ان پر چنا اور منتخب کیا پس ہم نے انہیں ساتھ لے لیا اور پھر آپ نے اشعار کہے

ذنب لعمری شریك المحض خالصاً
واكلم بالزبد المقشرة التمر
ونحن وهبنا العلا ولم تكن
عليا وحطنا حولك الجرد والسمرا

"میری جان کی قسم! گناہ صرف یہ ہے کہ تو محض خالص پانی پینے لگا اور چھلکے اتاری ہوئی کھجوریں مکھن کے ساتھ تجھے کھانا نصیب ہوئیں اور ہم نے تجھے بلندی بخشی حالانکہ تو بلند نہیں تھا اور ہم نے تیرے گرد عمدہ گھوڑوں اور گندم گوں نیزوں کا گھیرا ڈال دیا۔"

خطبہ نمبر ۹

جب آپؑ نے مقام ذی قار میں نزول اجلال فرمایا تو وہ لوگ جو وہاں موجود تھے ان سے بیعت لی آپؑ نے گفتگو کی کہ جس میں اللہ کی حمد وثناء اور رسول اللہؐ پر زیادہ صلوات بھیجی پھر فرمایا! بے شک ہمارے صبر کی بہت سی چیزیں خلافت پر جاری ہوئیں جب کہ ہماری آنکھوں میں چبھنے والا تنکا تھا اللہ کے امر کو تسلیم کرتے ہوئے اس چیز میں جس میں اس نے ہمارا امتحان لیا اور اس پر ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور اس پر صبر ہی بہتر تھا اس سے کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جائے اور ان کے خون بہیں ہم اہل بیت نبوت اور عترت رسول ہیں اور مخلوق میں رسالت کی سلطنت کے زیادہ حقدار ہیں، کرامت و بزرگی کی وہ کان ہیں کہ جس کے ساتھ اللہ نے اس امت کی ابتداء کی ہے اور یہ طلحہ و زبیر نہ نبوت کے خاندان سے ہیں اور نہ ہی ذریت رسولؐ ہیں جب انہوں نے دیکھا ہے کہ خدا نے ہمارا حق کافی زمانہ کے بعد ہماری طرف پلٹا دیا ہے، تو وہ ایک سال تک بھی صبر نہیں کر سکے اور نہ ہی پورا مہینہ یہاں تک کہ کود پڑے ہیں اپنے سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے راستے پر کہ کود پڑے ہیں تا کہ وہ دونوں میرے حق کو لے جائیں اور مسلمانوں کی جماعت کو مجھ سے جدا کر دیں پھر آپؑ نے ان دونوں کے لیے بددعا کی۔

خطبہ نمبر ۱۰

روایت کی ہے عبدالحمید بن عمران عجلی نے سلمہ بن کھیل سے وہ کہتا ہے جب اہل کوفہ امیرالمومنینؑ سے

آ ملے مقام ذیقار میں تو انہوں نے حضرت سے مرحبا کہا پھر کہنے لگے کہ حمد و تعریف ہے اس خدا کی جس نے ہمیں آپ کے جوار اور پڑوس سے نواز اور ہم کو نصرت کی عزت بخشی اور آپ ان کے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے پس اللہ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا:

''اے اہل کوفہ! تم مسلمانوں میں زیادہ کریم، عزت دار، زیادہ سیدھے طریقہ میں میانہ روا اور زیادہ معتدل ہو، اسلام میں اچھا مقام رکھتے ہو، عرب میں زیادہ اچھے شاہسوار زیادہ محنت و کوشش کرنے والے ہو اور تم عرب میں نبی کریمؐ اور ان کے اہل بیتؑ سے محبت و مودت میں کچھ دلیر ہو میں تمہارے پاس صرف اس لیے آیا ہوں کہ مجھے اللہ کے بعد تم پر وثوق ہے اس چیز کے بارے میں جو تم نے اپنے آپ سے پیش کی جب کہ طلحہ وزبیر نے اسے توڑ دیا اور انہوں نے میری اطاعت چھوڑ دی ہے اور وہ عائشہ کو لے کر فتنہ کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور اس کو اس کے گھر سے نکال کر بصرہ لے گئے ہیں اور وہاں کے اوباش اور ہر ہرجائی قسم کے لوگوں کو گمراہ کیا ہے اس کے باوجود مجھے یہ خبر ملی ہے کہ ان میں سے صاحبان فضل اور دین میں اچھے لوگ ان سے الگ تھلگ رہے ہیں اور انہوں نے اس عمل کو ناپسند کیا ہے جو طلحہ وزبیر نے کیا ہے پھر آپ خاموش ہو گئے تو اہل کوفہ نے کہا کہ ہم آپ کے مددگار و انصار ہیں اور اگر آپ ان سے کئی گنا لوگوں کے مقابلہ کے لیے بھی ہمیں بلائیں گے تو ہم سمجھیں گے کہ اسی میں اچھائی ہے اور اسی میں ہی بھلائی کی امید رکھیں گے پس امیر المومنینؑ نے انہیں دعا دی اور ان کی تعریف کی پھر فرمایا کہ

اے گروہ مسلمین تمہیں علم ہے کہ طلحہ وزبیر نے میری بیعت اور اطاعت برضا و رغبت کی تھی انہیں مجبور نہیں کیا گیا اور پھر انہوں نے مجھ سے عمرہ کرنے کی اجازت چاہی تو میں نے انہیں اجازت دی پس وہ بصرہ کی طرف چلے گئے اور انہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا اور برے کام کیے خدایا ان دونوں نے مجھ سے قطع رحمی کی اور مجھ پر ظلم کیا ہے میری بیعت کو توڑ دیا اور لوگوں کو میرے خلاف جمع کیا ہے پس کھول دے جو گرہ باندھیں اور نہ محکم کر اس امر کو جسے وہ پختہ کریں اور انہیں برا انجام دکھا اس کا جو انہوں نے کیا ہے۔

خطبہ نمبر ۱۱

حضرت کا کلام ہے جب آپؑ مقام ذیقار سے بصرہ کی طرف متوجہ ہوئے حمد و ثناء اور رسول اللہؐ پر صلوٰت بھیجنے کے بعد فرمایا

اما بعد بے شک اللہ نے جہاد فرض کیا اس کو عظیم قرار دیا، اس کو اپنی نصرت بنایا خدا کی قسم کبھی بھی دنیا اور دین جہاد کے بغیر درست نہیں ہوئے اور شیطان نے اپنی جماعت اکٹھی کر لی ہے اور اپنے سوار جمع کر لیے ہیں اور اس سلسلہ میں اس نے شبہ میں ڈال دیا اور دھوکہ دیا ہے، معاملات ظاہر اور نتھر چکے ہیں خدا کی قسم انہوں نے

میرے خلاف کسی منکر اور برے فعل کا انکار نہیں کیا اور نہ میرے اور اپنے درمیان انصاف کیا، وہ اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ترک کیا ہے اور اس خون کو چاہتے ہیں جسے انہوں نے خود بہایا ہے (اگر بالفرض) میں اس میں ان کا شریک تھا تو ان کا بھی تو اس میں حصہ ہے اور اگر وہ اس کے ذمہ دار ہیں مجھے چھوڑ کر تو اس کی باز پرس نہیں ہو سکتی مگر انہیں سے اور ان کی عظیم حجت و دلیل خود انہیں کے خلاف ہے اور میں اپنی بصیرت پر ہوں میں نے تو اپنے آپ کو اشتباہ میں نہیں ڈالا، یہ باغی گروہ ہے اس میں مردانہ اور زنانہ رشتے ہیں اس کی پلکیں لمبی ہو چکی ہیں اور اپنے خون پر تمکین و قدرت دی ہے اور وہ اس سے دودھ دوھنا چاہتے ہیں جس کی دودھ پڑھائی ہو چکی اور ایسی بیعت کو زندہ کرنا چاہتا ہے جسے چھوڑ دیا گیا تا کہ گمراہی اپنے محور و مرکز پر پلٹ آئے جو کچھ میں نے کیا ہے میں اس سے معذرت نہیں کرتا اور نہ میں اپنے کیے ہوئے سے بیزاری چاہتا ہوں پس اے محرومی آنے والے کی اور جس کو بلایا گیا ہے، اگر اس سے کہا جائے کہ کس کی طرف تجھے بلایا گیا ہے، کس کی دعوت کو تو قبول کر رہا ہے، تیرا امامؑ و رہبر کون ہے اور کون سی سنت ہے تو باطل اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا اور اس کی زبان خاموش ہو جائے گی جس میں وہ بول رہی ہے اور خدا کی قسم میں ان کے لیے ایک حوض پر کروں گا جس کا پانی خود نکالوں گا اس سے وہ نکل نہیں سکیں گے اور نہ ہی انہیں کبھی اس کے بعد سیرابی ہو گی اور میں ان کے خلاف خدا کی حجت پر راضی ہوں اور اس کے عذر پر جوان میں ہے جب کہ میں انہیں بلاؤں تو عذر ان کے پاس پیش کروں گا پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کی توبہ درست ہو سکتی ہے اور حق مقبول ہے اور اللہ کے خلاف کفران نعمت نہیں ہو سکتا اور اگر انہوں نے انکار کیا تو میں انہیں تلوار کی دھار لگاؤں گا اور وہ باطل سے شفاء دینے اور حق کی مدد کرنے کے لیے کافی ہے۔

خطبہ نمبر ۱۲

اور حضرت کا کلام ہے جب آپ بصرہ میں داخل ہوئے اور اپنے اصحاب کو جمع کیا پس انہیں جہاد پر آمادہ کیا تو جو گفتگو آپؑ نے کی اس میں سے یہ بھی تھا کہ

اللہ کے بندو اس قوم کے خلاف اٹھ کھڑے ہو، ان سے جہاد کرنے کے لیے انشراح صدور کے ساتھ (یعنی بغیر شک و شبہ کئے) کیونکہ انہوں نے میری بیعت توڑ دی ہے اور ابن حنیف میرے گورنر کو ناقبل برداشت مار پیٹ اور تکلیف دینے کے بعد نکال دیا ہے اور انہوں نے سیابجہ (سندھ کے کچھ اچھے لوگ، امیر المومنینؑ نے انہیں بیت المال کا نگران مقرر کیا تھا) کو قتل کر دیا ہے اور حکیم بن جبلہ عبدی کو مثلہ (ناک کان کاٹنا) کیا اور دوسرے نیک لوگوں کو قتل کیا پھر ان سے جو بچ نکلے ان کا پیچھا کرتے رہے ہیں انہیں ہر دیوار اور ہر ٹیلے کے پیچھے سے پکڑ لائے اور پھر باندھ کر ان کی گردنیں اڑا دیں کیا ہو گیا ہے ان کو خدا انہیں قتل کرے کب تک سرگردان پھرتے رہیں گے کھڑے ہو جاؤ اور ان پر سختی کرو اور ان کا سامنا کرو صبر کرتے ہوئے اور اللہ کو راضی کرنے کے

لیے یہ جانتے ہوئے ان کا مقابلہ کرنا اور انہیں قتل کرتا ہے اور اپنے نفسوں کو تیار کرلو سخت نیزہ بازی اور شدید تیغ زنی کے لیے اور مدمقابل لوگوں کے مقابلہ اور مبارزہ کے لیے اور تم میں سے جو شخص بھی جنگ میں اپنے بارے میں دل جمعی کو محسوس کرے اور اپنے بھائیوں میں سے کسی میں بزدلی دیکھے تو اپنے بھائی سے دشمن کو دور کرے کہ جس پر اس کو فضیلت دی گئی ہے جس طرح دشمن سے اپنی حفاظت کرتا ہے پس اگر خدا نے چاہا تو اس کو اس کی طرح کردے گا۔

خطبہ نمبر ۱۳

حضرت کا کلام ہے جب طلحہ مارا گیا اور اہل بصرہ تتر بتر ہوگئے ''ہماری وجہ سے تم شرف و بزرگی کی بلندی پر پہنچے، ہماری وجہ سے شب کی تاریکی سے صبح کی روشنی تمہیں ملی تاریکیوں میں ہماری وجہ سے تم نے ہدایت حاصل کی، وہ کان بوجھل ہیں جو چیخ و پکار کو نہیں سنتے اور وہ کس طرح تھی مخفی آواز سن سکتا ہے جسے چیخ و پکار نے بہرہ بنا دیا ہو، وہ دل مضبوط ہوجاتا ہے جس سے اضطراب دور نہ ہو میں ہمیشہ تم سے غداری دھوکے کے انجام کی توقع رکھتا تھا اور تمہیں دھوکہ بازوں کے لباس میں پہچانتا تھا مجھے تم سے دین کے پردوں نے چھپا رکھا تھا لیکن سچی نیت نے مجھے تمہارا باطن دکھا دیا میں نے تمہارے لیے حق کو قائم کردیا ہے جہاں تم اسے جاننا چاہو اور کوئی رہبر نہ ہو اور تم کنواں تو کھودتے ہو لیکن اس میں سے پانی نہیں نکالتے آج میں تمہارے لیے گنگ چیز کو بلاؤں گا جو بیان والی ہے اس شخص کی فہم و فراست غائب ہے جو مجھ سے تخلف کرے میں نے حق میں شک نہیں کیا جب سے وہ مجھے دکھایا گیا اور حضرت یعقوبؑ کے بیٹے بہت بڑی راہ پر تھے یہاں تک کہ اپنے باپ کی نافرمانی کی اور اپنے بھائی کو بیچ دیا اور اقرار کے بعد ان کی توبہ قبول ہوگئی اور ان کے باپ اور بھائی کی توبہ استغفاء کے بعد ان کو بخش دیا گیا۔

خطبہ نمبر ۱۴

اور آپ کا کلام ہے جب آپ مقتولین کے گرد طواف کر رہے تھے یہ قریش ہیں میں نے اپنی ناک کاٹی اور اپنے نفس کو شفا دی میں نے یہ بات پہلے سے بتا دی تھی اور تمہیں تلوار کی دھار سے ڈرایا تھا اور تم نوجوان تھے تمہیں اس کا علم نہیں تھا جو دیکھ رہے ہو لیکن یہ تو ہلاکت ہے اور برا پچھاڑا جانا ہے اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں برے پچھاڑے جانے سے (یعنی بری موت اور انجام سے)

پھر آپ معید بن مقداد کے پاس سے گزرے تو فرمایا خدا رحم کرے اس کے باپ پر، اگر وہ زندہ ہوتا تو اس کی رائے اس کی رائے سے بہتر ہوتی پس عمار بن یاسر نے عرض کیا کہ حمد ہے اس خدا کی جس نے اس کو گرایا اور اس کا رخسار نیچے کیا ہم خدا کی قسم اے امیرالمومنینؑ اس کی پرواہ نہیں کرتے جو حق سے عناد رکھنے وہ باپ ہو یا بیٹا تو امیرالمومنینؑ نے فرمایا خدا تجھ پر رحم کرے اور حق کی حمایت میں اچھی جزا دے راوی کہتا ہے آپ کا گزر

عبداللہ بن ربیعہ بن دراج کے قریب سے ہوا اور وہ مقتولین میں تھا تو فرمایا یہ نامراد و ناامید، اسے کس چیز نے گھر سے نکالا کیا دین نے اسے نکالا یا عثمان کی نصرت اور مدد نے خدا کی قسم عثمان کی رائے اس کے اور اس کے باپ کے بارے میں اچھی نہ تھی پھر آپ معید بن زہیر بن ابو امیہ کے قریب سے گزرے اور فرمایا اگر فتنہ ثریا ستارے کے سر پر ہوتا تو یہ لڑکا اس کو پکڑنے کی کوشش کرتا خدا کی قسم جنگ میں اس کی کوئی آواز نہیں ہوتی تھی مجھے اس نے خبر دی ہے کہ جس نے اس کو جالیا تھا کہ یہ تلوار کے خوف سے شور مچا رہا تھا پھر آپ مسلم بن قرظہ کے پاس سے گزرے تو فرمایا کیا اسے نیکی نے گھر سے نکالا ہے خدا کی قسم اس نے مکہ میں مجھ سے بات کی کہ میں عثمان سے بات کروں اس چیز میں جس کا یہ عثمان کی طرف دعویدار تھا وہ چیز عثمان نے اس کو دے دی اور مجھ سے کہنے لگا اگر آپ نہ ہوتے تو میں اس کو نہ دیتا، جتنا میں جانتا ہوں یہ قبیلہ کا برا بھائی ہے پھر یہ بدبخت موت کے لیے آیا اور عثمان کی مدد کر رہا ہے پھر آپ عبداللہ بن حمید بن زہیر کے قریب سے گزرے تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھی ان میں سے ہے جو ہم سے جنگ کرنے میں اپنے اونٹ کو تیز دوڑا رہے تھے وہ گمان کرتا تھا کہ اس سے اس کا مقصد خدا ہے حالانکہ اس نے مجھے خطوط لکھے تھے جن میں عثمان کو اذیت پہنچاتا تھا پس اس نے اس کو کچھ دیا تو یہ اس سے راضی اور اس کے ساتھ ہو گیا۔

پھر آپؑ عبداللہ بن حکیم بن حزام کے پاس سے گزرے اور فرمایا اس نے باہر نکلنے میں اپنے باپ کی مخالفت کی ہے اور اس کے باپ نے ہماری مدد نہیں کی لیکن ہم سے اپنی بیعت کرنے میں اچھا کردار ادا کیا ہے اور اگر چہ وہ رک گیا اور بیٹھ گیا جب اسے جنگ کرنے میں شک ہوا تو میں آج انہیں ملامت نہیں کرتا جو ہم سے اور ہمارے غیر سے رکے رہے لیکن قابل ملامت تو وہ ہے جس نے ہم سے جنگ کی، پھر آپ عبداللہ بن مغیرہ بن اخنس کے پاس سے گزرے تو آپؑ نے فرمایا، باقی رہا یہ تو اس کا باپ عثمان کے قتل کے دن (عثمان کے گھر میں) مارا گیا ہے تو یہ اپنے باپ کے قتل کی وجہ سے غضب ناک ہوا ہے اور یہ نوجوان لڑکا تھا اور باپ کے قتل کی وجہ سے دل شکستہ ہو گیا تھا پھر آپ عبداللہ بن عثمان بن اخنس بن شریق کے قریب سے گزرے تو فرمایا! رہا یہ تو گویا میں اس کو دیکھ رہا ہوں کہ جب قوم نے تلواریں اٹھالیں تو بھاگا جا رہا تھا صف لشکر کے آگے نکل گیا تو میں نے عقب والے کو منع کیا لیکن اس نے نہیں سنا جس کو میں نے روکا تھا۔ اس نے جا کر اسے قتل کر دیا اور یہ چیز قریش کے بہت سے نوجوان پر مخفی تھی جو کہ ناتجربہ کار تھے کہ جنہیں جنگ کا علم نہیں تھا انہیں دھوکہ دیا گیا اور پھسلایا گیا اور جب وہ مطلع اور واقف ہوئے تو تلواریں ان میں گڑ چکی تھیں پس وہ قتل ہو گئے پھر تھوڑا سا چلے تو کعب بن سور کے پاس سے گزرے تو فرمایا اور یہ ہے جس نے ہمارے خلاف خروج کیا درانحالیکہ قرآن اس کی گردن میں حمائل تھا یہ گمان کرتا تھا کہ یہ اپنی ماں (بی بی عائشہ) کی مدد کر رہا ہے اور لوگوں کو بلاتا ہے اس چیز کی طرف جو قرآن میں ہے حالانکہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس میں ہے کیا؟ پھر اس نے قرآن کھول کر دیکھا (تو یہ آیت نکلی)

ترجمہ: ''اور ہر جابر وعناد کرنے والا خائب وخاسر اور گھاٹے میں ہے۔''

یاد رکھو! اس نے اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے قتل کرے، خدا نے اسے قتل کر دیا۔

ذرا کعب بن سود کو بٹھا دو پس بٹھا دیا گیا تو امیر المومنینؑ نے فرمایا اے کعب میں نے تو پالیا ہے جو حقیقی وعدے میرے رب نے مجھ سے کیا تھا کیا تو نے بھی پالیا ہے جو تیرے رب نے تجھ سے حقیقی وعدہ کیا ہے پھر فرمایا کعب کو لٹا دو اور آپ گزرے طلحہ بن عبید اللہ کے قریب سے تو فرمایا کہ یہ وہ ہے جس نے میری بیعت توڑ دی امت میں فتنہ پیدا کیا لوگوں کو میرے خلاف جمع کیا اور جو میرے قتل اور میری عزت کے قتل کرنے کی دعوت دیتا تھا۔ بٹھاؤ طلحہ بن عبید اللہ کو پس اس کو بٹھایا تو امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا اے طلحہ میں نے سچ اس کو پالیا ہے جو میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کیا تو نے بھی پالیا ہے جو تیرے رب نے تجھ سے سچا وعدہ کیا ہے پھر فرمایا طلحہ کو لٹا دو اور چل دیئے تو لوگ آپؑ کے ساتھ تھے تو ان میں سے کسی نے کہا اے امیر المومنینؑ کیا آپ کعب اور طلحہ سے بات کرتے ہیں ان کے قتل ہو جانے کے بعد تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ان دونوں نے میری بات سنی ہے جس طرح بدر کے کنوئیں والوں نے رسول اللہؐ کی بات سنی تھی۔

خطبہ نمبر ۱۵

اور آپ کا کلام ہے بصرہ میں جب قوم پر آپ کو فتح نصیب ہوئی تو آپ نے حمد وثناء کے بعد (فرمایا) اما بعد بے شک اللہ وسیع رحمت والا دائمی بخشش والا زیادہ معاف کرنے والا اور دردناک عذاب والا ہے اس نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کی رحمت ومغفرت اور معافی مخلوق میں سے اس کی اطاعت کرنے والوں کے لیے ہے اور اس کی رحمت سے ہدایت حاصل کرنے والوں نے ہدایت حاصل کی ہے اور اس نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کا عذاب، اس کے حملے اور اس کا عتاب اس کی مخلوق میں سے نافرمانی کرنے والوں کے لیے ہے، ہدایت اور واضح دلیلوں کے بعد ہی گمراہ ہونے والے گمراہ ہوئے ہیں پس تمہارا کیا گمان تھا اے اہل بصرہ جب تم نے میری بیعت توڑ دی اور میرے خلاف میرے دشمن کی پشت پناہی کی (تو ایک شخص آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا ہم اچھائی کا گمان رکھتے ہیں ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو غلبہ حاصل ہوا اور آپ کو قدرت ملی پس اگر آپ سزا دیں تو ہم نے یہ جرم کیا ہے اور اگر آپ معاف کر دیں تو معاف کرنا اللہ کو زیادہ محبوب ہے) تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا پس بچو تم فتنے سے کیونکہ تم رعیت میں سے پہلے ہو جنہوں نے بیعت کو توڑا اور اس امت کے اتفاق کو پارہ پارہ کیا راوی کہتا ہے پھر آپ بیٹھ گئے اور انہوں نے آپ کی بیعت کی۔

خطبہ نمبر ۱۶

پھر آپ نے فتح کا خط اہل کوفہ کو لکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سہارا اللہ کے نام کا جو بڑا رحمن ورحیم ہے۔ اللہ کے بندے علی بن ابی طالب کی طرف سے اہل کوفہ کو سلام علیکم، بے شک میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد کرتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں امابعد خدا حاکم عادل ہے کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ قوم جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اس کو نہ بدلے، جب خدا کسی قوم کے بارے برائی کا ارادہ کرے تو اس کے ارادے کو کوئی پلٹا نہیں سکتا اور اس کے سامنے ان کا کوئی والی نہیں میں تمہیں اپنے اور ان کے متعلق کہ جن کی طرف ہم گئے تھے اہل بصرہ کے گروہوں میں سے اور جو ان کے ساتھ مل گئے قریش وغیرہ میں سے طلحہ اور زبیر کے ساتھ اور ان کے اپنے دائیں ہاتھوں سے کی ہوئی بیعت کو توڑ دینے کے متعلق پس میں مدینہ سے چلا جب مجھے خبر ملی ان کی جو بصرہ کی طرف گئے تھے اور ان کی جماعت کی اور جو کچھ انہوں نے میرے عامل عثمان بن حنیف سے کیا یہاں تک کہ میں مقام ذاقان میں پہنچا تو میں نے حسن بن علی، عمار بن یاسر اور قیس بن سعید کو بھیجا پس میں نے اللہ کے حق اور اپنے حق کے لیے تم سے مدد چاہی تو تمہارے ہی بھائی میری طرف تیزی سے آئے یہاں تک کہ میرے پاس پہنچ گئے جن کو لے کر میں چلا یہاں تک کہ میں بصرہ کی پشت پر اتر پڑا چنانچہ میں نے انہیں حق کی دعوت دے کر غدر کو ختم کیا، حجت ودلیل قائم کی اور قریش وغیرہ میں سے پھر جانے والے (اہل ردہ) کی لغزش کو معاف کیا میں نے ان کو بیعت وعہد خدا کو توڑنے سے توبہ کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے مجھ سے اور میرے ساتھ والوں سے جنگ کرنے اور گمراہی میں بڑھنے کے علاوہ ہر چیز سے انکار کر دیا لہٰذا میں ان سے جہاد کرنے کے لیے تیار ہو گیا پس اللہ نے قتل کیا ان میں سے جس بیعت توڑنے والے کو سو کیا اور پشت پھیری جس نے پھیری ان کے شہر کی طرف اور طلحہ وزبیر اپنے بیعت توڑنے اور پھوٹ ڈالنے کی حالت میں قتل ہو گئے۔

وہ عورت (بی بی عائشہ) ان کے لیے زیادہ بدبخت شوم تھی مقام حجر کی ناقہ سے وہ ساتھ چھوڑ گئے اور پشت پھیر گئے اور ان کے تمام اسباب منقطع ہو گئے پس جب انہوں نے دیکھا جو کچھ ان پر نازل ہو چکا تھا تو انہوں نے مجھ سے انہیں معاف کرنے کا سوال کیا تو میں نے ان سے قبول کر لیا اور تلوار نیام میں ڈال لی اور ان میں حق اور سنت کو جاری کیا میں نے عبداللہ بن عباس کو بصرہ پر عامل وحاکم بنایا ہے اور میں اب انشاء اللہ کوفہ کی طرف آ رہا ہوں زجر بن قیس جعفی کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں تا کہ اس سے سوال کرو یہ تمہیں ہماری اور ان کی خبر دے گا کیسے انہوں نے ہمارے حق کو روندا پھر خدا نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جب کہ وہ اسے ناپسند کر رہے تھے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خطبہ نمبر ۱۷

اور حضرت کا کلام ہے جب آپؑ بصرہ سے کوفہ آئے تو حمد و ثناء کے بعد فرمایا امابعد پس حمد ہے اس اللہ کی جس نے اپنے ولی کی مدد کی اور اپنے دشمن کی نصرت نہیں کی اور حق دار سچے کو عزت بخشی اور باطل والے جھوٹے کو ذلیل کیا۔تم پر لازم ہے اے اس شہر والوں اللہ کے تقویٰ کو بنی کے اہل بیتؑ میں سے اس کی اطاعت کو لازم پکڑ نا جس نے اللہ کی اطاعت کو وہ اہل بیت جو تمہارے ان کی اطاعت کرنے سے زیادہ حق دار ہیں جو اپنی طرف نسبت دیتے دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہماری طرف آؤ ہماری طرف آؤ، جو ہماری فضیلت سے فضیلت حاصل کرتے ہیں اور جو ہمارے امر کا انکار کرتے ہیں اور ہمارے حق میں جھگڑا کرتے ہیں اور لوگوں کو ہم سے دور کرتے ہیں اور وہ چکھ چکے ہیں عذاب اس کا جو وہ کسب کرتے ہیں پس عنقریب وہ گمراہی میں پھینک دیے جائیں گے یہ حقیقت ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ میری نصرت سے دست بردار ہو گئے تھے، میں ان پر سخت ناراض ہوں اور انہیں ملوث سمجھتا ہوں پس ان کا بائیکاٹ کر دو اور انہیں ایسی باتیں سناؤ جنہیں وہ پسند نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ ہمیں راضی کریں اور ان میں ہمیں وہ کچھ نظر آئے جسے ہم دوست رکھتے ہیں۔

خطبہ نمبر ۱۸

حضرت کا کلام ہے جب آپؑ نے معاویہ بن ابوسفیان سے جنگ کرنے کے لیے شام کی طرف جانے کا ارادہ کیا، حمد و ثنا اور رسول اللہؐ پر صلوٰۃ کے بعد، اللہ سے ڈرو اے اللہ کے بندو، اس کی اور اس کے امام کی اطاعت کرو کیونکہ صالح اور نیک امت امام عادل کے ساتھ نجات حاصل کرتی ہے اور یاد رکھو کہ فاسق و فاجر امت، امام فاجر کی وجہ سے ہلاک ہوتی ہے بے شک معاویہ نے صبح کی ہے۔اس حالت میں کہ اس نے جو کچھ میرا حق اس کے سامنے ہے اس کو غصب کر لیا ہے اور میری بیعت توڑ دی ہے اور وہ دین خدا میں طعن و تشنیع کرتا ہے اور بے شک اے مسلمانوں تمہیں علم ہے کہ لوگوں نے کل کیا کیا ہے؟ تم میرے پاس اپنے امر خلافت میں رضا و رغبت سے آئے اور مجھے میرے گھر سے بلا کر کہا کہ ہم بیعت کرنے آئے میں نے تم سے ٹال مٹول کیا تا کہ میں آزمائش کروں اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے پس باتوں میں تم نے مجھ سے کئی مرتبہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کی اور میں تم سے اپنی مقصد برآری چاہتا رہا اور تم نے مجھ پر اس طرح ہجوم کیا کہ جس طرح پیاسے اونٹ اپنے حوضوں پر ہجوم کرتے ہیں میری بیعت کے لالچ میں یہاں تک کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ تم میں سے بعض مجھے قتل نہ کر دیں تو جب میں نے تم سے یہ دیکھا تو میں نے اپنے اور تمہارے معاملہ میں غور و فکر کیا اور میں نے (دل میں) کہا کہ اگر میں نے ان کی بات قبول نہ کی ان کے امر خلافت کے قیام کی تو انہیں کوئی شخص نہیں ملے گا جو ان میں میرے قائم مقام ہو اور میری طرح ان میں عدل و انصاف کر سکے تو میں نے کہا خدا کی قسم البتہ اگر میں

ان کا والی و حاکم ہو جاؤں جب کہ یہ میرے حق اور میری فضیلت کو پہچانتے ہیں تو مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ وہ میرے والی بن جائیں جو میرے حق اور میری فضیلت کو نہ پہچانتے ہوں پس میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور تم نے میری بیعت کر لی۔

اے مسلمانوں کے گروہ جب تم میں مہاجر و انصار اور وہ جنہوں نے احسان و نیکی میں پیروی کی موجود تھے، نبی نے تم سے اپنی بیعت کا عہد و پیمان لیا اور جو کچھ مجھ سے معاملہ کرنے میں، واجب تھا اللہ کے عہد و میثاق میں سے اور سخت ترین جو انبیاء سے عہد و پیمان لیا تھا کہ تم ضرور مجھ سے وفا کرو گے میرے حکم کو سنو گے میری اطاعت کرو گے اور میرے ساتھ مل کر ہر بغاوت کرنے والے، تجاوز کرنے والے اور ہر حق سے نکلنے والے سے اگر وہ حق سے نکل جائے جنگ کرو گے تو تم سب نے اس میں مجھ سے ہاں کی چنانچہ میں نے اس پر اللہ کا عہد و میثاق اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی ذمہ داری تم سے لی ہے پس تم نے اس میں بھی میری بات کو قبول کیا اور میں نے اللہ کو تم پر گواہ بنایا تم میں سے بعض کو بعض پر گواہ بنایا اور میں تم میں اللہ کی کتاب اور نبیؐ کی سنت کو لے کر کھڑا ہوا پس تعجب ہے معاویہ بن ابوسفیان سے کہ وہ خلافت میں مجھ سے نزاع کرتا ہے اور میری امامت کا انکار کرتا ہے اور وہ یہ گمان کرتا ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ حقدار ہے اللہ اور اس کے رسول پر اس کی یہ جرأت ہے بغیر کسی حق کے جو اسے خلافت میں ہو اور بغیر کسی حجت و دلیل کے، نہ مہاجرین نے خلافت میں اس کی بیعت کی ہے اور نہ انصار نے اس کو تسلیم کیا اے مہاجرین و انصار کے گروہ یا وہ جماعت جو میری گفتگو سن رہی ہے کیا تم نے اپنے آپ پر میری اطاعت واجب قرار نہیں دی تھی کیا تم نے رضا و رغبت سے میری بیعت قبول نہیں کی تھی کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم میرے قول کو قبول کرو گے اس دن تمہارا میری بیعت کرنا ابوبکر و عمر کی بیعت کرنے سے زیادہ سخت نہیں تھا پس کیا ہو گیا اس کو کہ جو میری مخالفت کرتا ہے لیکن ان دونوں کی بیعت نہیں توڑی یہاں تک کہ وہ اس دنیا سے چلے گئے اور میری بیعت توڑ دی اور مجھ سے وفا نہیں کی کیا تم پر مجھ سے خلوص برتنا لازم نہیں ہے اور میرا حکم تم پر لازم نہیں ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میری بیعت تم میں سے حاضر و غائب پر لازم تھی تو کیا ہو گیا ہے معاویہ اور اس کے ساتھیوں کو کہ وہ میری بیعت میں طعن کرتے ہیں اور وہ کیوں نہیں میرے لیے اس کی وفا کرتے حالانکہ میں اپنی قرابت رسولؐ اور سبقت ایمانی اور رسولؐ کا داماد ہونے میں زیادہ حق دار ہوں ان سے جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں کیا تم رسول اللہؐ کا ارشاد غدیر کے دن میری ولایت و حکومت اور میری موالات و محبت کے بارے نہیں سن چکے۔ اے مسلمانو! ایک دوسرے کو تیار کرو اور ابھارو اس معاویہ سے جہاد کرنے پر جو بیعت کو توڑنے والا ظالم اور اس کے ساتھی جو کہ ظالم ہیں اور میں تلاوت کرتا ہوں اللہ کی کتاب میں سے جو کہ اس کے نبی مرسل پر نازل ہوئی ہے تا کہ تم وعظ و نصیحت حاصل کرو کیونکہ یہ خدا کی قسم تمہارے لیے موعظہ ہے پس نفع حاصل کرو اللہ کے مواعظ سے اور اپنے آپ کو جھڑکو اور رو کو اللہ کی نافرمانیوں سے بے شک اللہ نے تمہیں وعظ کیا ہے تمہارے غیر کے ساتھ

پس اپنے نبیؐ سے فرمایا ہے کہ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآىٕنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا اَنّٰى یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۷﴾ (سورہ بقرہ آیت نمبر-۲۴۶۔ ۲۴۷)

”کیا تم دیکھتے نہیں ہو بنی اسرائیل کے ایک گروہ کی طرف موسیٰؑ کے بعد جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا! بھیج ہمارے لیے کوئی بادشاہ ہم راہ خدا میں جہاد کریں اس نے کہا کیا تم قریب ہو اگر تمہارے لیے جنگ کرنا لکھ دیا جائے تو تم جنگ نہ کرو، وہ کہنے لگے ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ نہ کریں حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں اور بیٹوں سے جدا کر دیا گیا ہے پس جب ان پر جنگ لکھ (فرض کرنا) دی گئی تو انہوں نے پشت پھیری سوائے چند کے اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے اور ان سے ان کے نبی نے کہا کہ خدا نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا ہے تو وہ کہنے لگے کہ اس کو ہم پر سلطنت کیسے مل سکتی ہے حالانکہ ہم اس سے زیادہ ملک کے حقدار ہیں وہ تو مالدار بھی نہیں تو اس نے کہا خدا نے اس کو تم پر چن لیا ہے اور اس کو علم و جسم کی وسعت زیادہ دی ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا اور زیادہ جاننے والا ہے۔“

اے لوگو! تمہارے لیے ان آیات میں عبرت ہے تا کہ تمہیں معلوم ہو کہ بے شک اللہ نے خلافت و

امارت انبیاء کے بعد ان کی نسل میں قرار دی ہے اور خدا نے طالوت کو فضیلت دی اسے جماعت پر مقدم رکھا اسے مصطفی بنایا علم و جسم کی وسعت کی زیادتی دے کر تو کیا تم دیکھتے ہو کہ خدا نے تو بنی امیہ کو بنی ہاشم پر چنا اور معاویہ کو مجھ سے زیادہ علم و جسم کی زیادتی دی ہے؟

پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اے اللہ کے بندو اس کی راہ میں جہاد کرو اس سے پہلے کہ تمہیں اس کی ناراضگی، اس کی نافرمانی کر لینے کی وجہ سے پالے اور خداوند عالم فرماتا ہے کہ حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسی بن مریم کی زبان سے بنی اسرائیل میں سے کافروں پر لعنت کی گئی اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حق سے تجاوز کرتے تھے اور وہ اس برے فعل سے نہیں رکتے تھے جسے کر چکے ہوتے البتہ وہ برا عمل کرتے تھے مومن تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آئیں اور پھر وہ شک نہ کریں اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور نفسوں سے جہاد کریں وہی تو سچے ہیں اے ایمان والو کیا تمہاری ایسی تجارت کی طرف راہنمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنے نفسوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جان لو کہ وہ تمہارے گناہ تمہیں بخش دے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ پاک صاف گھر جو جنت عدن کے باغات میں سے ہیں یہ عظیم کامیابی ہے۔

اے اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو اور ایک دوسرے کو اپنے امام کے ساتھ مل کر جہاد کرنے پر ابھار دو اگر میرے لیے بھی اہل بدر کی ایک جماعت ہوتی کہ جب میں انہیں حکم دیتا تو وہ اطاعت کرتے اور جب میں انہیں کھڑا کرنا چاہتا تو وہ میرے ساتھ کھڑے ہو جاتے تو ان کی وجہ سے میں تم میں سے بہت سوں سے مستغنی ہو جاتا اور میں جلدی اٹھ کھڑا ہوتا معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے کیونکہ یہ فرض شدہ جہاد ہے۔ (یعنی جہاد واجب ہے)

خطبہ نمبر ۱۹

اور حضرتؑ کا کلام ہے جب آپ کو معاویہ اور اہل شام کی طرف سے ایسی گفتگو پہنچی جو آپ کی اذیت کا باعث تھی تو آپ نے فرمایا کہ

حمد ہے اللہ کی، پرانے اور نئے زمانہ میں ہمیشہ فاسق میرے دشمن رہے پس خدا ان سے دشمنی رکھتا ہے کیا تم کو تعجب نہیں ہوتا کہ یہ بہت بڑی مصیبت ہے کہ ایسے فاسق جو اسلام اور اہل اسلام سے منحرف ہیں انہوں نے اس امت کے بعض لوگوں کو دھوکہ دیا اور ان کے دلوں کو فتنہ کی محبت کا شربت پلا دیا ہے انہوں نے اپنی خواہشات کو جھوٹ اور بہتان کی طرف مائل کر دیا انہوں نے ہمارے لیے جنگ نصب کر دی ہے وہ تیز ہیں اللہ کے نور کو بجھانے میں اور خدا اپنے نور کو مکمل کرے گا اگرچہ کافر اسے ناپسند کریں خدایا اگر وہ حق کو ٹھکرائیں تو تو ان

کی عزت وحرمت کو توڑ دے اور ان میں انتشار پیدا کر اور انہیں ان کے گناہوں کے سپرد کر دے کیونکہ وہ ذلیل نہیں ہوتا جس سے تو محبت کرے اور وہ عزت دار نہیں ہوتا ہے جس سے تو دشمنی کرے۔

خطبہ نمبر ۲۰

اور حضرتؑ کا جنگ صفین کے دن جنگ پر ابھارتے ہوئے فرمان ہے حمد و ثناء کے بعد اے اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو آنکھیں نیچی کرلو، آوازوں کو آہستہ کر دو اور گفتگو کم کر دو اور اپنے نفسوں کو منازلہ مجادلہ مبارزہ مبالطہ مبالدہ معانقہ اور مکادمہ کے لیے تیار کرلو (یعنی مدمقابل کو میدان میں آنے کی دعوت دینے، اس سے لڑنے، یا وہ بلائے تو اس کے مقابلہ میں جانے) تلوار سے لڑنے ڈنڈوں سے لڑنے، دست بدست جنگ کرنے اور دانتوں سے کاٹنے کے لیے تیار ہو جاؤ) اور ثابت قدم رہو تا کہ تمہیں زیادہ کامیابی نصیب ہو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو پس کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے خدایا انہیں صبر کا الہام کر اور نصرت کو نازل فرما اور انہیں اجر عظیم عطا کر۔

خطبہ نمبر ۲۱

حضرتؑ کا کلام ہے نیز اسی معنی میں اے گروہ مسلمین بے شک اللہ نے تمہاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کی ہے جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات اور تمہیں عظیم خیر پہ قائم رکھتی ہے وہ ہے اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا اس کی راہ میں جہاد کرنا اور اس کا ثواب یوں دینا کہ گناہوں کو معاف کرنا اور جنات عدن کی پاکیزہ سکونت کی جگہیں قرار دینا پھر اس نے تمہیں خبر دی ہے کہ وہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں صف بستہ ہو کر گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیواریں ہیں زرہ وخود پہنے ہوئے لوگوں کو آگے رکھو اور جو زرہ و خود کے بغیر ہیں انہیں پیچھے رکھو اور ڈاڑھوں پر کاٹو (دانتوں کو سختی سے بند رکھو) کیونکہ یہ تلواروں کو سروں سے زیادہ دور رکھنے والی چیز ہے اور نیزوں کے پہلوؤں کو ترچھا کرو کیونکہ یہ عمل (دشمن کے) نیزے کو زیادہ مضطرب کر دینے والا ہے اور آنکھیں نیچے کرلو کیونکہ ایسا کرنا دل کو زیادہ مضبوط کرنے والا ہے اور دلوں کے مزید سکون کا باعث ہے اور آوازوں کو ختم کر دو کیونکہ ایسا کرنا بزدلی کو دور کرنے والی چیز اور وقار کے زیادہ مناسب ہے اور اپنے علم کو ٹیڑھا نہ ہونے دو اس کو تنہا نہ چھوڑو اور اسے صرف بہادروں ہی کے ہاتھوں میں قرار دو کیونکہ جو عزت وحرمت کی حفاظت اور جو شدائد کے آنے پر صبر کرتے ہیں وہی نگہبان ہیں جو جھنڈوں کو گھیرے رہتے ہیں اور انہیں دشمنوں کے نرغے سے نکال لاتے ہیں خدا رحم کرے اس شخص پر جو اپنے بھائی کی مدد کرے اور اپنے مدمقابل کو اپنے بھائی کے سپرد نہ کرے ورنہ اس کے خلاف اس کے بھائی کے مدمقابل جمع ہو جائیں گے تو وہ اس سے گناہ کا مرتکب ہوگا اور اس کی پستی اس پر آئے گی اور خدا کی ناراضگی کے لیے اپنے آپ کو پیش نہ کرو اور نہ

موت سے بھاگو، کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ

قل لن ینفعکم القرار ان فررتم من الموت او القتل و اذا لاتمتعون للا قلیلا

ترجمہ ''بھاگنا ہرگز فائدہ نہ دے گا اگر تم موت یا قتل سے بھاگے اس وقت تم نہیں فائدہ اٹھاؤ گے مگر کم''

خدا کی قسم! اگر تم دنیا کی تلوار سے بھاگے تو آخرت کی تلوار سے سالم نہیں رہو گے پس مدد طلب کرو صبر، نماز اور سچی نیت سے کیونکہ صبر کے بعد اللہ تعالیٰ نصرت و مدد نازل فرماتا ہے۔

خطبہ نمبر ۲۲

آپؑ کا کلام ہے اسی معنیٰ و مفہوم میں ہے قوم حق کی طرف لوٹنے والی نہیں اور نہ ہی عادلانہ بات کو قبول کرنے والی جب تک کہ انہیں مارا نہ جائے ہراول دستہ لے کر کہ جس کے پیچھے پورا لشکر ہوا ان کو سنگسار کیا جائے ایسے دستوں سے کہ ان کے ساتھ ہی ہر طرف کا لشکر ہو یہاں تک کہ ان کے شہر پر کھینچ لایا جائے لیکر کہ ان سے متصل دوسرا لشکر ہو۔ اس طرح ہو کہ آواز دے رہے ہوں گھوڑے ان کی زمین کے نواحی اور ان کی زمین کے چراگاہوں کے اطراف میں اور ان پر ہر طرف سے حملے کئے جائیں اور ان پر جھنڈے لہرائے جائیں ان سے ملاقات کرے ایسی قوم جو زیادہ سچی اور زیادہ صابر ہو کہ جن کے قتل ہونے والوں کی ہلاکت و موت اللہ کی راہ میں زیادہ نہ کرے مگر اللہ کی اطاعت میں کوشش کرنے کو اور خدا کی ملاقات کے شوق کو خدا کی قسم ہم نبی کریمؐ کے ساتھ ہوتے تھے تو ہمارے باپ بیٹے بھائی چچا مارے جاتے تھے تو اس سے ہم میں زیادتی نہ ہوتی تھی مگر ایمان و تسلیم کی، درد کی تکلیف برداشت کر کے آگے بڑھنے کی دشمن سے جہاد کرتے ہیں جرأت کی اور مد مقابلوں کے ساتھ مقابلہ کرنے میں استقلال کی ایک شخص ہم میں سے اور ایک ہمارے دشمنوں میں سے، وہ ایک دوسرے پر دو سانڈوں کی طرح حملہ کرتے وہ ایک دوسرے کی جان چھین لینا چاہتے اس طرح کہ کون دوسرے کو موت کا پیالہ پلاتا ہے پس کبھی ہمارے نفع میں ہوتا تھا ہمارے دشمن سے اور کبھی ہمارے دشمن کے نفع میں ہوتا ہے ہم سے، پس جب خدا نے ہمیں زیادہ صبر کرنے والا زیادہ سچا دیکھا تو ہمارے دشمن پر لکھا ہوا عذاب نازل کیا اور ہم پر نصرت و مدد نازل کی مجھے اپنی جان کی قسم اگر ہم بھی آتے اسی طرح کہ کون دوسرے کو موت کا پیالہ پلاتا ہے پس کبھی ہمارے نفع میں ہوتا تھا ہمارے دشمن سے اور کبھی ہمارے دشمن کے نفع میں ہوتا ہم سے، پس جب خدا نے ہمیں زیادہ صبر کرنے والا زیادہ سچا دیکھا تو ہمارے دشمن پر لکھا ہوا عذاب نازل کیا اور ہم پر نصرت و مدد نازل کی مجھے اپنی جان کی قسم اگر ہم بھی آتے اسی طرح جس طرح تم آئے ہو تو دین قائم نہ ہو سکتا اور نہ اسلام کو غلبہ حاصل ہو سکتا

خدا کی قسم تم اس سے زیادہ خون دھوتے رہو گے یاد رکھو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔

خطبہ نمبر ۲۳

آپؑ کا کلام ہے کہ جب آپؑ کے اصحاب صفین کی جنگ سے واپس آئے جس وقت انہیں معاویہ نے قرآن بلند کر کے دھوکہ دیا اور وہ جنگ سے واپس آ گئے تم نے ایسا کام کیا ہے کہ جس نے اسلام کی قوتوں کو ہلا دیا ہے اور اس کی طاقت کو گرا دیا ہے اور اسے کمزوری اور ذلت وراثت میں دیدی ہے جب تم فتح مندی کی بلندی کو پا رہے تھے اور تمہارے دشمن کو ہلاکت کا خوف ہوا اور قتل نے اس کا دل توڑ دیا تھا تو انہیں زخم کا درد بھی محسوس ہونے لگا تو انہوں نے قرآن نیزوں پر بلند کر دیئے اور تمہیں اس کی طرف بلایا جو مصائب میں ہے تا کہ وہ تمہیں اپنے سے پھیر کر تمہارے اور اپنے درمیان جنگ ختم کر دیں اور مکاری سے تمہیں گردش زمانہ کا منتظر ٹھہرائیں پس نہیں ہو تم جب کہ تم نے اتفاق کر لیا ہے اس پر جسے وہ چاہتے تھے اور تم نے انہیں دیدیا ہے جس کا وہ مطالبہ کرتے تھے مگر دھوکہ کھاتے ہوئے خدا کی قسم میں گمان نہیں کرتا کہ اس کے بعد تم ہدایت پر موفق ہوسکو اور نہ ہی ہوشیاری اور عقل مندی پاؤ گے۔

خطبہ نمبر ۲۴

حضرتؑ کا کلام ہے صلح اور تحکیم کی تحریر لکھے جانے کے بعد جب کہ اہل عراق میں اس سلسلہ میں اختلاف ہو گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم نہ میں راضی تھا اور نہ میں پسند کرتا تھا کہ تم راضی ہو جاؤ پس جب تم نے انکار کیا مگر اس سے کہ تم راضی ہو جاؤ تو میں بھی راضی ہو گیا اور جب میں راضی ہو گیا تو اب رضا کے بعد رجوع اور اقرار کے بعد تبدیلی نہیں ہوسکتی مگر یہ کہ ہم عہد و پیمان توڑ کر خدا کی نافرمانی کریں اور اس کی کتاب سے تجاوز کریں پس اس وقت اس کے ساتھ جنگ کرو جو خدا کے حکم کو چھوڑ دے اور باقی رہا وہ جو تم ذکر کرتے ہو اشتر کے متعلق کہ اس نے کتاب میں اپنے ہاتھ سے لکھ کر میرے حکم کو چھوڑ دیا اور اس کی مخالفت کی ہے کہ جس پر میں ہوں تو وہ ایسے لوگوں میں سے نہیں اور نہ مجھے اس سے کوئی خطرہ ہے کاش تم میں اس جیسے دو اشخاص ہوتے بلکہ کاش تم میں اس جیسا ایک شخص ہوتا کہ جس کی رائے تمہارے دشمن کے بارے میں اس جیسی ہوتی تو پھر تمہارا بوجھ مجھ سے کم ہو جاتا اور میں امید رکھتا کہ تمہارے ٹیڑھے پن کچھ درست اور سیدھے ہو جاتے اور میں نے تمہیں منع کیا تھا اس سے کہ جو تم لائے ہو تو تم نے میری نافرمانی کی اور میں اور تم اس طرح تھے جیسے قبیلہ ہوازن کا شعر کہتا ہے

وهل انا لامن غزيه ان غوت

غويت وان ترشد غزية ارشد

''اور نہیں ہوں میں مگر غزیہ قبیلہ سے اگر قبیلہ غزیہ گمراہ ہو جائے تو مجھے گمراہ ہونا پڑتا ہے اگر وہ ہدایت پالے تو میں ہدایت پالیتا ہوں۔''

خطبہ نمبر ۲۵

آپؑ کا کلام ہے خوارج کے لیے جب آپؑ کوفہ کی طرف واپس آرہے تھے تو کوفہ میں داخل ہونے سے پہلے کوفہ کے نزدیک ارشاد فرمایا حمد وثناء اور اللہ کے رسولؐ پر صلوات کے بعد فرمایا کہ

خدایا یہ وہ مقام ہے کہ جو اس میں کامیاب ہو جائے وہ قیامت کے دن کامیابی کا زیادہ حق دار ہے اور جو اس میں عیب دار ہو جائے یا گناہ کرلے تو آخرت میں زیادہ اندھا اور زیادہ گمراہ ہو جائے گا، میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں علم ہے کہ جب انہوں نے قرآن بلند کیے تو تم نے کہا تھا کہ ہم ان کی دعوت قبول کرتے ہیں مگر میں نے کہا تھا کہ میں اس قوم کو تم سے بہتر جانتا ہوں نہ یہ دیندار ہیں اور نہ ہی یہ قرآن کے ساتھی ہیں میں ان کے ساتھ رہا ہوں اور انہیں بچپن اور جوانی سے جانتا ہوں یہ برے بچے اور برے مرد تھے تم اپنے حق اور سچ پر چلتے رہو، قوم نے یہ قرآن تمہیں دھوکہ دینے، کمزور کرنے اور مکاری کے لیے اٹھائے ہیں پس تم نے تو میری رائے رد کردی اور تم نے کہا کہ نہیں بلکہ ان کی بات قبول کر لی جائے تو میں نے تم سے کہا تھا کہ جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے اور تمہارا میری نافرمانی کرنا اسے یاد رکھنا، تو جب تم نے انکار کیا مگر کتاب کا تو میں نے دو فیصلہ کرنے والے (حکمین) اشخاص پر یہ شرط کی تھی کہ وہ اسے زندہ کریں جسے قرآن زندہ کرے اور اسے ماردیں جسے قرآن ماردے پس اگر دونوں نے حکم قرآن کے مطابق فیصلہ کیا تو ہمیں حق نہیں ہوگا کہ ہم اس کی مخالفت کریں جس نے قرآن کے مطابق فیصلہ کیا اور اگر قرآن کے بغیر فیصلہ کیا تو ہم ان کے حکم سے بری ہوں گے۔

تو آپ سے ایک خارجی نے کہا کہ

ہمیں یہ بتائیے کہ آپ اس کو عدالت کے مطابق خیال کرتے ہیں کہ خون کے سلسلہ میں مردوں کو فیصل بنایا جائے؟

آپؑ نے فرمایا

ہم نے مردوں کو حاکم نہیں بنایا ہم نے تو قرآن کو حاکم بنایا ہے اور یہ قرآن تو ایک لکھی ہوئی تحریر ہے جو دو چمڑے کی جلدوں کے درمیان ہے۔ وہ تو خود نہیں بولتا، اس سے تو آدمی ہی بات کرتے ہیں۔

تو وہ آپ سے کہنے لگا! ہمیں اس مدت کے بارے میں خبر دیں جو آپ نے اپنے اور ان کے درمیان قرار دی ہے۔

آپؑ نے فرمایا

یہ اس لیے ہے کہ............تاکہ جاہل جان سکے اور عالم ثابت قدم ہو جائے اور شاید خدا اس صلح کے زمانہ میں اس امت کے اصلاح کر دے، اپنے شہر میں داخل ہو جاؤ خدا تم پر رحم کرے۔

اور سب نے وہاں سے کوچ کیا۔

خطبہ نمبر ۲۶

اور آپؑ کا کلام ہے جب معاویہ نے عہد و پیمان کو توڑ کر ضحاک بن قیس کو اہل عراق پر غارتگری کے لیے بھیجا اور اس کا سامنا عمرو بن عمیس بن مسعود سے ہوا تو ضحاک نے اسے قتل کر دیا اور اس کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ بھی قتل کر دیئے تو حمد و ثناء الٰہی کے بعد آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ

اے اہل کوفہ نکلو صالح بندے کی طرف اور اپنے اس لشکر کی طرف کہ جس کا کچھ حصہ مارا گیا ہے پس جنگ کرو اپنے دشمن کے ساتھ اور اپنے حریم اور عزت کی حفاظت کرو اگر تم کرنے والے ہو۔

راوی کہتا ہے کہ انہوں نے آپ کو کمزوری کے ساتھ جواب دیا اور آپ نے ان سے عجز اور بزدلی کو دیکھا تو فرمایا:

”خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ تم میں سے ہر آٹھ مردوں کے مقابلہ میں ان میں سے ایک ہوتا افسوس ہے تم پر، میرے ساتھ باہر نکلو پھر مجھے چھوڑ کر بھاگ آنا اگر تمہارا جی چاہے، خدا کی قسم میں اپنے رب کی ملاقات ناپسند نہیں کرتا اپنی نیت اور بصیرت کی بناء پر، اس میں میرے لیے عظیم راحت ہے، تم سے سرگوشی کرنے، تمہاری تکلیف جھیلنے اور تم سے نرمی و مدارات کرنے میں بہتری ہے جس طرح کہ نرمی کی جاتی ہے نوجوان اونٹ سے کہ جس کا کوھان اندر سے زخمی ہو یا مثل پھٹے ہوئے کپڑوں کے کہ جنہیں جب ایک طرف سے پہنا جائے تو دوسرے طرف سے پھٹ جاتے ہیں۔

خطبہ نمبر ۲۷

آپؑ کا کلام ہے قوم کو ابھارنے اور ان کے جہاد میں تاخیر کرنے کے متعلق جب کہ آپؑ کو خبر ملی تھی بسر بن ارطاتہ کے یمن پہنچ جانے کی۔

امابعد اے لوگو! تمہاری قباحت کی پہل اور تمہارے عہد و پیمان کو توڑنے کی ابتداء تب سے ہوئی ہے جب سے تمہارے صاحبان عقل اور تم سے اہل رائے چل دیئے جو کہ ملاقات کرتے تو سچ بولتے، بات کرتے تو عادلانہ گفتگو کرتے اور پکارا جاتا تو لبیک کہتے، میں نے خدا کی قسم تمہیں لوٹتے اور جاتے ہوئے پوشیدہ طور اور علی الاعلان رات، دن اور صبح، شام دعوت دی ہے لیکن میری دعوت تم میں زیادتی نہیں کرتی مگر بھاگنے اور پشت پھیرنے میں کیا تمہیں موعظہ ہدایت وحکمت کی طرف دعوت نفع نہیں دیتی اور میں جانتا ہوں کہ کس چیز سے تمہاری

اصلاح و درستی ہو سکتی ہے اور میرے لیے تمہارا ٹیڑھا پن سیدھا ہو سکتا ہے لیکن خدا کی قسم میں تمہاری اصلاح اپنے نفس کو فاسد کر کے نہیں چاہتا لیکن مجھے تھوڑی سی مہلت دو پس گویا ایک شخص تمہارے پاس آ گیا ہے جو تمہیں محروم کرے گا اور تمہیں عذاب دے گا پھر خدا اسے عذاب دے گا جس طرح وہ تمہیں عذاب دے گا اور مسلمانوں کی ذلت، دین کی تباہی اور ہلاکت میں سے یہ ہے کہ ابوسفیان کی اولاد سخت قسم کے رذیل اور شریر لوگوں کو بلاتی ہے پس وہ ان کا حکم قبول کرتے ہیں اور میں تمہیں بلاتا ہوں حالانکہ تم بہترین لوگ ہو لیکن تم مکر و فریب کرتے ہو اور ایک دوسرے پر کام کو ڈالتے ہو یہ متقی اور پرہیزگاروں کا کام نہیں۔

خطبہ نمبر ۲۸

اور یہ بھی آپؑ کا کلام ہے جو آپؑ کی نصرت سے بیٹھ گئے تھے ان کی سستی اور تاخیر کا ذکر کیا ہے۔

اے وہ لوگو کہ جن کے بدن اکٹھے ہیں اور ان کی خواہشات مختلف ہیں تمہاری گفتگو تو سخت پتھروں کو گرا دیتی اور تمہارے کام تمہارے شکی دشمن کو تم میں طمع دلاتے ہیں تم مجالس میں تو کہتے ہو ایسا ویسا اور جب جنگ سر پر آ جاتی ہے تو کہتے ہو ہٹو بھاگو، اس کی دعوت میں عزت نہیں جو تمہیں بلائے اور نہ راحت محسوس کرتا ہے اس کا دل جو تمہیں برداشت کرے، گمراہیوں کی تاویلیں ہیں تم نے مجھ سے تاخیر کا سوال کیا جس طرح ٹال مٹول مقروض کرتا ہے، ذلیل شخص ظلم کو نہیں روک سکتا اور حق کو کوشش کے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا، اپنے اس گھر کے علاوہ کس گھر کی حفاظت کرو گے یا میرے بعد کس امام کی تقلید میں جنگ کرو گے خدا کی قسم دھوکہ کھائے ہوئے ہے۔ وہ جسے تم دھوکہ دو، جو تمہاری وجہ سے کامیاب ہو جائے وہ ناامید تیر کے ساتھ کامیاب ہونے والے کی طرح ہے، میں نے صبح کی ہے خدا کی قسم میں تمہارے قول کی تصدیق نہیں کرتا اور نہ تمہاری نصرت و مدد کا مجھے لالچ ہے خدا میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے اور تمہارے بدلے وہ کچھ دے جو میرے لیے تم سے بہتر ہے خدا کی قسم، میں دوست رکھتا ہوں کہ مجھے تم میں سے دس کے بدلے بنی فراس بن غنم کا ایک مرد مل جائے تبادلہ ہو دینار کا درہم کے بدلے!!

خطبہ نمبر ۲۹

یہ کلام بھی آپؑ کا اسی معنی میں ہے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد

میں گمان نہیں کرتا مگر یہ کہ یہ قوم یعنی اہل شام تم پر غلبہ پالیں گے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ اے امیر المومنینؑ یہ کیسے فرمایا؟ فرمایا کہ

میں دیکھتا ہوں کہ ان کے معاملات اونچے جا رہے ہیں اور تمہاری آگ بجھی پڑی ہے، میں انہیں کوشش کرتے ہوئے دیکھتا ہوں اور تمہیں سستی کرتے ہوئے، انہیں مجتمع اور متفق اور تمہیں منتشر و مختلف، انہیں دیکھتا ہوں

کہ وہ اپنے ساتھی کی اطاعت کرتے ہیں اور تم میری نافرمانی کرتے ہو اور یاد رکھو خدا کی قسم اگر وہ تم پر غالب آ گئے تو انہیں برے مالک وسردار پاؤ گے میرے بعد، گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں اور وہ تمہارے شہروں میں تمہارے شریک ہو چکے ہیں اور تمہارا مال فیئی مال غنیمت اپنے شہروں کی طرف اٹھا کر لے جا چکے ہیں۔

گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ اس طرح آواز نکالتے ہو جس طرح کہ سوسمار کی آواز ہوتی ہے یعنی اس کی سرسراہٹ کی آواز ہوتی ہے نہ کوئی حق لے سکو گے اور نہ اللہ کی کسی محترم شے کی حفاظت کر سکو گے، میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمہارے نیک اور صالح لوگوں کو قتل کر رہے ہیں اور تمہارے آدمیوں کو ڈراتے ہیں، تمہیں محروم رکھتے ہیں اور تمہیں پردوں کے پیچھے اور تمہارے علاوہ دوسرے لوگوں کو قریب کرتے ہیں پس اگر تم اپنی محرومی، تلواروں کا پڑنا اور خوف کا نازل ہونا دیکھ لو تو پھر پشیمان ہو گے اور اپنے جہاد میں کوتاہی کرنے پر تمہیں حسرت اور ندامت ہو گی، اور تمہیں یاد آئیں گے یہ راحت وآرام جن میں آج تم ہو لیکن اس وقت یاد دھانی نفع وفائدہ نہ دے گی۔

خطبہ نمبر ۳۰

اور آپ کا کلام ہے جب معاویہ نے صلح کی شرط توڑ دی اور وہ اہل عراق پر غارتگری کرنے لگا تو آپ نے حمد وثناء رب جلیل کے بعد فرمایا کہ

معاویہ کو کیا ہو گیا خدا اس کو قتل کرے اس نے میرے متعلق ایک امر عظیم کا ارادہ کیا ہے وہ چاہتا ہے کہ میں اس طرح کروں کہ جس طرح وہ کرتا ہے پس میں ہو جاؤں عہد و ذمہ کی ہتک حرمت کرنے والا اور عہد و پیمان توڑنے والا اور وہ اس کو میرے خلاف حجت قرار دے تا کہ قیامت تک مجھ پر یہ عیب رہے جب بھی میرا ذکر کیا جائے، اگر اس سے کہا جائے کہ اس کی ابتداء تو تو نے کی ہے تو وہ کہتا ہے مجھے تو پتہ نہیں اور نہ میں نے حکم دیا پس کوئی کہتا ہے کہ اس نے سچ بولا اور کوئی کہتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا

یاد رکھو بے شک خدا مہلت دینے والا اور عظیم حلم و بردباری والا ہے اس نے پہلے لوگوں میں سے بہت سے فرعونوں کے ساتھ حلم وبردباری برتی اور کچھ پر عتاب کیا ہے پس اگر اس کو اس نے مہلت دے رکھی ہے تو یہ اس سے ہرگز چھوٹ کر نہیں نکل سکتا اور وہ اس کی گھات میں اس کے گزرنے کے راستہ پر ہے، پس کرتا پھرے جو اس کے جی میں آئے ہم اپنے ذمہ کی خلاف ورزی نہیں کریں گے اور اپنے عہد و پیمان کو نہیں توڑیں گے اور ہم کسی مسلمان کو اور کسی ذمی کو جب تک صلح کی شرط ہمارے درمیان ختم نہ ہو جائے انشاءاللہ خوف زدہ نہیں کریں گے۔

خطبہ نمبر ۳۱

اور آپؑ کا کلام ہے ایک دوسرے مقام پر

حمد ہے اللہ کے لیے اور سلام ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، اما بعد!

بے شک رسول اللہؐ نے مجھے اپنا بھائی بنانے کے لیے پسند فرمایا اور مجھے اپنا مخصوص وزیر بنایا۔ اے لوگو میں ہدایت کی ناک اور اس کی دونوں آنکھیں ہوں، پس تمہیں ہدایت کی راہ سے وحشت نہ ہو ان لوگوں کی کمی کے سبب جو اس پر چلتے ہیں اور یہ گمان کرے کہ میرا قاتل مومن ہے تو اس نے مجھے قتل کیا یاد رکھو کہ ہر خون کا کسی نہ کسی دن بدلہ لینے والا ہے اور ہمارے خون کا بدلہ لینے والا اپنے نفس کے حق میں اور ذوی القربی یتامی مساکین اور ابن سبیل کے حق میں وہ ہے کہ جسے عاجز نہیں کرسکتا وہ جسے وہ طلب کرے اور نہ اس سے نکل کر جاسکتا ہے وہ جو بھاگ جائے "وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون" اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس پلٹنے کی جگہ پلٹ جائیں گے اور میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ جس نے دانہ کو شگافتہ اور انسان کو پیدا کیا، البتہ تمہیں خلافت پر قتل کیا جائے گا اے بنی امیہ اور تم ضرور جان لو گے کہ وہ تمہارے غیر کے ہاتھوں میں ہے اور تھوڑے عرصہ بعد وہ تمہارے دشمن کے گھر میں ہے اور عنقریب اس کی خبر تمہیں معلوم ہو گی۔

خطبہ نمبر ۳۲

اور آپؑ کا کلام گذشتہ امور کے بارے میں ہی ہے کہ

اے اہل کوفہ! اپنے دشمن معاویہ اور اس کے پیروکاروں سے جہاد کرنے کی تیاری کرو اس پر وہ کہنے لگے کہ اے امیر المومنینؑ! ہمیں مہلت دیں کہ ہم سے سردی جاتی رہے تو آپؑ نے فرمایا! یاد رکھو قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے دانہ کو شگافتہ اور نفس انسانی کو پیدا کیا البتہ یہ قوم ضرور تم پر غلبہ حاصل کرے گی نہ اس لیے کہ وہ تم سے زیادہ حق پر ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ معاویہ کی اطاعت کرتے ہیں اور تم میری نافرمانی کرتے ہو، خدا کی قسم یہ حقیقت ہے کہ تمام امتوں نے صبح کی ہے کہ وہ اپنے حاکموں کے ظلم سے ڈرتے ہیں اور میں نے صبح کی ہے کہ میں اپنی رعیت کے ظلم سے ڈرتا ہوں میں نے تم میں سے کچھ افراد کو عامل بنایا تو انہوں نے خیانت کی اور دھوکہ دیا۔ بعض نے مسلمانوں کے مال غنیمت کو جمع کیا کہ جس پر میں نے انہیں امین بنایا تھا وہ اسے اٹھا کر معاویہ کے پاس لے گیا اور دوسرا اپنے گھر میں اٹھا کر لے گیا قرآن کو حقیر سمجھتے ہو اور رحمن پر جرأت کرتے ہوئے یہاں تک کہ میں اگر تم میں سے کسی کو چابک کی لٹکانے والی رسی کا امین بناؤں تو خیانت کرے تم نے تو مجھے عاجز کر دیا ہے۔ پھر آپؑ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور فرمایا خدایا! میں ان لوگوں کے درمیان زندگی گزارنے سے تھک چکا اور امید کرکے زچ ہو گیا ہو، پس میرے لیے میرے ساتھی کو تیار کر اور مقدر کردے تاکہ میں ان سے راحت و آرام پاؤں اور مجھ سے انہیں راحت ملے اور یہ میرے بعد ہرگز فلاح نہ پائیں۔

خطبہ نمبر ۳۳

آپؑ کا کلام ہے ایک دوسرے مقام پر میں تمہیں اس قوم سے جہاد کے لیے ابھار چکا تم اس کے لیے تیار

نہیں ہوئے ہیں تمہیں پکار چکا تم نے لبیک نہیں کہی، میں نے تمہیں نصیحت کی اور تم نے قبول نہیں کی، تم حاضر ہو غائبین کی طرح، میں حکمت تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں اور تم اس سے منہ پھیر لیتے ہو، میں تمہیں مقصد تک پہنچانے والا موعظہ کرتا ہوں تم اس سے نفرت کرتے ہو **کانکم حمر مستنفرہ فرت من قسورۃ** گویا تم گدھے ہو جو تیز چل رہے ہو شیر سے بھاگتے ہوئے اور میں تمہیں ابھارتا ہوں اہل جور وستم کے خلاف جہاد کرنے پر تو میں اپنی گفتگو میں آخری بات تک نہیں پہنچتا کہ تمہیں دیکھتا ہوں کہ متفرق ہو گئے ہو، سبا کے ہاتھوں (بیٹوں) کی طرح اپنی مجلسوں کی طرف پلٹ کے جاتے ہو تو گول حلقے بنا کے بیٹھتے، ضرب المثلیں بیان کرتے اشعار پڑھ کے سناتے ہو اور اخبار میں تجسس و جستجو کرتے ہو یہاں تک کہ جب متفرق ہو جاتے ہو تو اشعار کے متعلق سوال کرتے ہو بغیر علم کے جہالت اور بغیر ورع و پرہیز گاری کے غفلت ہے اور روکتے ہو بغیر خوف کے تم جنگ کو اور اس کی تیاری کو بھول چکے ہو پس تمہارے دل اس سے تو فارغ ہو چکے ہیں، انہیں حیلے بہانے اور باطل افسانوں میں مشغول کر رکھا ہے پس تعجب اور پورا تعجب ہے اور مجھے کیا ہے کہ میں تعجب نہ کروں اس قوم کے باطل پر متجمع ہو جانے اور تمہارے ایک دوسرے کی اپنے حق کے حصول میں مدد نہ کرنے پر، اے اہل کوفہ! تمہاری مثال اس سخت مزاج ماں کی سی ہے جو حاملہ ہو گئی ہو پس اس کا حمل ساقط ہو جائے اور اس کا شوہر مر جائے پس اس کی بیوگی طویل ہو جائے اور اس کا بعید ترین رشتہ دار اس کا وارث ہو قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے دانہ کو شگافتہ اور انسان کو پیدا کیا، بے شک تمہارے پیچھے ہے کانا زخمی پیٹھ والا دنیا کا جہنم جو نہ کچھ باقی رکھے گا اور نہ کچھ باقی چھوڑے گا اور اس کے بعد ہے زیادہ دانتوں سے کاٹنے والا تیز فہم زیادہ جمع کرنے والا اور بھلائی کو زیادہ روکنے والا پھر تمہارے وارث بنیں گے بنی امیہ میں سے ایسے کہ جن کا آخری پہلے سے زیادہ مہربان نہیں ہو گا سوائے ایک مرد کے، ایک ابتلاء اور مصیبت ہے کہ جس کا فیصلہ اللہ نے اس امت کے لیے کر دیا ہے جو ضرور ہو کر رہے گا بنی امیہ تمہارے بہترین لوگوں کو قتل کریں گے اور کمینے اور پست لوگوں کو اپنا غلام بنا لیں گے اور تمہارے آراستہ کمروں میں سے خزانے اور ذخیرے نکال کر لے جائیں گے یہ بطور سزا ہے جو تم نے اپنے امور اپنے نفسوں کی درستی اور اپنے دین کو ضائع کر دیا اے اہل کوفہ! میں تم کو خبر دیتا ہوں اس کی جو ہونے والا ہے اس کے ہونے سے پہلے تا کہ تم اس سے رو اور اپنا بچاؤ کر لو تا کہ تم اسے ڈراؤ جو نصیحت حاصل کرے اور عبرت پکڑے گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم کہو گے کہ علی جھوٹ بولتا ہے جیسا کہ قریش اپنے نبیؐ اور سردار نبی رحمت حضرت محمدؐ بن عبداللہ خدا کے حبیب کے بارے میں کہتے تھے ہائے تم ہلاک ہو جاؤ میں کس پر یہ جھوٹ بولتا ہوں، کیا خدا پر؟ تو میں پہلا شخص ہوں جس نے اس کی عبادت کی ہے اور اس کی توحید کا اقرار کیا ہے، حالانکہ میں پہلا شخص ہوں جو نبی کریمؐ پر ایمان لایا جس نے آپ کی تصدیق کی اور آپؐ کی نصرت و مدد کی، ہرگز نہیں خدا کی قسم لیکن یہ دھوکہ دینے والی بات ہے کہ جس سے تم مستغنی ہو، قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے دانہ کو شگافتہ اور انسان کو پیدا کیا تم ضرور اس خبر کو جان لو گے ایک وقت کے بعد

اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ تمہاری جہالت تمہیں اس تک پہنچا دے گی جہاں اس وقت اس کا جاننا تمہیں نفع نہیں دے گا پس برا ہو تمہارا اے مردوں کی شباہت رکھنے والے جو کہ مرد نہیں ہو تمہاری تو بچوں اور عورتوں والی عقل ہے یادرکھو خدا کی قسم اے وہ کہ جن کے بدن حاضر اور عقل غائب ہو چکی ہیں جن کی خواہشات مختلف ہیں، خدا اس کی نصرت کو عزت وغلبہ نہیں دیتا جو تمہیں پکارے اور نہ اس کے دل کو آرام پہنچ سکتا ہے جو تمہیں برداشت کرے اور نہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی جو تمہیں ملجا وماویٰ قرار دے تمہاری گفتگو تو بہت سخت پتھروں کو اپنی جگہ سے گرا دیتی ہے، لیکن تمہارے کام تو تمہارے شکی دشمنوں کو طمع دلاتے ہیں، اے وہ کہ جن پر تعجب ہے کہ اپنے گھر کے بعد کس گھر کی حفاظت کرو گے اور میرے بعد کس امام کی معیت میں جنگ کرو گے خدا کی قسم دھوکہ کھایا ہوا ہے وہ جسے تم دھوکہ دو اور جو تمہارے ساتھ کامیابی حاصل کرے تو اس نے ناامیدی کے تیر سے کامیابی حاصل کی ہے میں نے صبح کی ہے جب کہ مجھے تمہاری مدد کی طمع نہیں اور نہ میں تمہاری بات کی تصدیق کرسکتا ہوں خدا میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے اور تمہارے بدلے مجھے وہ دے جو میرے لیے تم سے بہتر ہوں اور میری جگہ پر تمہیں وہ دے جو تمہارے لیے برا ہو، تمہارا امام اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو، اہل شام کا امام اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ معاویہ مجھ سے تمہارا تبادلہ کرلے، مثل تبادلہ دینار کا درہم کے ساتھ تم سے دس لے لے اور ان میں سے ایک دے دے خدا کی سم میں دوست رکھتا ہوں کہ میں نے تمہیں نہ پہچانا ہوتا اور نہ تم مجھے پہچانتے، پس یہ ایسی پہچان ہے جو پشیمانی اور ندامت کو کھینچ لائی ہے تم نے غصہ سے میرے سینہ کو خراب کر دیا ہے اور میرا معاملہ مجھ پر مدد چھوڑ دینے اور نافرمانی کرنے کی وجہ سے فاسد کر دیا ہے یہاں تک کہ قریش یہ کہنے لگے ہیں کہ علی ہے تو مرد بہادر لیکن اسے جنگ کرنا نہیں آتا، اللہ ان کو سمجھے کیا ان میں سے کوئی مجھ سے زیادہ جنگ کا طویل تجربہ رکھتا ہے اور اس کی سختیوں کو زیادہ جھیلنے والا ہے یہ حقیقت ہے کہ میں اس وقت جنگ میں مصروف ہوا جب میں بیس سال کا نہیں ہوا تھا اور یہ لوگ اب تو میری عمر ساٹھ سال سے زائد ہو چکی ہے لیکن اس کا حکم بیکار ہے جس کی اطاعت نہ کی جائے، خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ خدا مجھے تمہارے درمیان سے نکال دے اور لے جائے اپنے رضوان کی طرف اور موت میری منتظر ہے پس کس چیز نے روک رکھا ہے اس امت کے شقی ترین کو کہ وہ اس کو خصاب کرے اور آپ نے اپنا ہاتھ سر اور ریش مبارک پر پھیرا، یہ ایک عہد و پیمان ہے جو کہ نبی امی نے مجھ سے کیا اور ناامید و نامراد ہے وہ جو افتراء پردازی کرے (جھوٹ باندھے) اور نجات پاتا ہے وہ جو تقویٰ اختیار کرے اور نیکی کی تصدیق کرے اے اہل کوفہ میں نے تمہیں اس قوم سے جنگ کے لیے (جہاد کے لیے) خلوت وجلوت اور رات دن میں پکارا میں نے تم سے کہا کہ ان سے جنگ کرو اس سے پہلے کہ وہ تم سے جنگ کریں کیونکہ جس قوم سے ان کے گھر کے وسط میں جنگ کی گئی وہ ذلیل ہی ہوئی مگر تم نے ایک دوسرے پر اسے ٹالا اور ایک دوسرے کی مدد نہ کی، میری بات تم پر بوجھ بن گئی اور

میری حکومت تم پر سخت ہوگئی اور تم نے اسے پس پشت ڈال دیا یہاں تک کہ تم پر حملہ کیا گیا اور تم میں فاحشات اور برائیاں ظاہر ہوگئیں جو کہ صبح شام تم سے ہوتی ہیں جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر کیا گیا کہ جن کو عبرتناک سزائیں دی گئیں جہاں خدا خبر دیتا ہے جابر، سرکش اور طاغوتوں سے اور جنہیں گمراہوں میں سے کمزور کردیا گیا تھا۔

یذبحون ابناء کم ویستحیون نساء کم وفی ذلکم بلا من ربکم عظیم

''وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہتے دیتے تھے اور اس میں ایک عظیم آزمائش سے تمہارے رب کی طرف سے۔''

یادرکھو قسم ہے اس کی جس نے دانہ کو شگافتہ اور انسان کو پیدا کیا یہ حقیقت ہے کہ تم پر وہ کچھ نازل ہو چکا کہ جس کا تم سے وعدہ کیا یا میں نے تمہیں اے اہل کوفہ سرزنش کی مواعظ قرآن کے ساتھ پس مجھے تم سے کوئی نفع نہ ہوا میں نے تمہاری درہ سے تادیب کی تو بھی تم سیدھے نہ ہوئے میں نے تمہیں اس کوڑے سے سزا دی کہ جس سے حدود قائم کی جاتی ہیں پس تم نہیں ڈرے البتہ میں جانتا ہوں اس چیز کو جو تمہاری اصلاح کرسکتی ہے اور وہ تلوار ہے اور میں تمہاری اصلاح اس سے نہیں کرنا چاہتا جس سے میرے نفس میں فساد پیدا ہو لیکن عنقریب تم پر ایسا سخت بادشاہ مسلط ہوگا کہ جو نہ تمہارے بڑے کی عزت و توقیر کرے گا اور نہ تمہارے چھوٹے پر رحم کھائے گا نہ تمہارے عالم کی عزت کرے گا اور نہ مال غنیمت تم میں مساویانہ طور پر تقسیم کرے گا اور وہ تمہیں ضرور تلوار مارے گا اور ذلیل ورسوا کرے گا تمہیں جنگوں میں تیار کرکے بھیجے گا، تمہارے راستے کاٹ دے گا اور اپنے دروازے پر تمہارے لیے دربان مقرر کرے گا یہاں تک کہ تمہارا اقوی ضعیف کو کھائے گا پھر خدا دور نہ کرے مگر اس کو جو تم میں سے ظلم کرے اور بہت کم ہے کہ کوئی چیز پشت پھیر لینے کے بعد پھر آگے بڑھے اور میں تمہیں فترۃ (نبی سے خالی زمانہ) کے زمانہ میں گمان کرتا ہوں اور مجھ پر فرض نہیں ہے مگر تمہیں نصیحت کرنا۔

اے اہل کوفہ! میں تم میں تین اور دو چیزوں کے درمیان مبتلا ہوں، کان رکھتے ہوئے بہرے ہو اور زبانیں رکھنے کے باوجود گنگ ہو آنکھیں ہونے کے باوجود اندھے ہو، نہ جنگ کے وقت اور نہ مصیبت و آزمائش کی گھڑی میں قابل وثوق بھائی ہو، خدایا! میں نے انھیں رنجیدہ و ملول کیا ہے اور انہوں نے مجھے ناراض کیا ہے میں ان سے تھک گیا ہوں اور یہ مجھ سے تھک چکے ہیں۔ خدایا ان سے کسی امیر کو راضی اور خوش نہ رکھنا اور نہ ہی انہیں کسی امیر پر خوش رکھنا (نہ کوئی امیر انہیں پسند کرے اور نہ یہ کسی امیر کو اچھا پائیں) اور پگھلا دے ان کے دلوں کو جس طرح کہ نمک پانی میں پگھل جاتا ہے، خدا کی قسم اگر میرے پاس چارہ ہوتا تم سے کلام کرنے اور تم سے خط و کتابت کرنے کا تو میں نہ کرتا اور میں نے تمہیں سرزنش کی تمہاری ہدایت کے لیے یہاں تک کہ میں زندگی سے تنگ آگیا ہوں، تم حق

سے بھاگنے اور باطل کی طرف رجحان رکھنے کی وجہ سے ہر بات کا مذاق اڑاتے ہو جن سے اللہ دین کو عزت نہیں دیتا اور میں جانتا ہوں کہ خسارہ کے علاوہ تم مجھے اور کچھ نہیں دے سکتے جب بھی میں تمہیں دشمن سے جنگ کرنے کا حکم دیتا ہوں تو زمین پر بوجھل بن کر بیٹھ جاتے ہو اور مجھ سے تاخیر کا مطالبہ کرتے ہو ٹال مٹول کرنے والے مقروض کے چھٹکارا پانے کی طرح جب میں سردیوں میں تم سے کہتا ہوں کہ چلو تو تم کہتے ہو کہ یہ ٹھنڈک اور سردی کا زمانہ اور اگر گرمیوں میں کہتا ہوں تو تم کہتے ہو سخت گرمی کا زمانہ ہے ہمیں مہلت دیجئے کہ گرمی ختم ہو جائے یہ سب کچھ جنت سے بھاگنا ہے جب تم سردی اور گرمی سے عاجز ہو تو خدا کی قسم پھر تلوار کی گرمی سے تو بہت عاجز ہو، ''انا اللہ وانا الیہ راجعون'' پس ہم اللہ کے لیے ہیں اور اس کی طرف لوٹ جائیں گے۔

اے اہل کوفہ میرے پاس واضح خبر آئی کہ غامد قبیلہ کا شخص چار ہزار کے لشکر کے ساتھ انبار شہر میں رات کے وقت آ پڑا ہے اس نے شب خون مارا ہے جس طرح روم اور خزر پر شب خونی ڈالی جاتی ہے پس وہاں کے میرے عامل حسان اور اس کے ساتھ کچھ نیک اور صالح لوگوں کو قتل کیا ہے جو صاحب فضیلت وعبادت وشجاعت تھے خدا انہیں جنات نعیم میں جگہ دے اور اس نے میرے اس شہر کو مباح قرار دیا ہے (ہر طرح کی لوٹ مار جائز قرار دی ہے) مجھے یہ بھی خبر ملی ہے کہ اہل شام کا ایک گروہ بلا امتیاز ایک مسلمان عورت اور ذمی عورت کے گھر میں گھس رہے ہیں، وہ اس کی پردہ دری کرتے اس کے سر سے اوڑھنی اتارتے کان سے بالیاں نوچتے ہاتھوں و پاؤں و بازوؤں سے زیور اتارتے، پازیب اور چادر اس کی پنڈلی سے کھینچتے ہیں پس وہ نہیں روک سکتی سوائے رحم کی اپیل کرنے اور مسلمانوں کو پکارنے کے لیکن اے مسلمانو اس کی فریاد کو کوئی نہیں پہنچتا ہے اور نہ کوئی مدد کرنے والا اس کی مدد کرتا ہے اور اگر کوئی مومن افسوس کے مارے اس کے سامنے مر جائے تو وہ میرے نزدیک قابل ملامت نہیں بلکہ وہ میرے نزدیک نیک اور اچھا کام کرنے والا ہے ہائے تعجب بالائے تعجب کہ یہ قوم باطل پر ہونے کے باوجود کامیاب ہے اور تم اپنے حق کے حاصل کرنے سے کمزور ہو تم نشانہ بن چکے ہو کہ جس کو مارا جاتا ہے لیکن تم نہیں مار سکتے، تم سے جنگ کی جاتی ہے اور تم جنگ نہیں کرتے اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے اور تم خوش ہو تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، اے اونٹوں کی مانند کہ جن کا چرواہا گم ہو گیا ہو جب انہیں ایک طرف سے اکھٹا کیا جائے تو دوسری طرف سے منتشر ہو جاتے ہیں۔

خطبہ نمبر ۳۴

یہ آپ کا کلام ہے کہ جس میں اپنے اعداء کے ظلم اور آپ کو آپ کے حق سے دور رکھنے والوں کی کارکردگی کا اظہار ہے کہ جسے عباس بن عبداللہ عبدی نے عمرو بن شمر سے اس نے اپنے لوگوں سے روایت کیا ہے راوی کہتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے امیر المومنینؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

جب سے اللہ نے محمدؐ کو بھیجا میں نے زندگی کی آسانی نہیں دیکھی اور حمد وشکر ہے اللہ کے لیے خدا کی قسم میں بچپن میں خوفزدہ رہا بڑا ہوا تو جہاد کرتا رہا، مشرکین سے جنگ کی اور منافقین سے دشمنی مول لی یہاں تک کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو اپنے ہاں بلایا اور آپ کی وفات ایک بہت ہی بڑی قیامت ومصیبت تھی پس میں ہمیشہ ڈرتا اور خوفزدہ رہا مجھے یہ خوف ہوتا تھا کہ کوئی ایسی چیز نہ ہو کہ جس کی وجہ سے مجھ میں اس کے ساتھ قیام کرنے کی قدرت نہ ہو الحمدللہ میں نے خیر کے علاوہ کچھ نہ دیکھا خدا کی قسم میں بچپن سے تلوارزنی کرتا رہا یہاں تک کہ میں بوڑھا ہو گیا اور مجھے اس میں یہ بات اطمینان دلاتی ہے باوجود اس حالت میں کہ جس میں تھا کہ یہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا وخوشی میں ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ راحت وآرام بہت جلدی اور قریب ہے کیونکہ میں اس کے اسباب دیکھ رہا ہوں۔ راویان خبر کہتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد آپ کچھ مدت زندہ رہے کہ آپ کو شہید کر دیا گیا اور عبداللہ بن بکیر غنوی نے حکیم بن جبیر سے روایت کی ہے کہ ہم سے اس نے بیان کیا جو مقام رحبہ میں حضرت علی کے ساتھ موجود تھا جب آپ خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے اپنے ارشادات کے درمیان فرمایا کہ

اے لوگو! تم نے انکار کیا مگر یہ کہ میں کہوں یاد رکھو! آسمان اور زمین کے رب کی قسم مجھ کو میرے خلیل (رسول اللہؐ) نے بطور عہد بتایا کہ امت میرے بعد تجھ سے غداری وخیانت کرے گی۔ اسماعیل بن سالم نے ابن ابوادریس اودی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو یہ کہتے سنا کہ جو عہد و پیمان مجھ سے نبی امیؐ نے کیے ان میں یہ بھی تھا کہ امت میرے بعد عنقریب تجھ سے خیانت وغداری کرے گی۔

مجلس شوریٰ کے متعلق کلام

آپؑ کا کلام ہے شوریٰ کے وقت جو ایک گھر میں تھا (یہ چھ افراد کی مجلس شوری عمر نے مقرر کی تھی تا کہ وہ خلیفہ کا انتخاب کرے جسے یحییٰ بن عبدالحمید حمانی نے یحییٰ بن سلمہ بن کھیل سے اس نے اپنے باپ سے جس نے ابوصادق سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب عمر نے خلافت کے انتخاب کو چھ افراد کا شوری قرار دیا اور عمر نے کہا اگر دو آدمی ایک کی بیعت کر لیں اور دوسرے دو ایک کی تو ان تین کے ساتھ ہونا جن میں عبدالرحمن ہے اور ان تین کو قتل کر دینا جن میں عبدالرحمن نہیں ہے تو امیرالمومنینؑ اس گھر سے نکلے جب کہ آپ عبداللہ بن عباسؓ کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابن عباس قوم نے تمہارے ساتھ اس طرح دشمنی کی ہے کہ جس طرح انہوں نے تمہارے نبیؐ سے دشمنی کی تھی ان کی زندگی ہی میں، خدا کی قسم انہیں سوائے تلوار کے حق کی طرف کوئی چیز متوجہ نہیں کرے گی تو ابن عباس نے عرض کیا کہ یہ کیسے تو آپ نے فرمایا کہ تو نے عمر کا قول نہیں سنا کہ اگر دو ایک کی اور دو ایک کی بیعت کریں تو ان تین کا ساتھ دیں جن میں عبدالرحمن ہو اور ان تین کو قتل کر دینا جن میں عبدالرحمن نہ ہو ابن عباس کہنے لگے جی ہاں تو فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عبدالرحمن سعد کی چچا زاد بھائی ہے اور

عثمان اس کا داماد ہے عرض کیا کہ جی ہاں تو آپ نے فرمایا کہ عمر جانتا تھا کہ سعد، عبدالرحمن اور عثمان کی رائے میں اختلاف نہیں ہوگا اور ان میں سے جس کی بیعت کی گئی تو باقی دو اس کے ساتھ ہوں گے اور ان کی مخالفت کرنے والے کے قتل کا حکم دیا اور اس نے پرواہ نہیں کی کہ طلحہ قتل ہوجائے، جب وہ مجھے قتل کردے اور زبیر قتل ہوجائے خدا کی قسم اگر عمر زندہ رہا تو ہمارے متعلق اس کی قدیم وجدید رائے کے بارے اسے بتاؤں گا اور اگر مر گیا تو ضرور مجھے اور اسے جمع کرے گا ایک دن کہ جس میں فصل الخطاب ہوگا یعنی حقیقی فیصلہ۔

عمرو بن سعید نے جیش کنانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب عبدالرحمن نے گھر والے دن یعنی شوری کے دن عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرلی تو امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا کہ تجھے دامادی نے اس پر ابھارا کہ جو تو نے کیا ہے خدا کی قسم تو نے اس سے وہی امید رکھی جو تیرے ساتھی (عمر اپنے ساتھی (ابوبکر) سے تھی۔ اللہ تم دونوں کے درمیان عطر منشم کرے (منشم ایک عطر فروش عورت کا نام تھا جس کا عطر منحوس شمار ہوتا تھا۔ یہاں مراد ہے تمہیں موت آئے۔

خطبہ شقشقیہ

اور اہل نقل نے مختلف طریق سے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں خطبہ شقشقیہ میں امیرؑ کے ساتھ مقام رحبہ میں تھا پس میں نے خلافت کا ذکر چھیڑا اور کہا کہ آپ سے خلافت میں آگے بڑھا جو بڑھا تو آپؑ نے لمبا سانس لیا پھر فرمایا کہ خدا کی قسم فرزند ابوقحافہ نے پیراہن خلافت پہن لیا حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو کہ چکی کے اندر اس کی کیل کا ہوتا ہے میں وہ کوہ بلند ہوں کہ جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گر جاتا ہے اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا (اس کے باوجود) میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکا دیا اور اس سے پہلو تہی کرلی اور سوچنا شروع کردیا کہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا اس بھیانک تیرگی پر صبر کرلوں کہ جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہوجاتا ہے اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے مجھے اس اندھیر پر صبر ہی قرین عقل نظر آیا لہٰذا میں نے صبر کیا حالانکہ آنکھوں میں غبار اندوہ کی خلش تھی اور حلق میں رنج والم کے پھندے لگے ہوئے تھے میں اپنی میراث لٹتے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اپنے بعد خلافت عمر کو دے گیا تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا لیکن اپنے مرنے کے بعد اس کی بنیاد کو دوسرے کے لیے ہموار کر گیا بے شک ان دونوں نے خلافت کے تھنوں کو آپس میں بانٹ لیا پھر حضرت نے بطور تمثل ابن عائشہ کا یہ شعر پڑھا کہ

شتان ما یومی علی کورھا ویوم حیان اخی جابر

"کہاں یہ دن جو ناقہ کے پالان پر کٹتا ہے اور کہاں وہ دن جو حیان برادر جابر کی

صحبت میں گزرتا تھا“

اس نے خلافت کو ایک سخت اور درشت محل میں رکھ دیا جس کے چرکے کاری تھے جس کو چھو کر بھی درشتی محسوس ہوتی تھی جہاں ٹھوکر کھانا زیادہ اور عذر کرنا کم تھا جس کا اس سے سابقہ پڑے وہ ایسے ہے کہ جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے (تو اس کی منہ زوری) سے اس کی ناک کا درمیانی حصہ شگافتہ ہوا جاتا ہے (جس کے بعد مہار دینا ناممکن ہو جاتا ہے) اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑتا ہے تو وہ اس کیساتھ ہلاکت میں پڑ جائے گا اس کے واسطے بقائے ایزدی کی قسم لوگ کجروی، سرکشی اور متلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت آ گیا تو خلافت بطور شوریٰ ایک جماعت میں محدود کر گیا اور مجھے بھی اس جماعت کا ایک فرد خیال کیا۔ اے اللہ مجھے اس شوریٰ سے کیا لگاؤ ان میں سے پہلے دو کے مقابلہ میں ہی میرے استحقاق وفضیلت میں کب شک تھا جو آب ان لوگوں میں بھی شامل کر لیا گیا ہوں مگر میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب وہ زمین کے نزدیک ہو کر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں اور جب وہ اونچے ہو کر اڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں (یعنی حتی الامکان کسی نہ کسی صورت نباہ کرتا رہوں) طویل مصیبت اور مدت کے ختم ہونے تک صبر کرتے ہوئے ان میں ایک شخص تو کینہ وعناد کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا دامادی اور بعض ناگفتہ بہ باتوں کی وجہ سے ادھر جھک گیا یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے سرگین اور چارے کے درمیان کھڑا ہوا اور جلدی کی اس کے ساتھ اس کے بھائی بندوں نے جو اللہ کے مال کو اس طرح نگلتے تھے۔ جس طرح اونٹ فصل ربیع کا چارہ چرتا ہے یہاں تک کہ اس کی شکم پری نے اس کو بٹھا دیا اور اس کے بداعمالیوں نے اس کا کام تمام کر دیا اس وقت لوگوں کے ہجوم نے مجھے دہشت زدہ کر دیا جو میری جانب گروہ در گروہ ہو کر ہر طرف سے بڑھ رہے تھے وہ مجھ سے سوال کرتے تھے کہ میں ان کی بیعت لے لوں یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ کچلے جا رہے تھے اور میری ردا کے دونوں کنارے پھٹے جا رہے تھے مگر اس کے باوجود جب میں امر خلافت کو لے کر اٹھا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ ڈالی اور دوسرا دین سے نکل گیا اور تیسرا گروہ فسق اختیار کر گیا گویا انہوں نے اللہ کا ارشاد سنا ہی نہ تھا کہ یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے قرار دیا ہے جو دنیا میں نہ (بے جا) بلندی چاہتے ہیں اور نہ فساد پھیلاتے ہیں اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے ہاں ہاں خدا کی قسم انہوں نے اس آیت کو سنا تھا اور یاد کیا تھا لیکن ان کی نگاہ میں دنیا کا جمال کھب گیا اور اس کی سج دھج نے انہیں لبھا لیا دیکھو اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہو گئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے اولیاء امر سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی گرسنگی پر سکون سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اس کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخری کو اسی پیالے سے سیراب کرتا جس سے اس کے اول کو سیراب کیا تھا اور وہ اپنی دنیا کو میری نظر میں بکری کی چھینک سے

بھی زیادہ بے اعتناء پاتے۔

ابن عباس کہتے ہیں پس ایک عراقی باشندہ کھڑا ہو گیا اور ایک نوشتہ حضرت کے سامنے پیش کیا تو آپ نے کلام ختم کر دیا ابن عباس کہتے ہیں کہ مجھے کسی کلام کے متعلق اتنا افسوس نہیں ہوا، جتنا افسوس امیر المومنین کے اس کلام کے رک جانے کا ہوا اور جب آپ خط پڑھنے سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ یا امیر المومنینؑ آپ نے جہاں سے خطبہ چھوڑا تھا وہیں سے اس کا سلسلہ آگے بڑھایئے تو آپ نے فرمایا کہ دور چلا گیا دور چلا گیا یہ تو شقشقہ (وشت کا وہ نرم لوتھڑا جو اونٹ کے منہ سے مستی اور ہیجان کے وقت نکلتا ہے) تھا جو ابھر کر دب گیا۔

خطبہ

اور مسعدہ بن صدقہ نے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوعبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ امیر المومنینؑ نے کوفہ میں لوگوں کو خطبہ دیا پس اللہ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا کہ میں بوڑھوں کا سردار ہوں اور مجھ میں جناب ایوبؑ کی سنت ہے اور عنقریب اللہ میرے اہل خانہ کو جمع کرے گا جس طرح یعقوبؑ کے لیے اللہ نے اس کی پراگندگی کو جمع کیا تھا اور یہ اس وقت ہو گا جب فلک نے دور کاٹا اور تم کہنے لگے وہ گم ہو گیا یا ہلاک ہو گیا یاد رکھو اس سے پہلے صبر کو شعار بناؤ اور اللہ کی بارگاہ میں گناہ کا اعتراف کر لو یہ حقیقت ہے کہ تم اپنا تقدس ختم کر چکے، اپنے چراغ بجھا چکے ہو اور اپنی ہدایت کا قلادہ اس کے گلے میں ڈال دیا ہے جو اپنے نفس کے لیے اور نہ تمہارے لیے سننے اور دیکھنے کا مالک ہے، خدا کی قسم طالب ومطلوب دونوں کمزور ہیں اس کو لازم پکڑ و اور اگر تم ایک دوسرے کا سہارا نہ لیتے، اپنے درمیان حق کی نصرت و مدد ترک نہ کرتے اور باطل کو مٹانے میں سستی نہ کرتے تو تم میں وہ لوگ جرأت وشجاعت نہ کرتے جو تمہاری طرح نہیں ہیں اور جو تم پر طاقت ور بن بیٹھا ہے اطاعت کی غضب کرنے پر اور تم میں سے جو اطاعت کے اہل ہیں ان سے اطاعت کو دور کرنے پر قوی اور طاقتور نہ ہوتا تم حیران و پریشان ہو جس طرح بنی اسرائیل موسیٰ کے زمانے میں حیران وسرگرداں تھے میں حق بات کہتا ہوں کہ تم پر میرے بعد میری اولاد پر ظلم کرنے کی وجہ سے کئی گنا حیرانی وسرگردانی آئے گی کئی گنا اس سے کہ جتنے بنو اسرائیل سرگرداں تھے تم نے پہلا پانی پینا مکمل کر لیا اور دوسری سیرابی سے پر ہو چکے ہو، قرآن میں شجرہ ملعونہ کی سلطنت سے حقیقت ہے کہ گمراہی کی طرف بلانے والے پر تمہارا اتفاق ہو گیا اور باطل کی آواز پر جلدی سے تم نے لبیک کہی ہے پھر تم نے حق کی طرف بلانے والے سے غداری وخیانت کی ہے اور تم نے رشتہ توڑ لیا ہے اس سے جو زیادہ قریبی تھا اہل بدر میں سے اور رشتہ جوڑ لیا ہے زیادہ دور والوں میں جو حرب کے بیٹے ہیں اور اگر پگھل گیا وہ جوان کے ہاتھوں میں ہے البتہ جزاء کے لیے لیے ابتلاء و آزمائش کا اور پردہ ہٹنے کا وقت قریب ہے، مدت ختم ہو رہی ہے اور وعدہ قریب آ گیا ہے اور مشرق کی طرف سے ستارہ تمہارے لیے طلوع ہونے والا ہے اور تمہارا چاند ماہ کامل کی

طرح چمک رہا ہے پس جب یہ واضح ہو جائے تو توبہ کی طرف پلٹو اور گناہ کو چھوڑ دو اور جان لو کہ اگر تم نے مشرق سے طلوع کرنے والے کی اطاعت کی تو وہ تمہیں رسول اللہؐ کے راستہ پر چلائے گا پس تمہارے بہرہ پن کا علاج ہو جائے گا اور گنگ ہونے سے نجات پا لو گے اور رغبت وطلب کے بوجھ کی ذمہ داری ہٹ جائے گی اور سخت بوجھ اپنی گردنوں سے پھینک دو گے پس خدا دور نہ کرے مگر اس کو جو رحمت کا انکار کرے اور عصمت سے جدائی اور دوری اختیار کرے اور عنقریب ظلم کرنے والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ بازگشت کدھر ہے۔

مدینہ میں خطبہ

اور مسعدہ بن صدقہ نیز ابوعبداللہ سے روایت کرتا ہے کہ امیر المومنین نے لوگوں کو مدینہ میں خطبہ دیا پس آپؑ نے حمد وثناء کے بعد فرمایا

امابعد بے شک اللہ نے زمانہ کے جبار بادشاہوں کی کبھی کمر نہیں توڑی مگر مہلت آسائش اور آرام کے بعد، اے لوگو! جن مصائب کا تمہیں سامنا ہے اور جس زمانہ سے تم پشت پھیر چکے ہو اس عبرت حاصل کرنے کا مقام ہے، ہر صاحب دل عقل مند نہیں ہوتا ہر کانوں والا بات نہیں سنتا اور ہر آنکھ سے دیکھنے والا بابصیرت نہیں ہوتا پس اللہ کے بندو اس چیز کو جو تمہاری مقصود ہے پھر غور وفکر کرو ان کے گھروں کے صحنوں میں کہ جن کو خدا نے اپنے علم کی بناء پر ہلاک کر دیا ہے جو آل فرعون کی سنت پر تھے وہ باغات، چشمے، زراعتیں اور عزت دار مقام ومنزلت والے تھے پس یہ غور وتامل کرنے والوں کا مقام ہے اور یہی قائم رہنے والا راستہ ہے جو اس کا ارادہ کرے اسے یہ ہلاکت سے ڈراتا ہے، مہلت وسرور اور امن وخوشی کی نیند سو لینے کے بعد اور جو تم میں سے صبر کرے اس کے لیے اچھا انجام ہے اور امور کا انجام ہے اور امور کا انجام تو اللہ کے لیے ہے پس افسوس ہے اہل عقل کے لیے کس طرح وہ قیام کرتے ہیں سیلاب کے راستہ پر اور اس کے مہمان بنے ہوئے ہیں جو مامون نہیں، افسوس ہے اس امت کے لوگوں پر جو میانہ روی کے راستہ سے ہٹے ہوئے ہیں اور ہدایت و رشد سے روگرداں ہیں، جو نبیؐ کے آثار پر نہیں چلتے، نہ وصی کے عمل کی اقتداء کرتے، نہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ غیب سے باز آتے ہیں اور کس طرح (ایسا نہ ہو) حالانکہ مبہم چیزوں میں ان کی پناہ گاہ ان کے اپنے دل ہیں اور ان میں سے ہر شخص اپنے نفس کا امام ہے اسی نفس سے اخذ کرتا ہے جو اس کی رائے میں آتا ہے قابل وثوق عروہ میں سے حالانکہ وہ میانہ روی کی استطاعت ہی نہیں رکھتے اور ان میں ہرگز زیادتی نہیں ہوئی مگر شدت کے بعد بعض سے بعض مانوس ہونے لگے ہیں اور دوسروں کی تصدیق کرنے لگے ہیں (یہ سب کچھ اس لیے ہے) کہ انہوں نے پہلوتہی کی اس سے جو وارث رسول ہے اور نفرت کرتے ہوئے اس سے جو پہنچتا ہے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے جاننے والے اور باخبر ذات تک پس وہ اہل ظلمات وتاریکی ہیں

شبہات کی غاریں ہیں حیرت وشک وریب کے قائد ہیں اور جسے اس کے نفس کے سپرد کردیا گیا ہو وہ گمراہیوں میں غرق ہوتا ہے حالانکہ اللہ درمیانے راستہ کا ضامن ہوا ہے۔

ليهلك من هلك عن بينة ويحيى من حى عن بينة وان الله لسميع عليم

”تاکہ جو ہلاک ہو دلیل وبینہ سے ہو اور جو زندہ رہے دلیل وبینہ سے ہو اور بے شک اللہ سنتے اور جاننے والا ہے۔“

پس اے وہ امت جو زیادہ مشابہت رکھتی ہے ان سے جو اپنے والیان امر (حکام) کی اطاعت نہ کرے اور اپنے بادشاہوں سے روگردانی کرے اور ہائے افسوس ہمارے شیعوں کے کردار سے دل زخمی ہے اور دائمی درد ہے میری وفات کے بعد باوجود قریبی تعلق محبت ومودت کے اور ان کی الفت کے مجتمع ہونے کے کس طرح وہ ایک دوسرے کو قتل کریں گے اور کس طرح ان کی الفت بغض کی طرف پلٹ جائے گی پس اللہ ہی سمجھے اس قبیلہ وگروہ کو جو کل اصل سے دور ہو جائے گا اور فرع سے مل جائے گا اس کی جہت اور وجہ کے بغیر جوراحت و آرام کا منتظر، وفتح کی یا امید رکھے بغیر اس کے طلوع کی جگہ کے، ان میں سے ہر گروہ ایک ٹہنی کی پناہ لیے ہوگا اور اس کو پکڑے ہوئے ہوگا جدھر وہ ٹہنی مڑے گی وہ اس کے ساتھ مڑے گا باوجود اس کے اللہ تعالیٰ لائق حمد عنقریب ان کو جمع کرے گا خریف کے بادل کے ٹکڑوں کی طرح اور ان میں الفت پیدا کردے گا اور انہیں تہہ بہ تہہ کردے گا مثل بادلوں کی تہوں کے، ان کے لیے دروازے کھول دے گا اور وہ ہیجان وانتظار کی جگہ سے ادھر کو بہہ آئیں گے سیلاب عزم کی طرح، اس سیلاب سے چھوٹے چھوٹے پہاڑ سالم نہ رہیں گے نہ ٹیلے اس سے محفوظ رہ سکیں گے اور اس کے راستہ کے پہاڑ کو کوئی چیز نہ رد کرسکے گا خداوند عالم انہیں وادیوں کے وسط میں بوئے گا اور انہیں چشموں کی طرح زمین میں چلائے گا ایک قوم کی محترم جگہوں سے انہیں جلاوطن کرے گا اور دوسری قوم کے شہروں میں انہیں تمکین وقدرت دے گا تاکہ وہ واپس لے سکیں وہ چیز جو غصب کی گئی ہیں ان سے ایک رکن کو ہلا کر رکھ دے گا اور توڑ دے گا ان کی وجہ سے سنگ میل کے پتھر اور ان سے زیتون کی وادیوں کو پر کردے گا قسم ہے اس کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح چیزوں کو پیدا کیا البتہ پگھل جائے گا جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہوگا شہروں پر تمکین وقدرت اور بندوں پر بلندی حاصل کرنے کے بعد جس طرح آگ میں تارکول (لک) اور سیسہ پگھل جاتے ہیں اور شاید اللہ میرے شیعوں کو متفرق ہونے کے بعد اس قوم کے برے دن کے لیے جمع کرے اور کسی کو اللہ پر اختیار نہیں بلکہ اختیار وحکم کرنا دونوں اللہ کے لیے ہیں۔

ناقلین آثار نے روایت کی ہے کہ بنی اس کا ایک شخص امیر المومنینؑ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور آپؑ سے

کہنے لگا اے امیر المومنین! عجیب ہے تمہارا معاملہ اے بنی ہاشم، یہ امر خلافت کس طرح تم سے دوسری طرف پھیر دیا گیا حالانکہ حسب ونسب، رسولؐ سے تعلق اور کتاب فہمی میں تم سب سے بلند تر تھے تو امیر المومنینؑ نے فرمایا اے دودان کے بیٹے تو مضطرب تنگ والا ہے تیرے نکیل کا حلقہ تنگ ہے غیر مناسب جگہ تو زبان کو کھولتا ہے (یعنی یہ محل و موقع اس سوال کا نہیں تھا، باوجود اس کے) تجھے رشتہ داری کی کفالت اور سوال کرنے کا حق حاصل ہے اور تو نے جاننا چاہا ہے تو جان لے کہ بلا وجہ کی ترجیح تھی جس کی سخاوت ایک قوم کے نفوس نے کی اور اس پر دوسری قوم کے نفوس نے بخل کیا پس چھوڑ اس لوٹ مار کا قصہ جس کے اطراف میں چیخ و پکار کی گئی اور آ ابن ابی سفیان کے معاملہ میں گفتگو کر، البتہ مجھے ہنسایا ہے زمانے نے رلانے کے بعد اور کوئی تعجب کی بات نہیں اور بری قوم ہے کہ جس نے مجھے پس پشت ڈال دیا میرے قرار و سکون کو ختم کر دیا اور انہوں نے خدا کے معاملہ میں منافقت کا ارادہ کیا ہے اور یہ مجھ سے کوسوں دور ہے اور انہوں نے میرے اور اپنے درمیان و باء پھیلانے والا پانی خلط ملط کر دیا ہے اگر آزمائش کی تکلیفیں ہم سے دور ہو گئیں تو میں انہیں خالص حق پر اٹھاؤں گا اور اگر دوسری صورت ہوئی تو تیرے نفس کو ان پر حسرتوں کا رونا نہیں رونا چاہیے پس افسوس نہ کر ظالم قوم پر۔

ارشادات (وعظ و نصیحت)

آپؑ کا کلام حکمت اور وعظ و نصیحت کے متعلق آپ کا ارشاد ہے ”خدا تم پر رحم کرے گزرگاہ سے جائے قرار کے لیے کچھ لے لو“ اس کے سامنے اپنے پردے چاک نہ کرو جس پر تمہارے راز چھپے ہوئے نہیں“، ”دنیا سے اپنے دلوں کو نکال لو اس سے پہلے کہ تمہارے بدن اس سے نکلیں تم تو آخرت کے لیے پیدا کیے گئے ہو“ انسان جب مرتا ہے تو ملائکہ کہتے ہیں کہ آگے کیا بھیج چکا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ پیچھے کیا چھوڑ گیا ہے پس اللہ تمہارے آباؤ اجداد کا بھلا کرے کچھ آگے بھیجو جو تمہیں نفع دے اور سارا پیچھے نہ چھوڑ جاؤ کہ وہ تمہارے لیے مضر ثابت ہو“ سوائے اس کے نہیں کہ دنیا کی مثال زہر جیسی ہے وہ اسے کھا لیتا ہے جو پہچانتا نہیں“ اور اسی موضوع پر حضرت کا ارشاد ہے ”زندگی دین کے بغیر نہیں اور یقین کے انکار کے بغیر موت نہیں پس میٹھا پانی پیو وہ تمہیں راحت کی نیند سے بیدار کرے گا اور بچو ہلاک کرنے والے زہروں سے۔

اسی سلسلہ میں آپؑ کا ارشاد ہے کہ دنیا سچا گھر ہے اس کے لیے جو اسے پہچان لے اور خلاصی و چھٹکارا پانے کا میدان ہے اس کے لیے جو اس کے لیے زادِ راہ تیار کرے یہ اللہ کی وحی کے نازل ہونے کی جگہ اور اس کے اولیاء کی تجارت گاہ ہے تجارت اور جنت کا نفع لو۔

اسی کے متعلق آپؑ کا ارشاد ہے جو آپؑ نے اس مرد کے لیے فرمایا جو یہ جانے بغیر کہ دنیا کے متعلق کیا کہنا چاہیے تھا اس کی مذمت کر رہا تھا، یہ دنیا سچائی کا گھر ہے اس کے لیے جو اس سے سچائی حاصل کرے اور عافیت و

آرام کا گھر ہے جو اس کو سمجھے اور تونگری کا گھر ہے اس کے لیے جو اس سے زادِ راہ اکٹھا کرے اللہ کے انبیاء کی مسجد ہے اور اس کی وحی کے اترنے کی جگہ ہے اور اس کے ملائکہ کی جائے نماز اور اس کے اولیاء کی تجارت گاہ ہے اس میں رحمت کسب کرو اور جنت نفع میں لو، پس کون ہے جو اس کی مذمت کرے حالانکہ اس نے جدائی کی اطلاع اور پکار پکار کے اپنے فراق کی خبر دی ہے اور اپنی تعریف کی ہے اپنے سرور کے ساتھ سرور آخرت کا شوق دلایا ہے اور اپنی آزمائش کے ساتھ آزمائش سے ڈرایا ہے خوف دلاتے ہو اور عذاب سے ڈراتے ہوئے ترغیب دلاتے ہوئے اور عذاب سے ڈراتے ہوئے پس اے دنیا کی مذمت کرنے والے اور اس کے غرور سے مغرور ہونے والے اس نے تجھے کب دھوکہ دیا ہے کیا تیرے آباؤ اجداد کے مصیبت سے بچھڑنے سے یا مٹی کے نیچے تیری ماں دادی کے لیٹنے سے کتنے تو نے چارے کیے اپنے ہاتھوں سے ان کی تیمارداری کی جب کہ تو ان کی شفاء اور تندرستی چاہتا تھا اور ان کی حالت طبیبوں سے بیان کرتا اور ان کے لیے دوا تلاش کرتا تھا لیکن تو اپنے چاہنے کے باوجود انہیں نفع نہ دے سکا اور اپنی سفارش سے ان کی سفارش نہ کرسکا دنیا نے ان کے بچھڑنے اور بر میں لیٹنے سے تیرے لیے مثال قائم کی جہاں تیرا رونا تجھے فائدہ نہیں دے گا اور نہ تیرے دوست واحباب تجھے مستغنی کرسکیں گے۔

اور اسی سلسلہ میں آپ کا ارشاد ہے کہ اے لوگوں! مجھ سے پانچ چیزیں لے لو خدا کی قسم اگر تم اپنی سواریوں پر ان کی تلاش میں چلو تو وہ اس سے پہلے لاغر و کمزور ہو جائیں گی کہ تم ایسی چیزیں پاسکو۔

۱۔ کوئی کسی سے امید نہ رکھے سوائے خدا کے

۲۔ اور کسی چیز سے نہ ڈرے سوائے اپنے گناہ کے

۳۔ اور عالم اس سے شرم محسوس نہ کرے جب اس سے سوال کیا جائے جسے وہ نہیں جانتا تو کہے کہ اللہ جانتا ہے

۵۔ اور اس میں ایمان نہیں جس میں صبر نہیں، صبر (برداشت)

اور اسی سلسلہ میں آپ کا ارشاد ہے

''ہر گفتگو جس میں خدا کا ذکر نہیں لغو ہے اور ہر خاموشی جس میں فکر و نظر نہیں وہ بھول جانا ہے'' ہر نگاہ جس میں عبرت حاصل کرنا نہیں وہ لہو و لعب ہے۔''

اور آپ کا ارشاد ہے:

جس نے اپنا نفس خرید کر کے آزاد کردیا وہ اس کی طرح نہیں جو اپنا نفس بیچ کر ہلاک ہو جائے۔

اور آپ کا ارشاد ہے

کہ جو سائے کی طرف سبقت کرے اسے دھوپ میں چلنا ہوگا اور جو پانی کی طرف سبقت کرے پیاسا ہوگا اور آپ کا ارشاد ہے اچھے آداب حسب و نسب کے قائم مقام ہیں۔

اور آپ کا ارشاد ہے جو دنیا میں پرہیز گار ہے جتنی دنیا اس کے لیے واضح ہو جاتی ہے وہ اتنا ہی اس سے پشت پھیرتا جاتا ہے۔

اور آپ کا ارشاد ہے کہ مودت انساب میں داخل ہو جاتی ہ یاور علم اشرف ترین حسب اور خاندانی شرافت ہے۔

اور آپ کا ارشاد ہے کہ اگر کام سختی و تھکاوٹ ہے تو مسلسل فراغت فساد و تباہی ہے۔

اور آپ کا ارشاد ہے کہ جو جھگڑنے میں مبالغہ اور اصرار کرے وہ گناہگار ہوتا ہے اور جو اس میں کوتاہی کرے مغلوب ہوتا ہے۔

اور آپ کا ارشاد ہے کہ کمینے کو معاف کر دینا اتنا خرابی و فساد پیدا کرتا ہے جتنا کہ کریم و شریف کے معاف کرنے سے اصلاح ہوتی ہے اور آپ کا ارشاد ہے کہ جو اچھے اعمال کو دوست رکھتا ہے، وہ محرمات سے اجتناب کرتا ہے۔

اور آپ کا ارشاد ہے جس کے متعلق گمان اچھے ہوتے ہیں تو لوگ اس کی طرف آنکھیں اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں۔

اور آپ کا ارشاد ہے کہ انتہائے جود و سخاوت یہ ہے کہ تو اپنے نفس کی پوری کوشش عطا کر دے۔

اور ارشاد ہے کہ جو ہونے والا دور نہیں اور جدا ہونے والا قریب نہیں۔

اور ارشاد ہے کہ انسان کا اپنے عیوب سے جاہل ہونا اس کا سب سے بڑا گناہ ہے۔

اور ارشاد ہے کہ پوری عفت و پاکدامنی قدر کفایت پر رضا ہے۔

اور ارشاد ہے کہ مکمل ترین جود و سخاوت اچھے کارناموں کی بنیاد رکھنا اور تاوان برداشت کرنا ہے اور ارشاد ہے کہ ظاہر ترین فضل و کرم سختی اور خوشحالی میں سچا بھائی چارہ ہے۔

اور ارشاد ہے فاجر جب ناراض ہو تو عیب جوئی کرتا ہے اور جب راضی ہو تو جھوٹ بولتا ہے اور جب اسے لالچ ہو تو جرح قدح کرتا ہے۔

اور ارشاد ہے جس میں اس کے باقی اوصاف کی نسبت عقل زیادہ نہ ہو تو اس میں اکثر چیزیں اس کی تباہی و ہلاکت کا باعث ہوں گی۔

اور ارشاد ہے اپنے دوست کی لغزش کو برداشت کر اپنے دشمن کے حملہ کرنے کے وقت کے لیے۔

اور ارشاد ہے اچھا اعتراف خطاء کو منہدم کرتا ہے۔

اور ارشاد ہے کہ تیرا وہ سال ضائع نہیں ہوا جس سے تیری حالت کی درستی تجھے نظر آئی۔

ارشاد ہے میانہ روی افسوس کرنے سے اچھی ہے اور قدر کفایت تکلیف کو دور کر دیتی ہے۔

اورارشاد ہے کہ قیامت کے لیے براز اِدراہ، بندوں پرظلم کا ارتکاب ہے۔
اورارشاد ہے کہ فائدہ ختم نہیں ہوتا جب تو شکریہ ادا کرے اوراس نعمت کے لیے بقاء نہیں جس کا کفران کرے۔
اورارشاد ہے کہ زمانہ دودن ہے ایک تیرے فائدہ میں اورایک تیرے نقصان میں پس اگرنفع میں ہوتو تکبرنہ کراوراگرتیرے خلاف ہوتو برداشت کر۔
اورارشاد ہے جو معاملات کا تجربہ نہ کرے وہ دھوکہ کھا جاتا ہے اور جوحق کو زیر کرنا چاہے خود زیر ہو جاتا ہے۔
اورارشاد ہے کہ بہت سے عزت دار ایسے ہیں کہ جنہیں ان کا خلق ذلیل کرتا ہے اور بہت سے ذلیل ہیں کہ جنہیں ان کا خلق عزت بخشتا ہے۔
ارشاد ہے اگرموت معلوم ہوجائے توامید کوتاہ ہوجائے۔
اورارشاد ہے کہ شکرتونگری کی زینت ہے اورصبرایمان کی زینت ہے۔
اورارشاد ہے کہ ہرشخص کی قیمت وہ شے ہے جواسے اچھائی بخشے۔
ارشاد ہے کہ لوگ اچھے کاموں کے بیٹے ہیں۔
ارشاد ہے کہ انسان اپنی زبان کے نیچ چھپا ہوا ہے۔
ارشاد ہے کہ جو تھوڑے پرقناعت کرے وہ زیادہ سے مستغنی ہوجاتا ہے اور جوزیادہ سے بھی مستغنی نہیں ہوتا وہ حقیر کا بھی محتاج ہوتا ہے۔
ارشاد ہے کہ جس کی جڑیں درست ہیں اس کی شاخیں پھل دیں گی۔
ارشاد ہے کہ جوکسی انسان سے امیدرکھے اسے اس سے خوف آنے لگتا ہے اوراس کی ہیبت اس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے اور جوکسی چیز سے قاصر ہے وہ اس کوعیب لگاتا ہے (انگور کھٹے ہیں)۔
ارشاد ہے عقل مندوں سے مشورہ لینے والا درستی پائے گا۔

صفتِ انسان

حضرت کے کلام میں سے انسان کی تعریف میں یہ ارشاد ہے زیادہ عجیب چیز انسان میں اس کا دل ہے اور اس میں حکمت اوراس کے اضداد کے مواد ہیں پس اگراس میں امید ظاہر ہوتوطمع اسے ذلیل کردیتی ہے اوراگرطمع اسے ہیجان میں لے آئے توحرص اسے ہلاک کردیتی ہے اوراگراس پرمایوسی غالب آجائے توافسوس اسے قتل کردیتا ہے اوراگراس میں غضب عارض ہوتواس میں غیظ وغصہ سخت ہوجاتا ہے اوراگررضا اسے مل جائے تواس کی نگہبانی

بھول جاتا ہے اور اگر اس کو خوف پالے تو خدا اس کو مشغول رکھتا ہے اور اگر امن کی وسعت ہو جائے تو غفلت اس پر غالب آجاتی ہے اور اگر کسی نعمت کی تجدید ہو جائے تو عزت و بڑھائی اسے اپنی گرفت میں لے لیتی ہے اور اگر کوئی مصیبت اس پر آجائے تو جزع فزع اسے رسوا کر دیتی ہے اور اگر اسے مال کا فائدہ ہو تو تونگری اس کو سرکش بنا دیتی ہے اور اگر اس کو فقر و فاقہ کاٹ لے تو آزمائش اسے مشغول رکھتی ہے اور اگر بھوک ایسی تھکا دے تو کمزوری اسے بٹھا دیتی ہے اور اگر شکم پری میں زیادتی کرے تو شکم پری سے وہ سانس نہیں لے سکتا پس ہر کوتاہی اس کے لیے نقصان دہ ہے اور ہر زیادتی اس کے لیے مفسد ہے۔

(۴۴) اور حضرت کی گفتگو میں ہے کہ آپ نے شاہِ زنان دختر کسریٰ سے جب وہ قیدی ہو کر آئیں سوال کیا! تجھے ہاتھیوں کے واقعہ کے بعد اپنے باپ کی کون سی گفتگو یاد ہے تو وہ کہنے لگیں کہ مجھے یاد ہے اپنے باپ سے وہ کہتا تھا جب اللہ کسی امر پر غلبہ کرنا چاہے تو طمع و لالچ اس کے آگے ذلیل ہو جاتے ہیں اور جب مدت ختم ہو جاتی ہے تو حیلے بہانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

اور آپؑ نے فرمایا تیرے باپ نے کتنی اچھی بات کہی ہے، امور و معاملات تقدیروں سے مطیع اور ذلیل ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ موت تدبیر میں واقع ہو جاتی ہے۔

اور آپ کا کلام ہے جو شخص یقین پر ہو پھر اسے شک ہو جائے تو وہ یقین پر چلے کیونکہ یقین شک سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔

اور آپؑ کا کلام ہے کہ مومن اپنے نفس سے تعب و تھکاوٹ میں ہے اور لوگ اس سے راحت میں ہیں۔

اور فرمایا جو سستی اور کاہلی کرے وہ اللہ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

اور آپؑ کا کلام ہے کہ بہترین عبادت صبر اور خاموشی اور کشادگی کی انتظار کرتا ہے۔

اور آپؑ نے فرمایا کہ صبر کی تین صورتیں (اقسام) ہیں۔

۱۔ مصیبت پر صبر کرنا۔

۲۔ گناہ پر صبر کرنا۔

۳۔ اطاعت پر صبر کرنا۔

(۵۰) اور فرمایا کہ حلم و بردباری مومن کا وزیر، علم اس کا خلیل و دوست، رفق و نرمی اس کا بھائی، نیکی کرنا اس کا باپ اور صبر کرنا اس کے لشکر کا امیر ہے۔

(۵۱) اور آپ نے فرمایا کہ تین چیزیں جنت کے خزانوں میں سے ہیں:

۱۔ صدقہ کو چھپانا

۲۔ مصیبت کو چھپانا

۳۔ بیماری کو چھپانا

(۵۲) اور آپؑ نے فرمایا کہ جس سے چاہے اپنی حاجت طلب کر تو اس کا قیدی ہو جائے گا اور جس سے چاہے مستغنی ہو جا تو اس کا نظیر و مثل ہو جائے گا اور جس پر چاہے فضل و کرم کر تو اس کا امیر ہو جائے گا۔

(۵۳) اور آپؑ فرمایا کرتے تھے فسق و فجور کے ساتھ تونگری نہیں، زیادہ حاسد کے لیے آرام نہیں اور رنجیدہ خاطر سے مودت نہیں۔

اور آپؑ نے احنف بن قیس سے فرمایا کہ

خاموش رہنے والا راضی ہونے والے کا بھائی ہے اور جو ہمارے ساتھ نہیں وہ ہمارے خلاف ہے۔

اور فرمایا جود و سخا طبیعت کا کرم ہے اور احسان جتلانا نیکی کو ختم کرتا ہے۔

اور فرمایا کہ دوست کی دیکھ بھال نہ رکھنا، قطع تعلقی کی طرف بلاتا ہے۔

اور آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کا کسی چیز کی خبر دینا یہ عنقریب اس کے ہو جانے کی دلیل ہے (زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو)

اور آپؑ نے فرمایا کہ رزق کو تلاش کرو کیونکہ تلاش کرنے والے کے لیے اس کی ضمانت دی گئی ہے۔

اور آپ نے فرمایا کہ چار شخص ایسے ہیں کہ جن کی دعا رد نہیں ہوتی۔

۱۔ امام عادل جو دعا رعیت کے حق میں کرے۔

۲۔ وہ بیٹا، جو والد سے نیکی کرتا ہے۔

۳۔ وہ باپ جو بیٹے سے نیکی کرے۔

۴۔ مظلوم

خدا فرماتا ہے مجھے اپنی عزت و جلالت کی قسم میں تیری مدد ضرور کروں گا چاہے کچھ عرصہ کے بعد۔

آپ نے فرمایا کہ بہترین تونگری سوال نہ کرنا اور برا فقر وہ ہے جس میں خضوع و خشوع لازم ہو۔

اور فرمایا کہ نیکی ہلاکت سے بچاتی ہے اور نرمی لغزش سے بلند کر لیتی ہے فرمایا وہ ہنسنے والا ہو جو اپنے گناہ کا اعتراف کرے بہتر ہے اس رونے والے سے جو اپنے رب کے سامنے جرأت اور گستاخی کرتا ہے۔

اور آپؑ نے فرمایا کہ اگر تجربات نہ ہوں تو راستے تاریک و اندھے ہو جائیں۔

اور فرمایا کہ کوئی تیاری عقل سے زیادہ نفع مند نہیں۔

اور کوئی دشمن جہالت سے زیادہ مضر نہیں۔

اور فرمایا کہ جس کی امید میں وسعت ہو جائے اس کے عمل میں کوتاہی آجاتی ہے۔

اور فرمایا کہ لوگوں میں سے زیادہ شکر گزار وہی ہے کو جو زیادہ قناعت کرتا ہے اور نعمتوں کا زیادہ کفران

کرنے والا وہ ہے جو زیادہ حریص ہو۔

اور اس قسم کا آپؑ کا کلام ہے جو حکمت اور خطاب کے لیے مفید ہے اور اس سلسلہ میں جو کچھ آپ کے ارشادات ہیں تمام کے تمام نہیں لائے کہ اس سے گفتگو پھیل جائے گی اور کتاب طویل ہو جائے گی اور جو کچھ ہم نے تحریر کیا ہے یہ صاحبان عقل کے لیے کافی ہے۔

ذات امیر المومنینؑ معجزہ ہے

اللہ تعالیٰ کی وہ آیات اور واضح دلائل و براہین جو اللہ عزوجل کے ہاں امیر المومنینؑ کے مقام پر روشنی ڈالتی ہیں اور آپؑ کا ان کرامات و اعزازت سے مخصوص ہو کر اپنے غیر سے منفرد و ممتاز حیثیت پا جانا جو آپؑ کی اطاعت کرتے، آپؑ کی ولایت کے ساتھ متمسک ہونے، آپؑ کے حق کو جاننے، آپؑ کی امامت کا یقین رکھنے، آپ علیہ السلام کی عصمت کو پہنچاننے، آپؑ کے کمال اور آپؑ کی حجت کے ظاہر ہونے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ انہی میں سے ایک وہ مقام جس کی وجہ سے آپ خدا کے انبیاء و رسل میں سے دو نبیوں کے ساتھ برابر ہیں۔ اور اللہ کی مخلوق پر اس کی دو حجتوں کے ساتھ کہ جن کی صحت میں کوئی شبہ نہیں اور جس کے درست ہونے میں کوئی شک نہیں۔

خداوند عالم جناب مسیح عیسیٰ بن مریمؑ (جو کہ روح اللہ کا کلمہ اور اس کے نبی و رسول تھے اس کی مخلوق کی طرف) کے ذکر میں فرماتا ہے اور خدا نے ان کی والدہ کا واقعہ کہ وہ کس طرح سے حاملہ ہوئیں اور کس طرح سے ان کا وضع حمل ہوا اور جو اس میں تعجب خیز چیز تھی، ذکر کیا ہے۔

قالت ان یکون لی غلام ولم یمسنی بشر و لم آك بغیا قال کذلك قال ربك هو علی هین و لنجعله ایة للناس ورحمة منا وکان امراً مقضیا

"وہ کہنے لگی کیسے میرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار ہوں اس نے کہا کہ اسی طرح جیسے تیرے رب نے کہا ہے کہ وہ میرے لیے معمولی چیز ہے اور تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے آیت و نشانی اور اپنی رحمت قرار دیں اور یہ ایسا معاملہ ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔"

اللہ کی نشانیوں میں سے ایک حضرت عیؑی بن مریم کا گہوارہ میں نطق و گفتگو کرنا اس میں عادت کو توڑنا ایک عجوبہ پیش کرنا اور معجزہ دکھانا تھا جو لوگوں کی عقل کو حیران کر دے اور امیر المومنینؑ میں اللہ کی نشانیوں میں سے آپؑ کا کامل العقل اور باوقار ہونا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت کا آپؑ میں ہونا جب کہ آپ صغیر

السن تھے اور ظاہر حال میں آپ کا شمار بچوں میں تھا جب رسول اللہؐ نے آپ کو اپنی تصدیق اور اقرار کی دعوت دی اور آپ کو مکلف اور ذمہ دار ٹھہرایا کہ آپ حضورؐ کے حق کو پہچانیں اور خالق اور اس کی توحید کی معرفت حاصل کریں اور پوشیدہ طور پر آپ سے عہد و پیمان کیا، دین آپ کے سپرد کیا اور اس کی حفاظت و نگرانی اور اس میں ادائیگی امانت آپ کے ذمہ تھی اور اس وقت بعض کے قول کے مطابق آپ سات سال کے، ایک قول کے مطابق آپ نو سال کے اور اکثر کے قول کے مطابق آپ دس سال کے تھے۔ اتنی سی عمر میں حضرت علیؑ کا عقل میں کامل ہونا اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اس درجہ معرفت رکھنا، اللہ کی طرف سے ایک ایسی حیران کن علامت ہے جو عادت کے خلاف ہے اسی سے اللہ نے آپ کی اپنے ہاں قدر و منزلت، خصوصیت اور اس منصب کے اہل ہونے کی طرف رہنمائی فرمائی ہے جو آپ پر فیضان فرمایا یعنی آپؑ کا تمام مسلمانوں کے لیے امام اور جملہ مخلوق پر حجت خدا ہونا ہے، پس اس لحاظ سے خرق عادت (جو عادتاً نہ ہوتا ہو) ہونے میں ہمارے بیان مطابق آپؑ حضرت عیسیٰؑ اور یحییٰ کے برابر ہوئے۔ ورنہ اگر کامل نہ ہوتے تو معرفت نہ ہوتی اور رسول اللہؐ آپ کو اقرار نبوت کی تکلیف و دعوت نہ دیتے اور نہ اس پر ایمان لاتا آپ کے لیے لازم قرار دیتے اور نہ آپ کی رسالت کی تصدیق کرنے کو اور نہ آپ کو اپنے حق کے اعتراف کرنے کی طرف بلاتے اور نہ ہی آپ سے دعوت کا افتتاح کرتے، تمام لوگوں سے پہلے سوائے اپنی زوجہ محترمہ کے اور نہ آپؑ کو اپنے راز پر امین بناتے کہ جس کے محفوظ رکھنے کا آپ کو حکم دیا گیا تھا اور نہ ہی آپؑ کے زمانے کے تمام لوگ جو آپ کے ہم سن تھے ان سے آپ کو منفرد قرار دیتے اور سب کو چھوڑ کر انہیں مخصوص قرار نہ دیتے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، یہ دلیل ہے اس امر کی کہ آپ صغیر السن ہونے کے باوجود کامل تھے اور بلوغ سے پہلے ہی اللہ اور اس کے رسولؐ کے عارف تھے اور یہی معنی ہے خدا کے قول کا حضرت یحییٰ کے متعلق، و اتیناہ الحکم صبیا اور ہم نے اسے حکم دیا بچپن میں کیونکہ کوئی حکم اللہ کی معرفت سے زیادہ واضح نہیں اور نہ کوئی زیادہ ظاہر ہے رسول اللہؐ کی نبوت کے علم سے اور زیادہ مشہور استدلال کی قدرت سے اور زیادہ واضح نظر و فکر و عبرت حاصل کرنے سے اور وجوہ استنباط کو جاننے اور اس کے ذریعہ غائبات کی حقیقتوں تک پہنچنے سے اور جب معاملہ اسی طرح ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے تو ثابت ہوا کہ خداوند عالم نے خرق عادت کیا ہے امیر المومنین کے معاملہ میں ایک واضح نشانی کے ساتھ جس کی وجہ سے آپ مساوی ہوئے اس کے دو نبیوں کے ساتھ کہ جن کے متعلق قرآن پیش کر رہا ہے ان میں خدا کی عظیم ترین آیات کو، جس طرح کہ ہم نے تشریح کی ہے۔

امیر المومنینؑ میں کچھ ایسی اللہ کی آیات و نشانیاں موجود ہیں جو عادتاً نہیں ہوتیں لہٰذا یہ سب خلاف عادت اور خارق عادت ہیں وہ شخص جو ہر روز رسالہ و دستہ لے کر مدمقابل (دشمن) کے مقابلہ میدان میں جاتا رہا ہو انہیں مقابلہ کی طرف اسی کثرت سے دعوت دیتا رہا ہو جو آپ امیر المومنینؑ سے معلوم ہوئی ہیں پھر جنگوں میں بزدپزما ہونے والوں میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی صدمہ و زخم سہنا پڑتا ہے امیر المومنینؑ نے طویل مدت جنگ کی لیکن کوئی زخم یا کوئی

عیب نہیں لگا یہاں تک کہ ابن ملجم سے معاملہ ہوا اس نے دھوکے سے آپ کو ضرب لگائی اور یہ ایسا عجوبہ ہے جس میں خدا نے اپنی نشانی کے ساتھ آپ کو منفرد قرار دیا اور اس میں آپ کو حیران کرنے والا علم دیا اور اس سے رہنمائی کی آپ کی اس کے ہاں قدر و منزلت پر اور آپ کا اللہ کی کرامت و عزت سے مخصوص ہونے پر کہ جس کی فضیلت کی وجہ سے آپ تمام لوگوں سے ممتاز ہو گئے۔

اور آپ میں خدا کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ جنگوں کا کوئی مشاق اتنا قابل ذکر نہیں ہوا مگر یہ کہ وہ کبھی کامیاب کبھی ناکام ہوا اور ان میں سے جس نے بھی اپنے مدمقابل کو زخم لگایا تو کبھی وہ مر جاتا تھا اور کبھی اس کا زخم درست ہو جاتا تھا ایسا کوئی بہادر نہیں ملا کہ کسی جنگ میں اس سے کوئی اس کا مدمقابل بچ کر نہ نکل سکا ہو اور اس کی ضربت سے نجات نہ پا سکا ہو سوائے امیر المومنینؑ کے کیونکہ اس میں شک ہی نہیں کہ جس مدمقابل سے آپ کا مقابلہ ہوا تو اس کے مقابلے میں آپ کامیاب ہوئے اور آپ نے ہر اس بہادر کو ہلاک کیا جو آپ کے مقابلہ میں آیا اور یہ بھی وہ چیز ہے کہ جس میں آپ سب لوگوں سے مختلف ہیں اور ہر موقعہ پر خدا نے اس میں خرق عادت کیا ہے اور یہ بھی آپ کے واضح دلائل میں سے ہے۔

اور اللہ کی آیات میں سے آپ کے بارے میں یہ بھی ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ طویل عرصہ تک جنگیں کرتے اور جنگ کا لباس پہنتے اور بہت بہادر اور بڑے بڑے دشمنوں سے آپ جنگوں میں مبتلا رہے اور وہ آپ کو قتل کرنے پر متفق تھے وہ حیلے بہانے تلاش کرتے تھے اور اس میں وہ اپنی پوری پوری کوشش صرف کرتے تھے لیکن آپ نے کبھی کسی سے پشت نہیں پھیری اور نہ کسی سے شکست کھائی ہیں اور نہ اپنی جگہ سے ہٹے اور نہ کسی مدمقابل کی ہیبت آپ پر طاری ہوئی اور آپ کے علاوہ کسی نے میدان جنگ میں اپنے دشمن سے ملاقات نہیں کی مگر یہ کہ کبھی اس کے سامنے ثابت قدم کبھی اس سے منحرف کبھی آگے بڑھا اور کبھی پیچھے رہا تو جب معاملہ یوں ہے جس طرح ہم نے بیان کیا تو ثابت ہوئی وہ چیز جو ہم نے ذکر کی ہے کہ آپ حیران کن نشانی، ظاہر بظاہر معجزہ اور خارق عادت میں منفرد ہیں کہ جس سے اللہ نے آپ کی امامت پر رہنمائی کی اسی کے ذریعہ آپ کی اطاعت کا فریضہ واضح اور آپ کو تمام مخلوق سے ممتاز و منفرد قرار دیا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام کی آیات و بنیات میں سے ہے کہ جن میں آپ اپنے غیر سے منفرد و ممتاز ہیں وہ یہ ہے کہ آپ کے مناقب کا خاصہ و عامہ (سنی و شیعہ) میں ظہور ہوتا، جمہور کا آپ کے فضائل نقل کرنے اور کریمانہ خصائل ذکر کرنے پر آمادہ ہوتا اور دشمن کا آپؑ سے ایسی چیزوں کا تسلیم کرنا جو ان کے اپنے ہی خلاف دلیل بنتے ہیں ان تمام چیزوں کے نقل کرنے پر یہ ہے (کمال) حالانکہ آپ سے بہت سے لوگ منحرف اور آپ کے دشمن ہیں اور بہت زیادہ اسباب ان کے داعی بنتے ہیں کہ وہ آپ کی فضیلت چھپائیں اور آپ کے حق کا انکار کریں اور دنیا و حکومت بھی آپ کے مخالفین کے پاس رہی ہے اور وہ آپ کے اولیاء سے منحرف تھے اور اتفاق یہ

کہ سلطنت دنیا بھی آپ کے مخالفین کے پاس تھی اور انہوں نے جمہور کو آپ کے نور کو بجھانے پر ابھارا اور آپ کے امر کو باطل کرنے پر لیکن خدا نے خرق عادت (معجزانہ طور) پر آپ کے فضائل منتشر اور آپ کے مناقب ظاہر کئے اور سب لوگ مسخر ہوئے ان کا اعتراف اور ان کی صحت کا اقرار کرنے پر اور جو حیلے بہانے اور کوشش آپ کے دشمنوں نے آپ کے مناقب کے چھپانے اور آپ کے حقوق کے انکار کرنے میں کیں انہیں باطل کیا یہاں تک کہ آپ کی حجت و دلیل پوری ہوگئی اور آپ کے حق کا برہان ظاہر ہوگیا اور چونکہ عادت اس کے خلاف جاری تھی جو ہم نے ذکر کیا ان میں کہ جن کے امر کو خاموش کرنے کے اسباب متفق تھے جس طرح امیر المومنین کے لیے تھے تو خلاف عادت ہو جو آپ میں دلیل بنا اس کی کہ آپ ساری مخلوق سے واضح آیت ونشانی کے ساتھ جدا ہیں جس طرح ہم نے بیان کیا۔

یہ خبر مشہور اور کثرت سے منقول ہے شعبی سے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ میں بنی امیہ کے خطیبوں کو سنتا تھا کہ وہ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کو منبروں پر سب وشتم کرتے تھے (وہ گراتے) اس کے باوجود ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو آپ کے بازو سے پکڑ کر آسمان کی طرف بلند کر دیا گیا ہے اور میں نہیں سنتا تھا کہ وہ اپنے لوگوں کی منبر پر مدح کرتے تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا جیسے کسی مردار چیز کو ظاہر کیا جائے۔ (اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے)۔

ولید بن عبدالملک نے ایک دن اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم پر لازم ہے دین سے تمسک کا کیونکہ میں نے نہیں دیکھا کہ دین کسی چیز کی بنیاد رکھے اور دنیا اسے منہدم کردے اور میں نے دنیا کو دیکھا ہے کہ وہ کسی چیز کی بنیاد رکھتی ہے اور دین اس کو مٹا دیتا ہے میں ہمیشہ اپنے ساتھیوں اور خاندان والوں سے سنتا رہا کہ وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ پر سب وشتم کرتے ان کے فاضل کو دفن کرتے اور لوگوں کو آپؑ سے بغض کرنے پر ابھارتے پس یہ چیز علیؑ کے لیے زیادتی نہ کرتی مگر دلوں سے قریب ہونے کی اور وہ کوشش کرتے اپنے آپ کو لوگوں کے نفوس سے قریب کرنے کی لیکن یہ چیز انہیں دلوں سے مزید دور کردیتی اور امیر المومنینؑ کے فضائل کو چھپائے اور علماء کو آپؑ کے فضائل کی نشر و اشاعت اور بیان کرنے سے روکنے کے سلسلہ میں معاملہ انتہا کو پہنچ گیا اور اس میں کسی عقل مند کو شبہ نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص چاہتا کہ امیر المومنینؑ سے روایت کرے تو اس میں یہ استطاعت نہ ہوتی کہ آپ کے نام ونسب کا ذکر کرے اور ضرورت اس کا سبب بنتی کہ وہ کہتا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے ایک حدیث بیان کی یا کہتا کہ قریش کے ایک شخص نے بیان کیا اور بعض تو یہ کہتے ہیں کہ مجھ سے زینبؑ کے باپ نے بیان کیا اور عکرمہ نے عائشہ سے بیان (روایت) کیا ہے عائشہ کے اس حدیث بیان کرنے میں رسول اللہؐ کی بیماری اور وفات کے متعلق تو اس میں سے کہا ہے پس رسول اللہؐ نکلے اور آپ سہارے لیے ہوئے تھے اپنے اہل بیت میں سے دو افراد کا جن میں سے ایک فضل بن عباس تھے تو جب عکرمہ نے یہ روایت عبداللہ

بن عباس سے نقل کی تو انہوں نے فرمایا کہ تو دوسرے شخص کو بھی جانتے ہو؟ وہ کہنے لگا نہیں چونکہ بی بی عائشہ نے اس کا نام میرے سامنے نہیں لیا تو ابن عباس کہنے لگے کہ وہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں اور ہماری ماں قدرت رکھتے ہوئے بھی کبھی اچھائی سے ان کا ذکر نہیں کرتی تھیں۔

اور والیان امر وحکومت (حکام) جو ظالم و جابر تھے کوڑے مارتے انہیں جو اچھائی اور خیر کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے بلکہ اس پر ان کی گردنیں اڑا دی جاتیں تھیں اور لوگوں کے سامنے آپ سے برات و بے زاری کی جاتی تھی تو عادت کا تقاضا ہے کہ جس شخص کے لیے ایسا اتفاق ہو تو پھر کسی طریقہ سے بھی اس کا ذکر خیر نہ ہو چہ جائیکہ اس کے فضائل ذکر ہوں اور اس کے مناقب کی روایت کی جائے یا اس کے حق کی حجت و دلیل ثابت ہو اور جب آپ کے فضائل کا ظہور اور آپ کے مناقب کی اس طرح نشر و اشاعت ہو جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ خاصہ اور عامہ میں شائع ہیں اور دشمن دوست اس کے نقل کرنے پر مجبور ہے تو اس میں خرق عادت، عادت کے خلاف ایک چیز کا ظاہر ہونا بطور معجزہ ثابت ہو گیا اور برہان کا چہرہ واضح ہو گیا اس معنی میں حیران کن آیت نشانی کے ذریعہ ثابت ہو گیا کہ جیسا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اللہ کی نشانیوں میں سے جو آپؑ میں پائی جاتی ہیں یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی اولاد و ذریت کے لحاظ سے اس طرح مصائب میں مبتلا نہیں ہوا جس طرح آپ اپنی ذریت کے سلسلہ میں مبتلا ہوئے معلوم نہیں کہ کوئی پوری جماعت یا کسی نبی یا امام کی اولاد یا کسی اچھے یا برے بادشاہ کی اولاد مجموعی طور پر اتنی خوف زدہ رہی ہو جسے امیر المومنینؑ کی اولاد پریشان و خوف زدہ رہی اس طرح کہ کسی کے لیے قتل ہوا گھر اور وطن سے نکالا جانا، ڈرانا دھمکانا اور نہ ہی کسی گروہ پر ان کی طرح قسم قسم کی عبرتناک سزائیں جاری ہوئیں اولاد علیؑ کو بغیر قصور بتائے گرفتار کیا گیا، دھوکہ اور حیلے بہانوں سے قتل کیا گیا اور ان میں سے بہت سے زندہ ہی بنیادوں میں چنے گئے اور انہیں بھوک اور پیاس کی سزائیں دی گئیں یہاں تک کہ کچھ نفوس موت کی وادی میں پہنچ گئے اور کچھ مختلف شہروں میں بکھر گئے اور انہوں نے گھر، رشتہ دار اور وطن چھوڑ دیئے اور اکثر لوگوں سے اپنا نسب چھپایا اور ان کا خوف و خطر اس حد تک بڑھ گیا کہ اپنے دوستوں سے مخفی رہنے لگے چہ جائیکہ دشمن سے اور ان کا بھاگ نکلنا انتہائے مشرق و مغرب اور آبادی سے دور کے مقامات تک پہنچ گیا اور اکثر لوگوں نے انکے پہچاننے سے پرہیز کیا اور ان کے قریب جانے اور ان سے میل جول رکھنے سے اعراض کیا اپنے نفوس اور ذریت پر زمانہ کے جبار بادشاہوں کے خوف سے اور یہ سب ایسے اسباب ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ یہ سب ختم ہو جاتے ان کا نظام ملیا میٹ ہو جاتا ان کی جڑیں کٹ جاتیں اور ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہوتی لیکن (نگاہ ڈالتے ہیں تو معاملہ برعکس نظر آتا ہے) باقی انبیاء، صالحین اور اولیاء کی اولاد سے حضرت علی کی اولاد بہت ہی زیادہ ہے بلکہ تمام باقی لوگوں میں سے بھی ہر شخص کی اولاد سے زیادہ ہیں اتنے زیادہ کہ ہر شہر اولاد علی سے پر ہے اور انفرادی طور پر اکثر لوگوں کی آل و اولاد پر انہیں غلبہ حاصل ہے۔

باوجودیکہ وہ دوروالوں کو چھوڑ کر اپنے ہی خاندان میں رشتہ ونکاح وشادی کرتے ہیں اور پھر اپنے خاندان میں سے بھی اپنے قریبی حسب والوں میں محصوررومحدود ہیں تو اس میں بھی خرق عادت (معجزہ) ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے امیر المومنین میں وہ حیران کن آیت ونشانی کی دلیل ہے جس طرح ہم نے توصیف و بیان کیا ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور حمد ہے اللہ کی جو عالمین کا پروردگار ہے۔

امیر المومنینؑ کا غیب کی خبریں دینا

اور اللہ کی حیران کرنے والی آیات جو آپؑ کی خصوصیات کے سلسلہ میں ہیں کہ جن میں آپ منفرد ہیں اور جن سے دلیل قائم کی ہے بطور معجزہ آپ کی امامت اور آپ کی اطاعت کے واجب ہونے اور آپ کی حجت ثابت کرنے پر جو کہ ان آثار میں سے ہیں جن کو انبیاء اور اس کو دوسرے لوگوں سے جدا کیا ہے اور جنہیں علامات میں قرار دیا ہے ان کی صداقت کی پس ان میں سے ایک وہ ہے جو کثرت سے آپ سے منقول ہے کہ آپ نے غائب چیزوں کی خبر دی اور ہونے والے واقعات ہونے سے پہلے بتائے اور ان میں صرف دوراندیشی سے کام نہیں لیا (جس طرح عام لوگ کرتے ہیں)

اور واقعات آپ کی خبر کے موافق ہوئے تھے یہاں تک کہ صداقت محقق ہو جاتی اور یہ چیز انبیاء کے محیر العقول معجزات میں سے ہے کیا دیکھتے نہیں ہو خدا کے قول کی طرف کہ جس سے اللہ نے مسیح عیسیٰ بن مریمؑ کو دوسری مخلوق سے حیران کن معجزہ اور عجیب وغریب نشانی (جو کہ آپ کی نبوت پر دلالت کرتی ہے) کے ذریعہ جدا کیا ہے۔

وانبیئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم

"اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں ان چیزوں کی جو تم کھاتے ہو اور جنہیں تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔"

اور اللہ نے اسی قسم کا معجزہ رسول اللہ کی عجیب آیات میں سے قرار دیا پس فرمایا جب کہ غلبہ حاصل ہو فارس کو روم پر

الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غبھم سیغلبون فی بضع سنین

"مغلوب ہو گیا روم قریب ترین زمین میں اور وہ مغلوب ہو جانے کے بعد عنقریب چند سالوں میں غالب آجائیں گے۔"

پس معاملہ اسی طرح ہوا جس طرح خداوند عالم نے فرمایا تھا اور اہل بدر کے متعلق جنگ ہونے

سے پہلے ہی فرمایا:

سیهزم الجمع و یولون الدبر

''عنقریب اس جماعت کو شکست ہوگی اور وہ پشت پھیر جائیں گے۔''

تو معاملہ اسی طرح ہوا کہ جس طرح ارشاد خداوندی تھا بغیر کسی اختلاف کے اور ارشاد ہے۔

لتدخلن المسجد الحرام انشاء الله امنين محلفين روسكم ومقصرين لا تخافون

''البتہ ضرور انشاء اللہ مسجد الحرام میں سر منڈوا کے اور تقصیر کر کے بغیر کسی خوف کے تم داخل ہو گے۔''

تو یہاں بھی معاملہ ویسے ہوا جس طرح کہ خدا نے فرمایا تھا اور ارشاد ہے کہ

اذا جاء نصر الله والفتح ورايت الناس يدخلون فی دين الله افواجا

''جب اللہ کی مدد اور فتح آ گئی اور تم دیکھو کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہو رہے ہیں۔''

یہاں بھی معاملہ خدا کے ارشاد کے مطابق ہوا خدا منافقین کے ضمیروں کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:

ويقوللون فی انفسهم لولا يعذابنا الله بما نقول

''اور دلوں میں کہتے ہیں کاش جو کچھ ہم کہتے ہیں اس پر خدا ہمیں عذاب نہ دیتا۔''

پس ان کے ضمیروں کی اور جو کچھ وہ اپنے دلوں اور باطن میں چھپائے ہوئے ہیں خبر دی ہے اور یہودیوں کے واقعہ میں خدا فرماتا ہے کہ

قل يا ايها الذين هادوا ان زعمتم انكم اولياء لله من دون الناس فتمنوا الموت ان كنتم صادقين

''کہہ دو اے یہودیو! اگر تمہیں گمان ہے کہ تمام لوگوں کے علاوہ تم ہی اللہ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔''

ولا يتمنونه ابدا بما قدمت ايديهم والله عليهم بالظالمين

’’حالانکہ یہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے بسبب ان چیزوں کے جوان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو بہتر جانتا ہے۔‘‘

جیسے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا بات ویسے ہی نکلی اور ان میں سے کسی میں موت کی تمنا کرنے کی جرات پیدا نہ ہوئی۔آپ کی دی ہوئی خبر ثابت ہوئی جس سے آپ کی صداقت ظاہر اور آپ کی نبوت پر رہنمائی ہوئی اس قسم کی اور بہت سے آیات ہیں جن کے تحریر کرنے سے کتاب طویل ہو جائے گی۔

حضرت اویس قرنیؓ کا بیعت کرنا

امیر المومنینؑ سے اس قسم (غیب کی خبر دینا) کے وہ فضائل رونما ہوئے ہی جن کا انکار دل کی زنگ آلودگی، جہالت بہتان تراشی اور دشمنی کے بغیر نہیں کیا جا سکتا، کیا دیکھتے نہیں کہ کس قدر اس سلسلہ میں بہت سی پہ در پہ خبریں موجود ہیں جن کے آثار پھیلے ہوئے ہیں اور سب نے ان کو جناب امیر المومنینؑ سے نقل کیا ہے۔

آپ کا یہ ارشاد تین گروہوں سے جنگ کرنے سے پہلے اور اپنی بیعت کے بعد کہ مجھے بیعت توڑنے والوں، ظلم کرنے والوں اور حق سے نکل جانے والوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے پس آپ نے ان تین ہی گروہوں سے جنگ کی اور اس طرح ہوا جس طرح آپؑ نے فرمایا:

آپؑ نے طلحہ اور زبیر سے فرمایا (جب وہ آپ سے اجازت لینے آئے کہ وہ عمرہ کے لیے جانا چاہتے ہیں) خدا کی قسم تم بصرہ کی طرف جانا چاہتے (اور اسی طرح ہوا کہ جس طرح آپ نے فرمایا)

آپ نے ابن عباس سے فرمایا اور انہیں خبر دے رہے تھے کہ یہ دونوں مجھ سے عمرہ پر جانے کی اجازت لینے آئے اور میں نے انہیں اجازت دے دی حالانکہ میں جانتا ہوں اسے جو انہوں نے غداری و خیانت کرتا ہے اور میں اللہ سے ان کی مخالفت پر مدد چاہتا ہوں عنقریب خدا ان کے مکر و فریب کو دور کر دے گا اور مجھے ان دونوں پر فتح و کامیابی دے گا پس معاملہ اس طرح ہوا کہ جس طرح فرمایا تھا۔

آپ نے مقام ذیقار میں فرمایا جب کہ آپ بیعت لینے کے لیے تشریف فرما تھے۔

تمہارے پاس کوفہ میں سے ایک ہزار مرد آئیں گے ایک بھی کم یا زیادہ نہیں ہوگا جو میری بیعت موت پر کریں گے۔

ابن عباس کہتا ہے کہ میں اس سے گھبرا گیا مجھے خوف ہوا کہ یہ لوگ کہیں تعداد میں زیادہ یا کم نہ ہو جائیں ورنہ اس سے ہمارا معاملہ خراب ہو جائے گا مجھے حزن و غم کا دھڑکہ لگا رہا اور مردم شماری میرا طریقہ بن گیا جب ان کے پہلے پہل آنے والے آئے تو میں اسی وقت سے انہیں شمار کرنے لگا یہاں تک کہ میں نے ان کی تعداد نو سو ننانوے پوری کر لی پھر ان کا آنا بند ہو گیا تو میں نے دل میں کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کس چیز نے

آپ کو ابھارا کہ آپ نے یہ کہہ دیا! پس میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک شخص آتا ہوا دیکھا جب وقریب آیا تو وہ پیدل تھا جس پر پشم کی رداءتھی اور اس کے پاس تلوار اور ڈھال اور کچھ سامان تھا تو وہ آپ سے کہنے لگا کہ ہاتھ بڑھایئے تا کہ میں آپؑ کی بیعت کروں، تو امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ کس چیز پر بیعت کرو گے؟ وہ کہنے لگا کہ سنن، اطاعت کرنے اور آپؑ کے سامنے جہاد کرنے پر، یہاں تک کہ میں مر جاؤں خدا آپؑ کو فتح و کامیابی دے تو آپؑ نے فرمایا، تیرا نام کیا ہے؟

اس نے کہا اویسؒ فرمایا تم اویس قرنی ہو، کہنے لگا۔ جی ہاں، آپؑ نے فرمایا کہ اللہ اکبر مجھے میرے حبیب رسول اللہؐ نے خبر دی ہے کہ میں آپؑ کی امت میں سے ایک شخص اویس قرنی نامی سے ملوں گا جو اللہ اور اس کی جماعت سے ہوگا اور وہ شہادت کی موت پائے گا جس کی شفاعت اور سفارش میں ربیعہ و مضر قبیلہ جتنے لوگ داخل ہوں گے، ابن عباس کہتے ہیں کہ (اس سے) میری پریشانی ختم ہوگئی۔

اور اس سلسلہ میں ہے آپ کا کلام ”جب کہ اہل شام نے قرآن بلند کیے اور آپ کے اصحاب میں سے ایک گروہ کو شک ہوا اور وہ صلح پر اصرار کرنے اور آپ کو اس کی دعوت دینے لگے“ تم ہلاک ہو جاؤ گے یہ ایک چال اور دھوکہ ہے یہ قوم قرآن کو نہیں چاہتی کیونکہ یہ قرآن کے اہل نہیں ہیں اللہ سے ڈرو اور اپنی بصیرتوں پر چلتے ہوئے ان سے جنگ جاری رکھو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارے راستے الگ الگ ہو جائیں گے اور تم پشیمان ہو گے جب پشیمانی تمہیں فائدہ نہ دے گی اور ویسا ہی ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا اور تحکیم کے بعد یہ لوگ منکر ہو گئے اور باقی جو کوتاہی ان سے ہوئی اور جو انہوں نے قبول کیا اس پر پشیمان ہوئے اور ان کے راستے الگ ہو گئے اور ان کا انجام کار ہلاکت تھا۔

آپؑ نے فرمایا جب آپ خوارج سے جنگ کرنے جا رہے تھے۔

اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم ایک دوسرے کا سہارا لو گے اور عمل کرنا چھوڑ دو گے تو میں تمہیں خبر دیتا اس فیصلہ کی جو اللہ نے اپنے نبیؐ کی زبان پر جاری کیا ان لوگوں کے حق میں ہو اس قوم سے ان کی گمراہی کو سمجھتے ہوئے بابصیرت ہو کر جنگ کریں بے شک ان خوارج میں ایک ایسا شخص ہے جس کا ایک ہاتھ ناقص ہے اور اس کا ایک پستان ہے عورت کے پستان کی طرح اور یہ لوگ بدترین خلائق و مخلوق ہیں اور ان سے جنگ کرنے والا وسیلہ کے لحاظ سے اللہ کے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ قریب ہے اور مخدج (کہ جس کا ہاتھ ناقص تھا) قوم میں مشہور نہیں تھا پس جب وہ قتل ہو گئے تو آپ مقتولین میں اسے تلاش کرنے لگے اور فرماتے تھے خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ میرے سامنے جھوٹ بولا گیا ہے یہاں تک کہ آپ نے اسے قوم میں پالیا اور اس کی قمیص کو الگ کیا تو اس کے شانے پر ایک ٹکڑا گوشت کا تھا مثل عورت کے پستان کے جس پر بال تھے جب اس کو کھینچا جاتا تو شانہ ساتھ کھینچ آتا اور جب اسے چھوڑ دیا جاتا تو شانہ اپنی جگہ پر چلا جاتا جب آپ نے اسے پالیا تو تکبیر کہی اور

فرمایا کہ اس میں اس کے لیے عبرت ہے جو با بصیرت ہونا چاہیے۔
نے میری گردن سے پکڑا اور مجھے دھکیلا اور پھر فرمایا اے ازوی بھائی کیا معاملہ تیرے لیے واضح ہو گیا ہے میں نے عرض کیا کہ بے شک اے امیر المومنین! تو آپ نے فرمایا کہ اب اپنے دشمن سے نمبٹو تو میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا پھر دوسرے کو پھر میں ایک اور شخص سے الجھ گیا میں اسے اور وہ مجھے مارتا تھا ہم دونوں گر گئے اور مجھے میرے ساتھی اٹھا کر لے گئے پھر جب مجھے افاقہ ہوا تو آپ ان کی جنگ سے فارغ ہو چکے تھے۔

ناقلین آثار کے درمیان یہ مشہور و معروف حدیث ہے جس میں ایک شخص جناب امیر المومنینؑ کے زمانے میں اپنے دل کی بات اور جو کچھ اس کے بعد ہوا کی خبر دے رہا ہے اور کسی ایک نے بھی نہ تو اس کی تردید کی اور نہ ہی اس کی صداقت کا انکار کیا ہے حالانکہ اس میں غیب کی خبر دینا ضمیر میں پوشیدہ کو ظاہر کرنا اور دلوں کے حال جاننا ہے۔اس میں ایک ایسی روشن دلیل ہے جس کا بزرگ معجزات اور جلیل القدر براہین کے سوا کوئی ہم پلہ نہیں ہوسکتا۔

اپنی شہادت کی خبر دینا

اور اسی سلسلہ کی کڑی ہے جس میں روایات متواتر ہیں آپ نے اپنی وفات سے پہلے موت کی اور حادثہ شہادت کی خبر دی کہ آپؑ دنیا سے ایسی ضرب سے شہید ہو کر جائیں گے جو آپ کے سر میں لگے گی جس کا خون آپ کی ریش مبارک کو خضاب کرے گا اور اس میں بھی اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا اور وہ الفاظ جو راویان اخبار نے اس سلسلہ میں روایت کیے آپ کا ارشاد ہے کہ خدا کی قسم خضاب ہوگی یہ اس سے اور آپ نے اپنا ہاتھ اپنے سر اور ریش مبارک پر رکھا اور آپ کا ارشاد خدا کی قسم البتہ وہ اس کو خضاب کرے گا اس کے اوپر سے اور آپ نے اپنی ریش مبارک کی طرف اشارہ کیا کس چیز نے روک رکھا ہے بدبخت ترین امت کو کہ وہ اس کو اوپر کے خون سے خضاب کرے اور آپؑ کا ارشاد، کون سی چیز مانع ہے اس امت کے شقی ترین شخص کو کہ وہ اسے اس کے اوپر کے خون سے خضاب کرے اور آپ کا ارشاد ہے کہ تمہارے پاس رمضان کا مہینہ آ گیا اور وہ مہینوں کا سردار ہے اور سال کی ابتداء ہے اور اس میں سلطنت کی چکی چکر لگائے گی اور یاد رکھو کہ اس سال تم ایک ہی صفت میں حج کرو گے اور اس کی یہ علامت ہے کہ میں تم میں نہ ہوں گا اور آپ کے اصحاب کہتے تھے کہ آپ تو ہمیں اپنی موت کی خبر دے رہے ہیں پس ماہ رمضان کی انیس تاریخ کی رات کو ضرب لگی اور آپ کی وفات اس ماہ کی اکیس کی رات میں ہوئی۔اسی میں سے ہے وہ جسے روایت کیا ہے آپ سے موثق راویوں نے کہ آپ اس ماہ میں ایک رات امام حسنؑ، ایک رات امام حسینؑ اور ایک رات عبداللہ بن جعفر کے ہاں افطار فرماتے اور تین لقموں سے زیادہ نہیں کھاتے تھے جو آپؑ

جندب بن عبداللہ کی روایت

سیرت نگاروں نے اپنی حدیث میں جندب بن عبداللہ ازدی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ

میں جنگ جمل اور صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھا اور ان سب سے جنگ کرنے میں کہ جن کے ساتھ آپ نے جنگ کی کوئی شک وشبہ نہیں تھا یہاں تک کہ میں جنگ نہروان میں پہنچا تو مجھے اس قوم سے جنگ کرنے میں شک ہوا میں نے کہا کہ یہ ہمارے قاری اور اچھے بھلے لوگ ہیں ان سے ہم جنگ کریں سچ یہ معاملہ تو عظیم ہے پس میں صبح کے وقت ٹہلنے کے لیے نکلا میرے پاس پانی کا برتن تھا، یہاں تک کہ میں صفوں سے نکل گیا میں نے اپنا نیزہ گاڑ اور اپنی ڈھال اس کے قریب رکھ کر دھوپ سے پردہ بنایا میں بیٹھا ہی تھا کہ امیر المومنینؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے ازدی بھائی کیا تمہارے پاس پانی ہے میں نے عرض کیا جی ہاں اور میں نے برتن آپ کو دیا آپ چلے گئے یہاں تک کہ میں آپ کو نہ دیکھ سکا پھر واپس آئے وضو کیا اور ڈھال کے سائے میں بیٹھ گئے اچانک ایک شاہ سوار آیا جو آپ کے بارے پوچھ رہا تھا تو میں نے عرض کیا اے امیر المومنینؑ یہ شخص آپ سے ملنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا اسے اشارہ کرو پس میں نے اشارہ کیا تو وہ آ گیا اور کہنے لگا کہ

اے امیر المومنینؑ قوم نے نہر کاٹ دی ہے اور انہوں نے نہر عبور کر لی ہے! تو آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں انہوں نے نہر عبور نہیں کی ہے اس نے کہا ہا خدا کی قسم وہ عبور کر چکے ہیں آپ نے فرمایا یہ تیرا جھوٹ ہے، اچانک ایک اور شخص آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین قوم نہر کو عبور کر چکی ہے اور انہوں نے نہر کو کاٹ دیا ہے آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں انہوں نے عبور نہیں کیا وہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم جب میں آیا ہوں تو میں نے جھنڈے اور سامان کو اسی طرف جاتے دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے اور یہی ان کے بچھاڑے جانا اور خون بہنے کی جگہ ہے پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے اپنے دل میں کیا اس خدا کی حمد وتعریف ہے جس نے مجھے یہ شخص دکھایا اور اس کے معاملہ کی شناخت بخشی ہے یہ دو میں سے ایک شخص ہے یا تو (معاذ اللہ علی) بہت جھوٹا جری مرد ہے اور یا پھر اپنے رب کی طرف سے اور اس کے نبیؐ کے عہد و پیمان کی بناء بینہ اور مضبوط دلیل پر قائم و پابند ہے خدایا میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ جس کا تو روزِ قیامت سوال کر سکتا ہے اگر میں نے قوم کو پالیا کہ نہر عبور کر چکے ہیں تو میں پہلا شخص ہوں جو علی علیہ السلام سے جنگ کروں اور اس کی آنکھ میں نیزہ ماروں گا اور اگر قوم نے نہر عبور نہیں کی تو پھر میں ان سے جنگ کرنے اور ان کے مقابلہ میں نکلنے پر قائم ہوں۔ ہم دشمن کی صفوں تک پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ جھنڈے اور سامان پہلے کی طرح ہیں، جندب کہتا ہے اچانک آپ سے آپ کے دونوں فرزندوں حسن وحسین میں سے کسی نے اس سلسلہ میں عرض کیا تو فرمایا اے بیٹا خدا کا حکم آئے گا تو میرا شکم خالی ہو بس ایک یا دو راتوں کی بات ہے پس آپ کو انہی راتوں ضرب لگی۔ انہیں میں سے وہ ہے جسے اصحاب آثار نے روایت کیا ہے کہ جعد بن بعجہ نے جو خوارج میں سے تھا امیر المومنینؑ سے عرض کیا اے علی اللہ سے ڈرو بے شک آپ نے مرنا ہے تو امیر المومنینؑ نے فرمایا

خدا کی قسم قتل ہونا اس ضرب سے جو اس پر واقع ہو گی اور اس کو خضاب کرے گی اور آپؑ نے اپنا ہاتھ

اپنے سر اور داڑھی پر رکھا یہ عہد و پیمان کیا جا چکا ہے اور جو بہتان باندھے وہ ناکام ہے۔

آپ کا ارشاد اس رات کہ جس کے آخر میں شقی و بدبخت نے آپ کو ضرب لگائی آپ مسجد کی طرف جانے لگے تو مرغابیاں آپ کے روبرو چیخنے لگیں لوگ انہیں آپ سے دور کرنے لگے تو فرمایا ان کو چھوڑ و یہ نوحہ کر رہی ہیں۔

دوسروں کے حالات کی خبر دینا

تفصیل شہادت میثم تمارؓ

اس میں سے ہے وہ واقعہ جسے ولید بن حارث وغیرہ نے اپنے لوگوں سے روایت کیا ہے کہ امیر المومنینؑ کو جب خبر پہنچی اس کی جو کچھ بسر بن ارطاۃ نے یمن میں کیا تھا تو عرض کیا اے خدایا بسر نے اپنا دین دنیا کے مقابلہ میں بیچ دیا ہے اس کی عقل چھین لے اور اس کے لیے اتنا دین بھی نہ رہنے دے جس کی بناء پر تجھ سے رحمت کا مستحق ہو سکے پس بسر کا دماغی توازن بگڑ گیا اور وہ تلوار لے آؤ، تلوار لے آؤ پکارتا تو اس کے لیے ایک لکڑی کی تلوار بنائی گئی اور وہ اس سے مارتا رہتا تھا یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتا پس جب اس کو افاقہ ہوتا تو کہتا تلوار، تلوار پس وہ اس کو دی جاتی اور وہ اس کو چلانا شروع کر دیتا اور اسی طرح رہا یہاں تک کہ مر گیا۔

اسی میں سے ہے جو آپ سے کثرت سے مروی ہے آپ کا یہ ارشاد کہ عنقریب میرے بعد تمہارے سامنے مجھے سب و شتم کیا جائے گا یعنی آپ لوگوں کو پیش کیا جائے گا تو مجبوراً مجھے سب کرنا اور اگر تم پر مجھ سے برائیت اور بیزاری پیش کی جائے تو مجھ سے برائیت نہ کرنا کیونکہ میں دین اسلام پر پیدا ہوا ہوں تو جس کے سامنے مجھ سے برائیت پیش ہو وہ اپنی گردن آگے کر دے اور مجھ سے برائیت نہ کرنا کیونکہ جو مجھ سے برائیت کرے گا نہ اس کی دنیا رہے گی اور نہ آخرت اور اس بارے یونہی ہوا جس طرح حضرت نے فرمایا تھا۔

اسی میں سے ہے آپ کا ارشاد جو آپؑ ہی سے مروی ہے کہ اے لوگو میں نے تمہیں حق کی دعوت دی پس تم نے مجھ سے پشت پھیر لی تمہیں میں نے درے سے پٹیا تو تم نے مجھے عاجز کر دیا یاد رکھو کہ اب میرے بعد تم پر ایسے لوگ والی و حاکم بنیں گے کہ وہ تم سے اس پر راضی نہ ہوں گے یہاں تک کہ وہ تمہیں کوڑوں اور لوہے سے عذاب دیں گے اور جو لوگوں کو دنیا میں عذاب دے گا خدا اسے آخرت میں عذاب دے گا اور اس کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس صاحب یمن آئے گا یہاں تک کہ تمہارے ہاں آتے ہی وہ ظالموں کے کارکنوں کو گرفتار کرے گا اور وہ ایک مرد ہے کہ جسے یوسف بن عمر کہا جائے گا اور ویسا ہی ہوا جیسا کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا تھا۔

اسی میں سے ہے وہ کہ جسے علماء نے روایت کیا ہے کہ جویریہ بن مسہر قصر الامارہ کے دروازے پر کھڑا

ہو گیا اور اس نے کہا کہ امیر المومنینؑ کہاں ہیں تو اس سے کہا گیا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں اس نے پکار کر آواز دی اے سونے والے بیدار ہو جا پس قسم ہے اس کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ضرور تیرے سر پر ضرب لگائی جائے گی جس سے تیری داڑھی خضاب ہو گی جس طرح تو نے خود پہلے ہی ہمیں خبر دی ہے تو امیر المومنینؑ نے سن لیا اور پکار کر فرمایا اے جویریہ آگے آؤ تاکہ میں تجھے تیری بات بتاؤں پس وہ آگے آیا پس فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عنقریب تجھے کھینچا جائے گا سخت مزاج کمینہ کی طرح اور تیرے ہاتھ پیر کاٹ دیئے جائیں گے پھر تجھے شگوفے کی خلاف والی کھجور کے تنے کے نیچے پھانسی لٹکایا جائے گا پس اس طرح ایک زمانہ گزر گیا یہاں تک کہ معاویہ کے زمانہ میں زیاد کوفہ کا والی بنا اس نے اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے اور پھر اس کو ابن مکعبر کے کھجور کے تنے کے ساتھ پھانسی دی اور اس کا لمبا تنا تھا پس یہ اس کے نیچے لٹکا رہا۔

اسی میں سے وہ روایت جسے بیان کیا ہے کہ میثم تمار بنی اسد کی ایک عورت کا غلام تھا اور امیر المومنینؑ نے میثم کو اس عورت سے خرید کر کے آزاد کیا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے اس نے کہا کہ سالم تو آپ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہؐ نے خبر دی تھی کہ تیرا نام جو عجم میں تیرے ماں، باپ نے رکھا وہ میثم ہے تو اس نے کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور آپؑ نے اے امیر المومنینؑ سچ فرمایا خدا کی قسم میرا یہی نام ہے تو آپ نے فرمایا پھر اپنے اصلی نام کی طرف پلٹ جاؤ جس نام سے رسول اللہؐ نے تجھے یاد کیا ہے اور سالم کو چھوڑ دو پس میثم کے نام کی طرف پلٹ آیا اور اپنی کنیت ابوسالم رکھی۔

ایک دن حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا کہ میرے بعد تجھے گرفتار کر کے سولی پر لٹکایا جائے گا اور تجھے نیزے سے مارا جائے گا پس جب تیسرا دن ہو گا تو تیرے ناک اور منہ سے خون جاری ہو گا جس سے تیری داڑھی خضاب ہو گی اس خضاب کا انتظار کرو پس تجھے عمرو بن حریث کے گھر کے دروازے پر سولی پر لٹکایا جائے گا تو دس میں سے دسواں ہو گا کہ جس کی سولی کی لکڑی سب سے چھوٹی ہو گی اور وضو خانہ کے زیادہ قریب ہو گا اور چلو میں تمہیں وہ کھجور دکھاؤں جس کے تنے (کی لکڑی) پر سولی پر لٹکایا جائے گا پھر آپ نے وہ درخت دکھایا۔

میثم اس کے قریب آ کر نماز پڑھا کرتے اور کہتے کہ تجھے برکت نصیب ہو اے کھجور کے درخت میں تیرے لیے خلق ہوا ہوں اور تجھے میرے لیے غذا دی گئی ہے اور ہمیشہ اس کی نگرانی کرتے رہے یہاں تک کہ اسے کاٹ دیا گیا اور انہیں وہ مقام بھی معلوم تھا جہاں کوفہ میں پھانسی پر لٹکایا جانا تھا اور میثم جب عمرو بن حریث سے ملاقات کرتے تو کہتے کہ میں تیرا پڑوسی بننے والا ہوں پس میری اچھی ہمسائیگی کرنا تو عمرو اس سے کہتا کہ کیا تو نے ابن مسعود کا مکان لینا چاہا ہے یا ابن حکیم کا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ میثم کی مراد کیا ہے۔

میثم نے اس سال حج کیا جس میں قتل ہوا پس جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا کہ تم کون ہو تو کہا کہ میں میثم ہوں فرمایا، میں نے بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا وہ تیرا

ذکر کرتے تھے اور علیؑ کو پردہ شب میں تیرے متعلق وصیت کرتے تھے پس مثیم نے ان سے امام حسینؑ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا وا پنے باغ میں گئے ہوئے ہیں عرض کیا ان کو بتانا کہ میں ان کو سلام کرنا چاہتا تھا اور انشا اللہ عالمین کے پروردگار کے ہاں ہماری ملاقات ہوگی پس جناب ام سلمہ نے خوشبو منگوائی اور میثم کی داڑھی کو خوشبو لگائی اس سے فرمایا یاد رکھو عنقریب یہ خون سے خضاب ہوگی پس میثم کوفہ میں آیا تو عبیداللہ بن زیاد لعین نے اسے گرفتار کیا جب اس کے دربار میں داخل ہوا تو اس لعین سے کہا گیا کہ یہ شخص علیل کے ہاں سب سے زیادہ ترجیح رکھتا تھا تو وہ کہنے لگا افسوس ہے تم پر یہ عجمی ہے؟ بتایا گیا ہاں! تو عبیداللہ نے میثم سے کہا تیرا رب کہاں ہے؟ جواب دیا ہر ظالم کی گھات میں ہے اور ان ظالموں میں سے تو بھی ہے تو وہ لعین کہنے لگا تو عجمی ہو کر اس جگہ پر پہنچ جائے گا جہاں تو چاہتا ہے تیرے ساتھی نے تجھے کیا خبر دی کہ میں تجھ سے کیا سلوک کروں گا تو کہا کہ آپ نے مجھے خبر دی تھی کہ میں دسواں آدمی ہوں گا جسے تو سولی پر لٹکائے گا میری لکڑی ان سب سے چھوٹی ہوگی اور وہ طہارت خانہ کے قریب ہوگی وہ کہنے لگا کہ ہم اس کے قول کی مخالفت کریں گے تو میثم اس ملعون سے کہنے لگا کہ تو مخالفت کیسے کرسکتا ہے پس خدا کی قسم آپ نے جو کچھ خبر دی ہے وہ نبی کریمؐ سے اور نبی کریمؐ نے جبرائیلؑ سے اور اس نے اللہ تعالیٰ سے دی ہے تم ان سب کی مخالفت کیسے کرو گے اور میں تو اس جگہ کو بھی جانتا ہوں جہاں پر مجھے سولی پر لٹکایا جائے گا کہ وہ کوفہ میں کہاں ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے میں پہلا شخص ہوں کہ جس کے منہ میں لگام دی جائے گی پس اس لعین نے میثم کو قید کردیا اور اس کے ساتھ مختار بن ابوعبیدہ کو بھی قید کردیا تو میثم نے مختار سے کہا کہ تم امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے رہا کردیئے جاؤ گے پس تم اس کو قتل کرو گے جو ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے۔

تو جب عبیداللہ لعین نے مختار کو بلایا تا کہ وہ اسے قتل کرے تو ڈاکیہ عبیداللہ کے نام یزید کا خط لے کر آیا وہ اس کو حکم دے رہا تھا کہ مختار کو رہا کردو اور اس نے مختار کو چھوڑ دیا اور میثم کے لیے پھانسی کا حکم دیا تو میثم کو نکالا گیا پس مثیم سے ایک شخص نے جو اس سے ملا کہا کہ تو اس سے کتنا بے پرواہ ہے اے میثم تو میثم مسکرایا اور اس کھجور کے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اس کے لیے پیدا ہوا ہوں اور اس کو میرے لیے غذا دی گئی ہے۔

پس جب میثم کو اس لکڑی پر لٹکایا گیا تو لوگ اس کے گرد عمرو بن حریث کے دروازے پر جمع ہو گئے تو عمرو کہنے لگا کہ خدا کی قسم میثم مجھ سے کہا کرتا تھا کہ میں تمہارا پڑوسی بننے والا ہوں لہٰذا جب میثم کو سولی پر لٹکایا گیا تو عمرو نے اپنی ایک کنیز سے کہا کہ اس لکڑی کے نیچے جاڑو دو اور پانی چھڑکاؤ اور دھونی دو پس میثم نے فضائل بنی ہاشم بیان کرنا شروع کردیئے تو ابن زیاد کو بتایا گیا کہ اس غلام نے تو تجھے رسوا کردیا ہے تو اس خبیث نے حکم دیا کہ اس کے منہ میں لگام دے دو اور وہ اللہ کی مخلوق میں سے پہلے شخص ہے کہ جس کے منہ میں لگام دی گئی ہے اور جناب میثم کی شہادت امام حسینؑ کے عراق کی طرف آنے سے دس دن پہلے ہوئی پس جب میثم کی سولی کا تیسرا دن آیا تو اس مظلوم کو نیزہ مارا گیا تو اس نے تکبیر کہی پھر دن کے آخر میں اس بیکس کے منہ اور ناک

سے خون بہنے لگا اور یہ ان اخبار میں سے ہیں کہ جو غیب کی خبریں امیر المومنینؑ سے محفوظ رہ گئیں اور جن کا ذکر مشہور اور جن کی روایت علماء سے عام ہے۔

رشید ہجری کو اس کی شہادت کی خبر دینا

اسی میں سے ہے کہ جسے ابن عباس نے مجالد سے روایت کیا اور مجالد نے شعبی سے اس نے زیاد بن نضر حارثی سے وہ کہتا ہے کہ میں زیاد لعین کے پاس تھا کہ رشید ہجری کو لایا گیا تو اس سے زیاد نے کہا کہ تیرے صاحب نے تجھے کیا کہا تھا یعنی علیؑ نے، کہ ہم تجھ سے کیا سلوک کریں گے رشید نے کہا کہ تم میرے ہاتھ پاؤں کاٹو گے اور مجھے سولی پر لٹکاؤ گے تو زیاد نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس کی بات کو جھٹلاؤں گا، اس کو چھوڑ دو پس رشید نے جانے کا ارادہ کیا تو وہ لعین کہنے لگا کہ خدا کی قسم جو اس کے صاحب نے اس سے کہی ہے ہم اس سے کوئی اور چیز بدتر نہیں جانتے اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ دو اور اس کو سولی پر لٹکا دو تو رشید نے کہا ہیہات (یعنی مولا کی مخالفت دور کی چیز ہے) افسوس تمہارے پاس میری ایک چیز رہ گئی ہے کہ جس کی امیر المومنینؑ نے مجھے خبر دی ہے تو زیاد کہنے لگا کہ اس کی زبان بھی کاٹ دو تو رشید نے کہا خدا کی قسم اب امیر المومنینؑ کی خبر کی واضح تصدیق ہوئی ہے اور اس خبر کو بھی موافق اور مخالف نے اپنے ثقات سے ان میں سے کہ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے نقل کیا ہے اور سب علماء کے ہاں اس کا معاملہ مشہور ہے اور ان کا بھی انہیں معجزات اور اخبار غیب میں شمار ہوگا جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

مزرع بن عبداللہ کی روایت

انہیں میں سے ہے وہ کہ جسے عبدالعزیز بن صہیب نے ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے مزرع بن عبداللہ نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امیر المومنینؑ کو یہ کہتے سنا کہ یاد رکھو خدا کی قسم البتہ ضرور ایک لشکر آگے بڑھے گا اور جب وہ وادی بیدار میں پہنچے گا تو زمین میں دھنس جائے گا تو میں نے مزرع سے کہا کہ تم تو مجھے غیب کی خبر دینے لگے تو میں نے کہا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے محفوظ رکھو خدا کی قسم وہ ہو کے رہے گا جس کی خبر امیر المومنینؑ مجھے دے گئے ہیں اور ایک شخص پکڑا جائے گا اور وہ سولی پر لٹکایا جائے گا اس مسجد کے دو کنگروں کے درمیان تو میں نے اس سے کہا کہ تم تو مجھے غیب کی خبر دیتے ہو تو اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے ثقہ (قابل اعتماد) و امین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے خبر دی ہے ابوالعالیہ کہتا ہے کہ ہم پر ایک جمعہ نہ گزرا تھا کہ مزرع کو گرفتار کیا گیا پھر قتل کر کے مسجد کے دو کنگروں کے درمیان سولی پر لٹکایا گیا راوی کہتا ہے اس نے ایک تیسری چیز بھی کہی تھی جسے

میں بھول گیا ہوں۔

کمیل کو اس کی شہادت کی خبر دینا

اسی میں سے ہے کہ جسے جریر نے مغیرہ سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب حجاج لعنۃ اللہ والی بنا تو اس نے کمیل بن زیاد کو طلب کیا تو وہ کہیں چلے گئے اس لعین نے کمیل کی قوم کو ان کے بیت المال کے عطیہ سے محروم کر دیا جب کمیل نے یہ دیکھا تو کہا کہ میں بوڑھا شخص ہوں اور میری عمر ختم ہو چکی ہے یہ مناسب نہیں ہے کہ میں اپنی قوم کو ان کی عطا سے محروم کروں پس کمیل نکلے اور اپنے کو حجاج کے سپرد کر دیا جب اس نے کمیل کو دیکھا تو کہنے لگا کہ میں دوست رکھتا تھا کہ مجھے تجھ تک راستہ ملے تو کمیل نے کہا کہ مجھ پر دانت نہ پیسو اور نہ ہی دھمکیاں دو خدا کی قسم میری عمر میں سے سوائے غبار کے تقرب حاصل کرنے والے کے کچھ باقی نہیں رہا تو جو چاہو فیصلہ کرو کیونکہ وعدہ کی جگہ اللہ ہے اور قتل کے بعد حساب ہے اور مجھے امیر المومنین علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ تو میرا قاتل ہے۔

راوی کہتا ہے تو حجاج نے کہا پھر تو تیرے خلاف حجت قائم ہے کمیل نے جواب دیا کہا کہ یہ تب ہو جب فیصلہ تیرے ہاتھ ہو، وہ کہنے لگا ہاں تو ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے عثمان بن عفان کو قتل کیا اس کی گردن اڑا دو پس کمیل رحمۃ اللہ علیہ کی گردن اڑا دی گئی اور یہ بھی ایسی ہی خبر ہے کہ جس کو عامہ نے اپنے ثقات (قابل اعتماد راویوں) سے روایت کیا ہے اور اس کے نقل کرنے میں خاصہ بھی ان کے شریک ہیں اسی روایت کے مضمون کا شمار بھی ہمارے ذکر کردہ باب معجزات و براہین اور بینات میں شامل ہے۔

قنبرؓ کو اس کی شہادت کی خبر دینا

اور اسی میں سے ہے وہ جسے سیرت نگاروں نے مختلف طرق سے نقل کیا ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی لعین ایک دن کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ اصحاب ابوتراب میں سے کوئی شخص ملے کہ جس کے خون بہانے میں قرب خدا حاصل ہو تو اس سے کہا گیا کہ ہم کسی شخص کو نہیں جانتے کہ جو ابوتراب کے ساتھ طویل عرصہ رہا ہو سوائے ان کے غلام قنبر کے پس اس نے قنبر کی تلاش میں کسی کو بھیجا، قنبر کو لایا گیا تو وہ کہنے لگا تو قنبر ہے! کہا ہاں، کہنے لگا ابوہمدان؟ جواب دیا ہاں کہنے لگا علی بن ابی طالب کے مولی ولام ہو! تو قنبر نے کہا اللہ میرا مولی و حاکم ہے اور علیؑ میرے ولی نعمت ہیں کہنے لگا اس کے دین سے بیزاری اختیار کرو تو قنبر نے کہا کہ اگر میں ان کے دین سے برائت و بیزاری کروں تو تم مجھے ان کے غیر کے ایسے دین کی رہبری کرو گے جو ان کے دین سے افضل ہو تو کہنے لگا میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں تم انتخاب کرو کون سا قتل ہونا تمہیں زیادہ پسند ہے قنبر نے کہا کہ اس کا اختیار میں تجھے دیتا ہوں اس نے کہا کیوں! جواب دیا اس لیے کہ جس طرح سے تم مجھے قتل کرو گے اسی طرح ہی میں تمہیں

قتل کروں گا اور یہ خبر مجھے امیر المومنین نے دی ہے کہ میرا قتل ظلماً ناحق ذبح ہونا ہے راوی کہتا ہے کہ اس لعین نے حکم دیا اور قنبر ذبح کیا گیا۔

یہ روایت بھی ان اخبار میں سے ہے جو امیر المومنینؑ سے غیب کے متعلق روایت ہو کر درست و صحیح ثابت ہوئیں اور اس کا شمار بھی بلند و بزرگ معجزات اور روشن و واضح دلیل کے باب اور اس علم میں ہوگا جس کے ساتھ خداوند کریم نے اپنی ان حجتوں کو مخصوص کیا ہے جو انبیاء و رسولوں اور برگزیدہ و منتخب بندوں میں سے ہیں اور یہ بھی ہمارے ذکر کردہ پہلے بیان کے ساتھ ملحق ہے۔

خالد بن عرفطہ کی خبر دینا

اسی میں سے ہے وہ کہ جسے حسن بن محبوب نے ثابت ثمالی سے ابو اسحاق سبیعی سے اس نے سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص امیر المومنینؑ کے پاس آیا اور عرض کیا اے امیر المومنین میں وادی قری (مدینہ اور شام کے درمیان ایک جگہ ہے) کے قریب سے گزرا تو میں نے خالد بن عرفطہ کو دیکھا کہ وہ وہاں مر گیا ہے پس آپ اس کے لیے استغفار کریں تو امیر المومنین نے فرمایا چپ رہو وہ نہیں مرا اور نہ ہی وہ مرے گا جب تک وہ گمراہی کے لشکر کی قیادت نہ کرے کہ جس کا علمدار حبیب بن حماز ہوگا پس ایک شخص منبر کے پاس سے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا اے امیر المومنینؑ خدا کی قسم میں آپ کا شیعہ اور آپ کا محب ہوں آپ نے فرمایا کہ تو کون ہے تو کہنے لگا کہ میں حبیب بن حماز ہوں فرمایا تم بچو اس علم کو اٹھانے سے اور تم ضرور اٹھاؤ گے اور اس کو لے کر اس دروازے سے داخل ہو گے اور آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا باب الفیل کی طرف پس جب امیر المومنینؑ دنیا سے چلے گئے اور آپ کے بعد امام حسن چلے گئے اور امام حسینؑ کا معاملہ ظاہر ہوا تو ابن زیاد نے عمر بن سعد کو امام حسینؑ کے مقابلہ کے لیے بھیجا تو خالد بن عرفطہ کو اس کے مقدمۃ الجیس کا سردار بنایا اور حبیب بن حماز اس کا علمدار تھا پس اس علم کو لے کر چلا یہاں تک کہ مسجد میں باب الفیل سے داخل ہوا اور یہ بھی مشہور خبر ہے کہ جس کا اہل علم اور راویان آثار نے انکار نہیں کیا اور یہ خبر اہل کوفہ میں مشہور اور ان کی جماعت میں اس طرح ظاہر و معروف ہے کہ کوئی دو شخص بھی اس کا انکار نہیں کرتے اور وہ بھی ان معجزات میں سے ہے کہ جسے ہم نے ذکر کیا ہے۔

روایت ابو الحکم

اسی میں شامل ہے کہ جسے زکریا بن یحییٰ قطان نے فضل بن زبیر سے اس نے ابو الحکم سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نے اپنے مشائخ اور علماء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ علی بن ابی طالبؑ نے خطبہ میں فرمایا

سلونی سلونی قبل ان تفقدونی

''مجھ سے سوال کرو اس سے قبل کہ مجھے مفقود پاؤ......''

پس خدا کی قسم نہیں سوال کرو گے کسی گروہ سے جو سینکڑوں آدمیوں کو گمراہ کرے اور سینکڑوں آدمیوں کو ہدایت دے مگر یہ کہ میں تمہیں خبر دوں گا اس کے بلانے والے اور چلانے والے کی قیامت کے دن تک پس آپؑ کے سامنے ایک شخص کھڑا ہو گیا کہ مجھے خبر دیجئے کہ میرے سر اور داڑھی میں کتنے بال ہیں؟ تو امیر المومنینؑ نے فرمایا مجھے میرے خلیل رسول اللہؐ نے خبر دی ہے کہ جو تو نے مجھ سے سوال کیا ہے اور تیرے سر کے ہر بال پر ایک فرشتہ ہے کہ جو تجھے لعنت کرتا ہے اور تیری داڑھی کے ہر بال پر ایک شیطان ہے جو تجھے پھسلاتا ہے اور تیرے گھر میں ایک لڑکا ہے (بکری کے بچہ جیسا) جو رسول اللہؐ کے بیٹے کو قتل کرے گا اور اس کی نشانی تجھے میری بتائی ہوئی خبر کا مصداق ہے اور اگر یہ نہ ہوتا کہ جو تو نے سوال کیا ہے اس پر دلیل مشکل ہو جائے گی (شمار نہیں کر سکو گے) تو میں اس کی بھی تجھے خبر دیتا لیکن اس کی نشانی وہی ہے کہ جو میں نے تجھے بتائی ہے یعنی تجھ پر ملائیکہ کا لعنت کرنا اور تیرے ملعون لڑکے کا پیدا ہونا کافی ہے۔

اس وقت اس کا لڑکا چھوٹا سا بچہ تھا جو زمین پر گھسٹ کے چلتا تھا پس جب امام حسینؑ کا معاملہ ہوا تو وہ آپؑ کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا اور اسی طرح ہوا کہ جس طرح امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا۔ (وہ عمر بن سعد تھا سوال کرنے والا اس کا باپ سعد تھا)

براء بن عازب کو خبر دینا اور شہادت امام حسینؑ کا بتانا

اور اس میں سے وہ ہے جسے اسماعیل بن صبیح نے یحییٰ بن مساور عابدی سے اس نے اسماعیل بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے برآء بن عازب سے ایک دن فرمایا اے برآء میرا بیٹا حسین قتل ہو گا اور تم زندہ ہو گے لیکن اس کی مدد و نصرت نہیں کرو گے تو جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو برآء بن عازب کہا کرتا تھا کہ خدا کی قسم علی بن ابی طالبؑ نے سچ کہا حسینؑ مارے گئے اور میں ان کی مدد نہ کر سکا پھر اس پر حسرت اور ندامت کا اظہار کیا اس کا بھی شمار ہماری ذکر کردہ اخبار بالغیب اور دلوں کو روشن و منور کرنے والی علامتوں میں ہے۔

اور انہی میں سے ہے وہ جسے عثمان بن عیسیٰ عامری نے جابر بن حر سے اس نے جویری بن مسہر عبدی سے روایت کیا کہ جب ہم امیر المومنینؑ کے ساتھ صفین کی طرف متوجہ ہوئے تو ہم کربلا کے کنارے پہنچے اور آپ لشکر سے ایک طرف کھڑے ہو گئے پھر آپؑ نے دائیں بائیں دیکھا اور آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے فرمایا خدا کی قسم یہ ان کے اونٹوں کے بٹھانے اور ان کے مرنے کی جگہ ہے تو آپ سے عرض کیا گیا اے امیر المومنینؑ یہ کون سی جگہ ہے تو فرمایا کہ یہ کربلا ہے جس میں ایک گروہ شہید ہو گا کہ جو بغیر حساب کے جنت میں جائے گا پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور لوگ آپ کے فرمان کی تاویل نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کا واقعہ مقام

طف کربلا میں واقع ہوا اور جو کچھ ہوا تو اس وقت ان لوگوں نے سمجھا جنہوں نے آپ کا کلام سنا ہوا تھا کن کے بارے میں کہا تھا۔ یہ بھی علم غیب میں سے ہے اور ایک ہونے والے واقعہ کی اس کے ہونے سے پہلے خبر دے رہا ہے اور یہ ظاہر بظاہر معجزہ اور حیران کن علم ہے جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ میں اخبار بہت ہیں کہ جن کی تشریح طویل ہے اور جو کچھ ہم نے لکھ دیا ہے یہ ہمارے مقصد کے لیے کافی ہے۔

فوق العادت امور

باب خیبر کا اکھاڑنا

آپؑ کی ان روشن علامتوں میں سے ہے کہ خداوندکریم نے آپ کو قدرت وطاقت کے ساتھ ممتاز قرار دیا اور ایسی قوت وطاقت بخشی جو فوق العبادت اور تعجب خیز ہے ان میں سے ایک وہ ہے جس کے متعلق مشہور اور پے در پے خبریں ہیں جن پر علماء کا اتفاق ہے اور مخالف ودوست سب نے تسلیم کیا ہے وہ واقعہ خیبر ہے۔ حضرت امیرالمومنینؑ کا اپنے ہاتھ سے قلعہ کا دروازہ اکھاڑنا اور اس کو زمین پر پھینکنا جب کہ وہ اتنا وزنی تھا کہ پچاس آدمیوں سے کم اسے اٹھا نہیں سکتے تھے (ستر کا بھی ذکر آیا ہے)

اس کو عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے بزرگوں اور مشائخ سے مرویات میں ذکر کیا ہے اس نے کہا کہ ہمیں اسماعیل بن اسحاق قاضی نے بتایا کہ ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے ذکر کیا کہ ہمیں عبدالعزیز بن محمد نے حزام سے اس نے ابوعتیق سے جس نے جابر سے روایت کی۔

تحقیق نبی کریمؐ نے خیبر کے دن حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو دعا دینے کے بعد علم (پرچم) عطا فرمایا تو علیؑ تیز رفتاری کے ساتھ بڑھے جب کہ آپؑ کے ساتھی آپ کو آہستہ چلنے کے لیے کہہ رہے تھے یہاں تک کہ آپ قلعہ تک پہنچ گئے پس آپؑ نے اس کے دروازے کو کھینچا اور زمین پر پھینک دیا پھر ہم میں سے ستر آدمی جمع ہوئے جن کی سخت کوشش فقط دروازہ الٹا سکی۔ اور یہ وہ چیز ہے کہ جس سے اللہ نے قوت وطاقت اور فوق العادت سے آپ کو مخصوص فرمایا اور اس کو علامت معجزہ قرار دیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

پتھر کا اکھاڑنا اور راہب کا اسلام قبول کرنا

اور اس میں ہے کہ جسے اہل سیر نے روایت کیا ہے اور عامہ اور خاصہ میں اس کی خبر مشہور ہے یہاں تک کہ شعراء نے اسے نظم کیا ہے اور فصیح وبلیغ لوگوں نے اس کے خطبے دیئے ہیں اور بافہم لوگوں اور علماء نے زمین کربلا کے راہب اور پتھر کی حدیث کو روایت کیا ہے کہ جس کی شہرت سند کی محتاج نہیں اور وہ اس طرح ہے کہ ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ امیرالمومنینؑ جب صفین کی طرف جا رہے تھے تو آپ کے اصحاب کو سخت پیاس لگی اور انہیں

اس کے کوئی آثار نظر نہ آئے تو انہیں امیر المومنین شاہراہ سے موڑ کر تھوڑا سا دور لے چلے وسط بیابان میں ایک گرجا نظر آیا آپ انہیں ساتھ لے کر اس گرجے کی طرف گئے جب اس کی ڈیوڑھی پر پہنچے تو آپ نے کسی کو حکم دیا کہ وہ گرجا میں رہنے والے کو پکارے کہ وہ ان کی طرف جھانکے پس اسے انہوں نے پکارا تو ایک شخص ظاہر ہوا اس سے امیر المومنین نے فرمایا کیا تیرے پاس گرجے کے قریب کوئی پانی ہے کہ جس سے یہ قوم اپنی پیاس کو بجھائے، کہنے لگا افسوس کہ میرے اور پانی کے درمیان دو فرسخ کا فاصلہ ہے اور میرے قریب قریب کہیں پانی نہیں اور اگر میرے لیے بھی ہر ماہ پانی نہ لایا جائے جو تنگی سے کفایت کرتا ہے تو میں پیاس سے تلف ہو جاؤں تو آپؑ نے فرمایا کیا تم نے سن لیا ہے جو کچھ اس راہب نے کہا ہے کہنے لگے کہ جی ہاں تو کیا آپؑ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم ادھر جائیں جدھر کا اس نے اشارہ کیا ہے شاید ہم پانی حاصل کر سکیں جب کہ ہم میں طاقت موجود ہے تو امیر المومنینؑ نے فرمایا تمہیں اس کی ضرورت نہیں اور آپؑ نے اپنے خچر کی گردن قبلہ کی طرف موڑی اور انہیں ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا جو گرجے کے قریب تھی اور انہیں فرمایا کہ اس جگہ زمین کھودو اور اسے صاف کرو پس ان میں سے ایک گروہ اس جگہ کی طرف مڑا اور اس کو بیلچوں سے کھودا تو ان کے سامنے ایک بڑا پتھر ظاہر ہوا جو چمک رہا ہے تو انہوں نے عرض کیا اے امیرؑ یہاں تو ایک پتھر ہے کہ جس میں بیلچے کام نہیں کر سکتے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ یہ پتھر پانی کے اوپر ہے پس اگر یہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو تمہیں پانی مل جائے گا پس انہوں نے اس پتھر کو اکھیڑنے کی پوری کوشش کی اور سارے لوگ اکٹھے ہو گئے اور اس کو ہلانا چاہا تو انہیں اس کی کوئی راہ نہ ملی اور یہ انہیں سخت نظر آیا پس جب حضرت نے دیکھا کہ انہوں نے مل کر پتھر کو اکھیڑنے کی کوشش کی ہے اور وہ ان کے لیے سخت ہو گیا ہے تو آپ نے اپنا پاؤں زین سے نکالا اور زمین پر آ گئے اور اپنی آستینیں چڑھائیں اور اپنی انگلیاں پتھر کے ایک طرف نیچے رکھ کر حرکت دی پھر اسے اپنے ہاتھ سے اکھیڑا اور اسے کئی ہاتھ کی دوری پر پھینک دیا پس جب پتھر اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو انہیں پانی کی سفیدی نظر آئی اور انہوں نے اس طرف جلدی کی اور اس سے پانی پیا تو وہ اس سے زیادہ میٹھا، زیادہ ٹھنڈا اور زیادہ صاف وشفاف تھا جو اس سفر میں انہوں نے پیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اسے زادِ سفر بناؤ اور خوب پیو انہوں نے ایسا ہی کیا پھر آپ پتھر کی طرف آئے اسے ہاتھ میں لیا اور وہاں رکھ دیا جہاں وہ پہلے تھا اور حکم دیا کہ اس کے آثار مٹی ڈال کر مٹا دیئے جائیں اور راہب یہ سب کچھ اپنے گرجے سے دیکھ رہا تھا چنانچہ جب اسے پورا علم ہو گیا اس کا جو وہاں ماجرا ہوا تھا تو اس نے پکار کر کہا اے لوگو مجھے اتارو پس انہوں نے اس کے اتارنے کا حیلہ کیا اور وہ امیر المومنینؑ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گیا اور آپ سے کہنے لگا کہ اے اس کمال کے مالک آپ نبی مرسل ہیں آپؑ نے فرمایا کہ نہیں تو اس نے کہا پھر آپ ملک مقرب ہیں فرمایا کہ نہیں تو اس نے کہا کہ پھر آپ کون ہیں؟ فرمایا میں اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی ہوں تو وہ کہنے لگا کہ اپنا ہاتھ دراز کیجئے تا کہ میں اللہ کے لیے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں پس امیر المومنینؑ

نے ہاتھ بڑھایا اور اس سے فرمایا کہ شہادتین کی گواہی دو تو اس نے کہا

اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ و اشھدان محمد اعبدہ ورسولہ و اشھدانك وصی رسول اللہ واحق الناس بالا مر بعدہ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ رسول اللہؐ کے وصی ہیں اور آپؑ کے بعد امر خلافت کے سب لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں پس امیرالمومنینؑ نے اس سے اسلام کی شرائط کا عہد لیا پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ اس وقت تجھے اسلام کی طرف کس چیز نے دعوت دی ہے بعد اس کے کہ طویل عرصہ سے اس گرجے میں رہتے ہوئے اسلام کا مخالف تھا تو وہ کہنے لگا۔''

اے امیرالمومنینؑ میں آپ کو اس کی خبر دیتا ہوں کہ یہ گرجا اس پتھر کو اکھیڑنے والے کی تلاش اور اس کے نیچے سے اپنی نکالنے والے کی تلاش میں بنایا گیا تھا مجھ سے پہلے ایک زمانہ گزر چکا جو اس سعادت کو نہیں پا سکا اور خدا نے یہ نعمت میرے رزق میں رکھی کیونکہ ہمیں ہماری ایک کتاب میں ملا اور ہمارے علماء سے منقول و ماثور ہے کہ اس طرف ایک چشمہ ہے کہ جس کے اوپر ایک پتھر ہے کہ جس کی جگہ کو نبی یا وصی نبی کے سوا کوئی نہی جانتا اور لازمی طور پر وہ ایک ایسا اللہ کا ولی ہوگا جو حق کی دعوت دے گا۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ اس پتھر کی جگہ کو جانتا اور اس کے اکھیڑنے کی قدرت رکھتا ہے اور میں نے جب دیکھا ہے کہ آپ نے یہ کام کیا ہے تو میرے لیے وہ کچھ ثابت اور محقق ہو گیا جس کے ہم منتظر تھے اور میں نے اپنی اس آرزو کو پا لیا آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور آپ کے حق پر ایمان لایا اور آپ کا غلام و موالی ہوں جب امیرالمومنینؑ نے یہ سنا تو آپؑ رو پڑے یہاں تک کہ آپؑ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اور فرمایا:

حمد ہے اس خدا کی جس کے ہاں میں بھلایا نہیں گیا حمد ہے اس خدا کی کہ جس کی کتب میں میرا تذکرہ کیا گیا

پھر آپؑ نے لوگوں کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ

سنو جو کچھ تمہارا یہ مسلمان بھائی کہتا ہے پس انہوں نے اس کی گفتگو سنی اور انہوں نے اللہ کی حمد اور اس کا شکر ادا کیا اس نعمت پر جو اللہ نے ان پر انعام کی تھی کہ انہیں امیرالمومنینؑ کے حق کی معرفت ہوئی پھر وہاں سے چلے اور راہب بھی آپ کے اصحاب میں شامل ہو کر ان کے ساتھ تھا یہاں تک کہ اہل شام سے آپ کا سامنا ہوا اور آپ کی معیت میں شہید ہونے والوں میں ایک وہ راہب بھی تھا آپ نے خود اس کی نماز جنازہ پڑھائی، اسے دفن کیا

اوراس کے لیے بہت زیادہ استغفار کی آپ جب اس کا ذکر کرتے تو فرماتے وہ میرا دوست اورمحب تھا۔
اس خبر میں معجزہ کی کئی اقسام ہیں ایک اس میں علم غیب اور دوسرا وہ قوت ہے جو فوق العادت ہے (یعنی عادۃً کسی انسان میں اتنی طاقت نہیں ہوتی لہٰذا یہ ایک معجزہ ہے خلاف وخارق عادت ہونے کی بنا پر، مترجم) اور اس خصوصیت کے ساتھ آپ تمام لوگوں سے ممتاز ہیں علاوہ اس کے اللہ کی دیگر کتب میں بشارت کا بھی ثبوت ہے اور یہ خدا کے اس قول کا مصداق ہے کہ

ذلك مثلهم فی التورية ومثلهم فی الانجيل

''وہ ایسے اشخاص ہیں کہ جن کی مثال تورات میں ہے اوران کی مثال انجیل میں ہے۔''

اوراسی قسم کے واقعہ کے سلسلہ میں سید اسماعیل بن محمد حمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ ''بائیہ مذھبہ'' میں کہتا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے کہ

ولقد سری فیما یسیر بلیلة
بعدالعشاء بکر بلا فی موکب

البتہ وہ جناب چلے جس مہر پر چل رہے تھے رات کے وقت عشاء کے بعد کربلا میں لشکر کے ساتھ (چونکہ قصیدہ لمبا ہے اردودان حضرات کے لیے سوائے ذکر شدہ واقعہ کے کوئی اضافی فائدہ نہیں اس لیے باقی اشعار حذف کر دیے گئے ہیں، مترجم)

جنات سے مقابلہ اور تبصرۂ مؤلف

اوران میں سے وہ ہے کہ جس میں اخبار ایک دوسرے کی معاون ہیں کہ رسول اللہؐ نے آپ کو وادیٔ جن کی طرف بھیجا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جبرائیلؑ نے یہ خبر دی تھی کہ جنات کے کچھ گروہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکر وفریب کرنے کے لیے جمع ہورہے ہیں پس آپؑ نے رسول اللہؐ کو ان کے شر سے محفوظ کیا اور اللہ نے مومنین کو آپ کی مدد سے ان کے مکر سے بچایا اور مسلمانوں سے ان کو دور کیا آپؑ کی اس قوت کے ذریعہ جس کی وجہ سے آپ سب سے ممتاز تھے۔
پس روایت کی ہے محمد بن ابوسری تمیمی نے احمد بن فرج سے اس نے حسن بن موسیٰ نہدی اس نے اپنے باپ سے اس نے وبرہ بن حارث سے اس نے ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ سے وہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی مصطلق کی طرف نکلے تو آپ عام راستہ سے ہٹ کر چلے جب رات آئی تو ایک سخت وادی کے قریب اتر پڑے رات کے آخری حصہ میں جبرائیلؑ نازل ہوئے اور خبر دی کہ کفارِ جنات کا ایک گروہ اس وادی

میں چھپا ہوا ہے اور وہ آپؐ سے خباثت کرنا اور آپؐ کے اصحاب کو جب وہ اس وادی میں پہنچیں گے نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو آپؐ نے امیر المومنینؑ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ اس وادی میں جاؤ وہاں فوری طور پر اللہ کے دشمن جنات تمہارے مقابلے میں آئیں گے جو تمہارا ارادہ رکھتے ہوں گے پس انہیں اس قوت اور طاقت کے ذریعہ بھگا دو جو اللہ نے تمہیں دی ہے اور ان سے بچاؤ اور حصار کرلو اللہ کے ان ناموں کے ساتھ کہ جن کے علم سے خدا نے تمہیں مخصوص کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے ساتھ سو آدمی ملے جلے لوگوں میں سے کر دیئے اور ان سے فرمایا کہ علی کے ساتھ رہنا اور ان کے ہر حکم کی اطاعت کرنا پس امیر المومنین وادی کی طرف متوجہ ہوئے اور جب اس کے کنارے کے قریب پہنچے تو ان ساتھی سو آدمیوں سے فرمایا کہ وہ وادی کے قریب کھڑے ہو جائیں اور جب تک انہیں اجازت نہ دی جائے وہ کوئی نیا کام نہ کریں پھر آپ آگے بڑھے اور وادی کے کنارے پر رک گئے اور اللہ کی پناہ مانگی اپنے دشمنوں سے اور اللہ عزاسمہ کا نام لیا اور اس قوم کو اشارہ کیا جو آپ کی پیروی میں گئی تھی کہ آپ سے قریب ہو جائیں تو وہ قریب ہو گئے اور ان کے قریب درمیانی جگہ کھلی تھی جس کی مسافت ایک تیر کی مار تھی پھر آپ نے وادی میں اترنے کا ارادہ کیا تو سامنے سخت قسم کی آندھی چلی قریب تھا کہ اس کی تیزی سے وہ لوگ منہ کے بل گر جائیں اور ان سب کے قدم دشمن کے خوف اور اس چیز کی وجہ سے جو انہیں لاحق ہوئی تھی زمین پر نہیں ٹکتے تھے پس امیر المومنینؑ بلند آواز سے چیخ کر پکارے میں علی بن ابی طالب بن عبدالمطلبؑ رسول اللہؐ کا وصی اور آپ کا چچا زاد بھائی ہوں ثابت قدم ہو پس اس قوم جنات میں سے کچھ اشخاص ظاہر ہوئے جو ہندوستان کے جاٹوں کی شکل میں تھے گمان ہوتا تھا کہ ان کے ہاتھ میں آگ کی مشعلیں ہیں وہ وادی کے پہلوؤں میں اطمینان سے کھڑے ہو گئے اور امیر المومنینؑ دور تک وادی کے اندر چلے گئے اور آنجناب قرآن کی تلاوت کرتے اور دائیں بائیں تلوار سے وار کرتے تھے پس وہ اشخاص نہ ٹھہر سکے یہاں تک کہ سیاہ دھوئیں کی مانند ہو گئے اور امیر المومنینؑ نے تکبیر کہی پھر آپؑ جہاں سے وادی میں اترے تھے، ادھر سے اوپر آ گئے پس آپؑ اس قوم کے ساتھ آ کر کھڑے ہو گئے جو آپ کی اتباع میں گئی تھی یہاں تک کہ وہ جگہ ان چیزوں سے جو وہاں ظاہر ہوئی تھیں صاف ہو گئی پس آپ سے اصحاب رسول اللہؐ کہنے لگے اے ابوالحسنؑ آپ کا کس سے سامنا ہوا ہم تو قریب تھا کہ خوف کے مارے ہلاک ہو جائیں اور ہمیں آپ کا تو اس سے بھی زیادہ ڈر تھا جو ہمیں لاحق ہوا تھا تو آپؑ نے فرمایا کہ جب دشمن نے مجھے اپنا آپ دکھایا تو میں نے بلند آواز سے اللہ کے نام لیے تو وہ حقیر و ذلیل ہو گئے اور جو گھبراہٹ ان پر طاری ہوئی تھی اسے میں نے جان لیا پس میں بلاخوف وخطر وادی میں داخل ہو گیا اور اگر وہ اپنی پہلی حالتوں پر باقی رہتے تو میں ان کے آخری جن تک جاتا خدا نے ان کے مکر و دھوکہ سے محفوظ اور مسلمانوں کو ان کے شر سے بچا لیا اور عنقریب ان میں سے جو باقی رہ گئے ہیں وہ رسول اللہؐ کے پاس مجھ سے پہلے پہنچیں گے اور آپ پر ایمان لائیں گے پھر امیر المومنینؑ اپنے ساتھیوں

کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لوٹ آئے اور انہیں پوری خبر بتائی تو حضورؐ حضرت سے خوش ہوئے اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا۔

اے علی تم سے پہلے کچھ جنات میری طرف آئے تھے جنہیں خدا نے تم سے ڈرایا پس وہ اسلام لے آئے اور میں نے ان کا اسلام قبول کرلیا پھر آپ نے گردہ مسلمین کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا یہاں تک کہ انہوں نے وادی کو بغیر کسی خوف وخطرہ کے عبور کیا۔

اس حدیث کو عامہ (اہل سنت) نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے جس طرح خاصہ (اہل تشیع) نے کیا ہے اور انہوں نے کسی بات کا انکار نہیں کیا۔ البتہ معتزلہ چونکہ مذہب براھمہ کی طرف مائل اور اخبار معرفت سے دور ہیں انہوں نے اس کا انکار کیا ہے اور وہ اس میں زندیقوں کی راہ اختیار کرتے ہیں جہاں انہوں (زندیقوں) نے طعن واعتراض کیے ہیں قرآن مجید میں اور اس میں جن کو قرآن اپنے ضمن میں کیے ہوئے ہے مثلاً جنات کی اخبار اور ان کا اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا اس قصہ میں جہاں اللہ نے قرآن میں سورہ جن میں ان کی خبر دی ہے اور ان کے اس قول پر

انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد فامنابہ"

''ہم نے عجیب وغریب قرآن سنا ہے جو راہ راست پر رہنے کی ہدایت کرتا ہے پس ہم اس پر ایمان لے آئے۔''

آخر تک جہاں تک اس سورہ میں جنات کی خبر بیان کی گئی ہے۔(ان سب پر زنادقہ اعتراض کرتے ہیں) لیکن عقل جنات کے موجود ہونے اور ان کے مکلف ہونے کو ممکنات میں سے قرار دیتی ہے (کیونکہ جنات کا ہونا محال عقلی تو نہیں) اور ساتھ قرآن کا اعجاز اور جو قرآن میں تعجب خیز فضیلت ہے وہ بھی اسے ثابت کرتی ہے تو اس سے زنادقہ (منکرین خدا) کا اعتراض جب باطل ہوجاتا ہے تو اسی طرح ہماری روایت کردہ خبر میں معتزلہ کے اعتراض کا بطلان بھی ظاہر ہوجاتا ہے کیونکہ مضمون واقعہ عقلاً محال نہیں ہے۔

اس روایت کے صحیح ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ اسے دو مختلف طریقوں اور دو فریقوں (شیعہ وسنی) نے روایت کیا ہے جو اسے ثابت کرنے سے ایک دوسرے سے الگ اور جدا راہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ بعض معتزلہ ومجبرہ کا نظر وفکر میں انصاف سے روگردانی کرتے ہوئے انکار کرنا کسی قسم کا نقصان نہیں دیتا جہاں ہم نے ذکر کیا ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب وضروری ہے (بالکل ایسے ہی ہے) جیسے ملاحدہ، اصناف زنادقہ، یہودی، نصاری ومجوسی اور صائبین (ستارہ برست) کا معجزات نبیؐ کہ جن کی صحت اخبار سے ثابت ہے، کا انکار کرنا اخبار کے صحیح ہونے، اخبار کے راویوں کی صداقت اور اس کے ساتھ دلیل وحجت کے ثبوت میں کسی قسم کا نقصان نہیں

دیتا مثلاً چاند کا دوٹکڑے ہونا، کھجور کے تنا کا گریہ ونوحہ کرنا، کنکریاں کا آپ کے ہاتھ پر تسبیح کرنا، اونٹ کا شکایت کرنا، بکری کی رات کا کلام کرنا، درخت کا آپ کے پاس آنا، آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کا مقام میضاۃ میں نکلنا اور بہت سی مخلوق کو تھوڑے سے کھانے سے سیر ہونا بلکہ ان (منکرین معجزات نبیؐ) کا شبہ ان چیزوں کے رد کرنے میں اگر چہ کمزور ہے پھر بھی وہ منکرین معجزات اور براہین، امیر المومنینؑ کے شبہ سے زیادہ قوی ہے کیونکہ اہل اعتبار کے نزدیک امیرؑ کے معجزات مخفی نہیں ہیں جس کی وجہ سے ہمیں ان کے وجود کی تشریح کرنے کی ضرورت نہیں ہے تو جب امیر المومنینؑ کی تخصیص اس قوم سے اس چیز میں کہ جس کو ہم نے بیان کیا ہے ثابت ہوگئی اور اس علم میں کہ جس کی ہم نے تشریح کی ہے سب سے جدا ہوگئے تو واضح ہوگیا کہ آپ مقام امامت میں پوری جماعت سے مقدم ہیں اور مستحق سبقت ہیں بسبب اس کے جسے قرآن حکیم قصہ داؤد و طالوت میں اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے جہاں پر خدا فرماتا ہے۔

اوران سے ان کے نبی نے کہا بے شک اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا ہے وہ کہنے لگے اس کی ہم پر بادشاہی کیسے ہوسکتی ہے حالانکہ ہم بادشاہی کے اس سے زیادہ حق دار ہیں اسے تو مال کی وسعت نہیں دی گئی تو اس نے کہا کہ خدا نے اس کو تم پر مصطفیٰ قرار دیا ہے اور وسعت علم وجسم میں اسے زیادتی دی ہے اور خدا اپنی بادشاہی جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور خدا وسعت دینے والا اور زیادہ جاننے والا ہے پس خدا نے طالوت کے لیے اس کی قوم کے ایک گروہ پر مقدم ہونے کی وہی دلیل قرار دی کہ جو دلیل اپنے ولی اور اپنے نبی کے بھائی کے لیے تمام امت پر مقدم ہونے کی قرار دی یہ کہ اسے ان پر چن لیا ہے اور مصطفیٰ بنایا ہے اور علم وجسم کی وسعت میں زیادتی دی ہے اور اس کی تاکید کی جس طرح کہ امیر المومنینؑ کے لیے تاکید کی، علاوہ ازیں پوری قوم سے علم وجسم کی وسعت کی وجہ سے منفرد فرمایا، پس خدا نے فرمایا

اوران سے ان کے نبی نے کہا، بے شک اس کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تابوت تمہارے پاس آئے گا کہ جس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے سکینہ یعنی سکون وآرام ہے اور جو کچھ آل موسیٰ اور آل ہارونؑ چھوڑ گئے ہیں اس کا بقیہ (ترکہ وورثہ) ہے کہ جسے ملائکہ نے اٹھا رکھا ہوگا اس میں تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم مومن ہو اور حضرت امیرؑ کے لیے معجزہ اور خارق عادت ان غیب باتوں کا علم تھا جنہیں ہم شمار کر چکے ہیں اور اس کے علاوہ اور چیزیں بھی بالکل اسی طرح ہیں جس طرح طالوت کے لیے تابوت کا اٹھنا خارق عادت تھا اور اللہ توفیق کا والی ومالک ہے اور میں ہمیشہ دیکھتا رہا ہوں ناصبیوں اور معاندین میں سے جاہل شخص کو جو امیر المومنینؑ کے جنات سے ملاقات کرنے اور ان کے شر کو نبی کریمؐ اور ان کے اصحاب سے دور کرنے کی خبر پر تعجب کا اظہار کرتا تھا اور وہ اس سے ہنستا تھا اور اس روایت کو خرافات باطلہ کی طرف نسبت دیتا اور اس جیسی روایات کو ان اخبار میں شمار کرتا تھا جو اس کے علاوہ آپ کے معجزات میں آئی ہیں اور کہتا کہ یہ توشیعوں کی گھڑی ہوئی ہیں اور یہ

اٹکل پچو ہیں ان کے کمانے کے لیے یا تعصب کی بناء پر سب زنادقہ منکرین خدا اور دشمنانِ اسلام کا ان چیزوں کے متعلق یہی قول ہے جب کہ اس سلسلہ میں قرآن جنات کی خبر دیتے ہوئے اور ان کے اسلام لانے کے بارے میں اپنے اس قول میں کہہ رہا ہے

اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ

''ہم نے عجیب وغریب قرآن سنا ہے کہ جو راہ راست کی ہدایت کرتا ہے۔''

اور اس میں بھی جو خبر جنات کی رات کے واقعہ میں ابن مسعود سے ثابت ہے اور اس کا انہیں ہندوستان کے جاٹوں کی شکل میں دیکھنا اور اس کے علاوہ دیگر معجزات نبی بھی ہیں اور وہ بھی ان تمام چیزوں پر اظہار تعجب کرتے ہیں جب اس قسم کی خبر سنتے ہیں اور اس کے سامنے اس کی صحت کو بطور احتجاج پیش کیا جائے تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اوٹ پٹانگ باتیں کرتے ہیں کہ جن سے اسلام اور اہل اسلام کو سب وشتم کرتے ہیں اور معتقدین وناصرین کو وہ بے وقوف بناتے ہیں اور ان کی طرف عجز وجہالت اور باطل دعوی کی نسبت دیتے ہیں پس قوم کو غور وفکر اور نظر وسامل کرنا چاہیے کہ وہ امیر المومنینؑ کی عداوت میں اسلام پر کیا ظلم کر رہے ہیں اور آپ کے فضائل ومناقب اور آیات ونشانیوں کے انکار کرنے میں ان چیزوں پر اعتماد کر رہے ہیں جن سے وہ مختلف قسم کے زنادقہ اور کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کر گئے ہیں جو کہ طریق احتجاج سے نکل کر شیر انگیزی اور بیہودگیوں کے دروازوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور اللہ سے ہی ہم اعانت طلب کرتے ہیں۔

آفتاب کا دومرتبہ پلٹنا

اور ان میں سے جنہیں اللہ نے امیر المومنینؑ کے ہاتھ پر روشن علامتوں سے ظاہر کیا جس کو اخبار نے ثابت علماء سیر وآثار نے کثرت سے روایت اور شعراء نے اس بارے میں منظوم کلام پیش کیا ہے آپکے لیے دو مرتبہ سورج کا پلٹنا ہے ایک مرتبہ نبی اکرمؐ کے زمانہ میں اور دوسری مرتبہ آپؑ کی وفات کے بعد اور اس میں سے پہلی مرتبہ پلٹ آنے کا واقعہ تو اس طرح ہے کہ جسے اسماء بنت عمیس، ام سلمہ زوجہ نبیؐ، جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید خدری اور صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے کہ

نبی اکرمؐ ایک دن اپنے گھر میں تھے اور علیؑ آپؐ کے پاس موجود تھے کہ اچانک جبرائیلؑ تشریف لائے اور وہ اللہ کی طرف سے آپ سے مناجات کرنے لگے پس جب وحی کی حالت طاری ہوئی تو حضرت امیر المومنینؑ کی ران کو اپنا سرہانہ بنایا اور اس سے سر نہ اٹھایا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا امیر المومنینؑ نے اس اضطراری حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور رکوع وسجود اشارہ سے بجا لائے جب حضورؐ کو حالت وحی سے افاقہ ہوا تو امیر المومنینؑ سے فرمایا ''کیا تمہاری عصر کی نماز فوت ہو گئی ہے؟ عرض کیا آپ وحی سننے میں

مشغول تھے جس کی وجہ سے میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے قاصر تھا۔

تب حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہارے لیے سورج کو پلٹا دے تا کہ تم اسے اس کے وقت میں کھڑے ہوکر پڑھ سکو جس طرح کہ وہ فوت ہوئی ہے بے شک خدا تمہاری دعا قبول کرے گا کیونکہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں تھے۔ پس امیر المومنینؑ نے اللہ سے سورج کے پلٹنے کا سوال کیا تو وہ پلٹ آیا یہاں تک کہ وہ آسمان میں اس جگہ پر آگیا جو نماز عصر کا وقت ہوتا ہے چنانچہ امیر المومنینؑ نے نماز عصر کو اس وقت میں (کھڑے ہوکر) ادا کیا پھر وہ غروب ہوگیا۔ اسماء کہتی ہیں خدا کی قسم ہم نے غروب کے وقت اس کی سرسراہٹ سنی جس طرح لکڑی میں آرہ کی سرسراہٹ ہوتی ہے۔

اور نبی کریمؐ کے بعد آپ کے لیے سورج کا پلٹنا اس طرح ہوا کہ جب آپ نے بابل کی طرف جاتے ہوئے دریائے فرات کو عبور کیا تو آپ کے بہت سے اصحاب اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو دریا عبور کرانے میں مشغول رہے اور آپ نے ایک گروہ کے ساتھ نماز عصر پڑھ لی پس لوگ دریا عبور کرنے سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ سورج غروب ہوگیا پس ان میں سے بہت سوں کی نماز عصر فوت ہوگئی اور اکثر لوگ آپ کے ساتھ نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت سے محروم ہوگئے تو انہوں نے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو جب آپؑ نے ان کی گفتگو سنی تو خدا سے سورج کے پلٹ آنے کا سوال کیا تا کہ تمام اصحاب (وہاں) عصر کے وقت میں نماز عصر باجماعت پڑھ سکیں پس آپ کی دعا خدا نے قبول کی اور وہ واپس پلٹ کر آسمان میں اسی حالت پر آگیا کہ جس میں وہ عصر کے وقت ہوتا ہے اور قوم نے جب سلام پڑھا تو سورج چھپ گیا پس اس سے گرنے کی آواز سنی گئی کہ جس سے لوگ خوف زدہ ہوگئے اور وہ زیادہ تسبیح وتہلیل واستغفار اور اس نعمت پر اللہ کی حمد بیان کرنے لگے اور یہ خبر ساری دنیا میں چل نکلی اور اس کا تذکرہ لوگوں میں پھیل گیا اور اس سلسلہ میں سید بن محمد حمیری رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے کہ

ردت علیه الشمس لما فاته
وقت الصلوة وقددنت للمغرب
حتی تبلبج نورها فی وقتها
للعصر ثم هوت هوی الکوکب
وعلیه قدردت ببابل مرة
اخری ماردت لخلق مغرب
الا لیوشع اوله من بعده
ولردها تاویل امر معجب

”اس کے لیے سورج پلٹ آیا جب اس سے نماز کا وقت فوت ہوا تھا اور سورج مغرب کے قریب پہنچ چکا تھا یہاں تک کہ اس کا نور عصر کے وقت کی روشنی دینے لگا اور پھر وہ گرا کہ جس طرح ستارہ ٹوٹ کر گرتا ہے اور مقام بابل میں اس کے لیے دوسری مرتبہ پلٹا حالانکہ وہ کسی انسان کے لیے کبھی نہیں پلٹا ہے مگر یوشع کے لیے یا اس کے بعد آپ کے لیے اور اس کے پلٹنے کی ایک عجیب وغریب تاویل ہے۔

مچھلیوں کا سلام کرنا

اور اسی میں سے ہے وہ جسے سیرت نگاروں نے روایت کیا ہے جو اہل کوفہ میں مشہور ہے کیونکہ اس کی کثرت سے روایت ہوئی ہے اور وہ خبر دوسرے شہر کے رہنے والوں میں اہل کوفہ کے علاوہ بھی مشہور ہوئی اور اسے علماء نے ثبت وضبط کیا ہے اور وہ ہے کوفہ کے دریائے فرات میں مچھلیوں کا آپ سے کلام کرنا اور یہ واقعہ انہوں نے اس طرح روایت کیا ہے کہ

فرات کے پانی میں طغیانی آ گئی اور وہ زیادہ ہو گیا یہاں تک کہ اہل کوفہ کو غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا پس وہ گھبرا کر امیر المومنینؑ کے پاس آئے تو آپ رسول اللہؐ کے دلدل پر سوار ہو کر لوگوں کے ساتھ باہر نکلے یہاں تک کہ فرات کے کنارے پہنچے، دلدل سے اترے، وضو کیا اور اکیلے کھڑے ہو کر نماز پڑھی لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے تو پھر آپ نے بارگاہِ خدا میں کئی دعائیں کیں جنہیں اکثر لوگوں نے سنا پھر چھڑی کی ٹیک لگاتے ہوئے جو آپ کے ہاتھ میں تھی فرات کی طرف بڑھے یہاں تک کہ وہ چھڑی پانی پر ماری اور فرمایا

”کم ہو جا خدا کے حکم اور اس کے ارادے سے“

پس پانی نیچے چلا گیا یہاں تک کہ مچھلیاں اس کی گہرائی سے ظاہر بظاہر نظر آنے لگیں اور انمیں سے بہت سی مچھلیوں نے امیر المومنینؑ کہہ کر آپ کو سلام کیا اور ان میں سے کچھ مچھلیاں نہیں بولیں اور وہ تھیں جری مار ماہی (سانپ مچھلی) اور زمار (وہ مچھلی کہ جس کی پشت پر کانٹے ہوتے ہیں) پس لوگوں کو اس سے تعجب ہوا اور انہوں نے بولنے والی کے بولنے اور خاموش رہنے والی مچھلیوں کی خاموشی کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ

میرے لیے خدا نے ان مچھلیوں کو قوت گویائی دی جو پاک ہیں اور مجھ سے خاموشی اختیار کی انہوں نے جنہیں حرام، نجس اور دور کیا ہے۔

اور یہی خبر مستفیض ہے اور اس کی شہرت نقل روایت میں نبی کریمؐ سے بھیڑیے کے کلام کرنے، کنکریوں کے آپ کے ہاتھ پر تسبیح پڑھنے، کھجور کے تنے کا گریہ کرنے اور تھوڑے زادِ سے خلق کثیر کو کھانا کھلانے کی شہرت جیسی ہے اور جو اس میں اعتراض کرے تو اسے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ملے گا مگر وہی جس سے تمسک پکڑتے

ہیں وہ لوگ جو ہمارے شمار کیے ہوئے معجزات نبیؐ پر اعتراض کرتے ہیں۔

اژدھا کا کلام کرنا

اور حاملین آثار اور روایان اخبار نے اژدھا کے واقعہ کی روایت کی ہے اس میں نشانی و عجوبہ مچھلیوں کے کلام کرنے اور پانی کے کم ہوجانے والی روایت جیسا ہے پس انہوں نے بیان کیا کہ

امیر المومنینؑ ایک دن منبر کوفہ پر خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک منبر کی جانب سے ایک اژدھا ظاہر ہوا اور وہ اوپر بلند ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ امیر المومنینؑ کے قریب ہوا پس لوگ اس سے ڈرنے لگے اور آپ سے ہٹانے کے ارادہ سے اٹھے لیکن آپ نے انہیں اس سے رکنے کا اشارہ کیا جب وہ اس پایہ پر پہنچا کہ جس پر امیر المومنینؑ کھڑے تھے تو آپ اژدھا کی طرف جھکے اور کافی دیر تک وہ آپ سے مشغول رہا یہاں تک کہ آپ کا کان منہ میں لے لیا اور لوگ اس سے حیران و پریشان تھے پھر وہ چیخا کہ جس کو بہت سے لوگوں نے سنا اس کے بعد وہ اپنی جگہ سے ہٹا اور امیر المومنینؑ اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے اور اژدھا غور سے سننے والے کی مانند متوجہ تھا پھر وہ تیزی سے اپنی جگہ سے چلا گیا گویا زمین نے اسے نگل لیا اور امیر المومنینؑ اپنے خطبہ کی طرف پلٹے اور اسے مکمل کیا پس جب اس سے فارغ ہوئے اور منبر سے اترے تو لوگ آپ کے پاس جمع ہوکر آپ سے اژدھا کی حالت اور اس عجوبہ کا سوال کرتے تھے تو آپؑ نے فرمایا کہ

اس طرح نہیں کہ جیسا تمہارا گمان ہے یہ تو جنات کا ایک حاکم ہے اس پر ایک فیصلہ مشتبہ ہوگیا تھا پس وہ میرے پاس اسے سمجھنے کے لیے آیا میں نے اسے سمجھا دیا تو وہ مجھے دعائے خیر دیتا ہوا واپس چلا گیا۔

اور بعض جاہل لوگ بسا اوقات بعید سمجھتے ہیں کہ جن کسی ایسے جانور کی شکل میں آئے جو بول نہیں سکتا، حالانکہ یہ چیز عرب میں بعثت سے پہلے اور اس کے بعد مشہور ہے مسلمانوں کی خبریں بھی اس کو ثابت کرتی ہیں اور اس سے زیادہ بعید نہیں کہ جس پر اہل قبلہ (مسلمانوں) کا اتفاق و اجماع ہے کہ ابلیس دارالندوۃ والوں کے لیے اہل نجد کے ایک بوڑھے کی شکل میں ظاہر ہوا اور رسول اللہؐ سے مکروفریب کرنے کی رائے میں ان کے ساتھ مجتمع رہا اور جنگ بدر کے دن مشرکین کے لیے سراقہ بن جعشم مدلجی کی صورت میں ظاہر ہوا اور خدا کا ارشاد ہے (جب دونوں لشکر ٹکرا گئے تو وہ جدا ہوگیا)

لا غالب لکم الیوم من الناس و انی جار لکم

”آج لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہیں آئے گا اور میں تمہارا پڑوسی ہوں۔“

اور خدا فرماتا ہے

فلما ترائت الفئتان نکص علی حقیبه وقال انی بری منکم انی

بری انی اری مالا ترون انی اخاف اللہ و اللہ شدید العقاب

''پس جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ پچھلے قدموں ہٹا اور کہنے لگا کہ میں تم سے بری ہوں میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتا مجھے تو خدا سے ڈر لگتا ہے اور خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔''

اور جو ان آیات پر اعتراض کرے کہ جنہیں ہم نے ذکر کیا ہے تو پھر وہ تو ملحدین اور مختلف قسم کے کفار والی بات کرتا ہے کہ جو ملت و دین کے مخالف ہیں اور وہ ان میں اسی طرح پر کیڑے نکلتا ہے جس طرح وہ نبی کریمؐ کے معجزات میں کیڑے نکالتے ہیں اور ان سب اعتراضات کی برگشت برہمنوں اور ملحدین کے ان اعتراضات کی طرف ہے جو وہ انبیاء اور رسولوں کی نشانیوں اور ثبوت نبوت کی ان پر قائم ہونے والی دلیل اور معجزات کی صحت کے بارے میں کرتے ہیں۔

دروغ گو کے لیے بددعا کرنا

اور اسی میں سے ہے وہ جس کو عبدالقاھر بن عبدالملک بن عطار اشجعی نے ولید بن عمران بجلی سے اس نے جمیع بن عمیر سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ علیؑ نے ایک شخص کو جسے غیزار کہا جاتا تھا آپ کی خبریں معاویہ کو پہنچانے میں ملوث قرار دیا لیکن اس نے انکار کیا اور اس کو تسلیم نہ کیا تو آپؑ نے اسے فرمایا کہ

کیا اللہ کی قسم کھائے گا کہ تو نے ایسا نہیں کیا!

اس نے کہا کہ ہاں اور جلدی سے قسم کھالی، تو اس سے امیر المومنینؑ نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھے اندھا کر دے گا۔

پس ایک ہی جمعہ نہیں گزرا تھا کہ اسے اندھی حالت میں ہاتھ پکڑ کر کھینچا جا رہا تھا اور خدا نے اس کی بنائی زائل کر دی تھی۔

اور اسی میں داخل ہے وہ جسے اسمٰعیل بن عمیر نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے مسعر بن کدام نے بیان کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ ہم سے طلحہ بن عمیرہ نے بیان کیا ہے کہ

علیؑ نے لوگوں کو نبی کریمؐ کے اس ارشاد کے متعلق قسم دے کر پوچھا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

''جس جس کا میں مولا اس اس کا علی مولا ہے۔''

پس انصاری میں سے بارہ افراد نے گواہی دی اور انس بن مالک نے جو اس قوم میں موجود تھا گواہی نہ دی

تو امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا:

اسے انس کہنے لگا لبیک آپ نے فرمایا تجھے گواہی دینے میں کیا مانع ہے؟ حالانکہ تو نے بھی سنا ہے جو انہوں نے سنا ہے کہنے لگا اے امیر المومنینؑ! میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور بھول گیا ہوں تو امیر المومنینؑ نے عرض کیا خدایا اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کو برص کی سفیدی کے ساتھ مبتلا کر یا فرمایا (راوی کو اس جملہ میں اشتباہ ہے) ایسی برص کی بیماری سے جس کو اس کا عمامہ نہ چھپا سکے طلحہ کہتا ہے خدا کی قسم میں نے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان برص کا سفید داغ دیکھا۔

اور اسی میں سے ہے کہ جسے ابو اسرائیل نے حکم بن ابو سلمان موذن سے جس نے زید بن ارقم سے روایت کیا ہے زید کہتا ہے کہ حضرت علی نے لوگوں کو مسجد میں قسم دی پس فرمایا میں ہر اس شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے نبی کریمؐ کو کہتے ہوئے سنا ہو

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

''جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔''

خدایا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے پس بارہ بدری صحابی کھڑے ہوئے چھ دائیں طرف سے اور چھ بائیں طرف سے اور انہوں نے یہ گواہی دی اور زید بن ارقم کہتا ہے کہ میں بھی انہیں میں سے تھا جنہوں نے یہ سنا تھا لیکن میں نے اس کو چھپایا تو خدا نے مجھے اندھا کر دیا اور زید گواہی نہ دینے کی وجہ سے پشیمان ہوتا اور اللہ سے استغفار کرتا تھا۔

اور اسی میں ہے وہ کہ جسے علی بن مسھر نے اعمش سے جس نے موسیٰ بن طریف سے اس نے عبایہ اور موسیٰ بن اکیل نمیری سے عمران بن میثم سے عبایۃ اور موسیٰ وجیھی سے اس نے منھال بن عمرو سے اس نے عبداللہ بن حارث اور عثمان بن سعید اور عبداللہ بن بکیر سے جنہوں نے حکم بن جبیر سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نے امیر المومنینؑ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ

میں اللہ کا بندہ، رسول اللہؐ کا بھائی نبی رحمتؐ کا وارث ہوں جنت کی عورتوں کی سردار سے میرا نکاح ہوا ہے اور میں سید الوصیین اور انبیاء کے اوصیاء میں سے آخری ہوں اس کا دعویٰ میرے علاوہ کوئی نہیں کرے گا مگر یہ کہ خدا اسے کسی برائی میں مبتلا کرے گا پس قبیلہ عبس کے ایک شخص نے کہا جو ان لوگوں میں بیٹھا تھا کہا کون ہے جو یہ اچھی طرح نہیں کہہ سکتا میں اللہ کا بندہ اور رسول کا بھائی ہوں پس وہ اس جگہ سے نہیں ہٹا یہاں تک کہ شیطان نے اسے مجنوط الحواس کر دیا پس اس کے پاؤں سے گھسیٹ کر اسے مسجد کے دروازے تک لے جایا گیا پھر ہم نے اس کی قوم سے اس کے متعلق سوال کیا اور ان سے کہا کہ کیا اسے پہلے بھی یہ عارضہ تھا وہ کہنے لگے کہ خدا شاہد ہے کہ پہلے ایسے نہیں تھا۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے فرمایا: جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے ایسی اور ان سے ملتی جلتی بہت سی اخبار ہیں جن سے

کتاب طویل ہو جائے گی بہر حال ہم نے ان میں سے جو واقعات کتاب میں درج کر دیئے ہیں وہ باقیوں سے بے نیاز کر دینے والے ہیں۔ خدا سے ہم توفیق اور راہ ہدایت کی طرف رہبری چاہتے ہیں۔

تذکرہ اولاد امیر المومنینؑ

ان کی تعداد، نام اور والد گرامی

امیر المومنین کے ستائیس بیٹے بیٹیاں ہیں۔

(۱) حسن علیہ السلام (۲) حسین علیہ السلام (۳) زینب کبریٰ (۴) زینب صغریٰؑ (کنیت ام کلثوم)

ان سب کی والدہ گرامی بی بی حضرت فاطمہ علیہا السلام (بتول) عالمین کی دختر نیک اختر ہیں۔

(۵) محمد (کنیت ابوالقاسم)

ان کی والدہ خولہ بنت جعفر بن قیس حنفیہ ہیں۔

(۶) عمر (۷) رقیہ کی والدہ ام حبیب بنت ربیعہ ہے۔

یہ دونوں جڑواں پیدا ہوئے اور ان دونوں .... ہے۔

(۸) عباس (۹) جعفر (۱۰) عثمان (۱۱) عبداللہ

یہ چاروں بھائی ہیں۔ حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کی والدہ ام البنین بنت خرام بن خالد بن وارم ہیں۔

(۱۲) محمد اصغر (کنیت ابوبکر) (۱۳) عبداللہ!

یہ دونوں بھائی امام حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے اور دونوں کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ارمیہ ہیں۔

(۱۴) یحییٰ

ان کی والدہ اسا بنت عمیس۔ (ان کی والدہ اسماء بنت عمیس خثمیہؒ ہیں)

(۱۵) ام الحسین (۱۶) رملہ

(۱۷) نفسیہ (۱۸) زینب صغریٰ (۱۹) رقیہ صغریٰ (۲۰) ام ہانی (۲۱) ام الکرام (۲۲) جمانہ

(۲۳) امامہ (۲۴) ام سلمہ (۲۵) میمونہ (۲۶) خدیجہ (۲۷) اور (۲۸) فاطمہؑ ہیں

خدا ان سب پر رحمت نازل فرماتا رہے۔ یہ مختلف ماؤں سے ہیں۔

اور علماء شیعہ نے ذکر کیا ہے کہ جناب فاطمہؑ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ایک

بچہ سقط ہو گیا جس کا نام رسول اللہؐ نے محسن رکھا تھا کہ ابھی وہ شکم مادر میں ہی تھے تو اس گروہ علماء کے قول کی بناء پر حضرت امیر المومنینؑ کی اولاد اٹھائیس افراد بنتے ہیں واللہ اعلم واحکم

کتاب الارشاد فی معترفۃ حجج اللہ علی العباد کی جزء اول مکمل ہو گئی جس کے مؤلف شیخ سعید ابو عبداللہ محمد بن نعمان شیخ مفید قدس اللہ روحہ ہیں خدا انہیں نبی کریمؐ اور آئمہ طاہرین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے ساتھ ملحق فرمائے اور ان کے والدین و جملہ مومنین کو بخش دے۔

والحمدللہ رب العلمین وصلی اللہ علی سیدنا و نبینا محمد وآلہ الطاھرین المعصومین

جزدوئم

امیر المومنینؑ کے بعد والے امام کا تذکرہ، ان کی تاریخ ولادت، امامت کے دلائل، مدتِ خلافت، تاریخ وفات، مقام قبر، اولاد کی تعداد، حالات زندگی

امام حسن علیہ السلام

امیر المومنینؑ کے بعد آپؑ اور عالمین کی عورتوں کی سردار جناب فاطمہؑ بنت محمد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الطاہرین کے فرزند ارجمند جناب حسن امام ہیں آپ کی کنیت ابو محمد ہے آپ مدینہ میں پندرہ رمضان کی رات ۳ھ میں پیدا ہوئے اور آپؑ کی والدہ گرامی جناب فاطمہؑ انہیں نبی اکرمؐ کی خدمت میں ولادت کے ساتویں روز جنت کے ایک ریشمی کپڑے میں جسے جبرائیلؑ لے کر نبی کریمؐ کی خدمت میں نازل ہوئے تھے لپیٹ کر حاضر ہوئیں تو آپؐ نے ان کا نام حسن رکھا اور آپ کا عقیقہ ایک مینڈھے سے کیا۔

ایک جماعت نے کہ جن میں احمد بن صالح تمیمی ہے عبداللہ بن عیسیٰ سے جس نے جعفر بن محمدؑ سے روایت کیا ہے کہ امام حسن علیہ السلام صورت سیرت اور سرداری میں رسول اللہؐ سے سب لوگوں سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

ابراہیم بن علی رافعی نے اپنے باپ سے اس نے اپنی دادی زینب بنت ابورافع اور شبیب بن ابورافع رافعی سے اور انہوں نے اس سے جس نے اس حدیث کو بیان کیا زینب کہتی ہے کہ جناب فاطمہؑ اپنے دونوں بیٹوں حسنؑ وحسینؑ کو رسول اللہؐ کی خدمت میں اس بیماری کے دوران لے آئیں جس میں آنحضورؐ کی وفات ہوئی اور عرض کیا

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں انہیں کسی چیز کا وارث بنائیے۔

تو آپؐ نے فرمایا کہ

حسنؑ کے لیے تو میری ہیبت وسرداری اور حسین کے لیے میری سخاوت وشجاعت ہے۔

امام حسنؑ کو ان کے والد گرامی امیر المومنینؑ نے اپنے اہل وعیال اپنی اولاد اور اپنے اصحاب پر اپنا وصی

وجانشین مقرر کیا اوران کی وصیت کی کہ وہ آپ کے اوقاف وصدقات کی نگرانی کریں آپ کے لیے مشہور عہد نامہ تحریر کیا اور آپ کی وصیت، دین کے نشانات، حکمت کے چشموں اور آداب واخلاق میں ظاہر وواضح رہے اوراس وصیت نامہ کو مشہور وجمہور علماء کرام نے نقل کیا ہے اور بہت سے سمجھ دار لوگ اس کی وجہ سے اپنے دین ودنیا میں بابصیرت ہوئے ہیں۔

جب امیرالمومنینؑ کی رحلت ہوچکی تو امام حسنؑ نے لوگوں کو خطبہ دیا اوران کے سامنے اپنے حق کا ذکر کیا تو آپ کے والد گرامی کے اصحاب نے، جس سے آپ کی جنگ ہوگی اس سے جنگ کرتے اور جس سے آپ کی صلح ہوگی اس سے صلح کرنے پر بیعت کی۔

ابومخنف لوط بن یحییٰ نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے اشعث بن سوار نے اس نے ابواسحاق سبیعی وغیرہ سے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی علیہما السلام نے اس رات کی صبح کو خطبہ دیا۔جس رات کو امیر المومنینؑ کی رحلت ہوئی پس اللہ کی حمد وثناء کی اور رسول اللہؐ پر صلوات بھیجی پھر فرمایا

بے شک آج کی رات اس مرد کی وفات ہوئی کہ عمل وکردار میں نہ گذشتہ اس سے سبقت لے سکے اور نہ آنے والے اس تک پہنچ سکیں گے وہ رسول اللہؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرتے خود ان کی حفاظت فرماتے تھے رسول اللہؐ انہیں یوں اپنا علم دے کر بھیجتے کہ جبرائیلؑ دائیں طرف سے اور میکائیلؑ بائیں طرف سے ان کی حفاظت کرتے اور وہ واپس نہیں آتے تھے جب تک کہ خدا ان کے ہاتھوں پر فتح وکامیابی نہیں دیتا تھا آپؑ کی وفات اسی رات ہوئی کہ جس میں حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھایا گیا اوراسی رات یوشع بن نون حضرت موسیٰؑ کے وصی کی روح قبض ہوئی اور آپؑ نے سونے اور چاندی میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی سوائے سات سو درہم کے جو آپ کے حصہ سے بچ گئے تھے آپؑ اپنے اس حصہ سے چاہتے تھے کہ اپنے گھر والوں کے لیے کوئی خدمت گار خرید کریں، پھر گریہ آپ کے گلوگیر ہوگیا اور آپؑ رونے لگے اور ساتھ لوگ بھی رونے لگے پھر آپؑ نے فرمایا کہ

میں بشارت دینے والے، عذاب خدا سے ڈرانے والے کا بیٹا ہوں، پس اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلانے والے کا بیٹا ہوں، میں سراج مبین کا بیٹا ہوں، میں ان اہل بیت کا بیٹا ہوں کہ جن سے خدا نے رجس و پلیدگی کو دور رکھا ہے اور جنہیں پاک رکھا ہے جیسے پاک رکھنے کا حق ہے میں ان اہل بیتؑ کا بیٹا ہوں کہ جن کی مودت اور محبت اللہ نے اپنی کتاب میں فرض کی ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی و من یقترف حسنة نزدله فیها حسنا

”کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے قربیٰ کی مودت کے اور جو نیکی کسب

کرے تو ہم اس نیکی میں مزید حسن بھر دیں گے۔“

پس حسنہ اور نیکی سے مراد ہم اہل بیتؑ کی مودت ہے۔

پھر آپؑ بیٹھ گئے تو عبداللہ بن عباسؓ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا اے لوگو یہ تمہارے نبی کے فرزند ہیں اور تمہارے امام کے وصی و جانشین ہیں پس ان کی بیعت کرو تو لوگوں نے اس پر لبیک کہی اور کہنے لگے کہ وہ ہمیں کس قدر محبوب ہیں اور ان کا کتنا حق ہم پر واجب ہے اور جلدی سے آپ کی خلافت کی بیعت کرنے لگے اور یہ جمعہ کے دن اکیس ماہ رمضان ۴۰ھ کا واقعہ ہے پس آپؑ نے عامل و گورنر مقرر کیے اور امیر مقرر کیے اور عبداللہ بن عباسؓ کو بصرہ کی طرف بھیجا اور تمام معاملات کی نگرانی شروع کی اور جب معاویہ بن ابوسفیان کو امیر المومنینؑ کی وفات کی اور آپؑ کے فرزند امام حسنؑ کی بیعت کرنے کی خبر ملی تو اس نے مخفی طور پر حمیر قبیلہ کا ایک شخص کوفہ کی طرف بھیجا اور بنی قین کا ایک شخص بصرہ روانہ کیا تا کہ یہ دونوں اس کو وہاں کے حالات لکھ بھیجیں اور حالات کو امام حسنؑ کے لیے خراب اور فاسد کریں جب امام حسنؑ کو یہ معلوم ہوا تو آپؑ نے اس حمیری شخص کو جو کوفہ کے ایک حجام یا گوشت فروش کے پاس ٹھہرا ہوا تھا برآمد کرنے کا حکم دیا اور جب اس کو برآمد کر کے لایا گیا تو آپ نے حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دو اور بصرہ کی طرف لکھا کہ بنی قین کے شخص کو بنی سلیم کے گھروں سے برآمد کیا جائے چنانچہ اسے بھی نکال کر مار دیا گیا اور امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کو خط لکھا کہ

امابعد تو نے کچھ آدمی مکر و فریب اور دھوکہ دہی کے لیے خفیہ طور پر بھیج کر جاسوس مقرر کیے ہیں گویا تم جنگ کرنا چاہتے ہو اور یہ کس قدر قریب ہے انشاء اللہ اس کی انتظار و توقع رکھو اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تو نے ایسی مصیبت پر اظہار خوشی کیا ہے کہ جس پر کوئی عقل مند خوش نہیں ہوتا اور اس میں تیری مثال وہی ہے جو پہلے سے شاعر نے کہا ہے کہ

فتل للذی یبغی خلاف الذی مضی
تجهز لاخری مثلها فکان قدء
فانا و من قدمات منا لکالذی
یروح فیمسی فی المبیت لیغتدی

”پس کہہ دو اس کہ جو اس کے خلاف چاہتا ہے جو گزر چکا ہے ایسی ہی اور مصیبت کے لیے تیار ہو جا گویا وہ آ چکی ہے، پس ہم اور جو ہم میں سے مر چکا ہے مثل اس شخص کے ہیں جو چلتا رہتا ہے اور پھر وہ رات کو سو جاتا ہے تا کہ صبح پھر کوچ کرے۔“

پس معاویہ نے آپؑ کو جواب دیا کہ جس کے ذکر کی ضرورت نہیں اور اس کے بعد آپؑ اور معاویہ کے درمیان خطوط و مراسلات کا سلسلہ جاری رہا اور امام حسنؑ نے اپنے استحقاق امر خلافت کے دلائل پیش کرتے ہوئے لکھا کچھ لوگ بلا وجہ خلافت پر آپ کے والد گرامی سے پہلے کود پڑے تھے اور انہوں نے رسول اللہؐ کے چچازاد بھائی کی سلطنت ان سے چھین کر اور انہیں چھوڑ کر سلطنت پر قبضہ کیا تھا اور کچھ اور باتیں بھی ہوئیں کہ جن کا ذکر طویل ہے چنانچہ معاویہ عراق کی طرف چل پڑا تا کہ آپؑ پر غلبہ حاصل کرے پس جب وہ منبج کے پل پر پہنچا تو امام حسنؑ بھی حرکت میں آئے اور انہوں نے حجر بن عدی کو بھیجا کہ وہ عاملوں کو چلنے کا حکم دیں لوگوں کو جہاد کے لیے آپ نے ابھارا تو انہوں نے سستی کی پھر وہ کم ہو گئے اور آپؑ کے ساتھ ملے جلے لوگ تھے ان میں سے کچھ آپؑ کے اور کچھ آپ کے باپ کے شیعہ تھے اور بعض تحکیم کے مخالف تھے جو ہر حیلہ و بہانہ سے معاویہ سے لڑنا چاہتے تھے اور بعض اصحاب فتنہ اور مال غنیمت کے لالچی تھے اور کچھ وہ تھے کہ جنہیں شک تھا، بعض میں تو صرف تعصب تھا جو اپنے قبائل کے روسا کے پیچھے تھے انکی بازگشت دین کی طرف نہیں تھی پس آپؑ چلے یہاں تک کہ حمام عمر پر پہنچے پھر آپ نے دیر کعب کی طرف رخ کیا اور ساباط میں پل کے قریب پڑاؤ کیا اور رات گزری جب صبح ہوئی تو اپنے ساتھیوں کا امتحان اور اطاعت گزاری میں ان کے حالات معلوم کرنا چاہے تا کہ اس طرح دوست دشمن سے ممتاز ہو اور آپ معاویہ اور اہل شام سے جنگ کرنے میں بابصیرت ہوں پس انہی اکٹھے ہونے کا حکم دیا جب وہ جمع ہو گئے تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور انہیں خطبہ دیا پس فرمایا

حمد ہے خدا کی، جب کوئی حمد کرنے والا اس کی حمد و تعریف کرے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جب بھی کوئی گواہی دینے والا گواہی دے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ بھیجا اور اپنی وحی پر امین بنایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما بعد پس خدا کی قسم میں ایسے ہونے کی امید و آرزو کرتا ہوں کہ صبح کروں تو خدا کی حمد و ثناء سے اللہ کی مخلوق کے لیے اس کی مخلوق سے زیادہ مخلص اور زیادہ ناصح بنوں اور اسی طرح صبح نہ کروں کہ کسی مسلمان کے لیے کینہ بغض لیے ہوئے ہوں اور نہ اس کے لیے برائی کا ارادہ کروں اور نہ اسے دھوکہ دوں یاد رکھو کہ اس سے بہتر ہے کہ جسے تم اختلاف و افتراق میں سے پسند کرتے ہو یاد رکھو کہ میں جو کچھ تمہارے لیے سوچتا ہوں وہ تمہارے لیے تمہارے خود اپنے نفوس کے لیے غور وخوض کرنے سے بہتر ہے پس میرے حکم کی مخالفت اور میری رائے کو رونہ کرو خدا تمہیں اور مجھے بخش دے اور ہدایت کرے اس چیز کی طرف جس کی طرف اسے محبت و پیار اور رضا و رغبت ہے۔

راوی کہتا ہے کہ پس لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور کہنے لگے تمہاری کیا رائے ہے جو کچھ اس نے کہا ہے وہ اس سے کیا کرنا چاہتا ہے؟

انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہمارا گمان ہے کہ وہ معاویہ سے صلح اور امر خلافت اس کے سپرد کرنا چاہتا ہے تو

وہ کہنے لگے خدا کی قسم یہ مرد کافر ہو گیا ہے۔ (معاذ اللہ)

پھر وہ آپؑ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور اسے لوٹ لیا یہاں تک کہ انہوں نے وہ مصلی کھینچ لیا جو آپ کے نیچے تھا پھر عبدالرحمن بن عبداللہ بن جعال ازدی نے آپ پر حملہ کیا اور آپ کی ردا آپ کے کندھے سے کھینچ لی تو آپ ردا کے بغیر تلوار گلے میں لٹکائے بیٹھے رہ گئے پھر آپؑ نے اپنا گھوڑا منگوایا اور اس پر سوار ہوئے آپ کے خواص اور شیعہ حضرات آپ کے اردگرد اکٹھے ہو گئے اور ہر اس شخص کو دور کرنے لگے جو آپؑ کی طرف برے ارادہ سے آتا تو آپ نے فرمایا کہ قبیلہ ربیعہ اور ہمدان کو میرے پاس بلاؤ پس وہ بلائے گئے اور انہوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور لوگوں کو آپ سے دور بھگایا اور آپ وہاں سے چل پڑے اور آپ کے ساتھ ان کے علاوہ بھی کچھ ملے جلے لوگ تھے اور جب ساباط کے تاریک مقام پر پہنچے تو بنی اسد کا ایک جراح بن سنان نامی شخص تیزی سے آپ کی طرف بڑھا اور آپ کی سواری کی لگام پکڑی، اس کے ہاتھ میں ایک مہلک ہتھیار تھا جس کے اندر ایک باریک تلوار تھی اور اس نے کہا! اللہ اکبر، تو نے شرک کیا ہے اے حسنؑ، جس طرح اس سے پہلے تیرے باپ نے شرک کیا ہے پھر آپ کے ران میں تلوار ماری اور اسے چیر دیا یہاں تک کہ وہ ہڈی میں جا پہنچی امام حسنؑ نے اس کے گلے میں ہاتھ ڈال دیئے اور دونوں زمین پر آ گرے پس امام حسنؑ کے شیعوں میں سے ایک آدمی کود پڑا کہ جسے عبداللہ بن خطل طائی کہتے ہیں اس نے وہ مہلک ہتھیار اس سے چھین کر اس سے اس کا پیٹ پھاڑ دیا اور اس کے اوپر دوسرا آدمی کہ جسے ظبیان بن عمارہ کہتے تھے اس نے اس کی ناک کاٹ دی پس وہ لعین اسی سے مر گیا اور دوسرا شخص جو اس کے ساتھ تھا اسے پکڑ کر قتل کر دیا گیا اور امام حسنؑ کو تخت (چارپائی) پر اٹھا کر مدائن کی طرف لے گئے اور آپ سعد بن مسعود ثقفی کے ہاں مہمان ہوئے جو امیر المومنینؑ کی طرف سے مدائن کا گورنر تھا اور امام حسنؑ نے بھی اسے برقرار رکھا تھا ادھر امام حسنؑ اپنے زخموں کے علاج میں مصروف تھے ادھر روساء قبائل کی ایک جماعت نے معاویہ کو لکھا کہ وہ اس کا ساتھ دینے اور سر تسلیم خم کرنے کے لیے تیار ہیں اور اسے ابھارا کہ وہ ان کی طرف آئے اور ضمانت دی کہ وہ امام حسنؑ کو جب وہ معاویہ کے لشکر کے قریب ہوں گے اس کے سپرد کر دیں گے یا اچانک قتل کر دیں گے امام حسنؑ کو بھی یہ اطلاع مل گئی آپؑ کے پاس قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آیا جس کو آپ نے عبیداللہ بن عباس کے ساتھ کوفہ سے روانہ ہوتے وقت بھیجا تھا تاکہ معاویہ کا سامنا کرے اور اسے عراق میں داخل ہونے سے روکے عبیداللہ کو اس جماعت کا امیر بنا کر فرمایا کہ اگر کوئی حادثہ پیش آ جائے تو پھر قیس بن سعد امیر ہو گا پس اس قیط کا خط آیا جس میں اس نے آپ کو خبر دی کہ وہ معاویہ کے مدمقابل مسکن کے سامنے جوبیہ نامی بستی میں اترے ہوئے ہیں نیز لکھا کہ معاویہ نے عبیداللہ کی طرف پیغام بھیج کر اسے اپنے ہاں آنے کی ترغیب دی اور اس کے لیے دس لاکھ درہم کا ضامن ہوا ہے جن میں سے آدھے جلدی اور باقی آدھے اس وقت دیگا جب کوفہ میں داخل ہو گا تو عبیداللہ خاموشی سے رات کے وقت اپنے مخصوص لوگوں کو ساتھ لے کر معاویہ کے لشکر میں چلا

گیا اور لوگوں نے صبح کی تو اپنے امیر کو نہ پایا قیس بن سعد نے انہیں نماز پڑھائی اور ان کے معاملات کا نگران بنا۔
امام حسنؑ کی ظاہراً بصیرت میں زیادتی ہوئی کہ یہ قوم آپ کا ساتھ چھوڑ دے گی اور آپ کے بارے میں تحکیم والوں کی نیت بھی خراب تھی کیونکہ انہوں نے آپ کو سب وشتم کر کے کفر کا فتویٰ لگا کر، آپ کا خون حلال سمجھ کر اور آپ کا مال لوٹ کر اظہار کیا تھا اور اب آپ کے پاس کوئی ایسا نہ تھا کہ جس کے دھوکے سے مامون رہتے سوائے آپؑ کے والد کے اور آپؑ کے اپنے خاص شیعوں کے لیکن وہ ایک مختصر جماعت تھی جو شام کے لشکروں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی اس دوران معاویہ نے آپ کے پاس معاہدہ صلح کا خط لکھا اور آپ کے ساتھیوں کے خطوط بھیجے کہ جن میں انہوں نے آپ کو اچانک قتل کر دینے اور آپ کو اس کے سپرد کرنے کی ضمانت دی تھی اور معاویہ نے آپ کے حق میں اور اپنے خلاف بہت سی شرائط بھی لکھیں کہ آپ صلح کو قبول کر لیں اور اس کے لیے عقود و معاہدات بھی کیے کہ جن کے پورے ہونے میں عمومی مصالح تھے لیکن امام حسنؑ نے اس پر پورے طور پر وثوق نہ کیا اور جان لیا کہ یہ بہانے بنانا اور دھوکہ دینا چاہتا ہے مگر آپ کے پاس اپنے ساتھیوں کے رویہ وسلوک کی وجہ سے اس کی بات کے قبول کرنے، جنگ کو ترک کرنے اور صلح کو نافذ کرنے کے چارہ نہ تھا جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ آپ کے حق میں ان کی بصیرتیں کمزور تھیں اور وہ آپ کے خلاف فساد برپا کرنا چاہتے تھے اور وہ آپ کے مخالف تھے، سب سے بڑی بات وہ آپ کا خون حلال سمجھتے دشمن کے سپرد کرنا چاہتے تھے آپ کا چچازاد تک آپ کو چھوڑ کر آپ کے دشمن کے پاس چلا گیا تھا اور اکثر لوگوں کا دنیا کی طرف میلان اور آخرت سے روگردانی تھی۔
ان حالات میں آپؑ نے معاویہ سے حجت ودلیل قائم کر کے اور اس میں جو آپ کے اور اس کے درمیان اللہ کی طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے فرائض عائد ہوتے تھے عذر پیش کر کے اپنے لیے وثوق واطمینان لیا اور اس پر شرط لگائی کہ وہ امیرالمومنینؑ پر سب وشتم اور نماز کے قنوت میں ان کے خلاف کہنے سے روگردانی کرے آپ کے شیعوں کو امن وامان دے گا اور کسی سے برا سلوک نہیں کرے گا اور ان میں سے ہر صاحب حق تک اس کا حق پہنچائے گا پس معاویہ نے ان سب کو قبول کرتے ہوئے آپ سے اس پر معاہدہ کیا اور اسے نبھانے کی قسم کھائی۔
جب صلح ان شرائط پر مکمل ہوگئی تو معاویہ چلا یہاں تک کہ روز جمعہ مقام نخیلہ پہنچا لوگوں کو دن کی دھوپ میں نماز پڑھائی (یا چاشت کے وقت نماز پڑھائی) انہیں خطبہ دیا اور اپنے خطبہ میں کہا کہ
خدا کی قسم میں نے تم سے جنگ اس لیے نہیں کی کہ تم نماز پڑھو اور نہ اس لیے کہ روزے رکھو اور نہ اس لیے کہ حج کرو اور نہ اس لیے کہ زکوٰۃ دو، یہ کام تو تم کرتے ہی رہتے ہو لیکن میں نے تم سے جنگ اس لیے کی کہ میں تم پر حکومت کروں اور خدا نے یہ مجھے دے دیا ہے حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے تھے، یاد رکھو کہ میں نے حسن علیہ السلام

کو کچھ چیزوں کی امید دلائی ہے اور کچھ چیزیں میں نے اسے دی ہیں اور وہ سب کی سب میرے قدموں کے نیچے ہیں اور میں ان میں سے کچھ یا کسی کو بھی پورا نہیں کروں گا۔

پھر وہاں سے آگے بڑھتے ہوئے کوفہ میں داخل ہوا وہاں کچھ دن رہا اور جب اہل شہر کی بیعت اس کے لیے پوری اور مکمل ہوگئی تو اس نے منبر پر خطبہ دیا اور امیر المومنینؑ کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ کی اور امام حسنؑ کی شان میں کچھ گستاخیاں کیں، امام حسنؑ اور امام حسینؑ وہاں موجود تھے امام حسینؑ کھڑے ہوگئے تا کہ اس لعین کی تردید کریں تو امام حسنؑ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا پھر آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ

اے علیؑ کا ذکر کرنے والے میں حسن ہوں، میرا باپ علیؑ ہے اور تو معاویہ ہے تیرا باپ صخر ہے اور میری ماں فاطمہ اور تیری ماں ہند ہے میرا جد (نانا) رسول اللہ ہے اور تیرا جد (دادا) حرب ہے میری جدہ (نانی) خدیجہؑ ہیں اور تیری جدہ فتیلہ ہے پس خدا لعنت کرے اس پر کہ جس کا ذکر ہم میں سے زیادہ گمنام جس کا حسب زیادہ کمینہ ہو اور جس کا ماضی زیادہ برا ہو اور جو قدیم زمانہ سے زیادہ کفر ونفاق میں رہا ہو۔

پس اہل مسجد کے کچھ گروہوں نے کہا، آمین! آمین

جب امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان صلح طے پا گئی جسے ہم نے ذکر کیا ہے تو پھر امام حسنؑ مدینہ چلے آئے اور وہیں اپنے غصہ کو ضبط کرتے، گوشہ نشینی کی حالت میں اپنے پروردگار کے حکم کا انتظار کرتے ہوئے قیام کیا یہاں تک معاویہ کی حکومت کے دس سال مکمل ہوگئے تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لے اور پوشیدہ طور پر جعدہ بنت اشعث بن قیس (جو کہ آپ کی بیوی تھی) کی طرف کسی کو بھیجا جس نے اسے آپ کو زہر دینے پر ابھارا اور اپنے ذمہ لیا کہ اس کی شادی اپنے بیٹے یزید سے کرے گا اور اس کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے پس جعدہ نے آپ کو زہر پلائی اور آپ چالیس دن تک بیمار رہے اور آپ اپنے راستہ پر تشریف لے گئے ماہ صفر ۵۰ پچاس ہجری میں اور اس وقت آپ کی عمر اڑتالیس سال تھی اور آپ کی خلافت کا زمانہ دس سال ہے آپ کے بھائی اور وصی وجانشین امام حسینؑ آپ کے غسل وکفن اور جدہ ماجدہ فاطمہؑ بنت اسد بن ہاشم بن عبد منافؓ کے پاس جنت البقیع میں دفن کرنے کی والی ووارث بنے۔

شہادتِ امام حسنؑ

سبب وفات امام حسن علیہ السلام ہماری ذکر کردہ بات کہ معاویہ نے آپ کو زہر دی، آپ کے دفن کے بارے میں واقعہ اور اس بارے میں گہری سازش اور گفتگو کے سلسلہ میں جو روایات موجود ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جسے عیسیٰ بن مہران نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے ہم سے عبید اللہ بن صباح نے بیان کیا وہ کہتا ہے ہم سے جریر نے مغیرہ سے روایت کیا وہ کہتا ہے کہ معاویہ نے جعدہ بنت اشعث بن قیس کی طرف پیغام بھیجا کہ

’’میں تیری شادی اپنے بیٹے یزید سے کروں گا بشرطیکہ توحسن کو زہر دے دے اور ایک لاکھ درہم بھی اس کی طرف بھیجا پس اس ملعونہ نے یہ کام کیا اور امام حسنؑ کو زہر دیا۔‘‘

معاویہ نے مال تو اسے دیا لیکن یزید سے اس کی شادی نہ کی، بعد میں اس عورت پر آل طلحہ میں سے ایک شخص ولی بنا جس کے اس سے بچے ہوئے جب ان کے اور خاندان قریش کے لوگوں کے درمیان کوئی بات ہوتی وہ طعنہ دیتے اور کہتے ’’اے اپنے شوہروں کو زہر دینے والی کی اولاد۔‘‘

عیسیٰ بن مہران نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ عثمان بن عمر نے مجھ سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ابن عون نے ہم سے عمر بن اسحاق سے روایت کیا وہ کہتا ہے کہ

میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ گھر میں موجود تھا امام حسنؑ بیت الخلاء میں داخل ہوئے پھر وہاں سے نکلے تو فرمایا کہ مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا لیکن اس مرتبہ کی طرح میں نے زہر نہیں پیا، بے شک میں نے جگر کا ٹکڑا اقے کیا ہے کہ جسے میں لکڑی کے ساتھ الٹ پھیر کرتا رہا ہوں تو امام حسینؑ نے عرض کیا، آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا آپ اس سے کیا چاہتے ہیں؟

کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ اسے قتل کر دیں اگر تو وہ وہی ہے تو خدا آپ سے زیادہ سخت انتقام لینے والا ہے اور اگر وہ نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بغیر قصور کے پکڑا جائے۔

عبداللہ بن ابراہیم نے زیاد مخارقی سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب امام حسنؑ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے امام حسینؑ کو بلا کر فرمایا کہ

اے بھائی میں آپ سے جدا ہو کر اپنے پروردگار سے ملنے والا ہوں مجھے زہر مل چکا ہے میرے جگر کے ٹکڑے (کٹ کر) طشت میں گرے ہیں میں جانتا ہو جس نے مجھے زہر کا پیالہ پلایا ہے اور جہاں سے مکاری سے بھیجا گیا ہے اللہ کے ہاں اس سے جھگڑوں گا آپ کو میری حق کی قسم اس میں آپ کوئی بات نہ کرنا اور انتظار کرنا کہ خدا میرے سلسلہ میں کیا سبیل پیدا کرتا ہے جب میں گزر جاؤں تو آپ میری آنکھیں بند کرنا غسل وکفن دینا اور میرے تابوت کو اٹھا کر میرے نانا رسول اللہؐ کی قبر کے پاس لے جانا تا کہ میں ان سے تجدید عہد کرلوں پھر مجھے میری دادی فاطمہ بنت اسدؓ کی قبر کی طرف واپس لے جا کر وہاں دفن کرنا۔

اے میرے ماں جائے عنقریب آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ دنیا گمان کرے گی کہ آپ لوگ مجھے رسول اللہؐ کے پاس دفن کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں پس وہ اس کے لیے جمع ہوں کہ آپ لوگوں کو اس سے روکیں گے میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اس سے کہ میرے معاملہ میں تھوڑا سا خون بھی بہے پھر آپ نے انہیں اپنے اہل وعیال اولاد اور متروکات کے متعلق وصیت کی اور وہ وصیت کی جو امیر المومنینؑ نے آپؑ کو اپنا خلیفہ بنانے، اپنے مقام کا اہل قرار دیتے ہوئے اور شیعوں کی ان کے خلیفہ ہونے کی طرف راہنمائی کی تھی اور انہیں ان کے لیے علم ونشان کے طور پر

اپنے بعد کے لیے معین کیا تھا۔

جب امام حسن چل بسے تو امام حسینؑ نے انہیں غسل دیا اور ان کے تابوت کو اٹھایا تو مروان اور اس کے بنی امیہ ساتھیوں کو اس میں شک نہیں تھا کہ آپؑ کو یہ لوگ عنقریب رسول اللہؐ کے پاس دفن کریں گے لہٰذا وہ اس کے لیے جمع ہو گئے اپنے ہتھیار پہن لیے جب امام حسینؑ انہیں لے کر اپنے جد امجد رسول اللہؐ کی قبر مطہر کی طرف بڑھے تا کہ تجدید عہد کریں تو وہ ان کی طرف اپنے اپنے گروہ کے ساتھ بڑھے اور بی بی عائشہ بھی خچر پر سوار ہو کر ان کے ساتھ آملیں وہ کہتی تھیں کہ

میرا اور تمہارا کیا واسطہ تم چاہتے ہو کہ میرے گھر میں اس کو داخل کرو جسے میں دوست نہیں رکھتی اور مروان نے یہ کہنا شروع کیا یا رب ھیجا ھی خیر من دعۃ اے بہت سی جنگیں جو صلح و آرام سے بہتر ہیں کیا عثمان مدینہ کے آخری حصہ میں دفن ہو اور حسنؑ نبی کے ساتھ یہ کبھی نہیں ہو گا اور میں تلوار اٹھاؤں گا اور قریب تھا کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان فساد برپا ہو کہ ابن عباس جلدی سے مروان کی طرف بڑھے کہا کہ اے مروان! جہاں سے آیا ہے وہیں پلٹ جا، کیونکہ ہم اپنے ساتھی کو رسول اللہؐ کے ساتھ دفن کرتا نہیں چاہتے بلکہ ہم تو چاہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کی زیارت سے ان کے لیے تجدید عہد کریں پھر ان کی وادی فاطمہؑ کے پاس لے جا کر وہیں ان کی وصیت کے مطابق دفن کریں اور اگر انہوں نے یہ وصیت کی ہوتی کہ انہیں رسول اللہؐ کے ساتھ دفن کیا جائے تو تجھے معلوم ہو جاتا کہ تیرے بازو ہمیں اس سے روکنے پر کتنے کوتاہ ہیں، لیکن آنجنابؑ اللہ، اس کے رسولؐ اور ان کی قبر کی حرمت کو بہتر جانتے تھے کہ وہ اس میں توڑ پھوڑ کرتے کہ جس طرح ان کے غیر نے کی تھی اور وہ حضور کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر داخل ہوئے تھے پھر ابن عباسؓ عائشہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ

ہائے برائیاں! کسی دین خچر اور کسی دن اونٹ پر تو چاہتی ہے کہ

خدا کے نور کو خاموش کرے اور اولیاء خدا سے جنگ کرے واپس چلی جاؤ پس تو اس کی کفایت کی گئی ہے جس کا تجھے خوف وخطرہ ہے تو نے اپنے دل پسند مقصد کو پا لیا ہے اس گھر والوں کی اللہ ہی مدد کرنے والا ہے خواہ دیر ہی کیوں نہ ہو۔ (اس موقعہ پر) امام حسینؑ نے فرمایا

خدا کی قسم اگر حسنؑ کی طرف سے مجھے خون کے محفوظ رکھنے کی وصیت نہ ہوتی اور یہ کہ میں ان کے معاملے میں تھوڑا سا خون بھی نہ بہنے دوں تو تم جان لیتے کہ اللہ کی تلواریں تم میں اپنی جگہیں کس طرح لیتی ہیں اور تم نے ہمارے اور تمہارے درمیان جو عہد و پیمان تھا اسے توڑ ڈالا اور اس شرط کو جو اپنے نفوس کے بارے میں ہم نے لگائی ختم کر دیا پھر امام حسنؑ کو لے چلے اور انہیں ان کی جد، ماجدہ جناب فاطمہؓ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف کے پاس دفن کر دیا۔ (غالباً عہد و پیمان کا ٹوٹنا امام حسنؑ کے جنازے پر تیر برسنے سے ہوا لیکن بنی ہاشم نے جوابی کاروائی نہ کی جس سے فساد مزید آگے نہ بڑھا)

تذکرہ اولاد حسن بن علیؑ

ان کی تعداد، نام اور مختصر حالات

امام حسن علیہ السلام کے پندرہ بیٹے بیٹیاں ہیں

زید بن حسن اور ان کی دو بہنیں ام الحسن اور ام الحسین ان تینوں کی ماں ام بشیر بنت ابو مسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ خزرجیہ ہے۔

حسن بن حسن اور ان کی والدہ خولہ بنت منظور فزاریہ ہے۔

عمرو بن حسن اور ان کے دو بھائی قاسم بن حسن اور عبداللہ بن حسن ان تینوں کی ماں ام ولد (کنیز) ہے۔

عبدالرحمن بن حسن ان کی والدہ بھی ام ولد (کنیز) ہے۔

حسین بن حسن جن کا لقب اثرم ہے ان کا بھائی طلحہ بن حسن اور بہن فاطمہ بنت حسن ان تینوں کی ماں ام اسحاق بنت طلحہ ابن عبیداللہ تیمی ہے۔

ام عبداللہ، فاطمہ، ام سلمہ اور رقیہ یہ امام حسن کی بیٹیاں مختلف ماؤں سے تھیں۔

زید بن حسن

زید بن حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقات کے ناظم و نگران، بہن بھائیوں میں سب سے بڑے جلیل القدر، کریمانہ مزاج شریف النفس اور زیادہ نیکی کرنے والے تھے شعراء نے ان کی مدح کی ہے اور دور دراز سے ان کے فضل و کرم کو حاصل کرنے کے لیے آتے تھے اور سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ زید بن حسن کے ذمہ رسول اللہؐ کے صدقات تھے۔

جب سلیمان بن عبدالملک بادشاہ بنا تو اس نے اپنے مدینہ کے گورنر کو لکھا۔

امابعد پس جب میرا یہ خط تمہیں ملے تو زید کو رسول اللہ کے صدقات سے معزول کردے اور اس کی قوم میں سے فلاں بن فلاں کو دے دے اور جس چیز میں وہ تجھ سے مدد چاہے اس کی مدد کرو۔ (والسلام)

پھر جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا اچانک اس کا خط آیا کہ

امابعد زید بن حسن، بنی ہاشم کا شریف آور سن رسیدہ بزرگوار ہے جب تمہارے پاس میرا خط پہنچے تو رسول اللہؐ کے صدقات اسے واپس دے دے اور اس کی اعانت کر جس میں، وہ اعانت چاہے۔ (والسلام)

اور زید بن حسن کے متعلق محمد بن بشیر خارجی کہتا ہے کہ

اذا انزل ابن المصطفى بطن تلعة
نفى جدبها واخضر بالنبت عودها
وزيد وتيع الناس فى كل شتوة
اذا اخلفت أنوائها و دعودها
حمول لأشناق الديات كأنه
سراج الدجى اذا قارنة سعودها

فرزند مصطفیؐ جب کسی بلند زمین کے وسط (وادی) میں اتر پڑے تو اس کی ویرانی کو دور کر دیتا ہے اور اس کی لکڑیاں سرسبز و شاداب ہو جاتی ہیں اور زید ہر جاڑے کے موسم میں لوگوں کے لیے موسم بہار ہے جب بارش کے ستارے اور ان کا گرجنا تخلف کر جائے (اور وقت پر بارش نہ ہو) وہ زخموں کے خون بہا کا بوجھ اٹھانے والا ہے گویا وہ تاریکی کا چاند ہے جب اس کے ساتھ سعادت کے ستارے مل جائیں۔

زید بن حسن کا سن بوقت وفات نوے سال تھا شعراء کے ایک گروہ نے ان کا مرثیہ کہا ہے اور ان کی عمدہ عادت وفضیلت کو بیان کیا ہے، مرثیہ کہنے والوں میں سے ایک قدامہ موسیٰ جمجی ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے کہ

فان يك زيد غالت الارض شخصه
فقد بان معروفا هناك وجود

''اگر زمین نے زید کے جسم کو پکڑ لیا ہے تو وہاں نیکی اور جود وسخا ظاہر ہے۔''

(باقی اشعار طول کی وجہ سے حذف کر دیئے ہیں) مترجم

اور اس قسم کے بہت س مرثیے کہے گئے ہیں جن سے کتاب طویل ہو جائے گی۔

حضرت زید نے اس حالت میں دنیا کو چھوڑا کہ نہ انہوں نے خود اور نہ ہی شیعہ وغیرہ میں سے کسی مدعی نے ان کے لیے امامت کا دعویٰ کیا اور یہ اس لیے کہ شیعہ دو قسم کے لوگ ہیں۔

امامی اور زیدی

شیعہ امامی تو امامت میں نصوص پر اعتماد کرتے ہیں اور اس پر ان کا اتفاق ہے کہ اولاد امام حسن (امامت کے سلسلہ) میں نص موجود ہی نہیں اور نہ ان میں سے کسی نے دعویٰ کیا ہے تا کہ اس میں شک وشبہ ہو۔

اور زیدی حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بعد امامت کے سلسلہ میں دعوت و جہاد کا اصول اپناتے ہیں (یعنی وہ امام ہوگا جو لوگوں کو اپنی امامت کی طرف پکارے اور اپنے دشمنوں سے جہاد کرے) لیکن زید بن

حسنؑ رحمۃ اللہ علیہ نے بنی امیہ سے صلح وصفائی اوران کی طرف سے بعض کاموں کی ذمہ داری لے رکھی تھی اوران کی رائے دشمنوں کے ساتھ تقیہ کرنے اوران سے (ظاہراً) الفت و مدارات ونرمی سے رہنا تھی حالانکہ یہ زیدی مذہب والوں کے نزدیک علامات امامت کی ضد ہے جیسا کہ ہم نے اس کو بیان کیا ہے۔

باقی رہے حشویہ تو ان کا دین مذہب بنی امیہ کی امامت ہے اور وہ کسی حالت میں اولاد رسولؐ کے لیے امامت کی رائے نہیں رکھتے۔

معتزلہ (واصل بن عطاء کے پیروکار حسن بصری کی مجالس سے اعتزال وکنارہ کشی اختیار کرنے کی وجہ سے معتزلہ کہلاتے ہیں) وہ کسی میں امامت نہیں سمجھتے مگر جوان کی اعتزال والی رائے رکھتا ہواور جیسے شوریٰ وانتخاب ان کا ولی وحقدار مقرر کریں اور حضرت زید جیسا ہم نے ذکر کیا ہے ان حالات سے دور ہیں۔

اور خوارج اس کی امامت سے متفق ہی نہیں جو امیر المومنینؑ سے دوستی رکھتا ہو اور زید بلا اختلاف اپنے باپ دادا کے محب وموالی تھے۔

حسن بن حسن مثنیٰ

حسن بن حسن جلیل القدر رئیس، صاحب فضل اور متقی و پرہیز گار تھے اور امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کے صدقات کے اپنے وقت میں متولی تھے اور حجاج بن یوسف سے ان کا ایک واقعہ ہے جسے زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ

حسن بن حسن اپنے زمانہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے صدقات کے متولی تھے ایک دن حجاج بن یوسف اپنے مدینہ میں گورنری کے زمانہ میں چند سواروں اور پیادوں کے ساتھ جارہا تھا تو اس نے حسن (مثنیٰ) سے کہا کہ

عمر بن علیؑ کو بھی اس کے باپ کے صدقہ میں داخل کرلو کیوکہ وہ تمہارا چچا اور تمہارے خاندان کی یادگار ہے۔

توحسن نے جواب دیا

میں حضرت علی علیہ السلام کی شرط کو ہرگز نہیں بدل سکتا اور اس میں اس کو داخل نہیں کرسکتا جس کو خود انہوں نے داخل نہیں کیا۔

تو حجاج ان سے کہنے لگا تو پھر میں اس کو تیرے ساتھ داخل کرتا ہوں۔

جب حجاج کی توجہ دوسری طرف ہوئی حسن بن حسن پیچھے ہٹ آئے اور عبدالملک (جو شام میں تھا) کی طرف روانہ ہوئے اس کے دروازہ پر ملنے کی اجازت لینے کے لیے رکے تو ان کے قریب سے یحییٰ بن ام الحکم

گزرا اور یحییٰ نے جب حسن کو دیکھا تو ان کے قریب کی طرف دیکھا، سلام کیا اور یہاں آنے کے متعلق سوال کیا اور حالات معلوم کر کے کہنے لگا کہ میں عنقریب آپ کو امیر المومنین عین عبدالملک کے ہاں نفع پہنچاؤں گا پس جب حسن بن حسن عبدالملک کے ہاں تشریف لے گئے تو اس نے خوش آمدید کہا اور باہمی بات چیت نہایت عمدہ طریقہ پر ہوئی۔

حسن پر جلدی بڑھاپا آچکا تھا، یحییٰ بن ام الحکم کی مجلس میں موجودگی کے دوران حسن سے عبدالملک نے کہا! اے ابو محمد! آپ جلدی بوڑھے ہو گئے ہیں تو یحییٰ کہنے لگا، اے امیر المومنین عبدالملک) ان کا بڑھاپا انہیں اہل عراق کی امیدوں کو پورا کرنے سے مانع نہیں ہے تو حسن بن حسنؑ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا

خدا کی قسم تو نے بدترین سہارا دیا ہے یہ بات یوں نہیں جیسے تو نے کہا بلکہ ہمارا تعلق ایسے گھرانے سے ہے جس پر پیری بزرگی جلدی آتی ہے عبدالملک یہ سنتا رہا پھر عبدالملک، حسن کی طرف متوجہ ہوا اور کہا، وہ معاملہ پیش کیجیے کہ جس کے لیے آپ تشریف لائے ہیں تو انہوں نے حجاج کی گفتگو بتائی تو وہ کہنے لگا اسے یہ حق نہیں پہنچتا، میں اس کو خط لکھتا ہوں کہ جس سے وہ تجاوز نہیں کرے گا۔

پس عبدالملک نے حجاج کو خط لکھا اور حسن بن حسن سے صلہ رحمی اور اچھا سلوک کیا جب حسن اس کے پاس سے نکلے تو یحییٰ بن ام الحکم ان سے ملا آپ نے اس کی بدسلوکی پر ناراضگی ظاہر کی اور فرمایا یہ وہ بات تو نہیں تھی جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تو یحییٰ نے جواب دیا ٹھہریں (کوئی اور بات کرو) خدا کی قسم عبدالملک آپ سے ہمیشہ ڈرتا رہے گا اور اسے اگر آپ کا ڈر نہ ہوتا تو وہ آپ کی حاجت پوری نہ کرتا اور میں نے آپ کی مدد میں کوتاہی نہیں کی۔

حسن بن حسن اپنے چچا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں موجود تھے جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اور آپ کے بقیہ اہل خاندان قید ہو گئے تو اسماء بن خارجہ، حسن کے پاس آیا اور وہ انہیں قیدیوں میں سے نکال کر لے گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم خولہ (آپ کی والدہ کا نام) کے بیٹے تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا عمر بن سعد نے کہا کہ ابوحسان (اسما بن خارجہ کی کنیت) کے لیے اس کے بھانجے کو چھوڑ دو کہا جاتا ہے کہ جب وہ قید ہوئے تو زخمی تھے جس سے بعد میں شفایاب ہو گئے تھے۔

روایت ہے کہ حسن بن حسن اپنے چچا سے ان کی دو بیٹیوں میں سے کسی ایک خواستگاری کی تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے بیٹا تم دونوں میں سے جسے پسند کرتے ہو معین کر و حسن شرما گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے تو امام حسین نے فرمایا اے بیٹا میں تمہارے لیے اپنی بیٹی فاطمہ کو انتخاب کرتا ہوں کیونکہ یہ دونوں میں سے میری ماں فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

حسن بن حسن کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر پینتیس سال تھی ان کے بھائی زید بن حسن زندہ تھے

لیکن انہوں نے مادری بھائی ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو اپنا وصی بنایا۔

جب حسن بن حسن فوت ہوگئے تو ان کی زوجہ فاطمہ بنت حسینؑ بن علی علیہما السلام نے ان کی قبر پر خیمہ نصب کیا وہ رات کو عبادت کرتیں اور دن کو روزہ رکھتیں وہ اپنے حسن و جمال میں حورالعین کی طرح تھیں جب ایک سال پورا ہوگیا تو انہوں نے اپنے غلاموں سے کہا کہ جب رات تاریک ہوجائے تو یہ خیمہ یہاں سے اکھیڑ لینا چنانچہ جب رات تاریک ہوگئی تو انہوں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا،

هل وجدوا واما فقدوا

''کیا انہیں اپنا گم شدہ مل گیا۔''

(یعنی اس بی بی نے خیمہ جو اٹھالیا ہے کیا جانے والا واپس آ گیا ہے) تو دوسرے نے جواب دیا

بل يئسوا فانقلبوا

''نہیں بلکہ مایوس ہوکر وہ واپس چلے گئے۔''

حسن بن حسن اس دنیا سے چلے گئے لیکن نہ خود انہوں نے اور نہ کسی اور نے ان کے لیے امامت کا دعویٰ کیا جس طرح ہم نے انکے بھائی کے لیے بیان کیا ہے۔

عمر، قاسم اور عبداللہ، حسن بن علی علیہما السلام کے یہ تینوں بیٹے اپنے چچا امام حسینؑ کے سامنے میدان کربلا میں شہید ہوئے خدا ان سے راضی رہے اور انہیں راضی رکھے اور انہیں دین اسلام کی طرف سے بہترین جزا دے۔ (الٰہی امین!)

عبدالرحمن بن حسن رضی اللہ عنہ اپنے چچا حسینؑ کے ساتھ حج پر گئے اور مقام ابواء میں حالت احرام میں وفات پا گئے رحمۃ اللہ علیہ۔

حسین بن حسن جو اثرم کے لقب سے مشہور تھے وہ صاحب فضل تھے لیکن ان کا اس سلسلہ میں کوئی ذکر و تذکرہ نہیں ہے اور طلحہ بن حسن بہت بڑے سخی تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام

امام حسن بن علی علیہ السلام کے بعد والے امام کا ذکر ان کی تاریخ ولادت، امامت کے دلائل، مدت عمر، مدت خلافت، وفات اور اس کا سبب مقام قبر، تعداد اولاد اور ان کے مختصر حالات

حسن بن علی علیہ السلام کے بعد ان کے بھائی حسینؑ بن علیؑ فرزند فاطمہؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے باپ اور نانا کی نص کے ساتھ ساتھ اپنے بھائی حسن علیہ السلام کی ان کو وصیت کرنے کی وجہ سے امام ہیں۔

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے آپ مدینہ میں پیدا ہوئے جب کہ ۴ ھجری میں شعبان کی پانچ راتیں گزر چکی تھیں (زیادہ مشہور ہے کہ آپ کی ولادت تین شعبان کو ہوئی مترجم)

ان کی والدہ گرامی جناب فاطمہ علیہا السلام انہیں انکے نانا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر آئیں انہیں دیکھ کر آپ خوش ہوئے اور ان کا نام حسین علیہ السلام رکھا اور ان کی طرف سے ایک مینڈھا عقیقہ کیا اور آپ اور آپ کے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت و گواہی ہے جوانان جنت کے سردار ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ وہ دونوں نبی رحمت کے نواسے حسن بن علیؑ سر سے لے کر سینہ اور حسینؑ سینہ سے لے کر پاؤں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام خاندان اور اولاد میں سے یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ پیارے اور محبوب تھے۔

زاذان نے سلمان رضی اللہ عنہ سیروایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسنؑ اور حسین علیہ السلام کے بارے یہ کہتے ہوئے سنا

خدایا میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں پس تو ان دونوں سے محبت کر اور اس سے محبت کر جو ان دونوں سے محبت کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس سے محبت کرتا ہوں جو حسنؑ و حسین علیہ السلام سے محبت کرے اور جس سے میں محبت کرتا ہوں، اللہ اس سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ محبت کرے اس کو وہ جنت میں

داخل کرتا ہے اور جوان دونوں سے بغض رکھے میں اس سے بغض رکھتا ہوں اور جس سے میں بغض رکھوں اللہ اس سے بغض رکھتا ہے اور جس سے اللہ بغض رکھے اس کو جہنم میں داخل کرتا ہے۔

اور آپؐ نے فرمایا

''بے شک میرے یہ دونوں بیٹے دنیا میں میرے دوگلدستے ہیں۔''

زرین جیش نے ابن مسعود سے روایت کی وہ کہتا ہے کہ نبی کریمؐ نماز پڑھ رہے تھے تو حسنؑ اور حسین علیہ السلام آئے اور آپؐ کی پشت پر سوار ہو گئے پس جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو نرمی سے انہیں پکڑے رکھا پس جب آپ دوبارہ سجدہ میں گئے تو دونوں دوبارہ سوار ہو گئے پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک کو دائیں اور دوسرے کو بائیں زانوں پر بٹھالیا اور ارشاد فرمایا

''جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ان دونوں سے محبت رکھے۔''

اور وہ دونوں اللہ کی طرف سے میدان مباہلہ میں اس کے نبی کی دو دلیلیں اور حجتیں تھے اور اپنے باپ امیر المومنینؑ کے بعد امت پر دین وملت میں اللہ کی طرف سے دو حجتیں تھے۔

محمد بن ابو عمیر نے اپنے لوگوں سے انہوں نے ابو عبداللہؑ سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا:

اللہ کے دو شہر ہیں ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ان دونوں میں خدا کی ایسی مخلوق رہتی ہے کہ جس نے کبھی خدا کی نافرمانی کا ارادہ تک نہیں کیا خدا کی قسم ان شہروں میں اور ان کے درمیان اللہ کی حجت اس کی مخلوق پر میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے علاوہ کوئی نہیں۔

اسی قسم کی روایت امام حسین علیہ السلام سے بھی آئی ہے کہ آپ نے ابن زیاد کے ساتھیوں سے کربلا کے دن فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ میرے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو، یاد رکھو خدا کی قسم اگر تم نے مجھے قتل کیا تو تم قتل کرو گے اس کو جو تم پر اللہ کی حجت ہے۔ خدا کی قسم جابلقا اور جابرسا کے درمیان کوئی نبی کا بیٹا میرے سوا نہیں کہ جس کو خدا نے تم پر حجت بنایا ہو، آپ کی مراد جابلقا اور جابرسا سے وہی دونوں شہر ہیں کہ جن کا ذکر امام حسنؑ نے فرمایا ہے۔

ان دونوں کے کمال کی دلیل اور حجت کہ جس کے ساتھ اللہ نے ان کو مخصوص کیا ہے ہم نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریمؐ ان کو ساتھ لیکر مباہلہ کے لیے گئے اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان سے بیعت لینا ہے حالانکہ آپ نے ان دونوں کے علاوہ ظاہراً کسی ایسے بچے سے بیعت نہیں لی ظاہراً بچہ ہونے کے باوجود ان کے عمل پر جنت کا ثواب انکے لیے واجب قرار دینے کے بارے میں قرآن کا نازل ہونا حالانکہ اس قسم کی کوئی چیز کسی ان کے ہم عمر دوسرے بچے کے لیے نازل نہیں ہوئی، خداوند عالم سورہ ھل اتی میں فرماتا ہے

اور وہ اس کی محبت پر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تو بس اللہ کی رضا کے لیے

کھانا کھلاتے ہیں نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ، ہم تو اپنے رب العالمین سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو ترش اور سخت ہوگا۔

پس اللہ نے بچا لیا انہیں اس دن سے اور انہیں رونق اور خوشی کا سامنا کرائے گا اور ان کے صبر کی وجہ سے انہیں جنت اور ریشم کی جزا دے گا۔

ان حضرات کے والدین (علیؑ و فاطمہؑ) کے ساتھ ساتھ یہ ارشادِ قدرت ان دو کو بھی شامل ہے یہ خبر قرآنی ان کے نطق و گفتگو کرنے کو اور ان کے ضمیر کی آواز کو اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے جو کہ ایک واضح اور روشن نشانی ہے اور ان کے ذریع مخلوق خدا پر ایک عظیم حجت ہے جس طرح خبر قرآن میں ہے کہ حضرت مسیحؑ نے گھوارے میں گفتگو کی اور وہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کے لیے حجت تھی اور یہ کہ اللہ کی کرامت کے ساتھ مخصوص ہیں جو اللہ کے ہاں ان کی فضیلت و بزرگی کی قدر و منزلت پر دلالت کرتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفس کے ذریعے آپؑ اور آپؑ سے پہلے آپؑ کے بھائی کی امامت پر اس ارشاد سے تصریح کی ہے۔

ابناء هذا امامان قاما او قعدا

''میرے یہ دونوں بیٹے امام ہیں قیام کریں یا بیٹھے رہیں۔''

امام حسنؑ کا آپ کو وصیت کرنا بھی آپ کی امامت کی دلیل ہے جس طرح کہ امام حسن علیہ السلام سے امیر المومنینؑ کی وصیت ان کی امامت کی دلیل ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امیر المومنینؑ کو وصیت کرنا حضورؐ کے بعد آپؑ کی امامت پر دلالت کرتا ہے۔

امام حسینؑ کی امامت ان کے بھائی امام حسنؑ کی شہادت کے بعد جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے ہیں، ثابت اور آپ کی اطاعت تمام مخلوق پر لازم تھی۔

امام حسینؑ کا زمانہ خاموشی

اگرچہ آپ تقیہ اور معاویہ بن ابوسفیان کے ساتھ صلح پر پابند ہونے کی وجہ کسی کو اپنی طرف (اپنی امامت کی طرف) دعوت نہیں دیتے تھے۔

بعینہ اپنے والد گرامی امیر المومنینؑ کی راہ پر گامزن ہوتے ہوئے جن کی امامت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خاموشی اختیار کرنے کے باوجود ثابت تھی اور اپنے بھائی حسن کی امامت کی مانند، جو صلح کے بعد اور خاموش رہے اور یہ سب حضرات اس طرز میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا تھے جب کہ حضورؐ شعب ابی طالبؑ میں محصور تھے اور جب آپؐ مکہ سے ہجرت کرتے ہوئے نکلے اور غار میں چھپتے ہوئے

درآنحالیکہ آپ اپنے دشمنوں سے پوشیدہ اور پردہ میں تھے۔
جب معاویہ مرگیا اور صلح کی مدت ختم ہوگئی جو ظاہراً آپ کو اپنی طرف دعوت دینے میں رکاوٹ تھی تو آپ سے جس قدر ہوسکا اپنے امر خلافت کو ظاہر اور اپنا حق ان کے لیے واضح کیا جو لگا تار جاہل تھے یہاں تک کہ ظاہراً آپ کے کچھ مددگار بھی جمع ہوگئے تو آپ نے جہاد کی دعوت دی اور جنگ کے لیے تیار ہوئے اور اپنی اولاد اور گھر والوں کو لے کر حرم خدا اور رسول (مکہ و مدینہ) سے عراق کی طرف روانہ ہوئے تاکہ اپنے ان شیعوں سے دشمن کے خلاف مدد حاصل کریں جنہوں نے آپ کو دعوت دی تھی۔ (یاد رہے کہ قتل عثمان کے بعد مسلمان دو گروہوں میں بٹ گئے تھے جنہوں نے معاویہ وغیرہ کا ساتھ دیا وہ شیعان عثمان اور جنہوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا تھا وہ شیعان علی کہلاتیت ھے۔ پھر شیعان علی دو قسم کے تھے ایک وہ جو حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ مانتے تھے جس طرح کہ عام مسلمان ہی دوسرے وہ جو بلافصل صحیح جانشین رسولؐ آپؑ کو ہی سمجھتے ہیں جس طرح شیعہ امامیہ اثنا عشریہ لہٰذا گذشتہ اصطلاح میں وہ بھی شیعہ کہے جاتے تھے جو آپ کو چوتھی جگہ پر خلیفہ مانتے لہٰذا لفظ شیعہ سے اشتباہ نہ ہو مترجم)
آپؑ نے پہلے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیلؑ کو بھیجا اور چاہا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف پکاریں اور جہاد کے لیے ان سے بیعت لیں چنانچہ اہل کوفہ نے اس پر بیعت کی، پختگی کا اظہار اور ہر قسم کی مدد اور خلوص و نصیحت کی ضمانت دیتے ہوئے وثوق واطمینان دلایا اور عقد وعقود پڑھے۔
لیکن جلد ہی انہوں نے بیعت توڑ کر آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور انہیں (حضرت مسلمؑ کو) دشمن کے حوالہ کر دیا۔ آپ کو ان کے سامنے شہید کیا گیا لیکن کسی نے نہ روکا بلکہ وہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے نکل آئے آپ کا محاصرہ کیا آپ کو اللہ کے شہروں (اللہ کی سرزمین) کی طرف جانے سے روک دیا ایسی بے چارگی کی حالت پیدا کردی کہ نہ کسی مددگار کو پاتے اور نہ ہی ان سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ، وہ آپ کے اور دریائے فرات کے درمیان حائل ہوگئے یہاں تک کہ انہوں نے آپ پر قابو پا کر شہید کر دیا۔
آپ اس دنیا سے پیاسے، جہاد کرتے ہوئے نہایت صبر وشکر سے اللہ کی رضا کے لیے مظلوم ہو کر گزر گئے آپ کی بیعت توڑ دی گئی، آپ کی عزت وحرمت کو حلال سمجھا گیا نہ کسی عہد و پیمان کو پورا اور نہ ہی کسی معاہدہ کا خیال کیا گیا آپ اسی طرح شہید ہو کر اس دنیا سے گئے جس طرح آپ کے باپ اور بھائی گئے تھے ان سب پر اللہ کا اسلام ہو۔

بیعت یزید سے انکار اور مدینہ منورہ سے خروج

حضرت امام حسین علیہ اسلام کا لوگوں کو اپنی طرف پکارنا جہاد کرنے کے لیے ان سے بیعت لینا آپ کا

خروج فرمانا اور شہادت اس سلسلہ میں کچھ وہ مختصر حالات ہیں جنہیں کلبی، مدائنی اور دوسرے مورخین نے نقل کیا ہے۔وہ کہتے ہیں

جب امام حسن علیہ السلام فوت ہو گئے تو عراق کے شیعہ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو اپنی معاویہ کی بیعت توڑ دینے اور آپ کی بیعت کرنے کے بارے میں لکھا۔آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا

میرے اور معاویہ کے درمیان ایک عہد و پیمان ہے (میرے لیے) مدت ختم ہونے سے پہلے اسے توڑنا جائز نہیں البتہ معاویہ کے مرنے کے بعد اس میں غور وفکر کیا جا سکتا ہے تو جب معاویہ مرا اور یہ نصف رجب ٦٠ ھجری کی بات ہے تو یزید نے معاویہ کی طرف سے مدینہ میں معین حاکم ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو خط لکھا کہ وہ حسین علیہ السلام سے یزید کی بیعت لے اور اس میں ان کو مہلت نہ دے۔

ولید نے رات کے وقت کسی کو بھیج کر امام حسین علیہ السلام کو بلایا۔آپ اس کی نیت ومقصد کو بھانپ گئے لہٰذا آپؑ نے اپنے عزیزوں کی جماعت کو بلایا اور انہیں مسلح ہونے کا حکم دیا اور فرمایا

ولید نے مجھے اس وقت بلایا ہے لیکن میں اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں ہوسکتا ہے کہ مجھے کوئی ایسی بات کہے جسے میں قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوں تم میرے ساتھ رہو۔جب میں اس کے دربار میں داخل ہوں تو تم دروازہ پر بیٹھ جانا۔پس اگر میری آواز کو بلند ہوتے سنو تو اندر آجانا اور اس سے میرا دفاع کرنا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام ولید کے پاس گئے

تو آپ نے اس کے پاس مروان کو پایا ولید نے آپ کو معاویہ کی موت کی خبر سنائی تو آپ نے انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔پھر اس نے آپ کے سامنے یزید کا خط اور جو کچھ اس میں آپ سے یزید کے لیے بیعت لینے کے لیے تھا پڑھا تو آپ نے فرمایا:

میں نہیں سمجھتا کہ تم مجھ سے تنہائی میں یزید کی بیعت کرنے پر قناعت کرلو، (یعنی بالفرض اگر میں یہاں یزید کی بیعت کرلوں تو اس کا تو تم کافی نہیں سمجھو گے) جب تک علی الاعلان میں اس کی بیعت نہ کروں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو۔

تو ولید نے آپ سے کہا، جی ہاں، تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ

پھر صبح ہونے دو اور اس میں اپنی رائے دیکھ لو۔

تو ولید نے آپ سے کہا کہ "پھر اللہ کا نام لے کر واپس تشریف لے جایئے یہاں تک کہ آپ لوگوں کے گروہ وجماعت کے ساتھ آئیں۔تو مروان نے اس سے کہا

"خدا کی قسم اگر حسینؑ اس گھڑی تجھ سے جدا ہو گئے اور انہوں نے بیعت نہ کی تو پھر اس قسم کی قدرت

تمہیں کبھی بھی حاصل نہ ہوگی جب تک تمہارے اور ان کے درمیان بہت سے لوگ نہ مارے جائیں اس شخص کو روک لو یہ تمہارے پاس سے جانے نہ پائیں جب تک بیعت نہ کرلیں یا ان کی گردن نہ اڑا دو، تو اس وقت امام حسین علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا

اے زرقا (نیلی آنکھوں والی عورت) کے بیٹے تو مجھے قتل کرے گا یا وہ؟ خدا کی قسم تو نے جھوٹ بولا ہے اور تو گناہگار ہوا ہے۔''

اور آپ چلتے ہوئے باہر آگئے اور آپ کے ساتھ آپ کے دوست اور موالی بھی تھے یہاں تک کہ آپ اپنے گھر میں پہنچے۔

مروان نے ولید سے کہا تو نے میری بات نہیں مانی خدا کی قسم تجھے ان پر قابو پانے کا ایسا موقعہ پھر نہیں ملے گا تو ولید نے اس سے کہا کہ تیرے غیر کے لیے ہلاکت ہو اے مروان تو نے میرے لیے ایسی چیز کا انتخاب کیا ہے کہ جس میں میرے دین کی تباہی ہے خدا کی قسم میں دوست نہیں رکھتا کہ میرے پاس مال دنیا اور ملک دنیا میں سے اتنا ہو کہ جس پر سورج طلوع کرتا اور غروب کرتا ہے اور (اس کے بدلے) میں حسینؑ کو قتل کروں سبحان اللہ میں حسین علیہ السلام کو اس بات پر قتل کروں کہ وہ کہتے ہیں کہ ''میں بیعت نہیں کرتا'' خدا کی قسم مجھے یقین ہے (یا گمان کرتا ہوں) کہ وہ شخص اللہ کے ہاں قیامت کے دن خفیف المیز ان (ترازوٴ اعمال ہلکا) ہوگا جس سے خون حسینؑ کا حساب لیا گیا۔

تو مروان کہنے لگا کہ اگر تو تمہاری رائے یہ ہے تب جو کچھ کیا ہے درست کیا ہے۔ وہ یہ کہہ تو رہا تھا لیکن اس سے وہ اس کی رائے کی تعریف نہیں کر رہا تھا۔

پس امام حسینؑ نے اس رات اپنے گھر میں قیام کیا اور وہ ہفتہ کی رات تھی جب کہ ماہ رجب کی تین راتیں باقی تھیں اور ۶۰ ھ ہجری تھا اور ولید بن عتبہ، یزید کی بیعت کرنے کے لیے ابن زبیر کی طرف پیغام بھیجنے میں مصروف رہا اور وہ اس سے انکار کرتا تھا چنانچہ اسی رات ابن زبیر مدینہ سے نکل کر مکہ روانہ ہوگیا، جب صبح ہوئی تو ولید نے بنی امیہ کے دوستوں میں سے اسی سواروں کو اس کے تعاقب میں بھیجا جنہوں نے تلاش کیا لیکن نہ پا سکے تو واپس آگئے۔

پھر ہفتہ کے دن آخری وقت میں کچھ لوگ امام حسینؑ کے پاس بھیجے تا کہ وہ تشریف لائیں اور ولید کے ہاتھ پر یزید بن معاویہ کے لیے بیعت کریں تو ان سے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا

صبح ہونے دو پھر تم بھی دیکھو اور ہم بھی دیکھتے ہیں تو اس رات وہ آپ سے رک گئے اور آپ پر اصرار نہ کیا آپ اس رات مکہ کی طرف نکلے اور وہ اتوار کی رات تھی جب کہ رجب کے دو دن باقی تھے آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے بھتیجے بھائی اور اکثر خاندان کے افراد تھے سوائے محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے محمد کو پتہ تو چل گیا کہ آپ مدینہ سے

جانا چاہتے ہیں لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کدھر جا رہے ہیں تو ان سے کہنے لگے اے بھائی آپ تمام لوگوں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب ہیں اور مجھے زیادہ عزیز ہیں اور میں آپ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی کے لیے نصیحت کو ذخیرہ نہیں کرتا اور آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں آپ یزید بن معاویہ کی بیعت اور بڑے شہروں سے جتنا ممکن ہو دور رہیں پھر اپنے قاصد لوگوں کی طرف بھیجیں اور انہیں اپنی طرف دعوت دیں تو اگر لوگ آپ کی بیعت کر لیں اور دوسروں سے آپ کی بیعت لے لیں تو اس پر اللہ کی حمد کیجئے (یعنی معاملہ حل ہو گیا) اور اگر لوگ آپ کے علاوہ کسی اور پر جمع ہو جائیں تو اس میں نہ خدا آپ کے دین میں کمی کرے گا اور نہ آپ کی عقل میں، اور نہ اس سے آپ کی مروت جائے گی اور نہ فضیلت اور مجھے خوف ہے کہ آپ ان شہروں میں سے کسی شہر میں جائیں اور لوگوں کا آپس میں اختلاف ہو جائے اور ان میں سے کچھ لوگ آپ کے خلاف ہوں اور کچھ آپ کے ساتھ اور وہ آپس میں جنگ کریں تیروں، نیزوں کا پہلا نشانہ آپ ہوں گے تو اس صورت میں وہ شخص جو اس پوری امت میں ذات اور ماں باپ کے لحاظ سے بہتر ہے اس کا خون زیادہ رائیگاں اور ضائع ہوگا اور اس کا خاندان زیادہ ذلیل و خوار ہوگا تو امام حسینؑ نے فرمایا، اے بھائی پھر میں کدھر جاؤں؟ تو محمد نے کہا کہ آپ مکہ میں نزول اجلال فرمائیں اگر وہ گھر آپ کو راس آ جائے تو یہی صحیح راستہ ہے اور اگر وہ جگہ آپ کے موافق نہ ہو تو آپ ریگستانی میدانوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں سے ملحق ہوں اور ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف جائیں یہاں تک کہ دیکھیں کہ لوگوں کا معاملہ کہاں پہنچتا ہے اور آپ سب زیادہ درست رائے کے مالک ہیں جب آپ کسی معاملہ کا رخ کریں تو آپ نے فرمایا:

اے بھائی بے شک تم نے نصیحت کی اور شفقت و مہربانی کی اور مجھے امید ہے کہ تمہاری رائے درست اور باعث توفیق ہو گئی، پھر امام حسینؑ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے

فخرج منها خائفاً يترقب قال رب نجني من القوم الظالمين

"پس نکلا اس سے خوف کی حالت میں انتظار رحمت کرتا ہوا کہا اے پروردگار مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔"

اور آپ کے خاندان والوں نے کہا

آپ شاہراہ سے ہٹ کر چلتے جس طرح کہ ابن زبیر نے کیا ہے تا کہ تلاش کرنے والے آپ کو نہ مل سکیں تو آپ نے فرمایا نہیں

خدا کی قسم میں شاہراہ سے جدا نہیں ہوں گا یہاں تک کہ خدا جو چاہے گا فیصلہ کرے گا۔

مکہ میں ورود

اہل کوفہ کے خطوط کی آمد

امام حسین مکہ میں شب جمعہ داخل ہوئے جب کہ شعبان کی تین راتیں گزر چکی تھیں اور آپ داخل ہوتے ہوئے یہ آیت پڑھ رہے تھے:

ولما توجه تلقاء مدين قال عسى ربي ان يهديني سواء السبيل

''اور جب متوجہ ہوا مدین کے آمنے سامنے تو کہا کہ قریب ہے کہ میرا پروردگار مجھے درمیانے راستہ کی ہدایت کرے۔''

پھر آپ مکہ میں اتر پڑے تو اہل مکہ، جو لوگ وہاں عمرہ کے لیے موجود تھے اور گردونواح کے لوگ آپ کے پاس آنے جانے لگے۔

ابن زبیر بھی وہیں موجود تھا وہ کعبہ کے ساتھ لگا رہتا اس کے پاس کھڑے ہو کے نماز پڑھتا طواف کرتا اور آنے والوں کے ساتھ وہ بھی امام حسین کے پاس آتا تھا دو دن تو مسلسل آتا رہا پھر ایک دن ناغہ کرنے لگا۔ آپ ابن زبیر کے لیے ساری مخلوق سے زیادہ بوجھ تھے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جب تک اس شہر میں آپ موجود ہیں اہل حجاز اس کی بیعت نہیں کریں گے اور سچ بھی یہ ہے کہ اس کی نسبت امام حسین علیہ السلام زیادہ قابل اطاعت اور جلیل القدر ہیں۔

جب اہل کوفہ کو ہلاکت معاویہ (علیہ الھاویہ) کی خبر پہنچی تو وہ یزید کے متعلق برائی میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ ادھر انہیں امام حسین علیہ السلام کے یزید کی بیعت سے انکار کرنے اور اس سلسلہ میں ابن زبیر کے معاملہ کی خبر اور پھر دونوں کا مکہ کی طرف چلا جانا معلوم ہوا تو کوفہ کے شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر اکٹھے ہوئے انہوں نے معاویہ کے ہلاک ہونے کے ذکر پر اللہ کی حمد وثنا کی۔

پھر سلیمان بن صرد نے کہا معاویہ مر چکا اور حسینؑ نے بیعت سے انکار کر کے قوم (بنی امیہ) سے نفرت کا اظہار کیا اور مکہ تشریف لے گئے ہیں۔ تم ان کے اور ان کے والد گرامی کے شیعہ ہو۔ پس اگر تم اپنے آپ کو ان کا مددگار، ان کے دشمن سے لڑنے اور ان کی حفاظت میں اپنی جان نثار کرنے کا یقین رکھتے ہو تو انہیں لکھو اور یقین دلاؤ اور اگر بزدلی اور کمزوری کا خطرہ، وڈر ہے تو آنجنابؑ کو ان کی ذات کے بارے میں دھوکہ نہ دو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ہم ان کے دشمن سے نبرد آزما ہوں گے اور ان کی حفاظت میں جان تک کی بازی لگا دیں گے۔ اس پر سلیمان نے انہیں لکھنے کے لیے کہا تو انہوں نے آپ کی طرف لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط سلیمان بن صرد، مسیب بن نجیہ، رفاعہ بن شداد بجلی، حبیب ابن مظاہر اور اہل کوفہ آپ کے مومن و مسلمان شیعوں کی طرف سے حسین بن علی علیہما السلام کی خدمت میں۔

سلام علیک۔ ہم آپ کے لیے اس اللہ کی حمد وثنا کرتے ہیں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

اما بعد تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کے اس جبار وعنید (ظالم و جابر اور عناد رکھنے والے) دشمن کو ہلاک کر دیا ہے جس نے اس امت سے بدسلوکی کرتے ہوئے ان سے امر خلافت ظلم و جور سے چھین لیا ان کا مال غنیمت غصب کر لیا ان کی رضا ورغبت کے بغیر ان کا امیر بن بیٹھا اس کے اچھے لوگوں کو قتل اور برے لوگوں کو باقی رکھا اور اللہ کے مال کو جبار اور اغنیاء کی دولت قرار دیا پس اس کے لیے ہلاکت ہے جس طرح قوم ثمود ہلاک ہوئی۔

اس وقت ہماری حالت یہ ہے کہ ہمیں کوئی رہنمائی کرنے والا نہیں پس آپ تشریف لائیں شاید اللہ ہمیں حق پر جمع کر دے نعمان بشیر قصر الامارہ میں موجود ہے لیکن نہ ہم جمعہ میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور نہ اس کے ساتھ عید کے لیے نکلتے ہیں اور اگر یہ اطلاع ہمیں مل جائے کہ آپ ہماری طرف آ رہے ہیں تو ہم اس کو نکال دیں گے اور انشاء اللہ شام پہنچا کر رہیں گے۔

پھر انہوں نے یہ خط عبداللہ بن مسمع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ذریعہ بھیجا اور انہیں جلدی پہنچانے کا حکم دیا۔ انہوں نے تیز رفتاری اختیار کی یہاں تک کہ دس ماہ رمضان (المبارک) کو مکہ میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت پہنچے۔

اہل کوفہ نے خط کے روانہ کرنے کے دو دن بعد ہی قیس بن مستھر صیداوی، شداد ارجی کے دو بیٹوں عبداللہ اور عبدالرحمن اور عمارہ بن عبداللہ سلولی کو امام حسین علیہ السلام کی طرف بھیجا اور انکے پاس ایک ایک، دو دو اور چار چار افراد کی طرف سے دیئے ہوئے تقریباً ڈیڑھ سو خطوط تھے۔ (اہل کوفہ نے) دو دن مزید وقفہ کے بعد ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا اور لکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسینؑ بن علی علیہ السلام کی خدمت میں ان کے مومنین و مسلمین پیروکاروں کی طرف سے اما بعد۔

پس بہت جلدی آپ تشریف لائیے کیونکہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں ان کی رائے آپ کے علاوہ کچھ نہیں پس جلد از جلد جتنی جلدی ہو سکے۔

والسلام

پھر شبیث بن ربعی، حجاز بن ابجر، یزید بن حارث بن رویم، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد

بن عمر و تیمی نے خط لکھا

امابعد بے شک کھیت سرسبز ہیں اور پھل پک چکے ہیں پس جب آپ چاہیں اپنے لشکر کی طرف تشریف لائیں جو ہر لحاظ سے تیار ہے۔(والسلام)

خطوط اہل کوفہ کا جواب اور حضرت مسلم بن عقیل کا کوفہ جانا

سب قاصدوں نے آپؑ کے حضور ایک دوسرے کی ملاقات کی تو آپؑ نے خط پڑھے اور قاصدوں سے لوگوں کے متعلق سوال کئے، پھر آپ نے خط لکھا اور ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ کیہاتھ روانہ کیا اور یہ آخری قاصد اور پیغام لانے والے ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسین بن علیؑ کی طرف سے مومنین اور مسلمین کی ایک جماعت کی جانب! امابعد پس ہانی اور سعید میرے پاس تمہارے خطوط لے کر آئے ہیں اور یہ دونوں تمہارے قاصدوں میں سے آخری ہیں جو میرے پاس آئے ہیں اور میں نے ہر وہ چیز جو تم نے بیان اور ذکر کی ہے اسے سمجھ لیا ہے اور تم میں سے اکثر کا قول یہ ہے کہ ”ہم پر کوئی امام نہیں ہے لہٰذا آپ آئیں شاید آپ کی وجہ سے خدا ہمیں حق و ہدایت پر جمع کر دے“ لہٰذا میں تمہاری طرف اپنے بھائی اپنے چچازاد اور اپنے اہل بیت میں سے قابل وثوق شخص مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں، اگر اس نے مجھے لکھا کہ تمہارے گروہ اور تم میں سے صاحبان عقل اور صاحبان فضل کی رائے اسی طرح مجتمع ہے جس طرح تمہارے قاصد آئے اور میں نے تمہارے خطوط پڑھے ہیں تو پھر میں بہت جلدی انشاءاللہ تمہارے پاس آ جاؤں گا مجھے اپنی جان کی قسم امام نہیں ہوتا مگر وہ جو کتاب کے مطابق حکم کرے، عدل و انصاف پر قائم ہو دین حق کا مطیع ہو اور اپنے آپ پر ذات پروردگار کے حکم کے مطابق قابو رکھتا ہو۔(والسلام)

امام حسین علیہ السلام نے جناب مسلم بن عقیل کو بلایا اور انہیں قیس بن مسہر صیداوی، عمارہ بن عبداللہ سلولی اور شداد بن ارحی کے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبدالرحمن کے ساتھ بھیجا انہیں تقویٰ اپنے معاملہ کو پوشیدہ رکھنے اور لطف و مہربانی کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا پس اگر لوگوں کو دیکھیں کہ مجتمع اور قابل وثوق ہیں تو اس کی جلدی خبر دیں۔

حضرت مسلم رحمہ اللہ چل دیئے یہاں تک کہ مدینہ میں آئے رسول اللہؐ کی (مسجد نبوی) میں نماز پڑھی اور اپنے خاندان میں جس جس سے چاہا رخصت ہوئے اور قبیلہ قیس کے دو آدمی راستہ کی رہنمائی کے لیے کرایہ پر حاصل کیے جو انہیں عام راستہ سے ہٹ ہٹ کر لے چلے لیکن راستہ بھٹک گئے پیاس نے انہیں گھیر لیا اور وہ چلنے سے عاجز آ گئے۔ پھر جب ان دونوں کو راستہ سمجھ آیا تو اشارہ سے سمت بتائی اس حالت میں کہ وہ دونوں رہنما چل بسے اور حضرت

مسلم اس سمت چل پڑے۔

حضرت مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہما نے اس مقام پر جو مضیق سے معروف تھا خط لکھا اور قیس بن مسھر کو دے کر روانہ کیا۔

امابعد! میں مدینہ سے دو رہنماؤں کے ساتھ روانہ ہوا لیکن وہ راستہ بھٹک گئے پیاس کا ان پر غلبہ ہوا جس کی تاب نہ لاتے ہوئے مر گئے ہم آگے بڑھے اور پانی تک پہنچ گئے ہمارے کچھ سانس باقی تھے بچ گئے یہ پانی وادی خبت کے مضیق نامی جگہ پر ہے، میرے اس جانے سے بدشگونی پیدا ہوئی ہے لہٰذا مناسب جانیں تو مجھے اس سے معاف فرمادیں اور میرے علاوہ کسی اور کو بھیجیں۔ (گویا وسوسہ بدشگونی کو اپنے ساتھ منسوب کر رہے ہیں انکار نہیں یہ اپنا خیال پیش کر کے حکم طلب کیا ہے) والسلام

پس امام حسین علیہ السلام نے جواباً لکھا

امابعد۔ میں نے جدھر تمہیں بھیجا ہے اس طرف جانے سے معافی چاہتے ہوئے مجھے خط لکھنا یہ مجھے ڈرا گیا ہے کہ سوائے کمزوردلی کے اور کچھ نہیں۔ لہٰذا جس طرف میں نے تمہیں بھیجا ہے اس پر گامزن ہو جاؤ۔ (والسلام)

جب جناب مسلم نے یہ خط پڑھا تو کہا کہ اگر یہ بات ہے کہ تو مجھے اپنے بارے میں کوئی خوف نہیں (یعنی تبلیغ دین میں بدشگونی کمزوردلی ہے ورنہ جسے جناب امام حسین علیہ السلام میرے اہل بیت میں سے قابل وثوق لکھیں اور جن کے ذمہ اتنا بڑا کام لگائیں اور جنہوں نے تنہا کوفہ میں اپنی شجاعت کے ڈنکے بجائے ہوں ان سے بعید معلوم ہوتا کہ وہ بزدل ہوں فقط دلی وسوسہ دور کرانا تھا۔ واللہ العالم مترجم) جناب مسلم آگے بڑھے یہاں تک کہ قبیلہ طی کے گھاٹ سے گزرے وہاں پڑاؤ کیا پھر وہاں سے کوچ کیا تو اچانک ایک شخص کو شکار کی طرف تیر پھینکتے دیکھا جس نے ایک ہرن کو نشانہ بنایا جب اس کے لگا تو اسے پچھاڑ دیا تو مسلم بن عقیلؑ نے کہا انشاء اللہ ہم اپنے دشمن کو قتل کریں گے پھر آگے بڑھے یہاں تک کہ کوفہ میں داخل ہوئے اور مختار بن ابو عبیدہ کے ہاں قیام کیا اور یہ وہی ہے جسے آج کل مسلم بن مسیب کا گھر کہا جاتا ہے اور شیعہ آپ کے ہاں آنے جانے لگے اور جب آپ کے پاس ان میں سے ایک جماعت اکٹھی ہوگئی تو آپ نے ان کے سامنے امام حسینؑ کا خط پڑھا اور وہ رو رہے تھے اور لوگوں نے آپ کی بیعت شروع کر دی یہاں تک کہ ان میں سے اٹھارہ ہزار افراد نے بیعت کی تو جناب مسلم نے امام حسینؑ کو خط لکھا جس میں اٹھارہ ہزار افراد کے بیعت کرنے کی خبر دیتے ہوئے آنے کا مشورہ دیا شیعہ حضرت مسلم بن عقیلؑ کے ہاں آنے جانے لگے جس سے آپ کی رہائش گاہ کا علم ہو گیا جب یہ حالت نعمان بن بشیر کو پتہ چلی جو معاویہ کی طرف سے کوفہ کا والی و حاکم تھا اور یزید نے بھی اسے برقرار رکھا تھا تو وہ منبر پر گیا اور اللہ کی حمد و ثناء کی پھر کہنے لگا

اما بعد پس اللہ سے ڈرو اے اللہ کے بندو! اور فتنہ وتفرقہ بازی کی طرف قدم نہ بڑھاؤ کیونکہ اس میں مرو ہلاک اور خون بہیں گے اور مال غصب ہوں گے میں تو اس سے جنگ نہیں کروں گا جو مجھ سے جنگ نہ کرے اس کے درپے نہیں ہوں گا جو میرے درپے نہ ہو اور میں تم میں سے سوئے ہوئے کو بیدار نہیں کروں گا اور نہ تم سے تعرض کروں گا اور میں احتمال بدگمانی اور تہمت پر کسی مو کا اخذہ نہیں کروں گا لیکن اگر تم میرے سامنے منہ پھیرا اور اظہار تکبر کیا اور اپنی بیعت توڑ دی اور اپنے حاکم و پیشوا کی مخالفت کی تو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں ضرور تمہیں اپنی اس تلوار سے ماروں گا جب تک اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں رہا اگر چہ تم میں سے میرا کوئی بھی ناصر و مددگار نہ ہوا، میں امید رکھتا ہوں کہ تم میں سے جو درستی کو پہچانتے ہیں وہ ان سے زیادہ ہیں جنہیں باطل ہلاک کردے گا۔

پس اس کے سامنے عبداللہ بن مسلم بن ربیعہ حضرمی جو بنی امیہ کا حلیف تھا کھڑا ہو گیا وہ اس سے کہنے لگا اے امیر جو آپ دیکھ رہے ہیں اسے ظلم و جنگ کے علاوہ کوئی چیز درست نہیں کر سکتی اور جس رائے پر آپ ہیں اپنے اور اپنے دشمن کے درمیان، یہ تو ان کی رائے ہے جنہیں کمزور سمجھ لیا گیا ہو تو نعمان نے اس سے کہا میں اللہ کی نافرمانی میں غلبہ پانے والوں میں شمار ہوتا ہوں، پھر وہ منبر سے اتر آیا اور عبداللہ بن مسلم وہاں سے نکلا تو اس نے یزید بن معاویہ کو خط لکھا

اما بعد بے شک مسلم بن عقیل کوفہ میں آیا ہے اور شیعوں نے حسین بن علیؑ کے لیے اس کی بیعت کر لی ہے تو اگر آپ کو کوفہ کی ضرورت ہے تو اس کی طرف کوئی طاقت ور مرد بھیجو جو آپ کے حکم کو صادر اور اس طرح کا عمل کرے جس طرح آپ کا اپنے دشمن سے عمل ہوتا ہے کیونکہ نعمان بن بشیر ایک کمزور آدمی ہے یا اپنے کو کمزور ظاہر کرتا ہے۔

پھر یزید کی طرف عمارہ بن عبہ نے بھی اسی قسم کا خط لکھا پھر عمر بن سعد بن ابو وقاص نے بھی ایسا ہی خط لکھا تو جب یزید کے پاس اتنے خطوط پہنچے تو اس نے معاویہ کے لام سرجون کو بلایا اور اس سے کہا کہ

تمہاری کیا رائے ہے حسین علیہ السلام نے کوفہ کی طرف مسلم بن عقیل کو بھیجا ہے اور وہ اس کے لیے بیعت لے رہا ہے اور مجھے نعمان کے متعلق کمزوری اور بری بات پہنچی ہے تو تم کیا کہتے ہو، کوفہ کا عامل کسے بناؤں؟

اور یزید، عبیداللہ بن زیاد پر ناراض تھا، تو سرجون نے کہا کیا تم سمجھتے ہو اگر معاویہ زندہ ہوتا اور وہ آپ کو کسی رائے کے متعلق اشارہ کرتا تو آپ اسے نہ لیتے! یزید نے کہا کیوں نہیں ضرور لیتا، راوی کہتا ہے کہ پس سرجون نے عبیداللہ بن زیاد کے کوفہ پر والی ہونے کا پروانہ نکالا اور کہنے لگا کہ یہ معاویہ کی رائے ہے وہ مر گیا اور اس تحریر کا حکم دے گیا پس (کوفہ و بصر) دونوں شہر عبیداللہ کے لیے اکٹھے کردو یزید نے اس سے کہا کہ میں ایسا ہی کروں گا، عبیداللہ کا پروانہ ولایت اس کو بھیج دو پھر اس نے عمرو باھلی کے بیٹے مسلم کو بلایا اور اس

کے ہاتھ خط لکھ کر بھیجا۔

امابعد بات یہ ہے کہ اہل کوفہ میں سے میرے شیعوں نے مجھے لکھا ہے وہ مجھے خبر دیتے ہیں کہ ابن عیل کوفہ میں لوگوں کو جمع کر رہا ہے تا کہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرے تو جب میرا یہ خط تمہیں ملے تو فوراً کوفہ کی طرف جاؤ اور ابن عقیل کو اس طرح تلاش کرو کہ جس طرح نفیس گو ہر کو تلاش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس پر کامیابی حاصل کرلو اور پھر مضبوطی سے اسے قید کردو، یا قتل یا شہر بدر کردو۔ (والسلام)

عبیداللہ بن زیاد کا کوفہ آنا

حکومت کوفہ کا پروانہ مسلم بن عمرو کے حوالے کیا۔

جس نے بصرہ میں جا کر عبیداللہ کے سامنے پروانہ اور خط پیش کیا تو عبیداللہ نے اسی وقت تیاری کا حکم دیا اور روانگی دوسرے دن رکھی، چنانچہ بصرہ سے نکلتے وقت اپنے بھائی عثمان کو وہاں اپنا جانشین مقرر کیا اور خود کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا اس کے ساتھ مسلم بن عمرو باہلی اور شریک بن اعور حارثی اور اس کے خدام واہل خانہ تھے یہاں تک کہ وہ کوفہ میں داخل ہوا اور آنحالیکہ کہ اس نے سیاہ عمامہ منہ ڈھانپ کر باندھ رکھا تھا چونکہ لوگوں کو یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ امام حسینؑ ان کی طرف آرہے ہیں تو وہ آپ کے آنے کے منتظر تھے پس جب انہوں نے عبیداللہ کو دیکھا تو گمان کیا کہ امام حسین علیہ السلام آپ گئے ہیں۔

پس وہ (لعین) کسی گروہ کے پاس سے نہیں گزرتا تھا مگر یہ کہ وہ اس پر سلام کرتے اور کہتے کہ مرحبا اے فرزندِ رسولؐ آپ نے اچھی جگہ قدم رنجہ فرمایا جب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ان کا خوشی کا اظہار دیکھا تو اسے برا لگا اور جب انہوں نے کثرت سے اظہار خوشی وسرور دیکھا تو مسلم بن عمرو نے کہا کہ

پیچھے ہٹو یہ تو امیر عبیداللہ بن زیاد ہیں وہ لعین چلتا رہا یہاں تک کہ قصر الامارہ تک رات کے وقت پہنچا اور اس کے ساتھ ایک جماعت تھی کہ جنہوں نے اسے گھیر رکھا تھا تو (قصر الامارہ) والے شک نہیں رکھتے کہ یہ حسینؑ ہیں پس نعمان بن بشیر نے اپنا اور اپنے خواص کا دروازہ بند کر لیا جس پر ابن زیاد کے کسی ساتھی نے پکار کر کہا کہ دروازہ کھولو تو اوپر سے نعمان نے جھانک کر دیکھا وہ گمان کرتا تھا کہ یہ حسینؑ ہیں پس وہ کہنے لگا کہ

میں آپؑ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ چلے جائیں خدا کی قسم میں اپنی امانت آپ کے سپرد نہیں کروں گا اور مجھے آپ سے جنگ کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا اور کچھ قریب ہوا جس پر نعمان نے محل کے اوپر سے جھانکا تو ابن زید نے گفتگو کی اور کہا

دروازہ کھولو تجھے کامیابی نصیب نہ ہو تیری رات تو طویل ہوگئی ہے!

یہ بات کسی نے پیچھے سے سن لی تو وہ ان لوگوں کی طرف گیا جو عبیداللہ لعین کے پیچھے اہل کوفہ میں سے اس بنا پر آرہے تھے کہ یہ حسین علیہ السلام ہے تو اس نے کہا

اے قوم یہ تو مرجانہ کا بیٹا ہے۔

اس کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ نعمان نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا اور وہ داخل ہو گیا اور باقی لوگوں کے لیے دروازہ بند کر دیا گیا جس پر لوگ منتشر ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو اس نے لوگوں کو ایک جگہ اکٹھے ہونے کی منادی کرائی چنانچہ لوگ جمع ہو گئے اور وہ ان کے سامنے آیا خدا کی حمد وثنا کر کے کہنے لگا

امابعد بے شک مومنین کے امیر یزید نے مجھے تمہارے شہر کی سرحدوں کا اور مال خراج کا والی بنایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے مظلوم سے انصاف اور محروم کو عطا کروں اور تم میں سے بات سننے والے اور اطاعت گزار سے مثل مہربان باپ کے نیکی اور احسان کروں اور میرا کوڑا اور میری تلوار اس پر ہو گی جو میرے حکم کو چھوڑ دے اور میرے عہد و پیمان کی مخالفت کرے پس ہر شخص اپنے نفس کو بچائے تمہاری سچائی خبر دے گی نہ کہ دھمکی پھر وہ منبر سے اتر آیا اور مشہور و معروف اور خاص لوگوں کو سختی سے گرفت میں لیا اور ان سے کہا

نقیبوں اور ان کے نام جو تم سے مومنین کے امیر (یزید) کے خواہاں ہیں اور جو تم میں اہل مروریہ (خوارج) اور اہل شک و ریب ہیں (کہ جن کا کام ہی اختلاف نفاق اور شقاق ہے) سب کے نام مجھے لکھ کر بھیجو پس جو انہیں ہمارے پاس لے آئے وہ بری الذمہ ہے اور جس نے کسی ایک کو چھوڑا اور لکھ کر نہ بھیجا تو وہ ضامن ہو کہ جو جو اس کی نقابت و آشنائی میں ہے ان میں سے کوئی ہماری مخالفت نہیں کرے گا اور کوئی باغی بغاوت نہیں کرے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا تو حکومت کا ذمہ اس سے بری ہے اور ہمارے پاس اس کا خون اور مال حلال ہو گا اور جس رئیس و رقیب نے اپنی واقفیت کے دائرے میں کسی ایسے شخص کو پایا جو مومنوں کے امیر (یزید پلید) کا مطلوب ہے اور ہمیں اس کا پتہ نہ بتایا تو اسے اس کی اپنے ہی گھر کے دروازے پر سولی پر لٹکایا جائے گا اور اس کی نقابت عطا اور بخشش بند کر دی جائے گی۔

معقل کی جاسوسی

جب جناب مسلم بن عقیل نے عبیداللہ کے کوفہ میں آنے، اس کا خطاب کرنا اور جو عہد و پیمان نقیبوں اور باقی لوگوں سے لیا تھا سنا تو وہ مختار کے گھر سے ہانی بن عمرو کے گھر پہنچ گئے پس شیعہ وہاں ہانی کے گھر عبیداللہ سے چھپ چھپا کر آنے جانے لگے اور ایک دوسرے کو اس کے مخفی رکھنے کی نصیحت کرتے تھے چنانچہ زیاد نے اپنے ایک غلام کو بلایا جسے معقل کہتے اور اس سے کہا کہ تین ہزار درہم لو اور مسلم بن عقیل کو تلاش کرو اس کے اصحاب کے بارے میں پتہ کرو اور جب ان میں سے ایک یا چند پر کامیابی حاصل کر لو تو انہیں یہ تین ہزار درہم دے کر ان سے

کہو کہ اس سے اپنے دشمن کے خلاف مدد حاصل کرو اور انہیں بتاؤ کہ تم انہی میں سے ہو کیونکہ اگر تو نے یہ رقم انہیں دے دی تو وہ تجھ پر مطمئن ہو جائیں گے اور وثوق و بھروسہ کریں گے اور اپنے اخبار و حالات میں سے کوئی چیز تجھ سے نہیں چھپائیں گے پھر صبح و شام ان کے پاس جاتا تاکہ تجھے مسلم بن عقیل کی رہائش گاہ معلوم ہو جائے اور اس کے پاس جاسکو۔

پس اس خبیث نے ایسا ہی کیا اور یہاں تک کہ وہ مسلم بن عوسجہ کے پاس مسجد اعظم میں آیا اور بیٹھ گیا جب کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے پس کچھ لوگوں سے اس نے سنا کہ یہ (مسلم بن عوسجہ) امام حسینؑ کے لیے بیعت لیتے ہیں تو وہ آ کر ان کے پہلو میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ وہ جناب نماز کے فارغ ہوئے تو اس نے کہا

اے بندۂ خدا میں اہل شام میں سے ایک شخص ہوں خدا نے مجھ پر اہل بیتؑ اور ان سے محبت کرنے والوں کی محبت کا انعام و احسان کیا ہے اور ان کے سامنے جھوٹ موٹ رونے لگا اور کہا کہ میرے پاس یہ تین ہزار درہم ہیں میں ان کے ساتھ اہل بیت کے اس مرد سے ملنے چاہتا ہوں کہ جن کے متعلق مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ کوفہ میں تشریف لائے ہیں اور فرزند دختر رسولؐ کے لیے بیعت لیتے ہیں تو میں ان کی زیارت کا شوق و ارادہ رکھتا تھا پس مجھے کوئی نہیں ملا جو ان تک میری رہبری کرتا ہے جب کہ مجھے ان کی رہائش کا علم نہیں ابھی ابھی میں مسجد میں بیٹھا تھا کہ میں نے مومنین کی ایک جماعت سے سنا جو کہہ رہے تھے یہ شخص ہے کہ یہ شخص ہے جو اس گھرانے والے شخص کو جانتا ہے اور میں آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ مجھ سے یہ مال لے لیں اور مجھے اپنے صاحب کی خدمت میں لے چلیں میں آپ کا ایک بھائی اور آپ پہ وثوق کرنے والا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو مجھ سے ان کی ملاقات سے پہلے ان کے لیے بیعت لے لیں تو ابن عوسجہ نے فرمایا کہ

میں اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہوں اس پر کہ تو نے میری ملاقات کی بے شک اس چیز نے مجھے سرور و خوشی بخشی ہے تاکہ تو اس چیز کو پالے جسے دوست رکھتا ہے اور تیرے ذریعہ اللہ اپنے نبیؐ و اہل بیت کی مدد و نصرت کرے اور لیکن ابھی میں مشرکوں سے خوف و اندیشہ کی وجہ سے پسند نہیں کرتا کہ تکمیل سے پہلے اس معاملہ سے میرا تعلق کسی کو معلوم ہو کہنے لگا کہ

''خیر و بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا مجھ سے بیعت لیجیے۔

تو مسلم نے اس سے بیعت لے لی اور سخت قسم کے عہد و میثاق لیے کہ وہ ضرور خلوص سے کام کرے گا اور اس کو مخفی رکھے گا تو اس نے ایسے وعدے کیے کہ وہ راضی ہو گئے اور کہا کہ میرے گھر آیا جایا کرو تو میں تیرے صاحب سے تیرے لیے اجازت لے لوں گا اور وہ لوگوں کے ساتھ آتا جاتا رہا پس انہوں نے جناب مسلم سے اس کے لیے اجازت طلب کی اور جناب نے بھی اجازت دے دی اور پھر مسلم بن عقیل نے اس سے بیعت لی اور ابو ثمامہ صادی کو اس سے مال لینے کا حکم دیا کیونکہ وہ مال اور بعض دوسری چیزیں امداد و اعانت میں وصول اور ان کے

لیے ہتھیار خریدتے تھے جناب بابصیرت، عرب کے مشہور اور روسائے شیعہ میں سے تھے تو یہ ملعون ان کے پاس آتا جاتا رہا وہ سب سے پہلے آتا اور سب کے آخر میں جاتا یہاں تک کہ اس نے وہ بات سمجھ لی کہ جس کی ابن زیاد کو ان کے معاملہ میں ضرورت تھی اور وہ اس لعین کو وقتاً فوقتاً خبر دیتا رہتا تھا۔

حضرت ہانیؓ اور ابن زیاد

ہانی بن عروہ کو عبیداللہ سے خوف وڈر تھا لہٰذا اس کے دربار میں جانا چھوڑ دیا اور بیمار بن گئے تو ابن زیاد نے اپنے درباریوں سے کہا کہ

کیا ہو گیا ہے کہ میں ہانی کو نہیں دیکھ رہا تو انہوں نے کہا کہ وہ بیمار ہے ابن زیاد نے کہا کہ اگر مجھے اس کی بیماری کا علم ہوتا تو میں اس کی عیادت کے لیے ضرور جاتا اور اس نے محمد بن اشعث، اسماء بن خارجہ اور عمرو بن حجاج زبیدی کو بلایا اور اسی عمرو کی بیٹی رویحہ ہانی کی بیوی اور یحییٰ بن ہانی کی ماں تھی) تو ان سے کہنے لگا کہ ہانی کو ہمارے پاس آنے سے کیا چیز مانع ورکاوٹ ہے؟ وہ کہنے لگے ہمیں تو پتہ نہیں، کہا گیا ہے کہ وہ بیمار ہے تو ابن زیاد نے کہا کہ مجھے تو معلوم ہوا ہے کہ وہ صحت یاب ہو گیا ہے اور وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتا ہے پس اس سے ملاقات کرو اور اسے حکم دو کہ وہ ہمارے اس حق کو نہ چھوڑے جو اس کے اوپر واجب ہے میں پسند نہیں کرتا کہ اس جیسا شخص جو اشراف اور بزرگان عرب میں سے ہے وہ میرے نزدیک فاسد اور خراب ہو جائے۔ چنانچہ وہ اشخاص شام کے وقت ہانی کے پاس آئے اور وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے کہا کہ تجھے امیر کی ملاقات سے کیا چیز مانع ہے؟ اس نے تیرا ذکر کیا اور کہا کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ وہ بیمار ہے تو میں ضرور اس کی عیادت کروں تو ہانی نے اس سے کہا کہ بیماری مجھے مانع ہے تو وہ اس سے کہنے لگے کہ اسے یہ خبر ملی ہے کہ تم ہر رات اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتے ہو، اور جان بوجھ کر اس کے پاس جانے سے دیر کر رہے ہو اور دیر کرنے اور روگردانی کرنے کو حکمران برداشت نہیں کرتے ہم تجھے قسم دیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ سوار ہو کر چلو، اس نے اپنا لباس منگوا کر پہنا پھر اپنا خچر منگوایا اور سوار ہو کر جب دارالامارہ کے قریب پہنچا تو اس نے بعض چیزوں کو محسوس کیا تو اس نے حسان بن اسماء بن خارجہ سے کہا کہ اے بھتیجے مجھے اس شخص سے خوف لگ رہا ہے پس تیری کیا رائے ہے تو وہ کہنے لگا چچا خدا کی قسم مجھے آپ کے متعلق کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا اور اپنے اوپر کی چیز کو راہ نہ دیجئے حالانکہ حسان کو پتہ تھا کہ عبیداللہ نے انہیں اس کے پاس کیوں بھیجا تھا۔

حضرت ہانی عبیداللہ بن زیاد کے دربار میں داخل ہوئے اور اس کے پاس کچھ لوگ بیٹھے تھے پس جب ہانی سامنے آئے تو عبیداللہ کہنے لگا کہ اے ناداں تجھے تیرے پاؤں لے آئے ہیں تو جب ہانی ابن زیاد کے نزدیک پہنچے وہاں قاضی شریح بھی موجود تھا تو اس کی طرف دیکھ کر ابن زیاد نے کہا

اريدحياته ويريد قتلي
عذيرك من خليلك من مراد

''میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے کون ہے جو کہ قبیلہ مراد کے تیرے دوست کا عذر پیش کرے۔''

جب آپ تشریف لائے تو ابتداء میں آپ کی عزت وتکریم کی اور مہربانی سے پیش آیا۔ ہانی نے کہا کہ اے امیر کیا بات ہے تو اس نے کہا چھوڑو اے ہانی بن عروہ یہ کیسے معاملات ہیں جو تو نے مومنین کے امیر (یزید) کے لئے اپنے گھر میں مہیا کرر کھے ہیں تم نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں ٹھہرایا ہوا ہے اور اس کے لیے اپنے گرد کے گھروں میں ہتھیار اور لوگ جمع کر رہے ہو اور تمہارا گمان ہے کہ یہ چیزیں مجھ پر مخفی ہیں تو ہانی نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا اور نہ مسلم میرے پاس ہے وہ کہنے لگا جی ہاں تم نے ایسا کیا ہے۔

جب یہ باتیں ان کے درمیان تکرار پا گئیں ہانی انکار ہی کرتے رہے تو ابن زیاد نے اس معقل نامی جاسوس کو بلایا وہ آ کر سامنے کھڑا ہو گیا تو ابن زیاد نے کہا کہ اس کو جانتے ہو، ہانی نے کہا کہ ہاں! اور اس وقت ہانی کو معلوم ہوا کہ یہ تو ان کے خلاف جاسوسی کرتا تھا اور ابن زیاد کو ان کی خبریں دیتا تھا تو وہ تھوڑے سے پریشان ہوئے لیکن جلد ہی ہوش سنبھالتے ہوئے بولے میری بات سنو اور میری گفتگو کی تصدیق کرو پس خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔

خدا کی قسم میں نے انہیں اپنے گھر میں نہیں بلایا اور نہ ہی میں ان کے معاملہ کو جانتا ہوں وہ میرے پاس تشریف لائے میرے ہاں رہنے کی خواہش کی تو مجھے انکار کرنے سے شرم محسوس ہوئی اور غیرت آئی لہٰذا میں نے اپنے ہاں مہمان رکھا اور پناہ دی اب اس کا معاملہ آپ تک پہنچ چکا ہے پس اگر چاہو تو میں ابھی آپ سے سخت قسم کا عہد و پیمان کرتا ہوں کہ میں آپ سے نہ بدی کروں گا نہ دھوکہ دوں گا اور اگر چاہتے ہو تو میں اپنی واپسی کے لیے آپ کے پاس کوئی چیز رہن و گروی رکھ چھوڑتا ہوں۔ میں انہیں جا کر کہوں گا کہ میرے گھر سے نکل کر جہاں چاہیں چلے جائیں تا کہ میں اپنی ذمہ داری اور پناہ دینے سے سبکدوش ہو جاؤں تو ابن زیاد نے کہا کہ اس وقت تک نہیں جا سکتے جب تک انہیں میرے حوالے نہ کر دو آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہو گا کہ میں اپنا مہمان اس لیے تمہارے حوالے کروں تا کہ تم اسے قتل کرو۔ جس پر وہ کہنے لگا خدا کی قسم میرے حوالے کرنا پڑے گا آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں تمہارے سپرد نہیں کروں گا جب ان کے درمیان گفتگو طول پکڑ گئی تو مسلم بن عمرو باہلی کھڑا ہو گیا اور کوفہ میں اس کے علاوہ کوئی شامی اور بصری نہ تھا اس نے کہا

خدا امیر کو درست رکھے مجھے اور اسے خلوت میں جانے دیجئے تا کہ میں اس سے بات کروں، پس وہ کھڑا

ہو گیا اور ابن زیاد سے ایک جانب ہو گئے لیکن وہ دونوں اس سے ایسی جگہ میں تھے کہ وہ انہیں دیکھ رہا تھا اور جب ان کی آواز بلند ہوتی تو ان کی گفتگو کو سن سکتا تھا تو مسلم نے اس سے کہا اے ہانی!

میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اپنے آپ کو قتل نہ کرو اور اپنے قبیلہ کو تم مصیبت میں نہ ڈالو خدا کی قسم میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ تم قتل ہو جاؤ بے شک وہ شخص قوم کا قریبی ہے وہ اسے قتل نہیں کریں گے اور نہ نقصان پہنچائیں گے، پس اسے ہوتو ہانی نے جواب دیا۔

خدا کی قسم اس میں رسوائی ہے کہ میں اپنی پناہ میں آئے ہوئے اپنے مہمان کو سپرد کر دوں جب کہ میں زندہ و سلامت ہوں میں سنتا اور دیکھتا ہوں میرے بازو مضبوط اور میرے اعوان و مددگار بہت ہیں خدا کی قسم میں انہیں اس کے سپرد نہیں کروں گا، خدا کی قسم اگر میں اکیلا ہوتا اور میرا کوئی مددگار نہ ہوتا تب بھی میں حوالے نہ کرتا جب تک انکے سامنے مرنہ جاتا پس وہ انہیں قسمیں دیتا رہا اور ہانی کہتا رہا کہ خدا کی قسم میں انہیں اس کے سپرد کبھی نہ کروں گا۔

پس ابن زیاد نے یہ سنا تو کہنے لگا کہ اس کو میرے پاس لاؤ چنانچہ وہ آپ کو اس کے قریب لائے تو ابن زیاد نے کہا

خدا کی قسم تجھے اس کو میرے پاس لانا ہو گا ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا تو ہانی نے کہا پھر اس وقت خدا کی قسم تیرے گھر کے گرد کثرت سے تلواریں ٹکرائیں گی ابن زیاد نے کہا افسوس مجھے قاطع تلواروں سے ڈرتے ہو اور ہانی کا گمان تھا کہ اس قبیلہ اس کی حفاظت کرے گا پھر ابن زیاد نے کہا کہ اسے میرے قریب لاؤ پس قریب لایا گیا تو ابن زیاد نے ہانی کے چہرے پر چھڑی مارنا شروع کی پس وہ ہانی کے ناک پیشانی اور رخسار پر چھڑی مارتا رہا یہاں تک کہ ہانی کی ناک ٹوٹ گئی خون چہرے اور داڑھی پر بہنے لگا اور اس کی پیشانی اور رخسار کا گوشت اس کی داڑھی پر گرنے لگا یہاں تک کہ چھڑی ٹوٹ گئی اور ہانی نے ایک سپاہی کی تلوار پر ہاتھ مارا لیکن اس نے تلوار چھڑوالی اور اسے روک دیا تو عبیداللہ نے کہا

کیا آج سے حروری (خارجی) ہو بے شک ہمارے لیے تمہارا خون حلال ہے پس اسے کھینچ کے لے جاؤ چنانچہ اس کے سپاہی جناب ہانی کو کھینچ کے لے گئے اور مکان کے ایک کمرہ میں ڈال کر دروازہ بند کر دیا اور ابن زیاد کے کہنے پر نگہبان مقرر کر دیا گیا پس حسان اسماء ابن زیاد کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ ہمیشہ کی دھوکہ بازی چھوڑ و تو نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس شخص کو لے آئیں یہاں تک کہ جب ہم اسے تیرے پاس لے آئے تو تو نے اس کی ناک اور چہرہ کی ہڈیاں توڑ دیں اور اس کا خون اس کی داڑھی پر بہایا اور یہ گمان بھی کیا کہ اسے قتل کر دو گے، تو عبیداللہ نے کہا کہ تم ابھی یہاں ہو پس اس کے متعلق حکم دیا تو اسے مکے مارے گئے اور اسے جھنجھوڑا گیا اور ایک طرف بٹھا دیا گیا تو محمد بن اشعث نے کہا ہم تو امیر کی رائے پر راضی ہیں وہ ہمارے نفع میں ہو یا نقصان میں امیر تو

ادب سکھاتا ہے اور تادیب دیتا ہے۔

عمرو بن حجاج کو خبر ملی کہ ہانی کو قتل کر دیا گیا تو وہ مذحج قبیلہ کو لے کر آگے بڑھا یہاں تک کہ قصر الامارہ کو گھیر لیا اور اس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے پھر اس نے پکار کر کہا میں عمرو بن حجاج میں ہوں اور یہ قبیلہ مذحج کے شاہ سوار اور چہرے مہرے ہیں ہم اطاعت سے گلوخلاصی نہیں چاہتے اور نہ جماعت میں تفرقہ ڈالتے ہیں انہیں یہ خبر ملی ہے کہ ان کا ساتھی قتل ہو گیا ہے تو عبیداللہ بن زیاد سے کہا گیا کہ یہ مذحج قبیلہ دروازے پر کھڑا ہے تو اس نے شریح سے کہا کہ ان کے ساتھی کے پاس جا کر دیکھو اور پھر جا کر انہیں بتاؤ کہ وہ زندہ ہے اسے قتل نہیں گیا پس شریح حضرت ہانی کے پاس گیا اور اس کو دیکھا اور جناب ہانی نے جب شریح کو دیکھا تو کہا

اے اللہ، اے مسلمانو! کیا میرا قبیلہ ہلاک ہو گیا ہے۔ اہل دین کہاں ہیں اہل شہر کہاں ہیں اور خون ہانی کی داڑھی پر بہہ رہا تھا اچانک آپ نے محل کے دروازے پر چیخ و پکار سنی تو کہا کہ

مجھے گمان ہے کہ یہ قبیلہ مذحج اور مسلمانوں میں سے میرے شیعوں کی آوازیں ہیں اگر ان میں سے دس آدمی بھی میرے پاس آ جائیں تو وہ مجھے چھڑوا لیں پس جب شریح نے آپ کو بات کرتے سنا تو وہ آنے والوں کی طرف نکلا اور جا کر کہنے لگا کہ جب امیر نے تمہارا یہاں آنا اور تمہاری اپنے صاحب کے بارے میں بات سنی تو مجھے حکم دیا کہ میں اس کے پاس جاؤں لہٰذا میں گیا ہوں اور اسے دیکھا ہے پس اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں سے ملوں اور تمہیں بتاؤں کہ وہ زندہ ہے اور جو تمہیں اس کے قتل کی خبر ملی ہے وہ غلط ہے تو عمرو بن حجاج نے کہا اگر وہ قتل نہیں ہوا تو خدا کی حمد و شکر ہے اور واپس چلے گئے عبیداللہ بن زیاد نکلا اور منبر پر چڑھ گیا اور اس کے ساتھ بڑے لوگ، فوجی اور اس کے نوکر چاکر تھے اور اس نے کہا

امابعد اے لوگو! پس اللہ اور اپنے لیڈروں کی اطاعت سے تمسک پکڑے رہو اور متفرق نہ ہو جاؤ ورنہ ہلاک، ذلیل اور قتل کر دیئے جاؤ گے تم سے روگردانی کی جائے گی اور تمہیں محروم کیا جائے گا تیرا بھائی وہ ہے جو تجھے سچی بات کہے اور اس نے عذر پورا کیا جس نے ڈرایا، پھر وہ اترنے لگا ابھی وہ منبر سے اترا نہیں تھا کہ نگہبان مسجد کے باب تمارین سے تیزی سے داخل ہوئے اور وہ کہہ رہے تھے کہ مسلم بن عقیل آ گیا، تو عبیداللہ جلدی سے قصر میں داخل ہو گیا اور اس کے دروازے بند کرا دیئے۔

عبداللہ بن حازم کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں قصر الامارہ میں مسلم بن عقیل کا قاصد تھا تاکہ میں دیکھوں کہ ہانی کے ساتھ کیا ہوا تو جب اسے پیٹا گیا اور کمرے میں بند کر دیا گیا تو میں گھوڑے پر سوار ہوا اور میں مسلم بن عقیل کے پاس خبر لے کر گھر میں داخل ہونے والا پہلا شخص تھا، پس اچانک قبیلہ مراد کی عورتیں جمع ہو گئیں اور وہ چیخ کر پکار رہی تھیں، یا عبرتا یا ثکلاہ ہائے آنسو (یا ہائے عبرت) اور ہائے گمشدگی، پس میں جناب مسلم کے پاس گیا اور انہیں بتایا تو انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے اصحاب میں منادی کراؤں کہ جن سے اردگرد کے گھر بھرے ہوئے

تھے اوران میں چار ہزار مرد تھے پس آپ نے اپنے منادی سے کہا کہ یہ منادی کروکہ

''یامنصورامت'' اے نصرت کیے ہوئے آگے بڑھو، پس میں نے یہ منادی کی یامنصورامت اے منصور آگے پس اہل کوفہ ایک دوسرے کواسی لفظ سے پکارنے لگے اور جب وہ آپ کے پاس جمع ہوگئے تو مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے بڑے سرداران قبائل کوعلم دیئے جوکہ کندہ، مذحج، تمیم، اسد، مضراور ہمدان قبائل تھے اورلوگوں کو بلایا وہ جمع ہوگئے ہم تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے کہ مسجد اور بازارلوگوں سے پر ہوگئے اور وہ شام تک جوش و ولولہ دکھاتے رہے اور عبیداللہ پر معاملہ بہت تنگ ہوگیا اوراس کا بڑا کام یہی تھا کہ قصر کا دروازہ مضبوطی سے روکا جائے اور قصر میں اس کے پاس تیس سپاہی اور بیس سرکردہ لوگ اس کا خاندان اور مخصوص اور جواشرف اس سے دور تھے وہ اس کے پاس اس دروازے سے آتے تھے جو دارالرومیین سے متصل تھا اور قصر میں جولوگ ابن زیاد کے پاس موجود تھے وہ لوگوں کواوپر سے جھانک کردیکھتے اور وہ لوگ انہیں پتھر مارتے ،گلیاں دیتے اورعبیداللہ اوراس کے باپ کو سخت برا بھلا کہتے تھے۔پس ابن زیاد نے کثیر بن شہاب کو بلایا اوراسے حکم دیا کہ وہ باہر جائے ان لوگوں کی طرف جو مذحج میں سے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور کوفہ میں چل پھر کرلوگوں کوابن عقیل کی مدد سے روکے اور انہیں جنگ اورحکمران کی سزا سے ڈرائے اور محمد بن اشعث سے کہا کہ وہ ان لوگوں کی طرف جائے جوقبیلہ کندہ اور حضر موت میں سے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور جولوگ اس کے پاس آجائیں امان کا جھنڈا ان کے لیے بلند کرے اوراسی قسم کا اس نے قعقاع ذہلی شبث بن راجی تمیمی حجاز بن ابجر عجلی اور شمر بن ذوالجوشن عامری کوحکم دیا اور باقی بڑے لوگوں کواپنے پاس ان کی وحشت کودور کرنے کے لیے روک رکھا کیونکہ اس کے پاس جولوگ تھے ان کی تعداد کم تھی پس کثیر بن شہاب نکلا اور وہ لوگوں کو جناب مسلم کی مدد سے باز رکھنے لگا اور محمد بن اشعث بنی عمارہ کے گھروں کے پاس جاکر ٹھہر گیا اور جناب مسلم بن عقیل نے مسجد سے محمد بن اشعث کی طرف عبدالرحمن بن شریح شبامی کوبھیجا جب ابن اشعث نے آنے والوں کی کثرت کودیکھا تو پیچھے ہٹ گیا۔

محمد بن اشعث، کثیر بن شہاب، قعقاع بن شور ذہلی شبث بن ربعی لوگوکو جناب مسلم کے ساتھ ملحق ہونے سے روکتے اورانہیں سلطنت سے ڈراتے تھے یہاں تک کہ ان کے پاس ان کی قوم اوردوسرے لوگوں میں سے کافی لوگ جمع ہوگئے پس یہ لوگ ابن زیاد کے پاس دارالرومیین والی جگہ سے گئے اور وہ لوگ ان کے ساتھ محل میں داخل ہوئے توابن زیاد سے کثیر بن شہاب نے کہا۔

خدا امیر کی درستی واصلاح کرے آپ کے ساتھ محل میں اشراف فوجیوں اورآپ کے خاندان اورہمارے دوستوں میں سے بہت سے لوگ موجود ہیں لہٰذا ہمیں لے کران کے مقابلہ کے لیے باہر نکلے،توعبیداللہ نے انکار کیا اور شبث بن ربعی کوایک علم دے کر باہر بھیجا۔

ادھر جناب مسلم کے ساتھ شام ہونے تک لوگوں کی تعداد بڑھتی گئی اوران کا معاملہ شادت میں تھا پس

عبیداللہ نے اشراف کے پاس کو بھیج کر انہیں جمع کیا جو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے اطاعت کرنے والوں کے لیے منافع اور عزت وکرامت کی امید دلائی اور نافرمانوں کی محرومی اور سزا سے ڈرایا اور انہیں باور کرایا کہ شام سے لشکر پہنچ رہا ہے اور کثیر بن شہاب نے گفتگو کی یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا تو اس نے کہا اے لوگو!

اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ شر وفساد میں جلدی نہ کرو اور اپنے آپ کو قتل ہونے کے لیے جلدی پیش نہ کرو بے شک مومنین کے امیر یزید (پلید) کے لشکر آگے بڑھ رہے ہیں اور امیر نے یہ عہد وپیمان دیا ہے اگر تم ان سے جنگ کرنے پر ڈٹے رہے تو تمہاری اولاد عطیات (بیت المال کے حصہ) سے محروم اور تم میں سے جنگ کرنے والوں کو (غلام بنا کر) اہل شام میں تقسیم کر دیا جائے گا اور وہ بیمار کے ساتھ تندرست سے اور حاضر کے ساتھ غائب سے بھی مواخذہ کیا جائے گا یہاں تک کہ خلاف ورزی کرنیوالا کوئی نہیں بچے گا مگر اس کے کئے کی اسے سزا دی جائے گی۔

اشراف درؤساء قبائل نے بھی اسی قسم کی گفتگو کی تو جب لوگوں نے ان کی باتیں سنیں تو متفرق ہونے لگے ایک عورت اپنے بھائی اور بیٹے کے پاس آ کر کہتی واپس چلو، لوگ تمہاری کفایت کریں گے (یعنی اور لوگ کافی ہیں تمہارے ایک سے کیا ہوگا اور مرد اپنے بھائی اور بیٹے کے پاس آتا اور کہتا کہ کل شام کے لوگ تمہارے پاس آ جائیں گے تو پھر جنگ اور سختی کے وقت کیا کرو گے؟ واپس چلو پس وہ اسے واپس لے جاتا اور وہ مسلسل متفرق اور منتشر ہوتے رہے، یہاں تک کہ جناب ابن عقیل نے شام کے وقت مغرب کی نماز پڑھائی تو آپ کے ساتھ صرف تیس آدمی مسجد میں تھے پس جب انہوں نے دیکھا کہ ابھی شام ہوئی ہے اور صرف یہی اشخاص باقی رہ گئے تو مسجد سے قبیلہ کندہ کے دروازوں کی طرف نکلے ابھی ان دروازوں تک نہیں پہنچے تھے کہ ان کے ساتھ صرف دس افراد باقیرہ گئے پھر ایک دروازے پر پہنچے تو کوئی راستہ بتانے والا بھی نہ تھا انہوں نے مڑ کر دیکھا تو کوئی آدمی نہ پایا جو انہیں راستہ بتاتا یا ان کے گھر کی طرف راہنمائی کرتا یا اگر کوئی دشمن ان کے درپے ہوتا تو وہ ان کی مدد کرتا پس حیران و پریشان کوفہ کی گلیوں میں چلتے رہے نہیں جانتے تھے کہ کہاں جائیں یہاں تک کہ وہ قبیلہ کندہ کی شاخ بنی جبلہ کے گھروں کی طرف نکل گئے پس چلتے چلتے طوعہ نامی ایک عورت کے دروازے تک پہنچے یہ اشعث بن قیس کی کنیز تھی جسے اس نے آزاد کر دیا تھا تو اسید حضرمی نے اس سے شادی کرلی جس سے اس نے بلال کو جنم دیا۔ یہ بلال لوگوں کے ساتھ باہر نکلا اور اس کی ماں کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی کہ جناب مسلم بن عقیل نے اسے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا آپ نے فرمایا کہ اے کنیز خدا مجھے پانی پلا دو اس نے آپ کو پانی پلایا آپ وہیں بیٹھ گئے وہ برتن اندر رکھ کر واپس آئی اور کہنے لگی کہ اے بندہ خدا تو نے پانی نہیں پیا فرمایا کہ ہاں پی لیا ہے کہنے لگی کہ پھر اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاؤ تو آپ خاموش ہو گئے اس نے دوبارہ کہا تو آپ پھر خاموش رہے اس نے تیسری

مرتبہ کہا کہ سبحان اللہ اے اللہ کے بندے خدا تمہیں عافیت دے اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تمہارے لیے میرے دروازے پر بیٹھنا درست نہیں اور نہ ہی میں تمہیں اس کی اجازت دیتی ہوں تو آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اے کنیز خدا اس شہر میں میرا گھر اور قبیلہ و خاندان نہیں ہے تو کیا تو اجر اور نیکی کرنا چاہتی ہے شاید آج کے دن کے بعد کسی دن میں تمہیں اس کا بدلہ دے سکوں، تو اس نے کہا اے عبد خدا یہ کیا بات کرتے ہو۔

فرمایا کہ

میں مسلم بن عقیل ہوں اس قوم نے مجھ سے جھوٹ بولا اور مجھے دھوکہ دیا ہے۔

وہ کہنے لگی کہ آپ مسلمؑ ہیں! فرمایا کہاں،

وہ کہنے لگی! اندر تشریف لایئے تو آپ اس کے مکان کے ایک کمرے میں داخل ہوئے اس کمرے کے علاوہ کہ جس میں وہ خود رہتی تھی اس نے اس میں فرش و بستر کیا اور رات کا کھانا آپ کے سامنے پیش کیا لیکن آپ نے نہیں کھایا تھوڑی ہی دیر گزری کہ اس کا لڑکا آ گیا پس اس نے دیکھا کہ وہ خاتون بار بار اس کمرہ میں جاتی آتی ہے تو وہ کہنے لگا کہ آج رات تیرا کثرت سے اس کمرے جانا آنا مجھے شک میں ڈالتا ہے تیرے لیے کوئی خاص بات ہے اس نے کہا کہ اس پر زیادہ پریشان نہ ہو تو وہ کہنے لگا کہ تجھے خدا کی قسم مجھے ضرور بتا، وہ کہنے لگی کہ اپنا کام کرو اور مجھ سے کسی بات کا سوال نہ کرو پس اس نے اس پر اصرار کیا تو کہنے لگی اے بیٹا لوگوں میں سے کسی کو اس بات کی خبر نہیں کرو گے جو میں تمہیں بتاتی ہوں تو کہنے لگا ہاں نہیں بتاؤں گا!

تو اس خاتون نے اس سے قسمیں لی جب اس نے قسم کھائی تو اس نے اسے تمام واقعہ بتا دیا تب وہ خاموشی سے سو گیا۔

حضرت مسلم بن عقیل

لڑائی اور شہادت

جب لوگ حضرت مسلم بن عقیل کو چھوڑ گئے اور ابن زیاد نے کچھ عرصہ تک جناب ابن عقیل کے اصحاب کے بارے میں وہ سرگرم باتیں نہ سنیں جسے پہلے سن رہا تھا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تانک جھانک کر دیکھو کیا ان میں سے کوئی دکھائی دیتا ہے انہوں نے توجہ سے دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا کہنے لگا دیکھو شاید وہ چھپ کر تمہارے لیے مورچہ بنائے بیٹھیں ہوں (کیونکہ ابن زیاد آپ کے ساتھیوں سے بہت زیادہ ڈرا ہوا تھا لیکن اب آپ کے بزدل ساتھیوں کی یک لخت خاموشی سے حیران تھا چاہتا تھا کہ مسجد میں نکل کر کوئی تقریر کرے لیکن ڈر رہا تھا کہ کہیں آپ کے اصحاب مسجد میں چھپ کر انہیں نشانہ نہ بنائے بیٹھیں ہوں اس لیے چھان بین کروا رہا تھا) لہٰذا انہوں نے مسجد کے تختوں کو ہٹایا اور اپنے ہاتھوں میں آگ کے شعلے لے کر جھک جھک کر دیکھتے وہ شعلے کبھی تو روشن ہوتے اور کبھی جیسے وہ چاہتے تھے روشنی نہ دیتے جس پر انہوں نے قندیلوں کو روشن اور سرکنڈوں کے بانسوں کو جو رسیوں سے بندے تھے ان میں مشعلیں رکھی اور جھکا کر زمین تک اور چھتوں کے ایک سرے سے آخر تک درمیان میں حتیٰ کہ چھت کے اس حصہ کو بھی دیکھا جس کے نیچے منبر تھا۔ جب کچھ نہ پایا تو ابن زیاد کو اطلاع دی کہ لوگ جا چکے ہیں تو اس نے مسجد میں جانے والا کیکری کا دروازہ کھولا اور نکل کر منبر پر آ گیا۔ اس کے ساتھی بھی ساتھ تھے انہیں حکم دیا جو نماز کی مانند بیٹھ گئے عمر بن نافع کو کہا جس نے منادی کی

یاد رکھو ہم بڑی لذمہ ہے ہر اس شخص سے جو نماز عشاء مسجد کے بغیر کہیں پڑھے وہ شخص سپاہی ہو، نقیب ہو جنگ سے علیحدہ رہا ہو یا جنگ میں شریک رہا ہو۔

ایک گھنٹہ نہیں گزرا تھا کہ مسجد لوگوں سے پر ہو گئی اس نے اپنے منادی کو حکم دیا تو اس نے نماز کی اقامت کہی اور اس نے اپنے محافظ اپنے پیچھے کھڑے کئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس کی حفاظت کریں کہ کوئی اچانک اسے دھوکہ سے قتل نہ کر جائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی پھر منبر پر جا کر اللہ کی حمد و ثناء کی اور کہنے لگا

امابعد بے شک ابن عقیل بیوقوف جاہل اختلاف وافتراق سے لے کر آیا جسے تم نے دیکھ لیا پس اللہ کا ذمہ اس شخص سے بری ہے جس کے گھر میں ہم مسلم کو پائیں اور جو اس کو لے کر آئے اس کو اس کا خون بہا دیا جائے گا اللہ سے ڈرو ائے اللہ کے بندو اور اپنی اطاعت و بیعت کو لازمی پکڑو اور اپنے آپ پر راستہ نہ قرار دو

اے حصین بن نمیر تیری ماں تیرے غم میں روئے خبردار جو کہ کوفہ کی کسی گلی کا دروازہ نگہبان کے بغیر ہو یا یہ شخص نکل جائے اور تو اسے پکڑ کر نہ لے آیا اور میں نے تجھے اہل کوفہ کے تمام گھروں پر مسلط کیا ہے پس کوئی نگران گلی

وکوچہ والوں میں بھیج دے اور کل صبح کر اور تمام گھروں کی تلاشی لے اور ان کے اندر دیکھ بھال کر کے اس شخص کو میرے پاس لے آ۔

حصین بن نمیر اس کے اعوان وانصار کا افسر تھا اور وہ بنی تمیم میں سے تھا، پھر ابن زیاد قصر میں چلا گیا اور اس نے عمرو بن حریث کو ایک جھنڈا دیا اور اسے لوگوں کا امیر مقرر کیا جب صبح ہوئی تو اس نے دربار لگایا اور لوگوں کو عام اجازت دی لوگ اس کے پاس آنے لگے محمد بن اشعث آیا تو ابن زیاد کہنے لگا کہ

مرحبا اے وہ شخص کہ جس سے نہ دھوکہ دینے کی توقع ہے اور جو نہ متھم ہے۔

اسے اپنے پہلو میں بٹھایا اور اس بڑھیا (طوعہ) کے بیٹے نے صبح سویرے عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کو خبر دی کہ مسلم بن عقیل اس کے ماں کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

پس عبدالرحمن بڑھا یہاں تک کہ وہ اپنے باپ کے پاس آیا اور اس سے کان میں بات کی ابن زیاد اس کی سرگوشی کو بھانپ گیا پس ابن زیاد نے وہ چھڑی جو اس کے پہلو میں تھی اس پر لگا کر کہا کہ

''کھڑے ہو جاؤ اور اسے ابھی ابھی میرے پاس لے آؤ۔''

پس وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اپنے کچھ آدمی بھیجے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہر قوم وقبیلہ ناپسند کرتا ہے کہ مسلم بن عقیل ان میں مارا جائے اور اس کے ساتھ عبیداللہ بن عباس سلمی کو بھی قبیلہ قیس کے ستر آدمیوں کے ساتھ کر دیا، یہاں تک کہ یہ اس گھر تک پہنچے کہ جس میں مسلم بن عقیل تھے۔

جناب مسلم نے جب گھوڑوں کے ٹاپوں اور لوگوں کی آواز سنی تو جان گئے کہ وہ انہی کی طرف آرہے ہیں آپ اپنی تلوار لے کر نکلے لیکن وہ گھر میں گھس آئے تو آپ نے ان پر حملہ کیا اور تلوار سے مار مار کر گھر سے بھگا دیا پھر دوبارہ وہ پلٹ آئے تو دوبارہ ان پر اسی طرح حملہ کیا پس آپ میں اور بکر بنھ حمران احمری میں تلواروں کا مقابلہ ہوا تو بکر نے آپ کے چہرے پر تلوار ماری جس سے آپ کا اوپر والا ہونٹ کٹ گیا اور تیزی سے تلوار نچلے ہونٹ میں بھی چلی گئی جس نے آپ کے سامنے کے دو دانت اکھاڑ دیئے اور جناب مسلم نے اس کے سر پر بری طرح تلوار ماری اور دوسرا وار اس کے کندھے کے جوڑ پر کیا قریب تھا کہ اس کے شکم تک چلا جائے جب انہوں نے آپ سے یہ دیکھا تو وہ مکان کی چھت پر چڑھ کر جھانکنے لگے آپ کو پتھر مارتے اور سرکنڈوں کے بانسوں میں آگ جلا کر چھتوں پر سے آپ پر پھینکتے جب آپ نے ان کی یہ روش دیکھی تو آپ اپنی تلوار سونتے ہوئے گلی میں ان کی طرف نکل آئے تو محمد بن اشعث نے کہا کہ آپ کے لیے امان ہے، اپنے آپ کو قتل نہ کرو لیکن آپ ان سے جنگ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے

اقسمت لااقتل الا حرا
انی رایت الموت شئیا نکرا

ویجعل البار وسخنا مرا
رد شعاع الشمس فاستقرا
کل امری یوما ملاق شرا
اخاف ان اکذب او اغرا

میں نے قسم کھائی ہے کہ آزادی اور شرافت کی موت مروں اور میں موت کو ایک اجنبی چیز محسوس کررہا ہوں موت ٹھنڈی چیز کو گرم اور گڑوا بنا دیتی ہے جس طرح سورج کی شعاعیں پلٹ کررک جاتی ہیں ہر شخص کسی دن مصیبت سے دوچار ہوتا ہے مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولا جائے یا مجھے دھوکہ دیا جائے۔

تو محمد بن اشعث آپ سے کہنے لگا کہ

نہ آپ سے جھوٹ بولا جارہا ہے اور نہ آپ سے دھوکہ ہوگا آپ گھبرائیں نہیں یہ قوم آپ کے قریبی ہیں وہ آپ کو قتل نہیں کریں گے اور نہ آپ کو نقصان پہنچائیں گے۔

آپ پتھروں کے لگنے سے کمزور ہوگئے اور جنگ سے تھک چکے تھے سانس پھول گیا تھا اور آپ نے اپنی پشت اس گھر سے لگائی تھی تو ابن اشعث نے یہ بات دوبارہ کہی آپ کے لیے امان ہے۔

تو آپ نے فرمایا

کیا میں امن میں ہوں! اس نے کہا ہاں!

تو آپ نے ان لوگوں سے کہا جو ابن اشعث کے ساتھ تھے۔

کیا میرے لیے امان ہے؟ سب نے ہاں کہا سوائے عبیداللہ بن عباس سلمٰی کے وہ کہنے لگا کہ

اس معاملہ میں میری نہ اونٹنی ہے اور نہ اونٹ، یعنی مجھے اس میں کوئی دخل نہیں اور وہ ایک طرف ہوگیا تو جناب مسلم نے فرمایا کہ

اگر تم مجھے امان نہیں دیتے تو میں اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہیں دیتا

ایک خچر لا کر آپ کو اس پر سوار کیا گیا لوگ آپ کے گرد جمع ہوگئے آپ کی تلوار چھین لی گئی گویا اس وقت آپ پر ایک مایوسی کا عالم تھا آنکھوں میں آنسو آگئے پھر فرمایا کہ

''یہ پہلا دھوکہ اور خیانت ہے''

تو محمد بن اشعث نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ آپ کو کچھ نہیں ہوگا، آپ نے فرمایا کہ

یہ تو صرف امید ہی ہے وہ تمہاری امان کہاں گئی! اناللہ وانا الیہ راجعون اور آپ رونے لگے۔

تو عبیداللہ بن عباس سلمی نے آپ سے کہا کہ

جو شخص اس چیز کو طلب کرتا ہے کہ جس کو آپ نے طلب کیا ہے اس پر جب آپ کی طرح کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ روتا نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا کہ

خدا کی قسم میں اپنی ذات کے لیے نہیں رو رہا اور نہ اس کے قتل ہونے کا مرثیہ پڑھ رہا ہوں اگرچہ میں اپنی جان کے تلف ہونے کو ایک آنکھ جھپکنے جتنا بھی پسند نہیں کرتا لیکن میں تو اپنے خاندان کے لئے رو رہا ہوں جو میری طرف آرہے ہیں میں حسین علیہ وعلیہم السلام کے لیے روتا ہوں۔

پھر آپ محمد بن اشعث کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا

اے اللہ کے بندے میں سمجھتا ہوں کہ تم عنقریب میری امان سے عاجز ہو جاؤ گے تو کیا تمہارے پاس کوئی خیر و بھلائی ہے اور یہ استطاعت ہے کہ اپنی طرف سے کسی شخص کو بھیجو جو میری زبانی حسینؑ کو یہ پیغام دے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اور ان کے اہل بیت تمہاری طرف روانہ ہو چکے ہیں یا کل روانہ ہو جائیں گے اور وہ شخص آپ سے کہے کہ

ابن عقیل نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے جو قوم کے ہاتھ میں قید ہے رات تک مار دیا جائے گا اور وہ کہتا ہے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں آپ اپنے اہل بیت کے ساتھ واپس چلے جائیں، تاکہ اہل کوفہ آپ کو دھوکہ نہ دیں یہ آپ کے باپ کے وہی بڑے اصحاب (ساتھی) ہیں جو ان سے دور رہونا چاہتے تھے اس طرح کہ آپ کے باپ مر جائیں یا مار دیئے جائیں اور اہل کوفہ نے آپ سے جھوٹ بولا ہے اور جھوٹے شخص کی کوئی رائے نہیں ہوتی۔''

تو ابن اشعث کہنے لگا کہ

خدا کی قسم میں ایسا ہی کروں گا اور ابن زیاد کو یہ بھی بتاؤں گا کہ میں نے آپ کو امان دی ہے۔

پھر ابن اشعث آپ کو لے کر قصر کے دروازے کی طرف بڑھا اور اجازت چاہی تو اجازت ملی تو وہ ابن زیاد کے پاس گیا اور اسے جناب مسلم کے واقعہ اور بکر کا آپ کو ضرب لگانا اور خود اس کا آپ کو امان دینے کی اطلاع دی تو ابن زیاد نے کہا

تو کون ہے امان دینے والا گویا ہم نے تجھے امان دینے بھیجا تھا ہم نے تو تجھے صرف اس لیے بھیجا تھا کہ اسے ہمارے پاس لے آؤ۔

ابن اشعث خاموش ہو گیا اور جناب مسلم قصر کے دروازے تک پہنچے آپ کو سخت پیاس لگی تھی اور قصر کے دروازے پر کچھ لوگ اجازت ملنے کے منتظر بیٹھے تھے جن میں عمارہ بن عقبہ بن معیط، عمرو بن حریث، مسلم بن عمرو اور کثیر بن شہاب تھے دروازے پر ایک ٹھنڈے پانی کی صراحی رکھی تھی تو جناب مسلم نے فرمایا کہ

مجھے اس میں سے پانی پلاؤ

تو مسلم بن عمرو کہنے لگا

کیا تم دیکھتے ہو کہ کتنا ٹھنڈا پانی ہے لیکن خدا کی قسم تم اس میں سے ہرگز نہیں پیو گے یہاں تک کہ جا کر جہنم کا گرم پانی پیو تو جناب مسلم نے فرمایا

تو ہلاک ہو تو کون ہے، تو وہ کہنے لگا کہ میں وہ ہوں کہ جس نے حق کو پہچانا جب کہ تم نے اس کا انکار کیا، اپنے امام کی خیر خواہی کی جب کہ تم نے اسے دھوکہ دیا اور اس کی اطاعت کی جب کہ تم نے اس کی مخالفت کی میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں، تو جناب مسلم نے فرمایا کہ

تیری ماں تیرے غم میں روئے تو کس قدر تند مزاج، جفا کار اور سخت دل ہے اسے ابن باہلہ تو جہنم کے گرم پانی اور اس میں ہمیشہ رہنے کا مجھ سے زیادہ حق دار ہے۔

پھر آپ بیٹھ گئے اور دیوار سے ٹیک لگائی تو عمرو بن حریث نے اپنے غلام کو بھیجا وہ آپ کے لیے پانی کی صراحی لے آیا کہ جو رومال سے ڈھکی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ایک پیالہ تھا پس اس نے پیالے میں پانی ڈال کر دیا اور کہا کہ پیجیئے پس آپ نے پیالہ لیا لیکن جب آپ پانی پینا چاہتے تو پیالہ آپ کے منہ کے خون سے پر ہو جاتا پس آپ اسے نہ پی سکتے آپ نے دو تین مرتبہ ایسا کیا جب تیسری مرتبہ پینے لگے تو آپ کے اگلے دو دانت اس میں جا گرے تو آپ نے فرمایا کہ

''اگر یہ میرے مقسوم رزق میں ہوتا تو پی لیتا۔''

اتنے میں ابن زیاد کا ایلچی آیا اس نے آپ کو دربار میں لے جانے کا حکم دیا چنانچہ جب آپ اس کے پاس گئے تو ابن زیاد کو سلام نہ کیا تو آپ سے ایک محافظہ نے کہا کہ امیر کو سلام کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا کہ

اگر وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو میرا اس پر سلام نہیں اور اگر مجھے قتل کرنا نہیں چاہتا تو میرا اس کو بہت سلام (ظاہراً یہ الفاظ جناب مسلم کی عظمت کے مدنظر درست معلوم نہیں ہوتے بلکہ دوسری روایات سے ثابت ہے کہ آپ نے یہ جواب دیا کہ میرے حسینؑ کے علاوہ کوئی امیر نہیں، مترجم) ابن زیاد نے کہا

میری جان کی قسم کہ تم ضرور قتل کئے جاؤ گے۔

فرمایا یہ بات ہے اس نے کہا کہ ہاں!

تو آپ نے فرمایا کہ

مجھے مہلت دو کہ میں اپنی قوم کے کسی شخص کو وصیت کرلوں!

اس نے کہا کرلو، تو جناب مسلم نے ابن زیاد کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں پر نظر دوڑائی اور ان میں عمر بن سعد بن ابی وقاص بھی تھا۔ آپ نے فرمایا

اے عمر تیرے اور میرے درمیان ایک رشتہ ہے میری ایک حاجت ہے جسے پورا کرنا تیرے لیے لازم ہے اور وہ ایک راز ہے۔

پس عمر نے اس کے سننے سے انکار کر دیا تو عبیداللہ نے اس سے کہا کہ تم اس سے کیوں انکار کرتے ہو کہ اپنے رشتہ دار کی حاجت میں غور کرو؟

پس وہ آپ کے ساتھ اٹھا اور وہاں جا کر بیٹھ گیا کہ جہاں سے عبیداللہ ان دونوں کو دیکھ رہا تھا آپ نے اس سے فرمایا کہ کوفہ میں مجھ پر قرض ہے جو میں نے لیا ہے اور وہ سات سو درہم ہیں تم میری تلوار اور زرہ بیچ کر اسے میری طرف سے ادا کرنا اور جب میں قتل ہو جاؤں تو میری لاش کو ابن زیاد سے مانگ کر اسے زمین میں چھپا دینا اور کسی کو حسینؑ کے پاس بھیجو جو انہیں لکھا تھا اور اس میں یہ بتایا تھا کہ لوگ آپ کے ساتھ ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ آ ہی رہے ہوں گے۔

تو عمر نے ابن زیاد سے کہا کہ اے امیر! آپ کو پتہ ہے کہ اس نے کیا کہا ہے؟ اس نے یہ یہ باتیں ذکر کی ہیں تو ابن زیاد نے اسے کہا کہ

واقعاً امین خیانت نہیں کرے گا لیکن کبھی خائن انسان کو امین سمجھ لیا جاتا ہے (یعنی اگر تو امین ہوتا تو مسلم سے خیانت نہ کرتا ہو اس نے راز دار نہ بتایا اسے تو نے فاش کر دیا حضرت مسلم نے امین سمجھا لیکن وہ خائن نکلا) رہا ان کا مال تو وہ تمہارے اختیار میں ہے ہم تمہیں منع نہیں کرتے کہ اس کی لاش تو جب ہم قتل کر دیں گے تو پھر ہمیں اس کی پرواہ نہیں کہ اس سے کیا کیا جائے رہا حسینؑ کا معاملہ تو اگر انہوں نے ہمارا قصد نہ کیا تو ہم اس کا قصد نہیں کریں گے پھر ابن زیاد آپ سے کہنے لگا۔

ہاں اے ابن عقیل! تم لوگوں کے ہاں آئے جب کہ وہ مجتمع اور متفق تھے تم نے ان میں افتراق ڈالا اور انکے اتفاق کو اختلاف میں تبدیل کیا اور بعض کو بعض پر ابھارا۔

تو آپ نے فرمایا

ہرگز نہیں میں اس لیے نہیں آیا تھا اہل شہر کا خیال تھا کہ تیرے باپ نے ان کے اچھے لوگوں کو قتل کیا اور ان کے خون بہائے ان میں قیصر و کسریٰ والے کام کیے پس ہم ان کے پاس آئے ہیں تا کہ انہیں عدل کا حکم دیں اور انہیں کتاب خدا کے حکم کی طرف بلائیں۔

تو ابن زیاد نے آپ سے کہا

اے فاق تجھے ان چیزوں سے کیا لگاؤ تو نے ان لوگوں میں ان چیزوں پر اس وقت عمل کیوں نہیں کیا جب تم مدینہ میں تھے اور شراب پیتے تھے آپ نے فرمایا کیا میں شراب پیتا تھا؟

یادرکھو خدا کی قسم خدا جانتا ہے کہ تم اس بات میں سچے نہیں ہو اور تم بغیر علم و دلیل کے بات کر رہے ہو اور

میں ایسا نہیں جیسا تو نے ذکر کیا ہے اور میری نسبت شراب پینے کے زیادہ حقدار اور اس کے ساتھ وہ اولویت رکھتا ہے جو مسلمانوں کے خون پیتا اور اس نفس کو قتل کرتا ہے کہ جس کا قتل خدا نے حرام کیا ہے اور وہ خون جس کا بہانا حرام قرار دیا اسے غصب وعداوت اور بدگمانی کی بناء پر بہاتا ہے اور وہ لہو ولعب یوں کرتا ہے گویا اس نے کوئی کام کیا ہی نہیں ہے۔

تو آپ سے ابن زیاد نے کہا

اے فاسق تیرا نفس اس چیز کی تمنا کرتا ہے کہ جس کے درمیان خدا نے حامل ومانع پیدا کیا ہے اور خدا تجھے اس چیز کا اہل نہیں سمجھتا۔

تو جناب مسلم نے کہا

اگر ہم اس کے اہل نہیں تو پھر کون اس کا اہل ہے؟

تو ابن زیاد نے کہا

امیر المومنین یزید

تو جناب مسلم نے فرمایا

خدا کی حمد ہے ہر حالت میں ہم اللہ کو تمہارے اور اپنے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے پسند کرتے ہیں۔

ابن زیاد نے کہا

خدا مجھے قتل کرے اگر میں تمہیں اس طرح قتل نہ کروں کہ اسلام میں جس طرح کوئی قتل نہ ہوا ہو۔

جناب مسلم نے کہا

ہاں ہاں تو زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسلام میں ایسی بدعت جاری کرے جو پہلے نہ ہو تو نہ چھوڑ برا قتل کرنا اور قبیح طریقہ سے مثلہ (ناک کاٹ کاٹنا) کرنا اور خبیث سیرت پر چلنا اور کسی پر کمینگی سے غلبہ حاصل کرنا۔

پس ابن زیاد آپ کو امام حسینؑ اور حضرت علیؑ اور جناب عقیل کو گالیاں دینے لگا اور جناب مسلم خاموش ہو گئے اور وہ کوئی بات نہیں کرتے تھے، پھر ابن زیاد نے کہا قصر کے اوپر لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا کر پھینک دو اور اس کے پیچھے بدن بھی پھینک دو۔

تو جناب مسلم نے فرمایا

اگر تیرے اور میرے درمیان رشتہ داری ہوتی تو تم مجھے قتل نہ کرتے (کنایہ اس بات سے کہ تو زنا زادہ ہے) یہ حلال زادہ کا کام نہیں۔

تو ابن زیاد کہنے لگا

وہ کہاں ہے کہ جس کے سر پر ابن عقیل نے تلوار ماری تھی تو بکر بن عمران احمری کو بلایا گیا اور اس نے کہا کہ

اوپر جاؤ اور تم ہی اس کی گردن اڑاؤ۔

پس آنجناب کو قصر کے اوپر لے جایا گیا اور آپ تکبیر پڑھتے، اللہ سے استغفار کرتے اور اس کے رسول پر درود بھیجتے تھے اور کہتے کہ

خدایا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو فیصلہ کر، جنہوں نے ہم سے جھوٹ بولا دھوکہ دیا اور ہماری مدد چھوڑ دی۔

اور آپ کو وہاں سے گزرا گیا جہاں آج کل (زمانہ صاحب کتاب الارشاد) جوتے بنانے والے بیٹھتے ہیں پس آپ کی گردن اڑائی گئی اور سر کے پیچھے ہی بدن بھی نیچے پھینکا گیا۔

شہادت حضرت ہانی بن عمروہ

محمد بن اشعث عبیداللہ بن زیاد کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس سے ہانی بن عمروہ کے بارے میں بات چیت کی اور کہنے لگا کہ آپ کو معلوم ہے کہ شہر میں ہانی کی کیا قدر و منزلت ہے اور قبیلہ میں اس کے گھرانے کا کیا مقام ہے اور اس کی قوم کو پتہ ہے کہ میں اور میرے دو ساتھی اس کو آپ کے پاس لے کر آئے تھے، میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ہانی مجھے بخش دیں کیونکہ میں اہل شہر اور اس کے خاندان کی دشمنی کو اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں۔

تو ابن زیاد نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ ایسا کرے گا پھر اس کے دل میں کچھ آیا اور اس نے اسی وقت ہانی کے بارے حکم دیا کہ اسے نکال کر بازار میں لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔

پس ہانی کو نکالا گیا یہاں تک کہ اسے بازار کی ایک ایسی جگہ پر لے گئے کہ جس میں بھیڑ بکریوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی اور اس کے ہاتھ پیچھے سے بندھے ہوئے تھے اور وہ کہتے جا رہے تھے اے مذحج قبیلہ آج میرے لیے مذحج نہیں رہا۔ اے مذحج اے مذحج کہاں ہے مذحج قبیلہ؟

پس جب انہوں نے دیکھا کہ کوئی ان کا مددگار نہیں تو اپنا ہاتھ کھینچا اور اسے ہاتھ باندھنے والے سے کھینچ لیا پھر کہنے لگے

کوئی لاٹھی یا چھری یا پتھر یا ہڈی نہیں کہ جس کے ذریعہ انسان اپنے نفس کا بچاؤ کرے

پس وہ اس پر جھپٹے اور انہیں مضبوطی سے باندھ لیا پھر ان سے کہا گیا کہ گردن آگے بڑھاؤ تو وہ کہنے لگے کہ

میں اس معاملہ میں سخی نہیں ہوں اور نہ ہی میں اپنے آپ کے خلاف تمہاری اعانت و مدد کروں گا۔

پس عبیداللہ کے ترکی لام نے جسے رشید کہتے تھے ان پر تلوار کا وار کیا لیکن وہ موثر نہ ہوا، تو ہانی نے کہا کہ

اللہ کی ہی طرف جانا ہے خدایا تیری رحمت اور تیری رضا وخوشی کی طرف پھر اس نے دوسری طرف ضرب لگائی اور اس سے انہیں قتل کر دیا اور مسلم بن عقیل اور ہانی بن عمروہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عبیداللہ بن زبیر اسلامی نے کہا ہے کہ

فان کنت لاتدرین ما الموت فانظری
الی ھانی فی السوق و ابن عقیل
الی بطل قدھشم السیف وجھه
وآخر یھوی من طمار قتیل
اصابھما امر الامیر فاصبحا
احادیث من یسری بکل سبیل
تری جسدا قد غیر الموت لونه
ونصح دم قد سال کل سبیل
فتی ھو احیا من فتاۃ حییة
واقطع من ذی شفرتین صقیل
ایرکب اسماء الھمالیج آمنا
وقد طبته مذحج بذحول
یطیف حوالیه مراد و کلھم
علی رقبة من سائل و مسول
فان انتم لم تثار واابا خیکم
فکرنوا بغایا ارضیت بقلیل

اگر تجھے معلوم نہیں کہ موت کیا چیز ہے تو ہانی کو بازار میں اور ابن عقیل کو دیکھو ایسے بہادر کو جس کے چہرے کی ہڈیاں تلوار سے چور ہو گئیں اور دوسرا بلندی سے مقتول ہو کر گر رہا تھا ان کو امیر لعین کا حکم پہنچا تو وہ موضوع گفتگو بن گئے ہر راستہ پر کسی طرف جانے والے کے لیے تجھے ایسا بدن نظر آئے گا کہ موت نے جس کے رنگ کو بدل دیا ہے اور بہنے والا خون جو کہ ہر راستے پر بہائے وہ جوانمرد جو زیادہ باشرم تھا پاک دامن جوان عورت سے اور دو دھاری صیقل شدہ تلوار سے زیادہ کاٹنے والا تھا، کیا اسما تیز رفتار گھوڑوں پر امن کے ساتھ سوار ہوگا حالانکہ مذحج قبیلہ اس سے خون کا طلب گار ہے اس کے گرد مراد قبیلہ چکر لگاتا ہے اور سب کے سب ایک ہی گردن پر جمع ہیں

سائل ہو یا وہ کہ جس سے سوال کیا جائے اور اگر تم نے اپنے بھائی کا بدلہ نہ لیا تو پھر وہ رنڈیاں ہو جاؤ کہ جو تھوڑے پیسوں پر راضی کر لی جاتی ہیں۔

جب جناب مسلم اور ہانی رحمۃ اللہ علیہما شہید ہو گئے تو عبیداللہ بن زیاد نے ہانی بن ابوحیہ وادعی اور زبیر بن اروح تمیمی کے ہاتھ دونوں کے سرہائے مبارک کو یزید کے پاس بھیجا اور اپنے کاتب سے کہا کہ

مسلم اور ہانی کا جو واقعہ ہوا ہے اسے یزید کی طرف لکھو

لہٰذا کاتب جو عمرو بن نافع ہے نے لکھا اور اس نے خط کو طویل کر دیا وہ پہلا شخص تھا جس نے خط کو طویل کر دیا جب ابن زیاد نے خط دیکھا تو اسے ناپسند آیا اور کہنے لگا

یہ کیسی تطویل اور کیا بے ہودہ پن ہے لکھو!

اما بعد حمد ہے اس اللہ کی جس نے مومنین کے امیر (یزید) کا حق لیا اور انکے دشمن کے بوجھ کی کفایت کی میں خبر دیتا ہوں مومنین کے امیر (یزید) کو کہ مسلم بن عقیل نے ہانی بن عمروہ مرادی کے گھر پناہ لے رکھی تھی میں نے ان پر نگران و جاسوس مقرر کیے ان میں کچھ لوگ داخل کر دیئے اور ان سے مکاری اور فریب کیا یہاں تک کہ میں نے دونوں کو وہاں سے نکال لیا خدا نے مجھے ان پر قدرت دی، لہٰذا میں نے انہیں آگے کر کے ان کی گردنیں اڑا دیں اور میں آپ کے پاس ان دونوں کے سر ہانی بن ابوحیہ وادعی اور زبیر بن تمیمی کے ہاتھ بھیج رہا ہوں اور یہ دونوں بات کو سننے والے اطاعت کرنے والے اور مخلص ہیں۔

پس مومنین کے امیر ان سے سوال کر سکتے ہیں جو کچھ انہیں قتل ہونے والوں کے بارے میں پسند ہوں کیونکہ ان کے پاس علم، سچائی اور پرہیزگاری ہے۔

(والسلام)

پس یزید نے اسے جواب میں لکھا

اما بعد تم نے میری پسند سے تجاوز نہیں کیا تم نے عقل مند شخص کا سا کام کیا اور شجاع اور بہادر مضبوط دل والے شخص کی طرح حملہ کیا ہے اور تو نے مجھے بے فکر کر دیا اور کفایت کی ہے اور تمہارے بارے جو میرا اچھا ظن اور رائے تھی اسے سچ دکھایا ہے میں نے تمہارے دونوں ایلچیوں کو بلایا اور ان سے خلوت میں بات کی تو میں نے انہیں ان کی رائے اور فضل میں ویسے پایا ہے جس طرح تم نے ذکر کیا ہے پس ان سے اچھا سلوک کرنا اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسین علیہ السلام عراق کی طرف بڑھ رہے ہیں پس نگہبان اور حفاظت کی حدیں مقرر کرو پوری نگرانی کرو۔ بدگمانی کی بنا پر قید کرو اور تہمت لگا کر قتل کر دو اور جو واقعہ پیش آئے مجھے لکھ بھیجو، انشاء اللہ

سفر امام حسین

مکہ سے عراق

حضرت عقیل رحمۃ اللہ علیہ کا کوفہ میں خروج (دشمن کے ساتھ لڑائی کے لیے نکلنا) آٹھ ذی الحج ساٹھ ہجری بروز منگل ہوا اور آپ بدھ کے دن نو ذی الحج عرفہ کے روز شہید ہوئے جناب امام حسینؑ مکہ سے عراق کی طرف اسی دن روانہ ہوئے جس دن جناب مسلم نے کوفہ میں خروج کیا اور وہ ترویہ (آٹھ ذی حجہ) کا دن تھا بعد اس کے کہ آپ نے شعبان کے بقایا دن ماہ رمضان، شوال اور ذیعقدہ اور آٹھ راتیں ذیحجہ کی ۶۰ ھ ساٹھ ہجری مکہ میں گزاریں اور مکہ میں قیام کے دوران اہل حجاز اور اہل بصرہ میں سے کچھ لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تھے جو اہل بیت اور موالیوں کے ساتھ مل گئے تھے اور جب امام حسین علیہ السلام نے عراق کی طرف جانے کا ارادہ کیا، تو خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اپنے احرام سے محل ہو گئے اور اس کو عمرہ قرار دیا کیونکہ حج کے ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے تھے اس خوف سے کہ کہیں کہ انہیں مکہ میں گرفتار کر کے یزید بن معاویہ کی طرف نہ بھیجا جائے لہٰذا آپ اپنے اہل و عیال اولاد اور جو لوگ شیعوں میں سے آپ کے ساتھ مل گئے تھے ان کے ساتھ جلدی سے مکہ سے نکلے آپ کو جناب مسلم کی خبر نہیں ملی تھی چونکہ آپ مکہ سے اسی دن نکلے جس دن حضرت مسلم نے خروج کیا تھا جس طرح ہم ذکر کر آئے ہیں۔

پس فرزوق شاعر سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ

میں نے اپنی ماں کے ساتھ ۶۰ ھ ساٹھ ہجری میں حج کیا میں اپنی ماں کا اونٹ کھینچتے چلا آ رہا تھا جب میں حرم میں داخل ہوا اچانک میری ملاقات امام حسینؑ بن علیؑ سے ہوئی کہ وہ تلواروں اور ڈھالوں کے ساتھ مکہ سے خارج ہو رہے تھے تو میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ اونٹوں کی قطار کس کی ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ حسین بن علیؑ کی ہے پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام کیا اور آپ سے عرض کیا کہ خدا آپ کی حاجت اور ان امیدوں کو پورا کرے جن کو آپ چاہتے ہیں میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں اے فرزند رسولؐ حج سے پہلے آپ کو کون سی جلدی ہے؟ فرمایا کہ

اگر میں جلدی نہ کرتا تو مجھے گرفتار کر لیا جاتا پھر مجھ سے فرمایا کہ تم کون ہو؟

میں نے عرض کیا کہ میں ایک عرب شخص ہوں، خدا کی قسم آپ نے مجھ سے اس سے مزید کچھ نہیں پوچھا پھر مجھ سے فرمایا کہ تیرے پیچھے جو لوگ ہیں ان کی مجھے خبر بتاؤ! تو میں نے عرض کیا کہ باخبر شخص سے آپ نے سوال کیا ہے (یا اچھی بات آپ نے پوچھی ہے) لوگوں کے دل آپ کے ساتھ اور ان کی تلواریں آپ کے خلاف

ہیں فیصلہ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے تو آپ نے فرمایا تم نے سچی بات کہی، اللہ کے لیے ہی حکم وامر کرنا ہے اور وہ ہر دن نئی شان میں ہے اگر تو فیصلہ نازل ہوا جس طرح کہ ہمیں محبوب ہے اور جسے ہم پسند کرتے ہیں تو حمد کریں گے، اللہ کی اس کی نعمتوں پر اور اسی سے اعانت طلب کی جاتی ہے شکر کے ادا کرنے میں اور اگر قضا وفیصلہ امید ورجاء کے سامنے حائل ہو گیا تو وہ شخص بھی حق سے دور نہیں کہ جس کی نیت حق ہے اور تقویٰ اختیار کئے ہوئے ہے میں نے عرض کیا کہ بے شک خدا آپ کو اس مقصد تک پہنچائے جسے آپ چاہتے ہیں اور آپ کو جس سے خوف ہے اس سے محفوظ رکھے اور میں نے آپ سے کچھ نذرور ومناسک کے مسائل پوچھے تو آپ نے وہ مجھے بتائے پھر آپ نے اپنی سواری کو حرکت دی اور فرمایا السلام علیک! پھر ہم جدا ہو گئے امام حسینؑ جب مکہ سے نکلے تو آپ کا یحییٰ بن سعید بن عاص سے سامنا ہوا جس کے ساتھ ایک جماعت تھی کہ جنہیں عمرو بن سعید نے آپ کی طرف بھیجا تھا تو وہ آپ سے کہنے لگے کہ (یہ دستور دے کر بھیجا تھا کہ آپ کو گرفتار کرو ورنہ دھوکے سے ماردو)

آپ واپس چلیں آپ کہاں جا رہے ہیں؟

آپؑ نے واپسی سے انکار کر دیا اور چل دیئے اور دونوں فریقوں کے درمیان دھکم پیل بھی ہوئی اور ایک دوسرے کو کوڑے مارے امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے قوت وطاقت سے ان کا مقابلہ کیا پھر آپ وہاں سے چل کر مقام تنعیم پہنچے تو آپ کی ملاقات یمن سے آنے والے ایک قافلہ سے ہوئی آپ نے قافلہ والوں سے کچھ اونٹ اپنے سامان اور ساتھیوں کے لیے کرایہ پر لیے اور ان سے کہا کہ

جو ہمارے ساتھ عراق تک جانا چاہتا ہے ہم اس کو پورا کرایہ دیں گے اور اس سے اچھا سلوک کریں گے اور جو راستہ میں ہم سے جدا ہونا چاہے گا تو ہم اس کو اتنا کرایہ دیں گے کہ جتنا اس نے راستہ طے کیا۔

تو کچھ لوگ آپ کے ساتھ چل پڑے اور باقیوں نے انکار کیا۔

عبداللہ بن جعفر نے اپنے دونوں بیٹیوں کو آپ کے پیچھے خط دے کر روانہ کیا جس میں لکھا

اما بعد میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ میرا خط دیکھیں تو واپس آ جائیں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ جس طرف آپ جا رہے ہیں آپ اور آپ کے اہل بیت ہلاکت اور موت کا شکار نہ ہو جائیں اور اگر آج آپ کی وفات ہوگئی تو زمین کی روشنی اور نور ختم ہو جائے گا کیونکہ آپ ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے مینار ہدایت اور مومنین کی امید وآرزو ہیں اور چلنے میں جلدی نہ کیجیے اور میں بھی اپنے خط کے پیچھے آ رہا ہوں۔ (والسلام)

اور جناب عبداللہ خود عمرو بن سعید کے پاس گئے اور اس سے سوال کیا کہ امام حسینؑ کے لیے امان نامہ لکھ دے اور انہیں امید دلائے کہ وہ جس طرف جا رہے ہیں ادھر سے واپس آ جائیں پس آپ کی طرف عمرو بن سعید نے خط لکھا کہ جس میں صلہ اور نیکی کی امید دلائی اور آپ کی ذات کو امان دی اور وہ خط اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے

ساتھ بھیجا حضرت عبداللہ بن جعفر کا اپنے بیٹوں کو بھیجنے ان دونوں کا آپ کے حضور خط پہنچانے اور واپسی پر مجبور کرنے کے بعد آپ خود اور یحیٰی آنجنابؑ سے آ کر ملے تو آپ نے فرمایا

میں نے عالم خواب میں رسول اللہ کو دیکھا ہے اور آپؐ نے مجھے حکم دیا ہے میں اس پر چلوں گا۔

تو انہوں نے عرض کیا کہ

وہ خواب کیا ہے؟ فرمایا کہ

میں نے اسے نہ کسی سے بیان کیا ہے اور نہ کروں گا یہاں تک کہ میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔

پس جب عبداللہ بن جعفر آپ سے مایوس ہو گئے تو اپنے دونوں بیٹوں عون و محمد کو آپ کی خدمت میں رہنے آپ کے ساتھ چلنے اور آپ کے سامنے جہاد کرنے کا حکم دیا اور خود یحیٰی بن سعید کے ساتھ مکہ کی طرف چلے گئے اور امام حسین علیہ السلام عراق کی طرف تیزی سے روانہ ہوئے اور سیدھے ذات عرق (مکہ سے دوسری منزل) میں پہنچ گئے۔

جب عبیداللہ ابن زیاد کو اطلاع ملی کہ امام حسین مکہ سے کوفہ کی طرف بڑھ رہے ہیں تو اس نے اپنی فوج کے افسر مبین بن نمیرک بھیجا جو قادسیہ میں فروکش ہوا اور اس نے قادسیہ (کوفہ سے پندرہ فرسخ تقریباً ۹۰ کلومیٹر) سے خفان (قادسیہ سے اوپر کی طرف) اور قادسیہ سے قطقطانیہ (کوفہ کے نزدیک) تک گھڑسواروں کو مقرر و منظم کیا (گویا تمام راستوں کی ناکہ بندی کر کے کنٹرول کیا) اور لوگوں سے کہا کہ یہ حسینؑ ہیں جو عراق کا ارادہ رکھتے ہیں (یعنی ہوشیار رہو)

قیس بن مسہر کی گرفتاری اور شہادت

جب امام حسین علیہ السلام مقام حاجز میں وادی رمہ پہنچے تو قیس بن مسہر صیداوی کو بھیجا (یہاں یہ بھی) کہا جاتا ہے بلکہ آپ نے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر (عبداللہ نے غالباً امام حسنؑ کے ساتھ دودھ پیا ہے کیونکہ امام حسینؑ نے کسی خاتون کا دودھ نہیں پیا ہے مترجم) کو کوفہ کی طرف بھیجا اور آنحضرت کو جناب ابن عقیل کی خبر کا (ظاہراً) علم نہیں تھا اور آپ نے اس کے ہاتھ اہل کوفہ کو خط لکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسین ابن علیؑ سے ان کے مومن اور مسلمان بھائیوں کی طرف سلام علیکم!

پس میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

اما بعد تحقیق مسلم بن عقیل کا خط مجھے ملا ہے کہ جس میں اس نے تمہاری اچھی رائے اور تمہاری جماعت و

گروہ کے ہماری نصرت پر متفق ہونے اور ہمارے حق کا مطالبہ کرنے کی خبر دی ہے پس اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہم سے عمدہ اور نیک اچھا سلوک کرے اور تمہیں اس پر عظیم اجر دے اور میں نے مکہ سے منگل کے روز آٹھویں ذی الحجہ ترویہ کے دن اپنا قاصد تمہاری طرف بھیجا ہے پس میرا یہ خط تمہاری طرف آئے تو اپنے معاملہ میں تیز روی اختیار کرو اور پوری کوشش کرو میں انہی دنوں تمہارے پاس آرہا ہوں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب مسلم نے آپ کو اپنے شہید ہونے سے ستائیس راتیں پہلے خط لکھا تھا اور اہل کوفہ نے بھی آپ کو خط لکھا تھا کہ ایک لاکھ تلوار یہاں پر آپ کی مدد و نصرت کے لیے تیار ہے لہٰذا آپ تاخیر نہ کریں چنانچہ قیس بن مسھر امام حسین علیہ السلام کا خط لے کر کوفہ کی طرف بڑھے یہاں تک قادسیہ میں پہنچے تو حصین بن نمیر نے آپ کو گرفتار کر کے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا تو عبیداللہ بن زیاد نے ان سے کہا کہ

منبر پر جا کر جھوٹے (معاذاللہ) حسینؑ بن علیؑ پر سب کرو۔

تو قیس منبر پر گئے اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد کہا

اے لوگو! یہ حسینؑ ابن علی علیہ السلام ہیں جو خدا کی مخلوق میں سب سے بہتر اور فاطمہؑ دختر رسول اللہؐ کے فرزند ہیں اور میں تمہاری طرف سے آپ کا قاصد ہوں پس ان کی دعوت کو قبول کرو اور اس پر لبیک کہو۔

پھر انہوں نے عبیداللہ اور اس کے باپ زیاد پر لعنت کی اور علیؑ بن ابی طالبؑ کے لیے استغفار کی اور ان پر درود بھیجا تو عبیداللہ نے حکم دیا کہ "انہیں قصر سے نیچے پھینکا جائے پس انہیں نیچے پھینکا گیا تو ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

روایت کی گئی ہے کہ قیس زمین پر گرے تو ان کے بازو بندھے ہوئے تھے جس سے ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور ابھی کچھ سانس باقی تھے پس وہاں سے عبدالملک بن عمیر لخمی کا گزر ہوا اس نے آپ کو ذبح کر دیا جس کی حرکت پر اعتراض کیا اور برا کہا گیا تو اس نے جواب دیا کہ میرا مقصد انہیں (تڑپنے سے) راحت پہنچانا تھا۔

پھر امام حسین علیہ السلام حاجز سے کوفہ کی طرف چلے اور عرب کے ایک چشمہ پر پہنچے تو اچانک وہاں عبداللہ بن مطیع عدوی ملا جو وہاں اترا ہوا تھا جب اس نے امام حسینؑ کو دیکھا تو آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا

میرے ماں باپ آپ پر قربان اے فرزند رسولؐ آپ کو کیا چیز ادھر لے آئی؟ اور آپ کو لے جا کر اپنے ہاں ٹھہرایا۔

آپ نے فرمایا

معاویہ کے مرنے کی خبر تو تجھ تک پہنچ چکی ہوگی پس اہل عراق نے مجھے خطوط لکھے اور اپنی طرف دعوت دی ہے تو عبداللہ بن مطیع عرض کرنے لگا،

اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کو یاددہانی کراتا ہوں کہ حرمت اسلام کی ہتک نہ ہونے پائے اور میں اللہ کی قسم دیتا ہوں آپ کو حرمت قریش کے متعلق اور میں قسم دیتا ہوں اللہ کی حرمت عرب کے لیے خدا کی قسم اگر آپ نے اس چیز کا مطالبہ کیا جو بنی امیہ کے ہاتھ میں ہے تو وہ آپ کو ضرور قتل کر دیں گے اور اگر انہوں نے آپ کو قتل کر دیا تو پھر آپ کے بعد کسی کو قتل کرنے کا خوف ان میں باقی کبھی نہیں رہے گا، خدا کی قسم یہ اسلام کی حرمت ہے کہ جس کی ہتک ہوگی اور قریش و عربی کی حرمت وعزت ہے پس آپ ایسا نہ کریں اور کوفہ کی طرف نہ جائیں اور اپنے آپ ک بنی امیہ کے سامنے پیش نہ کریں۔

لیکن آپ نے جانے کے علاوہ ہر بات سے انکار کیا اور عبیداللہ بن زیاد کے حکم سے شام اور بصرہ کے راستے کنٹرول کر لیے گئے تھے وہ کسی کو نہیں چھوڑتے تھے چاہے وہ اندر آئے یا باہر جائے۔

امام حسینؑ آگے بڑھے اور (بحسب ظاہر) وہ کسی چیز کو نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ آپ کی ملاقات دیہاتی عربوں سے ہوئی تو ان سے سوال کیا وہ کہنے لگے کہ

خدا کی قسم ہمیں کسی چیز کا علم نہیں سوائے اس کے کہ نہ ہم اندر جا سکتے ہیں اور نہ باہر نکل سکتے ہیں جس پر آپ نے اپنی راہ خود اختیار کی۔

اور قبیلہ فزارہ اور بجلیہ کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے،

کہ ہم زہیر بن قین بجلی کے ساتھ مکہ سے آرہے تھے ہم امام حسینؑ کے ساتھ ساتھ ہی چلتے تھے لیکن ان کے ساتھ ایک ہی منزل پر اکٹھے ٹھہرنے کو ہم ناپسند کرتے تھے۔ پس جب ایک دفعہ امام حسین نے سفر کے بعد ایک منزل پر قیام کیا تو ہمارے لیے بھی اسی منزل پر پڑاؤ کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا لہٰذا آپ نے ایک طرف قیام اور ہم دوسری طرف اتر گئے۔

وہاں ابھی ہم کھانا کھانے بیٹھے ہی تھے کہ امام حسین علیہ السلام کا قاصد آیا اس نے سلام کیا پھر اندر آیا اور کہا کہ اے زہیر بن قیس آپ کو بلانے کے لیے مجھے ابوعبداللہ حسینؑ نے بھیجا ہے۔

پس ہم میں ہر ایک نے وہ (لقمہ) جو اس کے ہاتھ میں تھا چھوڑ دیا (اور ایسے ہو گئے) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

اس پر زہیر سے ان کی بیوی نے کہا، سبحان اللہ، آپ کی طرف فرزند رسولؐ پیغام بھیجتے ہیں پھر بھی تم ان کی طرف نہیں جاتے کاش تم انکے پاس جاتے اور ان کی گفتگو سن آتے پس زہیر آنحضرت کے پاس گئے اور تھوڑی دیر بعد خوش خوش اور چمکتے چہرے سے واپس آ کر حکم دیا کہ ان کا خیمہ ولوازمات، ان کا سامان اور مال وہاں سے اکھیڑ کر حضرت امام حسینؑ کے ہاں بھیج دیا جائے پھر انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تمہیں طلاق ہے اپنے خاندان سے جا ملو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہیں خیر وخوبی کے علاوہ کچھ پہنچے پھر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے

جو میرے پیچھے آنا چاہتا ہے فبھا ورنہ یہ آخری ملاقات ہے میں ابھی تمہیں ایک بات بتاتا ہوں کہ ہم نے سمندر میں جنگ لڑی خدا نے ہمیں فتح دی اور ہمیں بہت سا مال غنیمت نصیب ہوا تو ہم سے سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

کیا تمہیں اس فتح سے جو خدا نے تمہیں دی ہے خوشی ہوئی ہے اور جو مال غنیمت تمہارے ہاتھ آیا ہے اس خوشی ہوئی ہے تو ہم نے کہا جی ہاں، تو جناب سلیمانؓ نے ارشاد فرمایا جب تم آل محمدؐ کے جوانوں کے سردار کو پاؤ تو ان کی معیت میں جنگ کرنے پر زیادہ خوش ہونا بہ نسبت اس مال غنیمت کے جو تمہیں ملا ہے لہٰذا میں تو تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

وہ لوگ کہتے ہیں پھر خدا کی قسم زہیر اس قوم میں امام حسینؑ کے ساتھ ہی رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

حضرت مسلم کی شہادت کی خبر پہنچنا

روایت کی ہے عبداللہ بن سلیمان اسدی اور منذر بن مشمعل اسدی نے دونوں کہتے ہیں کہ جب ہم حج ادا کر چکے تو ہمارا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ ہم امام حسینؑ سے راستہ میں جا ملیں تا کہ دیکھیں کہ آپ کے معاملے کا کیا بنا پس ہم آگے بڑھے اور ہماری اونٹیناں ہمیں تیزی سے لائیں یہاں تک کہ ہم آپ سے زرود مقام پر جا ملے تو جب ہم آپ کے قریب پہنچے تو اچانک ہمیں اہل کوفہ میں سے ایک شخص آتا دکھائی دیا کہ جس نے امام حسینؑ کو دیکھ کر راستہ بدل لیا لیکن آپ رکے گویا اس شخص کو ملنا چاہتے تھے پھر آپ نے ملنے کا ارادہ ترک کر دیا اور آگے چل پڑے اور ہم بھی آپ کی طرف چلے پھر ہم میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا چلو اس شخص کے پاس جا کر کچھ پوچھیں کیونکہ اس کے پاس کوفہ کے حالات کی خبر ہوگی پس ہم چلے اور اس کے پاس پہنچ گئے تو ہم نے کہا السلام علیک تو اس نے کہا وعلیکم السلام، پھر ہم نے اس سے کہا کہ اے شخص کس قبیلہ سے ہو؟ اس نے کہا اسدی ہوں تو ہم نے اسے کہا کہ ہم بھی اسدی ہیں تم کون ہو؟ کہنے لگا کہ بکر بن فلاں اور ہم نے بھی اسے اپنا نام نسب بتایا پھر ہم نے اس سے کہا کہ لوگوں کے حالات بتاؤ جو تمہارے پیچھے ہیں کہنے لگا جی ہاں میں کوفہ میں ہی تھا جب مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل ہوئے اور میں نے ان دونوں کو دیکھا کہ ان کے لاشے پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹے جا رہے تھے۔ بازار میں کھینچا جا رہا تھا۔

''پس ہم آگے بڑھ کر امام حسین علیہ السلام سے آ ملے ہم آپ کے ساتھ چلتے رہے ہیاں تک آپ نے منزل ثعلبیہ میں شام کے وقت نزول اجلال فرمایا''

جب آپ اتر چکے تو ہم نے آ کر سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا ہم نے عرض کیا، خدا کا آپ پر رحم و کرم رہے ہمارے پاس ایک خبر ہے اگر آپ چاہیں تو علی الاعلان بیان کریں، پس آپ نے ایک نظر ہمیں دیکھا

اور پھر اپنے اصحاب کو اور فرمایا ان کے سامنے کوئی پردہ نہیں تو ہم نے عرض کیا آپ نے وہ سوار دیکھا تھا جو کل شام آپ کے سامنے ظاہر ہوا تھا؟ فرمایا کہاں، اور میں اس سے کچھ پوچھنا بھی چاہتا تھا تو ہم نے عرض کیا خدا کی قسم ہم نے اس سے آپ کے لیے ایک خبر حاصل کی ہے اور اس سے آپ کے سوال کرنے کی کفایت کی ہے وہ ہمارے قبیلہ کا ایک صاحب رائے سچا اور عقل مند شخص ہے اس نے ہم سے بیان کیا ہے کہ وہ کوفہ سے اس وقت تک نہیں نکلا جب تک کہ مسلم اور ہانی شہید نہیں ہوئے اور اس نے دیکھا ہے کہ انہیں ان کے پاؤں سے بازار میں کھینچا جا رہا تھا تو آپ نے فرمایا

انا للہ و انا الیہ راجعون خدا ان دونوں پر رحمت نازل کرے یہ کلمات آپ بار بار فرماتے رہے پس ہم نے عرض کیا کہ ہم آپ کو آپ اور آپ کے اہل بیت کے بارے میں خدا کی قسم دیتے ہیں کہ آپ اس مقام سے واپس چلے جائیں کیونکہ کوفہ میں آپ کا کوئی مددگار اور شیعہ نہیں ہے بلکہ ہمیں خوف ہے کہ وہ سب آپ کے خلاف ہیں تو آپ نے اولاد عقیل کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے مسلم تو شہید ہو گئے وہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے جب تک ہم اپنا بدلہ نہ لیں یا وہ کچھ نہ چکھ لیں جو مسلم نے چکھا ہے تو امام حسینؑ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ان کے بعد زندگی میں کوئی اچھائی نہیں تو ہم جان گئے کہ آپ کی پختہ رائے جانے کے متعلق ہے تو ہم نے آپ سے عرض کیا کہ خدا آپ کو خیر و برکت دے تو آپ نے فرمایا کہ خدا تم دونوں پر رحم کرے اور آپ سے آپ کے اصحاب کہنے لگے خدا کی قسم آپ مسلم کی طرح نہیں اور اگر آپ کوفہ میں گئے تو لوگ آپ کی طرف زیادہ جلدی آئیں گے تو آپ خاموش ہو گئے پھر آپ نے انتظار کیا یہاں تک کہ سحری کا وقت ہو گیا آپ نے اپنے نوجوانوں اور غلاموں سے فرمایا کہ پانی زیادہ سے زیادہ بھر لو پس انہوں نے بہت زیادہ پانی لے لیا اور وہاں سے کوچ کیا اور آپ چلتے رہے یہاں تک کہ منزل زبالہ تک پہنچے تو آپ کے پاس عبداللہ بن یقطر کی خبر آئی پس آپ نے لوگوں کو (مضمون) خط بتایا اور انہیں یوں بیان فرمایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمیں مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کے شہید ہونے کی بہت بری خبر ملی ہے اور ہمارے شیعوں (پیروکاری کا دم بھرنے والے) نے ہماری مدد چھوڑ دی ہے پس جو واپس جانا چاہتا ہے وہ بغیر نقصان کے واپس چلا جائے اور اس پر کوئی ذمہ داری نہیں پس لوگ آپ سے متفرق ہو گئے اور دائیں بائیں چلے گئے یہاں تک کہ آپ کے وہی ساتھی ٹھہرے جو آپ کے ساتھ آئے تھے۔ یا تھوڑے سے وہ لوگ جو آپ کے ساتھ آملے تھے اور آپ نے یہ کام اس لیے کیا تھا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ وہ عرب جو آپ کے ساتھ ہو گئے ہیں انہوں نے آپ کی پیروی اس لیے کی ہے کہ ان کا گمان ہے کہ آپ ایک ایسے شہر کی طرف جا رہے ہیں جس کے رہنے والوں کی اطاعت آپ کے لیے قائم ہو چکی ہے تو آپ نے ناپسند فرمایا کہ وہ آپ کے ساتھ چلیں مگر انہیں یہ علم ہو کہ وہ کیسا

اقدام کر رہے ہیں پس جب سحری کا وقت ہوا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اور انہوں نے بہت سا پانی بھر لیا پھر کوچ کر کے آپ وادی عقبہ کے وسط میں پہنچے پس وہاں قیام کیا تو بنی عکرمہ کا عمرو بن نوذان نامی بوڑھا آپ سے ملا اس نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں فرمایا کہ کوفہ کا، تو وہ بزرگ آپ کو کہنے لگا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ واپس چلے جائیں خدا کی قسم آپ نیزوں اور تلوار کی دھار کی طرف بڑھ رہے ہیں اور یہ لوگ جنہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجے ہیں اگر انہوں نے جنگ کے بوجھ کی کفایت کر لی ہوتی اور معاملات آپ کے لیے ہموار کر لیے ہوتے تب تو رائے تھی لیکن ان حالات میں کہ جن کا آپ ذکر فرماتے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ آپ ایسا کریں تو آپ نے اس سے فرمایا اے اللہ کے بندے رائے مجھ پر مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے اور خدا اپنے حکم میں مغلوب نہیں ہوتا پھر آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ مجھے نہیں چھوڑیں گے جب تک یہ علقہ (نفیس چیز یعنی میری جان) میرے اندر سے نہ نکال لیں جب ایسا کر لیں گے تو خدا ان پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو انہیں ذلیل وخوار کرے یہاں تک کہ تمام امتوں کے فرقوں سے زیادہ ذلیل ورسوا ہوں گے۔

حر ریاحی اور امام حسینؑ

پھر آپ بطن عقبہ سے چلے یہاں تک کہ منزل شراف میں جا اترے، پس جب صبح ہوئی تو اپنے نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ پانی بھر لینے کا حکم دیا پھر وہاں سے دوپہر تک چلے وہ چل ہی رہے تھے کہ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے تکبیر کی آواز بلند کی تو حسینؑ نے فرمایا اللہ بزرگ ہی ہے لیکن تو نے کیوں تکبیر کہی وہ کہنے لگا مجھے کھجور کے درخت نظر آئے ہیں تو آپ سے اصحاب کہنے لگے کہ ہم نے تو یہاں کبھی کھجور کے درخت نہیں دیکھے تو حسینؑ نے فرمایا تو تمہیں کیا نظر آتا ہے انہوں نے عرض کیا خدا کی قسم ہم گھوڑوں کے کان دیکھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے فرمایا ہمارے لیے کوئی جگہ نہیں کہ جہاں ہم پناہ لیں اور اسے اپنی پشت کی جانب قرار دیں اور اس قوم کا سامنا ایک طرف سے کریں، تو ہم نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کے پہلو میں یہ ذوحسم پہاڑ ہے آپ بائیں طرف سے اس کی طرف مائل ہو جائیں اور اگر آپ اس تک پہلے پہنچ گئے تو آپ کی مراد حاصل ہے چنانچہ آپ اس کی جانب بائیں طرف مڑے اور ہم بھی اسی طرف مڑ گئے۔ ابھی زیادہ دیر نہیں لگی تھی کہ ہمیں گھوڑوں کی گردنیں ظاہر ہوتی ہوئی نظر آئیں جب ہم راستہ چھوڑ کر مڑے تو وہ بھی ہماری طرف مڑ گئے (ایسا معلوم ہوتا تھا) گویا ان کے تیرے کھجوروں کے تنے اور انکے علم پرندوں کے پر تھے پس ہم ذوحسم پہاڑ کے پاس ان سے پہلے پہنچ گئے اور امام حسینؑ کے حکم کے مطابق خیمے نصب کیے گئے اور وہ قوم جو ایک ہزار کی قریب تھی حر بن یزید تمیمی کے ساتھ آئی وہ اور ان کے گھوڑے امام حسین علیہ السلام کے سامنے دوپہر کی گرمی میں کھڑے ہو گئے اور حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب نے عمامے پہن رکھے تھے اور تلواریں گلے میں

لٹکائے ہوئے تھے تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ اس قوم کو پانی پلاؤ اور سیراب کرو اور ان کے گھوڑوں کو بھی تھوڑا تھوڑا کر کے پانی پلاؤ نوجوان آگے بڑھے وہ بڑے بڑے پیالے اور طشت پانی سے پر کرتے پھر انہیں گھوڑوں کے قریب لے جاتے جب ایک گھوڑا تین چار یا پانچ مرتبہ پانی پی لیتا تو پھر دوسرے گھوڑے کو پلاتے یہاں تک کہ سب گھوڑوں کو پانی پلایا علی بن طعان محاربی کہتا ہے میں اس دن حر کا ساتھی تھا اور اس کے ساتھیوں میں سب سے آخر پہنچا پس جب امام حسینؑ نے مجھے اور میرے گھوڑے کو پیاسا دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ راویہ کو بٹھاؤ اور میرے نزدیک راویہ کا معنی مشک تھا اور پھر فرمایا اے بھتیجے اونٹ کو بٹھاؤ پس میں نے اسے بٹھایا اور فرمایا کہ پانی پی لو پس جب میں پانی پینے لگتا تو پانی مشک سے گرنے لگتا تو آپ نے فرمایا کہ مشک کو ٹیڑھا کرو لیکن میں نہ سمجھ سکا کہ کیا کروں پس آپ نے اٹھ کر مشک کو ٹیڑھا کیا اور میں نے خود بھی پانی پیا اور اپنے گھوڑے کو بھی پلایا اور حر بن یزید قادسیہ کی طرف سے آیا تھا چونکہ عبیداللہ بن زیاد نے حصین بن نمیر کو بھیجا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ قادسیہ میں جا کر اترے اور اس نے حر کو آگے ہزار سوار کے ساتھ بھیجا تھا کہ وہ ان کے ساتھ امام حسینؑ کا سامنا کرے پس حر امام حسینؑ کے مابل کھڑا رہا یہاں تک نماز ظہر کا وقت آیا تو امام حسینؑ نے حجاج بن مسروق سے اذان کہنے کو کہا چنانچہ جب نماز کی اقامت کا وقت آیا تو اماحسینؑ تہبند باندھے ردار اوڑھے اور جوتا پہنے ہوئے باہر تشریف لائے آپ نے اللہ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا اے لوگو! میں تمہارے پاس اس وقت تک نہیں آیا جب تک تمہارے خطوط اور قاصد میرے پاس نہیں پہنچے کہ ہمارے پاس آئیں بے شک ہمارا کوئی امام وپیشوا نہیں، شاید ہمیں خدا آپ کی وجہ سے ہدایت اور حق پر جمع کر دے۔'' اگر تم اس وعدہ پر قائم ہو تو میں آ گیا ہوں اپنے عہد و میثاق کو اس طرح پورا کرو تو مطمئن ہو جاؤں گا اور اگر تم یہ نہیں کرتے اور تمہیں میرا آنا ناپسند ہے تو میں تم سے اسی جگہ واپس چلا جاتا ہوں جہاں سے تمہارے پاس آیا ہوں تو وہ سب خاموش ہو گئے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی ایک کلمہ تک نہ کہا آپ نے موذن سے کہا اقامت کہو اور آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے حر سے کہا تم اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں بلکہ آپ نماز پڑھائیں ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے لہٰذا امام حسین علیہ السلام نے انہیں نماز پڑھائی اور پھر آپ خیمہ میں داخل ہوئے اور آپ کے اصحاب آپ کے پاس جمع ہو گئے حر اپنی جگہ کی طرف چلا گیا جہاں وہ ٹھہرا تھا اور اس خیمہ میں داخل ہوا جس کے لیے نصب کیا گیا تھا اس کے پاس اس کے ساتھیوں کی ایک جماعت جمع ہوئی اور باقی لوگ اپنی صفوں کی طرف مڑ گئے کہ جس میں وہ تھے اور دوبارہ انہوں نے صف بندی کر لی پھر ہر شخص اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اس کے سائے میں بیٹھ گیا جب عصر کا وقت ہوا تو امام حسین علیہ السلام نے کوچ کے لیے تیاری کا حکم دیا تو انہوں نے تعمیل کی پھر آپ نے اپنے منادی کو کہا جس نے نماز عصر کے لیے پکارا اور اقامت کہی اور امام حسین علیہ السلام آگے آ کر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی پھر آپ نے سلام پڑھ کر ان کی طرف رخ اقدس کیا اللہ سے ڈرو اور حق دار کا حق پہچانو یہ چیز اللہ کو تم سے زیادہ

قریب کر دے گی ہم اہل بیت محمدؐ ہیں اور ولایت امر کے تم پر ان لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں جو اس کے دعویدار بن گئے ہیں جن کی یہ چیز نہیں جو تم میں ظلم و جور اور حق سے تجاوز کر کے چل رہے ہیں اور اگر تم انکار کرتے ہو مگر ہماری ناپسندیدگی کا اور ہمارے حق سے جاہل ہونے کا تو اس وقت تمہاری رائے اس کے خلاف ہے جس پر تمہارے خطوط اور تمہارے ایلچی میرے پاس پہنچے ہیں تو میں تم سے واپس چلا جاتا ہوں تو حر نے آپ سے عرض کیا خدا کی قسم میں ان خطوط اور ایلچیوں کو نہیں جانتا کہ جن کا آپ ذکر کر رہے ہیں تو امام حسین علیہ السلام نے ایک صحابی سے کہا کہ اے عقبہ بن سمعان وہ دو تھیلے لے آؤ جن میں ان کے میری طرف لکھے ہوئے خطوط ہیں تو وہ حر کے سامنے بکھیرے دیئے گئے حر نے آپ سے عرض کیا میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے ہیں ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم جب آپ سے ملاقات کریں تو آپ سے جدا نہ ہوں۔ یہاں تک کہ آپ کو کوفہ میں عبیداللہ کے پاس نہ لے جائیں تو امام حسینؑ نے فرمایا موت اس کی نسبت تیرے زیادہ قریب ہے پھر آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور سوار ہو کر انتظار کرو پس وہ سوار ہو کر انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ خواتین سوار ہو گئیں تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ واپس چلو اور جب وہ واپس مڑنے لگے تو قوم ان کے اور واپس مڑنے کے درمیان حائل ہو گئی اور امام حسینؑ نے حر سے فرمایا تیری ماں تیرے غم میں روئے تو کیا چاہتا ہے تو حر نے آپ سے کہا اگر عرب میں سے کوئی شخص آپ کے علاوہ یہ بات مجھے کہتا اور اس حالت سے دوچار ہوتا جس میں آپ ہیں تو میں بھی اس کی ماں کا نام غم میں رونے کے ساتھ لیتا چاہے وہ کوئی بھی ہوتا لیکن خدا کی قسم آپ کی والدہ گرامی کا ذکر کرنے کے لیے کوئی راستہ نہیں سوائے اس کے کہ اچھا ذکر کریں کہ جتنا ہماری قدرت میں ہو تو امام حسینؑ نے فرمایا پھر کیا چاہتے ہو حر نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو امیر عبیداللہ کے پاس لے چلوں تو آپ نے فرمایا پھر تو خدا کی قسم میں تمہارے پیچھے کبھی نہیں لگوں گا پس اس گفتگو کا تکرار تین مرتبہ ہوا اور جب ان میں تین مرتبہ سے زیادہ گفتگو ہو گئی تو حر نے عرض کیا کہ مجھے آپ سے جنگ کرنے کا حکم نہیں مجھے تو اتنا حکم ہے کہ میں آپ سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ آپ کو کوفہ لے چلوں تو جب آپ انکار کرتے ہیں تو پھر ایسا راستہ اختیار کیجیے کہ جو نہ آپ کو کوفہ لے جائے اور نہ مدینہ کی طرف پلٹا دے جو میرے اور آپ کے درمیان منصفانہ ہو یہاں تک کہ میں امیر عبیداللہ کو خط لکھوں شاید خدا کوئی ایسی سبیل نکال دے کہ مجھے عافیت بخشے کہ میں آپ کے معاملہ میں مبتلا نہ ہوں پس یہ راستہ لیجیے اور عذیب و قادسیہ کی بائیں طرف ہو جایئے پس امام حسینؑ چلتے رہے اور حر بھی آپ کے ساتھ چلا اور چلتے چلتے آپ سے کہنے لگا اے حسینؑ میں آپ کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں آپ کی ذات کے بارے میں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر آپ نے جنگ کی تو آپ مارے جائیں گے تو امام حسینؑ نے فرمایا کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو کیا اس سے زیادہ کوئی مصیبت لا سکتے ہو کہ مجھے قتل کر دو اور اس میں وہی کہوں گا جو اوس قبیلہ کے شخص نے اپنے چچازاد سے کہا تھا جب وہ رسول اللہؐ کی نصرت و مدد کرنا چاہتا تھا تو اس کے چچازاد نے اسے ڈرایا اور کہا

کہ کہاں جا رہے ہو تم تو قتل ہو جاؤ گے تو اس نے کہا کہ

سأمضي وما بالموت عار على الفتى
اذا مانوى حقا وجاهد مسلما
وواسى الرجال الصالحين بنفسه
وفارق مثبورا و خالف مجرما
فان عشت لم اندم و ان مت لم الم
كفى بك ذلا ان تعيش و ترغما

عنقریب میں جاؤں گا اور جوان مرد کے لیے موت میں کوئی عار نہیں جب اس کی نیت حق ہو اور وہ مسلمان ہو کر جہاد کرے اور اپنے ذریعہ سے نیک لوگوں کی مدد کرے اور ہلاک ہونے والے سے الگ اور مجرم کی مخالف ہو پس اگر میں زندہ رہا تو میرے لیے کوئی ندامت و پریشانی نہیں اور اگر مر گیا تو کوئی تکلیف نہیں اور تیری ذلت کے لیے تو اتنا کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور تیری ناک رگڑی جائے۔

جب حر نے آپ سے یہ سنا تو آپ سے الگ ہو کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک طرف چلتا رہا اور امام حسینؑ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک طرف چلتے رہے یہاں تک کہ وہ عذیب الہجانات مقام پر پہنچے پھر امام حسینؑ چلے یہاں تک کہ قصر بنی مقاتل تک پہنچے اور وہاں قیام فرمایا اچانک آپ کو ایک نصب شدہ خیمہ نظر آیا تو آپ نے پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے تو آپ کو بتایا گیا کہ عبیداللہ بن حر جعفی کا ہے تو آپ نے فرمایا اسے میرے پاس بلا لاؤ تو جب قاصد اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ حسین بن علی علیہما السلام تجھے بلا رہے ہیں تو عبیداللہ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون، خدا کی قسم میں کوفہ سے نہیں نکلا مگر اس لیے کہ اچھا نہیں سمجھتا تھا کہ حسین علیہ السلام جب کوفہ میں داخل ہوں تو میں وہاں موجود ہوں خدا کی قسم میں پسند نہیں کرتا کہ میں انہیں دیکھوں اور وہ مجھے دیکھیں پس جب قاصد آیا اور اس نے آپ کو خبر دی تو امام حسینؑ خود چل کر اس کے پاس گئے جہاں اس کے خیمہ میں جا کر آپ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے پھر آپ نے اپنے ساتھ خروج کرنے کی دعوت دی تو عبیداللہ بن حر نے آپ کے سامنے بھی وہی گفتگو دہرائی اور آپ کی دعوت سے معذرت معافی چاہی تب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم ہماری مدد نہیں کرنا چاہتے تو خدا سے ڈرو اس بات سے کہ تم ان کا ساتھ دو جو ہم سے جنگ کریں خدا کی قسم جس نے بھی ہمارے استغاثہ کی آواز سنی پھر ہماری مدد نہ کی تو وہ ضرور ہلاک ہو گا وہ کہنے لگا انشاء اللہ ایسا ہر گز نہیں ہو گا پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے قافلہ میں پہنچ گئے جب رات کا آخری وقت آیا تو آپ نے اپنے جوانوں کو پانی بھرنے کا حکم دیا پھر کوچ کا فرمان جاری کیا اور قصر بنی مقاتل سے کوچ کیا تو عقبہ بن سمعان کہتا ہے کہ

ہم گھنٹہ بھر پ کے ساتھ چلے ہوں گے کہ آپ نے اپنے گھوڑے کی زین پر اونگھ سی لی پھر بیدار ہو گئے اور کہہ رہے تھے

انا للہ و انا الیہ راجعون والحمدللہ رب العالمین

''ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہماری بازگشت ہے اور حمد ہے اللہ کے لیے جو عالمین کا پروردگار ہے۔

آپؑ نے دو یا تین مرتبہ یہ فرمایا پس آپ کے فرزند علی بن الحسین علیہما السلام آگے بڑھے اور عرض کیا کس چیز سے آپ نے الحمدللہ اور انا للہ پڑھا ہے۔ آپ نے فرمایا بیٹا مجھے تھوڑی سی نیند آ گئی تھی کہ میرے سامنے ایک گھڑسوار ظاہر ہوا اور اس نے کہا کہ یہ قوم چلی جا رہی ہے اور موت ان کی طرف آ رہی ہے، تو میں نے سمجھا ہے کہ ہمیں ہماری موت کی خبر دی گئی ہے تو شہزادہ نے عرض کیا اے بابا جان خدا آپ کو کوئی برائی نہ دکھائے کیا آپ اور ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں (ہم حق پر ہی ہیں) اس کی قسم جس کی طرف بندوں کی بازگشت ہے تو عرض کیا کہ پھر تو ہم اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ ہم حق پر مر جائیں تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تجھے جزائے خیر دے میرے بچے جو کسی بیٹے کو باپ کی طرف سے جزا دے پس جب صبح کا وقت ہوا تو آپ اترے اور صبح کی نماز پڑھی اور پھر جلدی سے سوار ہوئے اور اپنے اصحاب کے ساتھ دائیں طرف چلنے لگے اور آپ چاہتے تھے کہ حر کے لشکر سے الگ ہو جائیں پس حر آتا اور آپ کو اور آپ کے اصحاب کو کوفہ کی طرف پلٹاتا پس جب سختی سے وہ کوفہ کی طرف پھیرتا تو وہ انکار کر دیتے اور اوپر کی طرف چلتے جاتے اور وہ اسی طرح دائیں طرف ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ نینوا میں پہنچے اور یہ وہی مقام ہے جس میں حسین علیہ السلام نے نزول اجلال فرمایا۔

امام حسینؑ کا کربلا میں ورود

اچانک ایک سوار ظاہر ہوا جو اپنی اونٹنی پر سوار ہتھیار لگائے اور کمان کندھے پر لٹکائے ہوئے تھا پس سب رک کر اس کا انتظار کرنے لگے جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اس نے حر اور اس کے ساتھیوں کو تو سلام کیا لیکن امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کو سلام نہ کیا اور اس نے عبیداللہ بن زیاد کا خط حر کو دیا کہ جس میں تھا۔

امابعد پس جب میرا خط اور قاصد تمہارے پاس پہنچے تو حسینؑ پر سختی کرنا اور انہیں نہ اترنے دو مگر چٹیل میدان میں کہ جہاں نہ سبزہ اور نہ پانی ہو اور میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے پاس رہے اور تم سے جدا نہ ہو یہاں تک کہ میرے پاس یہ خبر لے کر آئے کہ تم نے میرا حکم نافذ کر دیا ہے۔ (والسلام)

پس جب حر نے یہ خط پڑھا تو آپ اور آپ کے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ یہ امیر عبیداللہ کا خط ہے جس میں اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ پر اسی مقام پر سختی اور تنگی کروں جہاں اس کا خط ملے اور یہ اس کا قاصد ہے اور

اس کو حکم ہے کہ مجھ سے جدا نہ ہو جب تک کہ میں اس کا حکم تم پر نافذ نہ کر دوں پس یزید بن مہاجر کندی نے جو امام حسینؑ کے ساتھ تھا ابن زیاد کے قاصد کو دیکھا اور اس کو پہچان لیا تو یزید نے کہا کہ تیری ماں تیرے غم میں روئے تو اس خط میں کیا لے کر آیا ہے وہ کہنے لگا کہ میں نے اپنے امام کی اطاعت اور اپنی بیعت کی وفا کی ہے تو ابن مہاجر نے اس سے کہا کہ بلکہ تو نے اپنے رب کی نافرمانی اور اپنے امام کی اطاعت اپنی ہلاکت میں کی ہے اور تو نے تو جہنم کی آگ اور ننگ و عار کو پایا ہے برا ہے تیرا امام خداوند فرماتا ہے کہ

وجعلنا هم ائمة یدعون الی النار ویوم القیامة لاینصرون

''اور ان کو ایسا امام قرار دیا ہے کہ وہ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔''

پس تیرا امام انہی میں سے ہے۔

حر نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اسی مقام پر اتریں جہاں نہ پانی تھا اور نہ آبادی تو امام حسینؑ نے فرمایا تیرا بھلا ہو ہمیں جانے دو کہ ہم اس بستی میں یا اس میں اتر جائیں یعنی نینوا، غامہ یہ اس میں یعنی شفیۃ میں۔

حر کہنے لگا

خدا کی قسم میرے بس کی بات نہیں یہ شخص مجھ پر نگران بنا کر بھیجا گیا ہے۔

تو زہیر بن قیس کہنے لگے کہ

اے فرزند رسولؐ! میں سمجھتا ہوں کہ بعد میں جو ہونے والا ہے وہ اس موجودہ حالت سے زیادہ سخت ہوگا لہٰذا اس وقت بعد میں آنے والوں کی نسبت دشمن سے جنگ کرنا ہمارے لیے آسان ہے مجھے میری جان کی قسم جو آنے والے ہیں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ

میں ان سے جنگ کی ابتداء نہیں کر سکتا، پھر آپ اتر آئے اور یہ جمعرات دوسری محرم ۶۱ھ اکسٹھ ہجری کا واقعہ ہے جب دوسرا دن ہوا تو عمرو بن سعد بن ابیوقاص چار ہزار کا لشکر لے کر ان کی طرف آیا اور وہ نینوا میں آ کر اترا اور اس نے امام حسینؑ کی خدمت میں عروہ بن قیس احمسی کو بھیجنا چاہا اور اس سے کہا کہ

ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کس لیے آئے ہیں؟

اور کیا چاہتے ہیں؟

اور عروہ ان لوگوں میں سے تھا کہ جنہوں نے امام حسینؑ کو خط لکھے تھے پس اسے شرم محسوس ہوئی کہ آپ

کے پاس جائے ابن سعد نے دوسرے روساء پر یہی چیز پیش کی جنھوں نے آپ کو خطوط لکھے تھے تو ہر ایک نے اس سے انکار کیا اور اس کو ناپسند کیا پھر اس کے سامنے کثیر بن عبداللہ شعبی کھڑا ہو گیا اور وہ شاہ سوار اور بہادر تھا کوئی چیز اسے موڑ نہیں سکتی تھی تو وہ ابن سعد سے کہنے لگا کہ

میں آپ کے پاس جاتا ہوں اور خدا کی قسم اگر تو چاہے تو میں ان کو اچانک قتل کر دوں۔

عمر کہنے لگا کہ

میں نہیں چاہتا کہ تو اچانک قتل کرے لیکن ان کے پاس جاؤ اور سوال کرو کہ وہ کیوں آئے ہیں؟

پس کثیر آپ کی طرف چلا جب اس کو ابوثمامہ صائدی نے دیکھا تو امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا۔

خدا آپ کے حالات درست رکھے اے ابوعبداللہ! آپ کے پاس اہل زمین میں سے بدترین شخص اور خون بہانے پر زیادہ جری اور اچانک قتل کرنے والا آرہا ہے۔

پھر ابوثمامہ اٹھ کر اس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ اپنی تلوار رکھ دو۔

وہ کہنے لگا

نہیں خدا کی قسم ایسا کرنے میں کوئی عزت نہیں میں تو قاصد ہوں اگر تم میری بات سنو گے تو وہ پیغام پہنچاؤں گا جسے دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے اور اگر انکار کرو گے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔

تو ابوثمامہ نے کہا کہ

میں تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں گا اور تم اپنی حاجت بیان کرنا۔

وہ کہنے لگا

نہیں خدا کی قسم تم اسے چھو تک نہیں سکتے۔

تو انہوں نے کہا کہ

پھر مجھے وہ خبر بتاؤ جو تم لے کر آئے ہو میں تمہاری طرف سے آپ کو پہنچا دوں گا لیکن تجھے آپ کے قریب نہیں جانے دوں گا کیونکہ تو فاسق ہے۔

پس دونوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا اور اس نے عمر بن سعد کے پاس واپس جا کر اس کو جو کچھ ہوا تھا، بتا دیا، پس عمر نے قرہ بن قیس حنظلی کو بلایا اور اس سے کہا

اے قرۃ تمہارا بھلا ہو حسین علیہ السلام سے ملاقات کر کے پوچھ وہ کیوں آیا ہے اور کیا چاہتا ہے؟

پس قرۃ آپ کی طرف آیا تو جب امام حسین علیہ السلام نے اسے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا

کیا اس کو پہچانتے ہو؟

تو آپ سے جناب حبیب ابن مظاہر نے عرض کیا

جی ہاں، یہ قبیلہ تمیم کی حنظلہ شاخ سے ہے اور یہ ہماری بہن کا لڑکا ہے اور میں اسے اچھی رائے والا سمجھتا تھا اور میں نہیں سمجھتا تھا کہ یہ اس جگہ موجود ہوگا۔

پس وہ آیا اور اس نے امام حسینؑ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور آپ کو عمر بن سعد کا پیغام پہنچایا تو حسینؑ نے اس سے فرمایا کہ تمہارے اس شہر کے لوگوں نے مجھے خطوط لکھے کہ میں آؤں اب اگر تم میرا آنا ناپسند کرتے ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

پھر اس سے حبیب ابن مظاہر نے کہا کہ

اے قرہ افسوس ہے کہاں ظالم قوم کی طرف واپس جا رہے ہو! اس مرد خدا کی مدد و نصرت کرو کہ جس کے آباء واجداد کی وجہ سے خدا نے کرامت و عزت کے ساتھ تمہاری تائید کی ہے۔

تو قرہ ان سے کہنے لگا کہ

میں اپنے صاحب کے پاس اس کے پیغام کا جواب لے کر جاتا ہوں اور میں اپنی رائے پر سوچوں گا۔

پس اس نے عمر بن سعد کے پاس واپس جا کر خبر دی، تو عمر کہنے لگا

میں امید رکھتا ہوں کہ خدا مجھے اس سے جنگ کرنے اور لڑنے سے معاف رکھے گا۔

اور اس نے عبیداللہ بن زیاد کی طرف خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد میں جب حسینؑ بن علیؑ کے قریب اترا ہوں تو ان کے پاس میں نے اپنا قاصد بھیجا اور دریافت کیا کہ وہ کیوں آئے اور کیا چاہتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہے کہ مجھے اس شہر والوں نے خطوط لکھے اور ان کے قاصد میرے پاس آئے جو مجھ سے آنے کا تقاضا کرتے تھے پس میں نے ایسا کیا اب اگر تم میرا آنا ناپسند کرتے ہو اور تمہارے لیے پیغاموں کے علاوہ کچھ اور ظاہر ہوا ہے تو میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں۔

پانی کی بندش

حسان بن قائد عیسی کہتا ہے کہ میں عبیداللہ کے پاس تھا جب یہ خط آیا ہے تو اس نے کہا کہ

الان اذ علقت مخالبنا بہ یرجوا النجاۃ ولات حسین مناص

”اب جب کہ ہمارے پنجے اس میں گڑ گئے ہیں نجات کی امید رکھتا ہے اب کوئی چارہ نہیں۔“

اور اس نے عمر بن سعد کو لکھا

امابعد مجھے تمہارا خط مل گیا ہے اور میں نے سمجھ لیا جو کچھ تو نے ذکر کیا حسینؑ کے سامنے پیش کرو کہ وہ اور اس

کے اصحاب، یزید کی بیعت کریں جب وہ ایسا کرلیں گے تو ہم پھر اپنی رائے دیکھیں گے۔ (والسلام)

پس جب یہ خط عمر بن سعد کو ملا تو اس نے کہا کہ مجھے یہی ڈر تھا کہ ابن زیاد عافیت کو قبول نہیں کرے گا۔

اور اس کے پیچھے ہی ابن زیاد کا عمر بن سعد کو ایک اور خط آیا کہ

حسین (علیہ السلام) اس کے اصحاب اور پانی کے درمیان رکاوٹ بن جاؤ اور وہ پانی کا ایک قطرہ تک نہ پی سکیں جس طرح تقی زکی عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا۔

پس اسی وقت عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ بھیجا جو گھاٹ پر جا اترے اور وہ امام حسینؑ آپ کے اصحاب اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے کہ وہ ایک قطرہ نہ پی سکیں اور یہ واقعہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے تین دن پہلے کا ہے اور عبداللہ بن حصین ازدی نے بلند آواز سے پکار کر کہا اور اس کا شمار قبیلہ بجلیہ کے خاندان سے تھا۔

اے حسینؑ کیا پانی کی طرف دیکھتے نہیں ہو؟ گو یا وہ آسمان کا جگر ہے خدا کی قسم تم لوگ اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں چکھ سکو گے یہاں تک کہ پیاس سے مر جاؤ۔

تو امام حسینؑ نے فرمایا

خدایا اسے پیاس سے مار اور اسے کبھی نہ بخشنا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ

خدا کی قسم میں نے اس کے بعد اس کی بیماری میں اس کی عیادت کی تو قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں نے اسے دیکھا کہ وہ پانی پیتا تھا یہاں تک کہ اس کی پیاس نہیں بجھتی تھی پھر وہ قے کرتا اور چیختا چلاتا تھا، پیاس پیاس پھر دوبارہ پانی پیتا یہاں تک کہ اس کی پیاس نہ بجھتی پھر قے کرتا اور وہ پیاس سے تڑپتا تھا یہی اس کا طریقہ رہا یہاں تک کہ اس کی روح نکل گئی خدا اس پر لعنت کرے۔

اور جب امام حسینؑ نے نینوی میں عمر بن سعد لعین کے پاس لشکروں کا اترنا اور آپ سے جنگ کرنے کے لیے ان کی مدد کا آنا دیکھا تو آپ نے عمر بن سعد کی طرف کسی کو بھیجا کہ میں تجھے ملنا اور تیرے ساتھ ایک نشست چاہتا ہوں تو ایک رات دونوں اکٹھے ہوئے اور کافی دیر تک علیحدگی میں باتیں ہوتی رہیں پھر عمر بن سعد اپنی رہائش گاہ کی طرف واپس چلا گیا اور اس نے عبیداللہ بن زیاد علیہ اللعنۃ کو خط لکھا

”امابعد بے شک اللہ نے آتش (جنگ وعداوت) کو بجھا دیا ہے۔ بات اتفاق پا گئی اور امت کا معاملہ درست ہو گیا ہے یہ حسینؑ ہیں انہوں نے مجھ سے معاہدہ کیا ہے کہ وہ اسی جگہ جہاں سے آئے ہیں واپس یا کسی سرحد کی طرف چلے جائیں گے (اگر وہ ایسا کرتے ہیں) تو مسلمانوں میں سے ہی ایک (عام) شخص قرار پائیں گے جس کے لیے وہی کچھ ہوگا جو ان سب کے لیے ہوگا اور خلاف بھی وہی ہوگا جو ان کے خلاف ہوگا یا وہ امیر المومنین

(یزید) کو پاس چلے جائیں گے (اگر وہ یزید کے پاس چلے جاتے ہیں) تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیں گے اور اپنا باہمی معاملہ خود دیکھ لیں گے۔ یہ بات آپ کو بھی پسند ہوگی امت کی بھی اسی میں بہتری ہے۔"

(عرض مترجم) یہ عمر بن سعد کا خط ہے جس میں اس نے اپنے خیالات تحریر کئے ہیں)

جب عبید اللہ نے یہ خط پڑھا تو کہنے لگا کہ

یہ خط ایک مخلص اور قوم پر مشفق و مہربان کا ہے۔

تو اس کے سامنے شمر بن ذوالجوشن کھڑا ہو گیا خدا اس پر لعنت کرے اس نے کہا

کیا تم ان کی اس بات کو قبول کر لو گے جب کہ وہ تمہاری زمین میں اترا ہوا ہے اور تمہارے پاس ہے خدا کی قسم اگر وہ تمہارے شہروں سے چلا گیا اور اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ پر نہ رکھا تو وہ زیادہ قوت پکڑ جائے گا اور تم کمزور و بے بس ہو جاؤ گے لہٰذا ایسا موقعہ نہ دو یہ تو کمزوری کی علامت ہے۔ لیکن اگر وہ اور ان کے اصحاب تمہارے حکم کو مان لیں تو پھر تم سزا دو تو سزا دینے کا زیادہ حق رکھتے ہو اور اگر معاف کرو تو تمہارا اختیار ہے۔

تو ابن زیاد اس سے کہنے لگا

تو نے خوب سوچا تیری رائے بہتر ہے پس یہ خط عمر بن سعد کے پاس لے جاؤ کہ وہ حسینؑ اور اس کے اصحاب کو پیش کرے کہ وہ میرے حکم پر اتر آئیں (یعنی میرا فیصلہ قبول کر لیں) پس اگر وہ ایسا کریں تو انہیں میرے پاس صحیح و سالم بھیج دیں اور اگر انکار کریں تو ان سے جنگ کرو اور عمر یہ کام کرے تو تم اس کی بات سنو اور اطاعت کرو اور اگر ان سے جنگ کرنے سے انکار کرے تو تم امیر لشکر ہو اس کی گردن اڑا دو اور اس کا سر میرے پاس بھیج دو۔

اور عمر بن سعد کو لکھا کہ

میں نے حسینؑ کی طرف اس لیے تجھے نہیں بھیجا تھا کہ تو ان سے مصائب کو روکے، طویل ملاقاتیں کرے، سلامتی و بقا کی انہیں امید دلائے، معذرت کرے اور میرے پاس ان کی سفارش کرے۔ دیکھ اگر حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب میرے حکم کو مان لیتے ہیں اور اپنے آپ کو سپرد کرتے ہیں تو صحیح و سالم میرے پاس بھیج دے اور اگر انکار کریں، تو ان کی طرف بڑھو یہاں تک کہ انہیں قتل کرو اور ان کا مثلہ (ناک کان کاٹنا) کرو کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں اور اگر حسین علیہ السلام قتل ہو جائے تو اس کے سینے اور پشت کو گھوڑے دوڑا کر روند ڈالو کیونکہ وہ نافرمان اور زیادہ ظالم ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ چیز مرنے کے بعد کوئی ضرر پہنچاتی ہے لیکن اس بات کی وجہ سے جو میں نے کہہ دی ہے اگر اس کو قتل کر لو، تو اس کے ساتھ یہ بھی کرو پس اگر ان کے بارے میں ہمارے حکم کو بجا لائے اور کر گزرے تو ہم تمہیں ایک حکم سن کر بجا لانے والے (اطاعت گزار) کا جیسا بدلہ و انعام دیں گے اور اگر تمہیں انکار ہے تو ہمارے کام اور لشکر سے الگ ہو جاؤ اور شمر بن ذی الجوشن اور لشکر کے درمیان سے علیحدہ ہو جاؤ ہم نے اسے حکم دے دیا ہے۔ (والسلام)

نومحرم اور شب عاشور

توجب شمر بن ذی الجوشن نے عبیداللہ ملعون کا خط لے جا کر عمر بن سعد کو پیش کیا۔اس نے پڑھا۔

تو عمر نے اس سے کہا

تجھے کیا ہو گیا ہے تیرے لیے ہلاکت ہو،خدا تیرا گھر قریب نہ کرے،خدا برا کرے اس چیز کا جو تو میرے پاس لایا ہے اور خدا کی قسم میرا یہ گمان ہے کہ تو نے اسے روکا ہے کہ اس کو قبول کرے میں نے اسے لکھا ہے اور تو نے ہم پر اس معاملہ کو خراب اور فاسد کر دیا جس کی اصلاح و درست ہو جانے کی امید تھی خدا کی قسم حسینؑ اپنے آپ کو سپرد نہیں کریں گے کیونکہ وہ اپنے پہلو میں اپنے باپ کا خون رکھتے ہیں۔

توشمر اس سے کہنے لگا کہ

مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں کیا کرنا ہے؟ کیا تم اپنے امیر کا حکم بجا لا کر اس کے دشمن سے جنگ کرو گے نہیں تو میرے اور لشکر کے درمیان سے الگ ہو جاؤ۔

کہنے لگا

نہیں،اور تیرے لیے کوئی عزت نہیں بلکہ میں یہ ذمہ داری خود نبھاؤں گا تم اپنی جگہ پر رہو اور پیادہ لشکر کی کمان کرو۔

عمر بن سعد نے نو محرم جمعرات کی شام امام حسین علیہ السلام پر حملہ کرنے میں جلدی کی۔

شمر لعین آ کر امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کے مقابل کھڑا ہو کر کہنے لگا

ہماری بہن کے بیٹو کہاں ہو؟

اس پر حضرت عباس،جعفر،عبداللہ اور عثمان جو سب حضرت علی بن ابی طالبؑ کے بیٹے ہیں اس کی طرف نکلے اور کہنے لگے تو کیا چاہتا ہے تو وہ کہنے لگا

اے بھانجو تمہارے لیے امان ہے۔

تو وہ جوان کہنے لگے

خدا تجھ پر اور تیری امان و پناہ پر لعنت کرے تو ہمیں پناہ دیتا ہے اور فرزند رسولؑ کے لیے کوئی امان و پناہ نہیں۔

(شمر نے عرب کے دستور و محاورہ مطابق بھانجے اور بہن کے بیٹے کہہ کر پکارا کیونکہ دستور ہے اپنے خاندان کی کسی بھی عورت کی اولاد کو بھانجا کہہ کر پکارا جاتا ہے ورنہ شمرؒ کا باپ ذی الجوشن ہے اور حضرت عباس،جعفر،عبداللہ اور عثمان کی والدہ گرامی جناب ام البنینؑ کے والد حزام ہیں۔(مترجم)

پھر عمر بن سعد نے پکار کر کہا

اے اللہ کے سواروں! سوار ہو جاؤ۔ تمہیں جنت کی بشارت ہو پس لوگ سوار ہوئے یہاں تک کہ وہ عصر کے بعد ان (امام حسینؑ اور ان کے اصحابؓ) کی طرف بڑھے اس وقت امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ کے سامنے تلوار کو صاف کر رہے تھے۔

جب آپ کی بہن نے شور سنا تو وہ آپؑ کے پاس تشریف لائیں اور کہا

اے بھائی! کیا آپ آوازیں سنتے ہیں جو قریب ہوتی جا رہی ہیں۔

تو آپ نے سر اٹھا کر فرمایا:

میں نے ابھی رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا ہے آپؐ نے مجھے فرمایا کہ تم ہمارے پاس آنے والے ہو تو آپ کی بہن نے اپنا منہ پیٹ لیا اور ہائے ہلاکت پکاریں تو آپؑ نے فرمایا:

اے بہن تمہارے لیے ویل و ہلاکت نہ ہو چپ کرو خدا تم پر رحم کرے۔

پھر جناب عباس بن علیؑ نے آپ سے عرض کیا:

اے بھائی! قوم آپ کی طرف آ رہی ہے۔

پس آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا:

اے عباس میری جان تجھ پر قربان، اے بھائی سوار ہو کر ان سے جا ملو اور ان سے کہو کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کیا چیز تمہارے سامنے ظاہر ہوئی ہے؟ اور پوچھو کہ وہ کیوں آئے ہیں۔

جناب عباس تقریباً بیس سواروں کو لے کر گئے کہ جن میں زہیر بن قیس اور حبیب بن مظاہر بھی تھے جناب عباس نے ان لوگوں سے کہا کہ اب پھر کون سی نئی بات تمہارے لیے ہوئی ہے اور تم کیا چاہتے ہو؟ (کیونکہ معاملہ تو طے ہو چکا ہے)

تو وہ کہنے لگے کہ

ہمارے پاس امیر کا حکم آیا ہے کہ ہم تمہارے سامنے پیش کریں کہ امیر کا حکم مانو یا پھر ہم تم سے جنگ کریں گے۔

تو آپ نے فرمایا

جلدی نہ کرو، یہاں تک کہ میں جناب ابو عبداللہ کی خدمت میں واپس جا کر ان کے سامنے وہ پیش نہ کروں جو تم ذکر کرتے ہو۔

تو وہ رک گئے اور کہنے لگے کہ

انہیں خبر دو اور پھر جو کچھ وہ کہیں ہمیں آ کر بتاؤ؟

تو جناب عباسؑ تیزی کے ساتھ واپس امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے تاکہ انہیں وہ بات بتائیں اور آپ کے اصحاب وہیں ٹھہرے دشمن سے خطاب کرتے وعظ و نصیحت فرماتے اور انہیں امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے سے منع کرتے رہے ادھر جناب عباسؑ امام مظلومؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں دشمن نے جو کہا تھا اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ

ان کے پاس واپس جاؤ اور اگر کر سکو تو انہیں کل تک تاخیر کرنے پر آمادہ کرو اور رات بھر کے لیے انہیں ہم سے دور کر دو، تاکہ ہم اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھ سکیں اور اس سے دعا اور استغفار کر سکیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں اس کے لیے نماز پڑھنے، اس کی کتاب کی تلاوت کرنے زیادہ دعا مانگنے اور استغفار کرنے کو زیادہ دوست رکھتا ہوں۔

پس جناب عباس دشمن کی طرف گئے اور جب وہاں سے واپس آئے تو آپ کے ساتھ عمر بن سعد کی طرف سے پیغام لانے والا بھی تھا جو کہہ رہا تھا کہ

''ہم نے کل تک آپ کو مہلت دی ہے پس اگر آپ لوگوں نے سر تسلیم خم کر دیا تو ہم تمہیں اپنے امیر عبداللہ بن زیاد کے پاس لے چلیں گے اور اگر تم نے انکار کر دیا تو پھر ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔''

پھر وہ واپس چلا گیا تو امام حسینؑ نے شام کے وقت اپنے اصحاب کو جمع کیا حضرت علی بن الحسینؑ زین العابدین علیہما السلام فرماتے ہیں کہ

میں آپ کے قریب ہوا تاکہ سنوں کہ آپ ان سے کیا فرماتے ہیں اور اس وقت میں بیمار تھا تو میں نے اپنے والد گرامی سے سنا وہ اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے کہ

میں اللہ کی بہترین ثناء کرتا ہوں خوشحالی و بدحالی میں اس کی حمد کرتا ہوں، خدایا بے شک میں تیری حمد کرتا ہوں اس بات پر کہ تو نے ہمیں عزت و کرامت بخشی، قرآن کی تعلیم دی اور دین میں فہم و فراست عطا کی اور ہمارے لیے کان آنکھیں اور دل (جیسی نعمت) بنائے پس ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں شمار کر لے۔

اما بعد بے شک میں نے اپنے اصحاب سے زیادہ باوفا اور زیادہ بہتر، اپنے اہل بیت سے زیادہ نیکی کرنے والے اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والے کسی کے اصحاب اور اہل بیت نہیں دیکھے، پس خدا تمہیں میری طرف سے جزائے خیر دے میں ان لوگوں سے کسی اچھے دن کا گمان نہیں رکھتا میں تمہیں اجازت دیتا ہوں لہٰذا تم سب واپس چلے جاؤ۔

میں تمہارے لیے جانا حلال و جائز قرار دیتا ہوں میری طرف سے تمہارے اوپر کوئی عہد و پیمان (پابندی) نہیں اس رات نے تمہیں ڈھانپ لیا ہے پس اس کو تم سواری کا اونٹ بنا لو۔ (رات سے فائدہ اٹھاؤ) اس پر آپ سے آپ کے بھائیوں، بیٹیوں، بھتیجوں اور عبداللہ بن جعفر کے دونوں بیٹوں (بھانجوں) نے کہا

ہم آپ کے بعد باقی رہیں ایسا نہیں کریں گے خدا ہمیں ایسا کبھی نہ دکھائے۔

اس قول کی ابتداء جناب عباسؑ بن علی علیہ السلام نے کی اور باقیوں نے اس میں پیروی کی اور اسی قسم کی گفتگو کی، پس امام حسینؑ نے فرمایا کہ

اے اولادِ عقیل تمہاری طرف سے مسلم کی شہادت کافی ہے، لہٰذا تم چلے جاؤ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔

وہ کہنے لگے

سبحان اللہ! پس لوگ کیا کہیں گے؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگ سردار اور اپنے چچوں کی اولاد کو اور جو کہ بہترین چچے ہیں ان کو چھوڑ دیا نہ ہم نے ان کی معیت میں تیر چھوڑا، نہ ان کے ساتھ مل کر نیزہ مارا نہ ان کے ساتھ ہو کر تلوار چلائی اور نہ ہمیں پتہ ہے کہ ان پر کیا گزری، خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنی جان و مال اور اہل و عیال کے ساتھ آپ پر قربان ہوں گے اور آپ کی معیت میں جنگ کریں گے یہاں تک کہ جہاں آپ وارد ہوں گے وہیں ہم وارد ہوں گے پس خدا برا کرے اس زندگی کا جو آپ کے بغیر ہو۔

اور پھر آپ کے سامنے مسلم بن عوسجہ کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ ہم آپ کو اکیلا چھوڑ دیں؟ تو پھر خدا کے ہاں آپ کا حق ادا ل کرنے میں کیا عذر پیش کریں گے؟ یاد رہے خدا کی قسم میں ان (دشمن) کے سینوں میں اپنا نیزہ ماروں گا اور اپنی تلوار سے جب تک اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں رہا ضربیں لگاؤں گا اور اگر میرے پاس جنگ کرنے کے لیے ہتھیار نہ رہا تو میں ان پر پتھر پھینکوں گا خدا کی قسم ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ خدا جان لے کہ ہم نے اس کے رسولؐ کی عدم موجودگی میں آپ کے بارے میں (جو حق تھا اس کی) حفاظت کی ہے، خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہوں گا پھر مجھے زندہ کیا جائے گا پھر مجھے جلایا جائے گا پھر زندہ ہوں گا پھر میری خاک ہوا میں منتشر کر دی جائے گی اور یہ عمل میرے ساتھ ستر (۷۰) مرتبہ کیا جائے گا تب بھی جب تک آپ کے سامنے مر نہ جاؤں آپ سے جدا نہ ہوں گا اور میں ایسا کیوں نہ کروں جب کہ قتل ہونا تو ایک ہی مرتبہ ہے پھر اس کے بعد وہ عزت و کرامت ہے جس کے لیے ختم ہونا نہیں یعنی ابدی ہے۔

جناب زہیر بن قینؓ کھڑے ہوئے اور عرض کی

خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں (پسند کرتا ہوں) کہ قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مجھے قتل کیا جائے یہاں تک کہ اسی طرح ہزار مرتبہ قتل کیا جاؤں اور اللہ میرے اس طرح ہونے سے آپؑ اور آپ کے اہل بیت کے ان جوانوں سے قتل کو سے بچائے۔

اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے ایک دوسرے سے ملتی جلتی گفتگو کی جس کا مقصد ایک ہی تھا امام حسینؑ نے ان کے لیے جزا خیر کی دعا کی اور اپنے خیمہ کی طرف تشریف لے گئے۔

حضرت علی بن الحسینؑ فرماتے ہیں

میں اس رات جس کی صبح میرے بابا شہید ہوئے، بیٹھا ہوا تھا اور میرے پاس میری پھوپھی جناب زینبؑ میری تیمارداری کر رہی تھیں کہ میرے والد اپنے خیمہ میں الگ تشریف لے گئے جہاں آپ کے پاس جوین (جون) ابوذر غفاری کے غلام تھے جو آپ کی تلوار کو صاف اور اس کی اصلاح کر رہے تھے اور میرے والدگرامی یہ اشعار کہہ رہے تھے کہ

یاد هراف لك من خليل
كم لك بالاشراق والاصيل
من صاحب اوطالب قتيل
والدهر لايقنع بالبديل!
وانما الامر الى الجليل
وكل حى سالك سبيلى

اے زمانہ تف ہے تجھ پر تو کتنا برا دوست ہے کہ ہر صبح وشام کتنے ساتھی اور طلب گار مقتول ہوتے ہیں اور زمانہ تبادلہ پر قناعت نہیں کرتا اور امر و حکم تو جلیل کے ہاتھ میں ہے اور ہر زندہ میرے راستے پر چلنے والا ہے۔

آنحضرت نے ان اشعار کی دو یا تین مرتبہ تکرار کی حتیٰ کہ میں نے انہیں پورے طور پر سمجھ لیا اور جان گیا کہ پ کی مراد کیا ہے گریہ مجھے گلوگیر ہو گیا لیکن میں نے اسے روکا اور خاموشی اختیار کی میں نے جان لیا کہ بلا و مصیبت اور امتحان کی منزل آ گئی ہے لیکن میری پھوپھی نے بھی وہ کچھ سنا جو میں نے سنا تھا وہ عورت تھیں اور عورتوں کی کیفیت یہ ہے کہ وہ نرم مزاج ہوتی ہیں اور گھبرا جاتی ہیں لہٰذا وہ اپنے آپ کو نہ روک سکیں یہاں تک کہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئیں وہ اپنے دامن کو کھینچ رہی تھیں اور ان کے سر سے چادر اتر گئی تھی یہاں تک کہ وہ بابا کے پاس گئیں اور کہا کہ ہائے افسوس کاش! موت نے میری زندگی ختم کر دی ہوتی آج ایسے ہی ہے جیسے میرے باپ علی علیہ السلام، ماں فاطمہ علیہا السلام اور بھائی حسنؑ مرے ہیں آئے گذشتہ بزرگوں کے جانشین اور باقیوں کے سہارا۔

تو امام حسین علیہ السلام نے ان مخدرہ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

اے ماں جائی بہن! تمہارے علم و بردباری کو شیطان نے لے جائے اور آپ کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور فرمایا لو ترك القطا لنام اگر قطا پرندہ کو چھوڑ دیا جاتا تو سو جاتا۔

تو بی بی نے فرمایا

ہائے مصیبت کیا آپ کو چھین لیا جائے گا یہ چیز تو میرے دل کو زیادہ زخمی کرنے والی اور میرے لیے

سخت مصیبت ہے پھر اس مخدرہ نے اپنا منہ پیٹا گریبان چاک کر لیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں، پس امام حسینؑ نے ان کے پاس جا کر چہرہ پر پانی چھڑکا (ہوسکتا ہے آنسو کا پانی ہو) اور فرمایا میری بہن چپ کرو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اللہ کی دی ہوئی تسلی اور تعزیت پر صبر کرو اور جان لو کہ زمین میں رہنے والے مر جائیں گے اور آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے اس ذات پروردگار کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہو جائے گی کہ جس نے تمام مخلوق کو اپنی قدرت سے خلق کیا ہے، خدا مخلوق کو قبروں سے اٹھائے گا اور ان کو دوبارہ لوٹائے گا وہ ایک اکیلا ہے میرے نانا مجھ سے بہتر میرے باپ مجھ سے بہتر، میری ماں مجھ سے بہتر اور میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے (وہ تمام اس دنیا سے چلے گئے) اور میرے اور ہر مسلمان کے لیے رسول اللہؐ ہی نمونہ عمل ہیں۔

پس آپ نے ان اور ان جیسے الفاظ سے تسلی دی اور ان سے فرمایا

اے بہن! میں تمہیں قسم دیتا ہوں اور میری قسم کو پورا کرنا، جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھ پر نہ گریبان چاک کرنا نہ چہرہ خواشنا اور نہ ویل وشبور (ہلاکت وتباہی) پکارنا۔

پھر آپؑ نے انہیں لا کر میرے پاس بٹھا دیا اس کے بعد آپؑ اپنے اصحاب کے پاس چلے گئے اور حکم دیا کہ وہ اپنے خیمے ایک دوسرے کے نزدیک کر کے ان کی طنابیں ایک دوسرے میں پیوست کر لیں اور خود خیموں کے درمیان رہیں تا کہ دشمن کا سامنا ایک طرف سے کریں اور خیمے ان کے پیچھے دائیں اور بائیں انہیں گھیرے ہوئے ہوں سوائے اس طرف کہ جس سے دشمن ان کی طرف آئے۔

پھر آپ اپنی جگہ پر واپس آئے اور ساری رات نماز، استغفار اور دعا اور تضرع وزاری میں بسر کر دی اور آپ کے اصحاب بھی اسی طرح اٹھ کھڑے ہوئے نماز پڑھتے، دعا مانگتے اور استغفار کرتے تھے۔

ضحاک بن عبداللہ کہتا ہے کہ

ہمارے پاس سے ابن سعد کے گھڑ سوار گزرے جو ہماری نگرانی کر رہے تھے اور امام حسین علیہ السلام یہ آیات پڑھ رہے تھے کہ

ولا تحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیرا لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین

”اور نہ گمان کرنا ان لوگوں کے متعلق کہ جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے کہ جس چیز کی ہم ان کے لیے زیادتی کرتے ہیں وہ ان کے لیے بہتر ہے ہم زیادتی (مال و دولت واولاد) کی اس لیے کرتے ہیں تا کہ وہ گناہ کی زیادتی کریں اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔“

ما كان الله ليذر المومنين على ما انتم عليه حتى يميز الخبيث من الطيب

''اور خدا مومنین کو اس حالت پہ چھوڑنے والا نہیں کہ جس پر تم ہو جب تک کہ خبیث کو طیب سے ممتاز اور الگ نہ کردے۔''

پس ان گھوڑ سواروں میں سے بعداللہ بن سمیر نامی ایک شخص نے سن لیا اور وہ زیادہ مسخرہ شجاع و بہادر، شاہ سوار اچانک قتل کرنے والا اور قوم کا بڑا سمجھا جاتا تھا وہ لعین کہنے لگے کعبہ کے رب کی قسم ہم طیب و پاکیزہ ہیں جو تم لوگوں سے ممیز اور الگ ہو گئے ہیں تو جناب بریر بن خضیر نے اسے کہا کہ اے فاسق خدا نے تجھے طیبین اور پاکیزہ لوگوں میں سے قرار دیا ہے؟ تو وہ کہنے لگا، تم کون ہو تو آپ نیفرمایا، بریر بن خضیر، پھر دونوں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔

روزِ عاشور

امام حسین علیہ السلام نے صبح کی تو آپ نے نماز صبح کے بعد اپنے اصحاب کو تیار کیا، آپ کے ساتھ بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے آپ نے زہیر بن قیس کو اپنے اصحاب کے خیمہ پر، حبیب بن مظاہر کو میسرہ پر مقرر کیا اور اپنا علم اپنے بھائی جناب عباسؑ کو دیا اور انہوں نے خیمے اپنی پشت پر قرار دیئے اور آپ نے حکم دیا کہ جو لکڑیاں اور سرکنڈے خیموں کے پیچھے پڑے تھے انہیں کھودی گئی خندق میں ڈال کر آگ لگا دی جائے اس خدشہ سے کہ کہیں وہ ملاعین خیموں کے پیچھے سے نہ آئیں۔

عمر بن سعد نے اس دن صبح کی وہ جمعہ کا دن تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ہفتہ کا دن تھا اس نے بھی اپنے ساتھیوں کو تیار کیا اور امام حسینؑ کی طرف چلا اور اس کے میمنہ پر عمرو بن حجاج تھا اور اس کے میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن تھا اور گھڑسواروں پر عروہ بن قیس تھا اور پیدل لشکر پر شبث بن ربعی تھا اور اس نے علم اپنے غلام درید کو دے رکھا تھا۔

حضرت علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

جب (لشکر یزید) کے گھوڑے صبح کے وقت امام حسینؑ کی طرف بڑھے تو آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا (دعا مانگی)

اللهم انت ثقتى فى كل كرب وانت رجائى فى كل شدة وانت لى فى كل امر لزل بى ثقته وعدة كم من هم يضعف فيه الفوا

دوتقل فيه الحيلة ويخذل فيه الصديق وليشمت فيه العدو انزلته بك وشكوته اليك رغبة مني اليك عمن سواك ففرجته عني و كشفته فانت ولي كل نعمة و صاحب كل حسنة ومنتهى كل رغبة

آپ نے فرمایا کہ دشمن خیام حسینؑ کے گرد چکر لگانے لگے پس انہوں نے پچھلی جانب خندق دیکھی جس میں ڈالی گئی لکڑیوں اور سرکنڈوں کو آگ لگی ہوئی تھی تو شمر بن ذی الجوشن نے بلند آواز سے پکار کر کہا

کیا قیامت کے دن سے پہلے آگ کی طرف جلدی کی ہے۔

تو امام حسینؑ نے فرمایا، یہ کون ہے ایسے ہے جیسے یہ شمر بن ذی الجوشن ہو۔

تو لوگوں نے کہا جی ہاں! تو آپ نے اس سے فرمایا

اے بکریاں چرانے والی عورت کے بیٹے تو اس آگ میں جلنے کا زیادہ حق دار ہے۔

جناب مسلم بن عوسجہ نے چاہا کہ اس لعین کو تیر ماریں تو حسین علیہ السلام نے انہیں اس سے منع فرمایا، مسلم کہنے لگے

مجھے اس کو تیر مارنے دیجیے کیونکہ یہ فاسق دشمنان خدا میں سے ہے اور عظیم جابرین اور متکبرین میں سے ہے اور خدا نے مجھے اس پر تمکین دی ہے تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ

اسے تیر نہ مارو کیونکہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ ان سے لڑنے میں ابتداء کروں...... پھر امام حسین علیہ السلام نے اپنا ناقہ منگوایا اور اس پر سوار ہوکر بلند آواز سے پکار کر کہا کہ

اے اہل عراق! تو ان میں سے اکثر سن رہے تھے آپ نے فرمایا کہ

اے لوگو! میری بات کو سنو اور جلدی نہ کرو تاکہ میں تمہیں وعظ اور نصیحت کروں جو تمہارا مجھ پر حق ہے اور تاکہ میں سارے سامنے عذر بھی پیش کرلوں پس اگر تم نے میرے ساتھ انصاف کیا تو تم بہت ہی سعید اور نیک بخت ہوجاؤ گے اور اگر تم نے اپنے آپ سے مجھے انصاف نہ دیا تو پھر اپنی رائے کو جمع کرلو۔

ثم لم يكن امركم عليكم غمة ثم اقضوا الى ولا تنطرون ان وليا الله الذى نزل الكتاب ويتولى الصالحين

”پھر تم پر تمہارا معاملہ چھپا نہیں رہے گا پھر فیصلہ کرکے میری طرف بڑھو اور مجھے مہلت نہ دو، بے شک میرا ولی ومددگار وہ اللہ ہے جس نے کتاب کو نازل کیا اور وہ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔“

پھر آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی اور خدا کا ایسا ذکر کیا کہ جس کا وہ اہل ہے اور آپ نے نبی کریمؐ پر صلوات بھیجی (خدا کی آپ پر صلوات ہو) پھر فرمایا

امابعد پس میرا نسب بیان کرو اور غور وفکر کرکے دیکھو کہ میں کون ہوں پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر اپنے آپ کو سرزنش کرو اور دیکھو کہ کیا تمہارے لیے مجھے قتل کرنا اور میری ہتک حرمت کرنا اچھا ہے؟ کیا میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی ان کے وصی اوران کے اس چچازاد بھائی کا بیٹا نہیں ہوں جو کہ ایمان لانے والوں میں پہلے اور رسول اللہؐ اپنے پروردگار کی طرف سے جو کچھ لے کر آئے تھے،اس کی تصدیق کرنیوالے تھے تو کیا حمزہ سید الشہد میرے چچا نہیں تو کیا جعفر جو دو پروں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں میرے چچا نہیں کیا تمہیں یہ حدیث نہیں پہنچی جو رسول اللہؐ نے میرے اور میرے بھائی کے متعلق فرمائی تھی کہ

هذا ان سيد الشباب اهل الجنة

''یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔''

پس اگر تم میری تصدیق کرتے ہو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں (تو فبھا) اور وہ حق ہے۔خدا کی قسم میں نے جھوٹ نہیں بولا اور ارادہ تک نہیں کیا جب سے مجھے علم ہے کہ اللہ جھوٹ بولنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم (اس حدیث بالا کے متعلق) میری تکذیب کرتے ہو تو تم میں (تمہارے اس زمانہ میں) ابھی وہ لوگ موجود ہیں جن سے اگر تم سوال کرو تو وہ تمہیں خبر دیں گے۔سوال کرو جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید خذری، سہل بن سعد ساعدی، زید بن ارقم اور انس بن مالک سے تو وہ تمہیں خبر دیں گے کہ انہوں نے یہ حدیث رسول اللہؐ سے میرے اور میرے بھائی کے متعلق سنی ہے تو کیا اس حدیث میں کوئی چیز نہیں جو تمہیں میرا خون بہانے سے روکے تو شمر بن ذی الجوشن نے آپ سے کہا کہ وہ اللہ کی ایک حرف پہ عبادت کرے اگر وہ جانتا ہو کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں (یعنی میں نہیں جانتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں)۔

تو حبیب ابن مظاہر نے اسے کہا کہ

خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ تو خدا کی عبادت ستر حرفوں پر کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو سچ کہتا ہے تو نہیں جانتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں خدا نے تیرے دل پر مہر لگادی ہے۔

پھر حسینؑ نے ان سے فرمایا

اگر تمہیں اس حدیث میں شک ہے تو اس میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا فرزند ہوں پس خدا کی قسم مشرق ومغرب کے درمیان میرے علاوہ تم میں اور تمہارے غیر میں کوئی نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہے تم پر ہلاکت ہو کیا تم مجھ سے کسی مقتول کا مطالبہ کرتے ہو؟ کہ جسے میں نے قتل کیا ہے یا اپنے کسی مال کا جسے میں نے برباد کیا ہے یا کسی شخص کے قصاص اور بدلے کا؟

پس وہ خاموش کھڑے تھے کوئی بات نہیں کرتے تھے تو آپ نے پکار کر فرمایا

اے شبث بن ربعی، اے حجار بن ابجر، اے قیس بن اشعث اور اے یزید بن حارث!!! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل اور میوے پک چکے ہیں اور صحنوں پر سبزہ لہلہا رہا ہے اور ایک تیار لشکر کی طرف آپ بڑھے رہے ہیں۔

تو قیس بن اشعث نے کہا

ہم نہیں جانتے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں لیکن آپ اپنے چچا کی اولاد کے حکم کو مان لیں کیونکہ وہ آپ کو نہیں دکھائیں گے مگر وہ جو آپ کو پسند و محبوب ہوگا۔

تو حسینؑ نے فرمایا

نہیں خدا کی قسم میں تمہیں اپنا ہاتھ ذلیل شخص کی طرح نہیں دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح بھاگ جاؤں گا۔

پھر پکار کر فرمایا

اے اللہ کے بندو! میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں ہر متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہ رکھتا ہو۔

پھر آپ نے اپنا ناقہ بٹھا دیا اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا تو اس نے اس کا پاؤں باندھ دیا پھر وہ لوگ تیزی سے آپ کی طرف بڑھنے لگے تو جناب حر بن یزید نے دیکھا کہ وہ لوگ تیزی سے آپ کی طرف بڑھنے لگے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کا مصمم ارادہ رکھتے ہیں تو جا کر عمر سعد سے کہا

اے عمر کیا تم اس شخص سے جنگ کرو گے؟

وہ کہنے لگا

ہاں خدا کی قسم بڑی سخت جنگ کہ جس میں کم از کم یہ ہوگا کہ سر گریں گے اور بازو کٹیں گے۔

قرہ بن قیس کہتے تھے تو حر نے اس سے کہا ''اے قرہ کیا تو نے اپنے گھوڑے کو آج پانی پلا لیا ہے؟'' وہ کہنے لگا کہ ''نہیں'' تو فرمایا ''کیا اسے پانی نہیں پلانا چاہتا؟ قرہ کہتا ہے کہ میں نے یہ گمان کیا کہ حر تنہائی چاہتا ہے اور جنگ میں حاضر نہیں ہونا چاہتا پس وہ ناپسند کرتا ہے کہ میں اسے ایسا کرتا دیکھوں تو میں نے اسے کہا کہ میں نے اسے پانی نہیں پلایا اسے پلانے جا رہا ہوں تو حر اس جگہ سے ہٹ گیا کہ جہاں وہ تھا پس خدا کی قسم اگر وہ مجھے اپنے ارادے سے آگاہ کرتا تو میں بھی اس کے ساتھ حسینؑ کی خدمت میں نکل جاتا پس وہ آہستہ آہستہ حسینؑ کے قریب ہونے لگا تو اس سے مہاجر بن اوس نے کہا

اے ابن یزید آپ کیا کرنا چاہتے ہیں کیا آپ کا حملہ کرنے کا ارادہ ہے تو اس (حر) پر کپکپی اور رعشہ کی سی

کیفیت طاری تھی۔

حر نے کہا

تو جو کچھ انہوں نے پیش کیا ہے کیا تم لوگ اس پر راضی نہیں ہو جاتے؟

تو عمر نے کہا

یاد رکھو کہ اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا لیکن تیرا امیر انکار کرتا ہے۔

پس حر آگے بڑھا یہاں تک کہ لوگوں سے ہٹ کر ایک جگہ کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ اس کی قوم کا ایک شخص تھا جسے طاری ہو گئی مہاجر نے اس سے کہا کہ آپ کا معاملہ تو مشکوک ہے خدا کی قسم کسی میدان جنگ میں میں نے تمہاری یہ الت نہیں دیکھی ہے اور اگر مجھ سے پوچھا جاتا کہ کوفہ کا سب سے بڑا بہادر کون ہے تو میں آپ سے تجاوز نہ کرتا (تمہارے علاوہ کسی اور کا نام نہ لیتا) لیکن یہ میں تم سے کیا دیکھ رہا ہوں؟

تو حر نے اس سے کہا

خدا کی قسم میں اپنے نفس کو جنت اور جہنم کے درمیان اختیار دے رہا ہوں اور خدا کی قسم میں جنت پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دوں گا چاہے میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاؤں اور مجھے جلا دیا جائے۔

پھر انہوں نے اپنے گھوڑے کو چابک مارا اور حسینؑ سے جا ملے اور ان سے عرض کیا کہ

میں آپ پر قربان جاؤں اے فرزند رسولؐ! میں وہی آپ کا ساتھی ہوں جس نے آپ کو واپس جانے سے روکا اور جو آپ کے ساتھ ساتھ راستہ بھر چلتا رہا اور جس نے اس سخت جگہ اترنے پر آپ کو مجبور کیا مجھے گمان نہیں تھا کہ یہ قوم اس بات کو ٹھکرا دے گی جو آپ نے ان کے سامنے پیش کی ہے اور یہ کہ وہ آپ کے متعلق اس حد تک پہنچ جائیں گے خدا کی قسم اگر مجھے علم ہوتا کہ وہ آپ کو یہاں تک پہنچا دیں گے جہاں اب پہنچایا ہے تو میں اس چیز کا مرتکب نہ ہوتا جس کا میں نے ارتکاب کیا ہے پس میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہوئے اپنے کیے کرتے سے توبہ کرتا ہوں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میری توبہ قبول ہو جائے گی؟

تو حسین علیہ السلام نے کہا کہ

ہاں بے شک خدا تمہاری توبہ قبول کرے گا پس گھوڑے سے اتر آؤ۔

تو وہ کہنے لگے کہ "آپ کے لیے میرا گھوڑے پر سوار رہنا پیادہ ہونے سے بہتر ہے میں آپ کے لیے گھوڑے پر کچھ وقت ان سے جنگ کروں گا اور میرا آخری معاملہ اس سے اترنا ہو گا۔

تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ

خدا تم پر رحم کرے جو تمہارے جی میں آتا ہے وہ کرو۔

پس وہ امام حسینؑ کے سامنے سے میدان کی طرف بڑھ گئے اور کہا کہ

اے اہل کوفہ! تمہاری ماں تمہارے غم میں گریہ وبکا کرے کیا تم نے خدا کے اس نیک بندے کو دعوت دی یہاں تک کہ جب وہ تمہارے پاس آ گیا تو تم نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اسے دشمن کے حوالے کر دیا اور تم نے یہ ظاہر کیا کہ اس کے سامنے اپنی جانیں قربان کرو گے پھر اس کے خلاف دوڑ پڑے تا کہ اسے قتل کرو اور ان کو روکے ہوئے ہو اور ان کا گلا دبا رکھا ہے اور ان کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے تا کہ ان کو اللہ کے وسیع وعریض شہروں میں جانے نہ دو، وہ جناب گویا تمہارے درمیان قیدی ہو گئے نہ اپنے آپ کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ اپنی ذات سے ضرر کو دور کر سکتے ہیں اور انہیں ان کی عورتوں ان کے بچوں اور انکے خاندان کو فرات کے پانی سے دور کر رکھا ہے کہ جسے یہود ونصاریٰ ومجوسی پیتے ہیں اور جس میں جنگل کے سوار اور کتے لوٹتے پوٹتے ہیں اور یہ دیکھو کہ پیاس نے انہیں نڈھال کر دیا ہے۔ پس تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت اور اولاد کے حق میں ان کی بری جانشینی کی ہے۔ خدا تمہیں پیاس کے دن سیراب نہ کرے۔

تو حر پہ کئی افراد نے مل کر حملہ کر دیا اور ان پر تیروں کی بارش کر دی (ہوا یوں کہ) حر آگے بڑھے اور امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو گئے تو عمر بن سعد نے پکار کر کہا کہ ''اے درید اپنا علم قریب کر لو'' تو اس نے علم قریب کیا پھر عمر لعین نے اپنا تیر کمان میں جوڑ کر رہا کیا اور کہنے لگا ''گواہ رہنا، میں پہلا شخص ہوں کہ جس نے تیر مارا ہے'' پھر دوسرے لوگوں نے تیر بارانی شروع کر دی اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں نکلے چنانچہ زیاد ابن ابوسفیان کا غلام یسار میدان میں آیا اور اس کے مقابلے میں عبداللہ بن عمیر گئے تو یسار ان سے کہنے لگا، تو کون ہے، انہوں نے اپنا نام ونسب اسے بتایا تو وہ کہنے لگا ''میں تجھے نہیں پہچانتا میرے مقابلہ میں تو زہیر بن قین یا حبیب ابن مظاہر نکلے تو عبداللہ بن عمیر نے اس سے کہا کہ اے زن فاحشہ کے بیٹے! تجھ میں بھی یہ ہمت ہے کہ کسی کے مقابلے سے روگردانی کرے۔

پھر انہوں نے اس پر حملہ کر کے اپنی تلوار سے ایسا وار کیا کہ اسے ٹھنڈا کر دیا وہ اسے مارنے میں مشغول ہی تھی کہ عبیداللہ بن زیاد کے غلام سالم نے ان پر حملہ کر دیا تو اصحاب حسینؑ نے پکار کر کہا کہ ''تمہیں غلام نے آ گھیرا'' وہ اس کی طرف ملتفت نہ ہوئے یہاں تک کہ اس نے آپ کے سر پر آ کر جلدی سے اپنی تلوار کا وار کر دیا جسے ابن عمیر نے بائیں ہاتھ پر لیا تو ان کی ہتھیلی سے انگلیاں کٹ گئیں پھر انہوں نے اس پر بھرپور حملہ کیا اور تلوار مار کر اسے بھی قتل کر دیا جب ان دونوں کو قتل کیا تو آپ رجز پڑھتے ہوئے کہہ رہے تھے

ان تنکرونی فانا بن الکلب انی امر ذومرۃ وغضب ولست بالخوار
عند النکب

''اگر مجھے نہیں پہچانتے تو میں ابن کلب ہوں۔ میں صاحب قوت وغضب جوان

مرد ہوں اور مصیبت کے وقت کمزور نہیں ہوں۔"

عمرو بن حجاج نے اصحاب حسین علیہ السلام کے میمنہ پر ان لوگوں کو ساتھ لے کر جو اہل کوفہ میں سے اس کی کمان میں سے تھے حملہ کر دیا اور جب وہ اصحاب حسینؑ کے قریب پہنچا تو وہ باوفا اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور ان پر نیزے تان لیے اور ان کے گھوڑے نیزوں کی طرف نہ بڑھ سکے پس گھوڑے واپس مڑنے لگے تو اصحاب حسینؑ نے ان پر تیر برسائے اور ان سے کچھ لوگوں کو پچھاڑ دیا اور کچھ کو زخمی کر دیا۔

بنی تمیم اعبداللہ بن خوزہ نامی شخص آ کر لشکر حسین علیہ السلام کی طرف بڑھا تو اس کی قوم نے اسے پکار کر کہا کہاں جا رہے ہو؟ تو اس نے کہا

رب رحیم اور شفیع مطاع (شفاعت کرنے والے جس کی شفاعت اثر رسا ہے) کی طرف جا رہا ہوں۔

تو امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ "یہ کون ہے؟"

تو عرض کیا گیا کہ "یہ ابن خوزہ تمیمی ہے۔"

تو آپ نے فرمایا

خدایا! اسے جہنم کی آگ کی طرف لے جا۔

اس کا گھوڑا اسے لیے ایک گڑھے میں لڑکھڑا گیا جس سے وہ گرا اور اس کا بایاں پاؤں تو رکاب میں پھنس گیا اور دایاں اوپر (ہوا میں) اٹھ گیا پس مسلم بن عوسجہ نے حملہ کر کے اس کے دائیں پاؤں پر تلوار ماری اور وہ اڑ گیا اور اس کا گھوڑا اسے لیے دوڑا جو اس کے سر کو ہر پتھر اور ڈھیلے سے پٹختا تھا یہاں تک کہ وہ مردود مر گیا اور خدا اس کی روح کو جلدی جہنم کی آگ میں لے گیا اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی اور جناب حر بن یزید نے عمر بن سعد کے لشکر پر حملہ کیا اور وہ عنترہ کا قول بطور تمثیل کہنے لگے

مازلت ارمیهم بغرة وجهه
ولبانه حتی تسربل بالدم

"میں ہمیشہ اپنے گھوڑے کے چہرہ کی سفیدی اور اس کے سینہ سے انہیں مارتا رہا یہاں تک کہ اس نے خون کی قمیض پہن لی۔"

پس آپ کے مقابلہ میں بنی حارث کا ایک شخص نکلا جو یزید بن سفیان سے پکارا جاتا تھا تو جناب حر نے اسے قتل کرنے میں دیر نہ لگائی۔ نافع بن ہلال نکلے اور وہ کہہ رہے تھے کہ

انا ابن هلال البجلی
انا علی دین علی علیہ السلام

میں　ہلال　بجلی　کا　بیٹا　ہوں
میں　علیؑ　کے　دین　پر　ہوں

پس ان کی طرف مزاحم بن حریث نکلا اور اس نے کہا

میں عثمان کے دین پر ہوں

تو نافع نے اس سے کہا کہ ’’تو شیطان کے دین پر ہے‘‘ اور اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا، پھر عمرو بن حجاج نے چیخ کر لوگوں سے کہا کہ

اے احمق اور بیوقوف! تمہیں معلوم بھی ہے کہ کن سے جنگ کر رہے ہو؟ تمہاری جنگ شہرک شاہ سواروں کے ساتھ ہے اور ایسی قوم سے لڑ رہے ہو جو مرنا چاہتے ہیں، تم میں سے کوئی بھی تنہا ان کے مقابلے میں نہ نکلے وہ تو تھوڑے سے ہیں اور تھوڑی دیر باقی رہیں گے خدا کی قسم اگر تم انہیں صرف پتھروں سے مارو تب بھی انہیں قتل کر دو گے‘‘ تو عمر بن سعد نے کہا کہ

تو نے سچ کہا رائے وہی ہے جو تو نے سمجھی۔

پس اس نے لوگوں کے پاس کسی کو بھیجا اور انہیں قسم دی کہ

تم میں سے کوئی شخص ان میں سے کسی کے مقابلہ میں نہ نکلے۔

پھر عمرو بن حجاج اور اس کے ساتھیوں نے دریائے فرات کی جانب سے حملہ کر دیا ایک گھنٹہ تک ایک دوسرے سے تلوار زنی کرتے رہے پس مسلم بن عوسجہ اسدی پچھاڑ دیئے گئے خدا کی ان پر رحمت ہو اور عمرو اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس چلا گیا۔

غبار جنگ ختم ہوا تو جناب مسلم کو پچھڑا ہوا پایا گیا پس امام حسینؑ چل کر ان کے پاس پہنچے ابھی ان کے کچھ سانس باقی تھے تو آپ نے فرمایا:

خدا تم پر رحم کرے اے مسلم!

منهم من قضى نحبه و منهم من ينتظر و ما بدلوا تبديلا

’’ان میں سے بعض نے اپنی آرزو پوری کر لی اور بعض منتظر ہیں اور انہیں نے کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔‘‘

حبیب ابن مظاہر ان کے قریب ہوئے اور فرمایا کہ

اے مسلم! آپ کا پچھاڑا جانا مجھ پر دشوار گزار ہے آپ کو جنت کی بشارت ہو۔

تو مسلم نے نحیف آواز میں جواب دیا خدا آپ کو خیر کی بشارت دے۔

جناب حبیب ان سے کہنے لگے

اگر مجھے یہ علم نہ ہوتا کہ میں اسی گھڑی آپ کے پیچھے آرہا ہوں تو میں دوست رکھتا کہ آپ مجھے ہر اس چیز کی وصیت فرماتے جو آپ کے نزدیک اہم ہے۔

دشمن قوم امام حسینؑ کی طرف دوبارہ پلٹی شمر بن ذی الجوشن نے میسرہ کے ساتھ میسرہ والوں پر حملہ کیا لیکن انہوں نے ثابت قدم رہتے ہوئے اس پر نیزے برسائے۔امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب پر ہر طرف س حملہ ہوا لیکن اصحاب حسینی نے ڈٹ کر جنگ کی ان کے شاہ سوار بتیس ہونے کے باوجود حملے کرتے رہے۔پس جدھر حملہ کرتے اس طرف کا صفایا کر جاتے۔

جس وقت اہل کوفہ کے گھڑسواروں کے افسر عروہ بن قیس نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے عمر بن سعد کو کہلا بھیجا۔

کیا تم دیکھتے نہیں ہو جو کچھ میرے گھڑسوار ان مختصر سے لوگوں سے آج جھیل رہے ہیں ان کی طرف پیادہ فوج اور تیراندازوں کو بھیجو۔

تو اس نے تیراندازوں کو بھیجا۔

جناب حر بن یزید کا گھوڑا امارا گیا تو ہو وہ پیدل ہو گئے اور کہہ رہے تھے کہ

ان تعصرونی فانا بن الحر
اشجع من ذی لبدھزیر

”اگر تم نے میرا گھوڑا امار کر مجھے پیادہ کر دیا، تو میں آزاد مرد کا بیٹا ہوں اور شیر سے زیادہ بہادر ہوں۔“

آپ نے تلوار سے ان پر حملہ کیا تو کئی لوگوں نے آپ کا گھیراؤ کر لیا۔ایوب بن مسرح اور ایک کوفی شاہسوار آپ کے قتل کرنے میں شریک ہوئے اصحاب حسینؑ نے ان سے ڈٹ کر جنگ کی یہاں تک کہ دو پہر ہو گئی۔

جب تیراندازوں کے سردار حصین بن نمیر نے اصحاب حسینی کا صبر و استقلال دیکھا تو اپنے پانچ سو تیر انداز ساتھیوں کو اصحاب حسینؑ پر تیروں کی بوچھاڑ کرنے کا حکم دیا۔لہٰذا انہوں نے تیر بارانی کر کے تھوڑی ہی دیر میں ان کے گھوڑے مار دیئے اور مردوں کو زخمی کر دیا ایک گھڑی تو جنگ شدت اختیار کر گئی شمر بن ذی الجوشن اپنے ساتھیوں سمیت آیا تو حضرت زہیر بن قین نے دس اصحاب حسینؑ کے ساتھ ان پر حملہ کر کے خیام سے دور بھگا دیا۔شمر بن ذی الجوشن ان کی طرف مڑا تو حضرت زہیر نے کچھ دشمنوں کو مار دیا اور یا فیو کو ان کے

ٹھکانوں کی طرف پہنچا دیا۔

اصحاب امام حسینؑ کم تھے اس لیے ان کا قتل واضح وظاہر ہو جاتا تھا لیکن عمر بن سعد کی فوج میں مظاہرہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ بہت زیادہ تھے سخت جنگ اور پے در پے حملے جاری رہے زوال آفتاب تک امام حسینؑ کے اصحاب میں سے بہت مارے گئے اور زخمی ہوئے۔اس وقت آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز خوف پڑھی۔

امام حسینؑ کے ساتھیوں میں سے حنظہ بن سعد شامی پیش قدمی کرتے ہوئے بلند آواز سے پکارے۔

اے اہل کوفہ!

یاقوم انی اخف علیکم مثل یوم الاحزاب

یا قوم انی اخاف علیکم یوم التناد

اے قوم مجھے تم پر احزاب جیسے دن کا خوف ہے

اے قوم مجھے تم پر قیامت کے دن کا خوف ہے

اے قوم حسینؑ کو قتل نہ کرو۔

فیسحتکم اللہ بعذات وقد خاب من افتری

''پس اللہ تمہیں عذاب سے ہلاک کرے گا جو بہتان و افتراء باندھے وہ ناکام ہے۔''

پھر وہ آگے بڑھے اور جنگ کی یہاں تک کہ وہ شہادت پا گئے خدا کی ان پر رحمت ہو۔

آپ کے بعد شاکر کے غلام شوذب بڑھے اور عرض کی السلام علیک یا ابا عبداللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔میں آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں پھر انہوں نے جنگ کی اور شہید ہو گئے ان پر خدا کی رحمت ہو۔

پھر عابس بن شبیب شاکری آگے آئے امام حسینؑ کی خدمت میں سلام عرض کیا آپ سے الوداع ہو کر جا کر جنگ کی اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

یہ سلسلہ جاری رہا آپ کے اصحاب باری باری پیش قدمی کرتے اور شہادت پاتے گئے یہاں تک کہ امام حسین کے ساتھ صرف آپ کے مخصوص اہل خاندان رہ گئے۔

پس آپ کے فرزند جناب علی بن الحسینؑ (علی اکبرؑ) آگے بڑھے جن کی والدہ جناب لیلیٰ بنت ابی قرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں۔وہ (شہزادہ علی اکبرؑ) سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے اس وقت آپ کی عمر انیس سال تھی انہوں نے دشمن پر حملہ کیا اور وہ یہ کہہ رہے تھے

انا علی بن الحسین بن علی

نحن و بیت الله اولی بالنبیﷺ
تالله لایحکم فینا ابن الدعی
اضرب بالسیف احامی عن ابیؑ
ضرب غلام ہاشمی قرشی

''میں علی بن حسینؑ بن علیؑ ہوں خانہ خدا کی قسم ہم نبی کریمؐ کے زیادہ حق دار ہیں، خدا کی قسم ہم میں حرام زادے کا حکم نہیں چل سکتا میں اپنے باپؑ کی حمایت کرتے ہوئے تلوار کی ضرب لگاؤں گا، یہ وار ایک نوجوان ہاشمی وقرشی کا ہوگا۔''

آپ نے کئی مرتبہ حملہ کیا اور اہل کوفہ آپ کو شہید کرنے (مقابلہ کرنے) سے خوف کھاتے تھے۔ آپ کو مرہ بن منقذ عبدی نے دیکھا تو کہا کہ

تمام عرب کے گناہ مجھ پر ہوں اگر یہ میرے قریب سے گزرے اور اسی طرح کرے جس طرح اب تک کرتا رہا ہے اور میں اس کے باپ کو اس کے غم میں نہ رلاؤں۔

پس آپؑ حملہ کرتے ہوئے اس کے قریب سے گزرے تو مرہ بن منقذ آپؑ کے سامنے آیا اور اس نے آپؑ کو نیزہ مار کر پچھاڑ دیا اور دشمن قوم نے آپ کو گھیر لیا اور اپنی تلواروں سے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

پھر امام حسینؑ آئے اور ان کے پاس رک گئے اور فرمایا

بیٹا خدا اس قوم کو قتل کرے جس نے تمہیں قتل کیا ''انہیں خدائے رحمن اور ہتک حرمت رسولؐ پر کتنی جرأت پیدا ہوگئی ہے۔

اور آپ کی آنکھوں س آنسو بہنے لگے پھر فرمایا کہ

تیرے بعد دنیا پر خاک ہے۔

اور جناب زینبؑ، حسینؑ کی بہن تیزی سے نکلیں اور وہ پکار رہی تھیں کہ ہائے میرے بھائی، ہائے میرے بھتیجے! اور آ کر اکبرؑ کی لاش لاش پر گر پڑیں اور امام حسینؑ نے ان کے سر کو اٹھایا اور انہیں خیمہ میں واپس لے گئے اور پھر اپنے نوجوانوں کو حکم دیا کہ

''اپنے بھائی کو اٹھا لاؤ'' یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو اس خیمہ کے سامنے لا کر رکھ دیا کہ جس کے بالمقابل وہ جنگ کرتے تھے۔

پھر عمر بن سعد کے ساتھیوں میں سے عمرو بن صبیح نامی شخص نے عبداللہ بن مسلم بن عقیلؑ کو ایک تیر مارا تو عبداللہ نے اس سے بچنے کے لیے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ دیا تو تیر آپ کی ہتھیلی میں لگ کر پیشانی سے یوں پیوست

ہو گیا کہ ہاتھ کو پیشانی کے ساتھ مضبوطی سے پیوند کر دیا کہ وہ اسے حرکت نہیں دے سکتے تھے پھر دوسرا شخص ان تک آپہنچا اور اس نے ان کے دل پر نیزہ مار کر انہیں شہید کر دیا۔

عبداللہ بن قطبہ طائی نے عون بن عبداللہ بن جعفر پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا۔

عامر بن نہشل تمیمی نے محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ ہم اس حالت میں تھے کہ اچانک ایک نوخیز عمر لڑکا ہمارے سامنے نکلا گویا وہ چاند کا ٹکڑا تھا کہ جس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اس نے قمیض، تہبند اور جوتا پہن رکھا تھا کہ جس کے ایک پاؤں کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا تو مجھ سے عمر بن سعد بن نفیل ازدی نے کہا ''خدا کی قسم میں اس پر ضرور حملہ کروں گا'' میں نے کہا، سبحان اللہ! اور اس سے تیرا کون سا مقصد وارادہ پورا ہوگا، چھوڑ اس کو تیری طرف سے تیری قوم وفوج ہی کافی ہو رہے گی وہ ان میں کسی ایک کو نہیں چھوڑے گی۔

وہ لعین کہنے لگا ''خدا کی قسم میں اس پر ضرور حملہ کروں گا۔''

پس اس نے شہزادے پر حملہ کر دیا اور وہ واپس نہیں لوٹا یہاں تک کہ اس نے ان کے سر پر تلوار ماری اور ان کا سر کھل گیا اور منہ کے بل گرتے ہوئے پکارے ''اے چچا'' پس حسینؑ اس طرح جھپٹے جس طرح باز اپنے شکار پر جھپٹتا ہے پھر انہوں نے غضب ناک شیر کی طرح حملہ کیا اور عمر بن سعد بن نفیل کو ایک تلوار ماری اس نے وار کو بازو سے روکنا چاہا تو آپ نے اسے کہنی سے کاٹ دیا پس اس نے چیخ ماری جسے پورے لشکر نے سنا پھر حسینؑ اس سے الگ ہو گئے کوفہ کے گھڑسواروں نے اسے چھڑوانے کے لیے حملہ کیا تو گھوڑوں نے اسے اپنے سموں سے روند ڈالا یہاں تک کہ وہ (مردود) مر گیا اور جب غبار صاف ہوا تو میں نے حسینؑ کو دیکھا کہ وہ شہزادے کے سرھانے کھڑے ہیں اور وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور حسینؑ فرما رہے ہیں ''دوری ہے اس قوم کے لیے جس نے تجھے قتل کیا اور جن کا مدمقابل قیامت کے دن تیری طرف سے تیرا نانا ہوگا پھر آپ نے فرمایا کہ تیرے چچا کے لیے دشوار ہے کہ تو اسے بلائے اور وہ اسے جواب نہ دے سکے یا تجھے جواب دے تو آواز تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے، خدا کی قسم (تیرے چچا کے) دشمن زیادہ اور مددگار کم ہیں پھر آپ نے اسے اپنے سینہ پر اٹھایا اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ شہزادے کے قدم زمین پر خط دے رہے تھے اور آپؑ نے اسے لا کر اپنے بیٹے علی اکبر بن الحسینؑ علیہما السلام اور اپنے خاندان کے دوسرے مقتولین کے پاس رکھ دیا اور میں نے اس شہزادے کے متعلق سوال کیا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ قاسم بن حسن بن علی ابن ابی طالبؑ ہے۔

پھر امام حسینؑ خیمے کے سامنے بیٹھ گئے اور آپؑ کے پاس آپ کے بیٹے عبداللہ بن حسینؑ (کہ جن کا نام علی اصغرؑ بن حسینؑ بیان کیا جاتا ہے) کو لے آئے اور وہ بچہ تھا اور آپ نے انہیں اپنی گود میں بٹھایا تو بنی اسد کے ایک شخص نے اسے تیر مارا اور ذبح کر دیا، پس امام حسینؑ نے اس کا خون چلو میں لیا جب آپ کی ہتھیلی اس سے پر ہو گئی

تو اسے زمین پر گرا دیا اور عرض کیا کہ اے پروردگار اگر تو نے ہماری مدد و نصرت آسمان سے روک دی ہے تو اس کے عوض وہ کچھ قرار دے جو اس سے بہتر ہے اور ظالم قوم سے ہمارا بدلہ لے پھر اس بچہ کو اٹھایا اور اپنے اہل بیت کے مقتولین کے ساتھ اسے رکھ دیا۔

عبداللہ بن عقبہ غنوی نے ابوبکر بن حسنؑ بن علی ابن ابی طالبؑ کو تیر مارا اور انہیں شہید کر دیا۔

پھر جب جناب عباسؑ نے اپنے خاندان کے مقتولین کی کثرت دیکھی تو اپنے مادری بھائیوں سے کہا جو کہ عبداللہ، جعفر اور عثمان تھے۔

اے میرے ماں جائے بھائیو آگے بڑھو تا کہ میں دیکھوں کہ تم نے خدا اور اس کے رسولؐ کے لیے خلوص اور نصیحت کا مظاہرہ کیا ہے کیونکہ تمہاری تو کوئی اولاد نہیں (کہ تمہیں کسی قسم کا فکر ہو)

پس عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ میدان میں نکلے اور سخت جنگ کی پھر ہانی بن ثبیت (یا شبیب) حضرمی اور آپ نے ایک دوسرے پر تلوار کے وار کئے اور ہانی نے انہیں شہید کر دیا۔

اور ان کے بعد جعفر بن علیؑ آگے بڑھے اور انہیں بھی ہانی نے شہید کیا۔

اور خولی بن یزید اصبحی لعین نے عثمان بن علی علیہ السلام کا ارادہ کیا اور وہ اپنے بھائیوں کی جگہ پر کھڑے تھے اس لعین نے انہیں تیر مار کر پچھاڑ دیا اور بنی دارم کے ایک شخص نے ان پر حملہ کر کے ان کا سر قلم کر دیا۔

اور اس جماعت نابکار نے امام حسینؑ پر حملہ کیا یہاں تک کہ وہ آپ کے لشکر پر غالب آ گئے آپ کو سخت پیاس لگی تو آپ فرات کے بند پر گئے اور دریائے فرات کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔

آپ کے سامنے آپ کے بھائی حضرت عباس تھے ابن سعد ملعون کے گھڑسوار درمیان میں حائل ہو گئے۔ ان میں سے بنی دارم کا ایک شخص ان (کے اپنے ساتھیوں) سے کہنے لگا۔

تمہارے لیے ہلاکت و افسوس ہو اس کے اور فرات کے درمیان رکاوٹ بن جاؤ اور پانی کی طرف راہ نہ دو۔ اس پر امام حسینؑ نے فرمایا

خدایا اس کو پیاسا رکھنا'' اس دارمی نے غصہ میں آ کر آپ کو ایک کے گلوئے اطہر میں پیوست ہو گیا آپ نے وہ تیر نکالا اور اپنے حلق کے نیچے ہاتھ رکھ دیا تو آپ کی دونوں ہتھیلیاں خون سے پر ہو گئیں پھر آپ نے وہ خون پھینک دیا اور کہا

خدایا میں تیری بارگاہ میں جو کچھ تیرے نبی کی بیٹی کے بیٹے کے ساتھ ہو رہا ہے، اس کی شکایت کرتا ہوں۔

پھر آپ اپنی جگہ پر پلٹ آئے اور آپ پر پیاس کی شدت تھی۔

دشمن نے جناب عباس کو گھیر لیا اور انہیں جناب حسینؑ سے جدا کر دیا اور وہ تنہا جنگ کرتے کرتے شہید ہو گئے، خدا ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے آپ کو زید بن ورقاء حنفی اور حکیم بن طفیل سنبی (یا شنبسی) نے اس وقت

قتل کیا جب کہ آپ زخموں سے چور ہو چکے تھے اور ہلنے کی طاقت باقی نہیں رہی تھی (یہ یاد رہے کہ مولف چونکہ اختصار کر رہے ہیں لہٰذا انہوں نے شہدا کے واقعات اور ان کی جنگ کی تفصیلات نقل نہیں کیں لہٰذا تفصیلات کے لیے دوسری کتب کی طرف رجوع کریں، مترجم) اور جب امام حسینؑ دریا کے بند سے خیمہ کی طرف پلٹ آئے تو شمر بن ذی الجوشن اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ آگے بڑھا اور انہوں نے آپ کو گھیر لیا پس ان میں سے ایک شخص جسے مالک بن یسر کندی کہا جاتا تھا زیادہ تیزی دکھا رہا تھا۔

اس (لعین) نے امام حسینؑ کے سر پر تلوار ماری اور آ کے سر پر ایک ٹوپی تھی اس ضرب نے اس کو کاٹ دیا اور سر تک جا پہنچی جس سے خون بہنے لگا اور ٹوپی خون سے پر ہو گئی تو حسینؑ نے اسے فرمایا تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھا پی نہیں سکے گا اور خدا تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے گا'' پھر آپ نے وہ ٹوپی پھینک دی اور کپڑے کا ایک ٹکڑا منگوایا کہ جس سے سر کو باندھ لیا اور دوسری ٹوپی منگوا کر پہنی اور اس پر آپ نے عمامہ باندھا۔

اور شمر بن ذی الجوشن اور جو لعین اس کے ساتھ تھے وہ اپنی جگہ واپس چلے گئے پس آپ تھوڑی دیر تک ٹھہرے رہے پھر آپ میدان کی طرف لوٹے وہ ملاعین بھی آپ کی طرف لوٹ آئے اور آپ کو گھیر لیا۔

ناگاہ عبداللہ بن حسنؑ بن علیؑ جو کہ ابھی بچے تھے اور حد بلوغ کو نہیں پہنچے تھے عورتوں کے ہاں سے فوج کی طرف نکلے اور وہ تیزی سے دوڑ کر اپنے چچا حسینؑ کے پاس آ کھڑے ہوئے تو ان کی پھوپھی جناب زینبؑ بنت علی علیہا السلام بچہ کے پاس پہنچیں تا کہ اسے روکیں اور حسینؑ نے بھی فرمایا

''اے بہن اس کو روک لو۔'' تو بچہ نے سختی سے انکار کر دیا اور کہا کہ

نہیں خدا کی قسم میں اپنے چچا سے جدا نہیں ہوں گا۔

اور ابجر بن کعب لعین حسینؑ کی طرف تلوار لے کر لپکا تو بچے نے اسے کہا کہ

اے خبیث عورت کے بیٹے! کیا تو میرے چچا کو قتل کرے گا؟

پس ابجر نے شہزادے کو تلوار ماری بچے نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا اس نے چمڑے تک ہاتھ کاٹ دیا اور اس وقت وہ ہاتھ لٹکنے لگا اور بچے نے پکار کر کہا ''ہائے اماں'' پس حسینؑ نے بچے کو پکڑ کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا کہ

اے میرے بھائی کی یادگار! اس مصیبت پر صبر کرو جو تم پر نازل ہوئی ہے اور اس کے بدلے خدا سے بہتری کی توقع رکھو بے شک وہ تجھے اپنے نیک اور صالح آباء و اجداد سے ملا دے گا۔

پھر امام حسینؑ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور فرمایا

خدایا پس اگر کچھ وقت تک انہیں دنیا کے منافع سے بہرہ ور رکھنا ہے تو انہیں فرقوں میں بانٹ دے اور انہیں مختلف گروہوں میں قرار دے اور ان سے والیوں اور حاکموں کو کبھی راضی نہ رکھنا کیونکہ انہوں نے ہمیں بلایا تھا کہ یہ ہماری مدد کریں گے پھر انہوں نے ہم پر زیادتی کی اور ہمیں قتل کیا۔

پیدل فوج نے دائیں بائیں حملہ کر کے امام حسینؑ کے بچے ہوئے ساتھیوں میں سے سوائے تین چار افراد کے سب کو شہید کر دیا۔

جب حسینؑ نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے یمنی شلوار منگوائی کہ جس میں سے دکھائی دیتا تھا (سوراخ تھے) پھر اسے جگہ جگہ سے پھاڑ کر پہنا تا کہ آپ کی شہادت کے بعد اس کو اتارا نہ جائے لیکن جب آپؑ شہید ہوئے تو اجبر بن کعب نے جا کر وہ شلوار اتار لی اور آپ کی لاش کو برہنہ چھوڑ دیا۔

اس واقعہ کے بعد اجبر بن کعب کے ہاتھ گرمیوں میں خشک ہو جاتے گویا وہ خشک لکڑی ہیں اور سردیوں میں ان میں رطوبت آ جاتی تھی اور ان سے خون اور پیپ بہتی تھی یہاں تک کہ خدا نے اسے ہلاک کر دیا۔

جب امام حسینؑ کے پاس سوائے اپنے خاندان کے تین افراد کے کوئی بھی باقی نہ رہا تو (بوسیدہ لباس پہن کر) آپ دشمن کی طرف بڑھے اور انہیں اپنے سے دور کرنے لگے اور وہ تین افراد آپ کی حمایت و مدد کرتے رہے یہاں تک کہ وہ بھی مارے گئے اور پ تنہا رہ گئے سر اور بدن کے زخموں سے چور چور (باوجود اس کے) آپ دشمن پر تلوار سے حملہ کرتے تھے اور وہ دائیں بائیں منتشر ہو جاتے تھے۔

حمید بن مسلم کہتا ہے "خدا کی قسم میں نے کبھی اتنا شدید زخمی شخص نہ دیکھا تھا کہ جس کے بیٹے، اہل خاندان اور اصحاب مارے گئے ہوں اور اس کا دل اپنے مقصد کے حصول میں اتنا مضبوط ہو حسینؑ کی حالت یوں تھی کہ جب آپ پر پیدل فوج حملہ کرتی تو آپ تلوار لے کر ان پر حملہ آور ہوتے تو وہ یوں دائیں بائیں بھاگتے جسے بکریاں، بھیڑیے کے حملہ کے وقت بھاگتی ہیں۔

پس جب شمر بن ذی الجوشن نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے گھڑسواروں کو بلایا جو پیدل فوج کی پشت پر آ گئے پھر اس نے انہیں آپ پر تیر بارانی کا حکم دیا تو انہوں نے آپ پر اتنے تیر برسائے کہ آپ خار پشت کی طرح ہو گئے۔ (خار پشت یعنی جس کی پشت پر بے شمار کانٹے ہوتے ہیں)

پھر آپ کچھ دیر کے تو قوم اشقیاء آپ کے بالمقابل کھڑے ہو گئے۔ آپ کی بہن زینبؑ خیمے کے دروازے تک آئیں اور عمر بن سعد بن ابی وقاص کو پکار کر فرمایا

اے عمر! کیا ابوعبداللہ قتل ہو رہے ہوں اور تو انہیں دیکھ رہا ہے۔

تو عمر نے اس مخدرہ کو کوئی جواب نہ دیا۔

بی بی نے پکار کر کہا کہ

تمہاری تباہی ہو کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں ہے۔ پھر بھی کسی نے جواب نہیں دیا۔

بلکہ شمر بن ذی الجوشن نے گھڑسواروں اور پیادوں سے کہا کہ

ہلاک ہو جاؤ تم اس شخص کے معاملہ میں کس چیز کے منتظر ہو، تمہاری مائیں تم پر روئیں۔

پھر انہوں نے آپ پر ہر طرف سے حملہ کر دیا زرعہ بن شریک نے آپ کے بائیں کندھے پر تلوار ماری اور اسے کاٹ دیا اور ایک دوسرے نے آپ کے شانہ پر ضرب لگائی تو اس سے آپ منہ کے بل گر گئے اور سنان بن انس نخعی نے آپ کو نیزہ مارا جس نے آپ کو پچھاڑ دیا اور تیزی سے آپ کی طرف خولی بن یزید اصبحی بڑھا تا کہ آپ کا سر قلم کر دے پس وہ لعین کانپنے لگا تو شمر نے اس سے کہا کہ

خدا تیرے بازو کاٹ کر ٹکڑے کرے تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو کانپ رہا ہے؟

پھر شمر لعین گھوڑے سے اتر کر آپ کی طرف گیا اور اس نے آپ کو ذبح کیا اور سر کاٹ کر خولی بن یزید کو دیا اور کہا کہ اسے امیر عمر بن سعد کے پاس لے جاؤ۔

اس کے بعد وہ حسینؑ کی لاش کو لوٹنے لگے آپ کی قمیض اسحاق بن حویۃ حضرمی، شلوار ابجر بن کعب آپ کا عمامہ اخنس بن مرثد اور آپ کی تلوار بنی دارم کا ایک شخص لے گیا اور انہوں نے آپ کے خیمے لوٹے اور آپ کے اونٹ اور سامان اور آپ کی خواتین سے ہر چیز چھین لی۔

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ خدا کی قسم

میں آپ کی ازواج، بیٹیوں اور خاندان کی عورتوں کو دیکھ رہا تھا ان کی پشت سے چادر چھینی جاتی تھی اور وہ خاتون اپنی طرف کھینچتی یہاں تک کہ مغلوب ہو جاتی اور چادر اس سے چھین لی جاتی۔

پھر ہم علیؑ بن الحسینؑ تک پہنچے وہ بستر پر پڑے تھے اور بہت بیمار تھے۔ شمر کے ساتھ پیادوں کا ایک دستہ تھا وہ کہنے لگے کہ اس بیمار کو کیوں نہیں قتل کرتے؟ تو میں نے کہا کہ سبحان اللہ! کیا بچے بھی قتل کیے جائیں گے وہ تو ابھی بچہ ہے اور جس بیماری میں وہ مبتلا ہے وہی اس کے لیے کافی ہے اور میں اصرار کرتا رہا یہاں تک میں نے انہیں اس سے ہٹایا عمر بن سعد آیا تو مستورات نے اس کے سامنے چیخ و پکار کی تو وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ تم میں سے کوئی بھی ان عورتوں کے خیموں میں داخل نہ ہو اور نہ کوئی اس بیمار لڑکے سے معترض ہو تو عورتوں نے اس سے کہا کہ جو چادریں چھینی گئی ہیں وہ انہیں واپس کی جائیں تا کہ وہ پردہ کر سکیں تو وہ کہنے لگا کہ جس کسی نے مال و متاع میں سے کچھ لیا ہے وہ انہیں واپس کر دے لیکن خدا کی قسم کسی نے کوئی چیز واپس نہ کی، پس اس نے بڑے خیمے اور عورتوں کے خیمے اور علی بن حسین علیہ السلام پر اپنے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کو مقرر کیا اور کہنے لگا کہ ان کی نگرانی کرنا کہ ان میں سے کوئی نکل نہ جائے لیکن ان سے کوئی برا سلوک نہ کرنا پھر وہ اپنے خیمہ میں لوٹ آیا اور اپنے اصحاب سے کہنے لگا

کون حسینؑ پر گھوڑے دوڑائے گا تا کہ وہ ان کی لاش کو پائمال کرے۔

پس ان میں سے دس آدمی گھوڑے دوڑانے کے لیے تیار ہوئے کہ جن میں اسحاق بن حیوۃ اور اخنس بن مرثد تھے پس انہوں نے حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے یہاں تک کہ آپ کی پشت کی ہڈیاں روند ڈالیں اور

اسی جمعہ جو کہ عاشورہ کا دن تھا عمر بن سعد نے خولی بن یزید اصبحی اور حمید بن مسلم ازدی کے ساتھ حسینؑ کا سر عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا اور اس نے حکم دیا تو آپ کے باقی اصحاب اور اہل بیت کے سر بھی کاٹ لیے گئے اور وہ بہتر سر تھے اور ان کے ساتھ شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج کو بھیجا وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ انہیں لے کر عبیداللہ بن زیاد کے پاس پہنچے اور خود عمر نے اس دن اور دوسرے دن زوال تک وہیں قیام کیا پھر لوگوں میں کوچ کرنے کی منادی کرائی اور کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ حسینؑ کی بیٹیاں، بہنیں اور خواتین جو ان کے ساتھ آئی تھیں وہ سب بچے اور ان میں امام علیؑ بن الحسینؑ بھی تھے جو کہ معدے یا دل کی بیماری میں مبتلا اور قریب المرگ تھے جب ابن سعد چلا گیا تو بنی اسد میں سے ایک قوم جو غاضریہ بستی میں اترے ہوئے تھے امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب (کے لاشوں) کی طرف نکلی اور انہوں نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور وہیں دفن کیا جہاں پر آج آپ کی قبر مبارک ہے اور ان کے بیٹے علی بن الحسینؑ اصغر کو (بنسبت امام زین العابدین کے ورنہ اکبر مشہور ہیں) آپ کی پائنتی کی طرف دفن کیا اور انہوں نے آپ کے اصحاب اور اہل بیت کے لیے جو آپ کے گرد شہید ہوئے پڑے تھے ایک گڑھا امام حسینؑ کی پائنتی کی طرف کھودا اور ان سب کو جمع کر کے ایک جگہ دفن کر دیا اور انہوں نے جناب عباسؑ بن علیؑ کو وہاں دفن کیا جہاں وہ اضریہ کے راستہ پر شہید ہوئے تھے جہاں اب آپ کی قبر ہے (یہ کیفیت عام مورخین سے منقول ہے ورنہ روایات اہل بیت سے ثابت ہے کہ امام زین العابدینؑ نے اعجازِ امامت سے بنی اسد کے تعاون سے شہداء خصوصاً امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ کو دفن کیا، مترجم)

اور جب سر حسینؑ پہنچ گیا اور سر کے پہنچنے کے دوسرے دن عمر بن سعد پہنچ گیا کہ جس کے ساتھ امام حسینؑ کی شہزادیاں اور دوسرے اہل خانہ تھے، تو ابن زیاد دربار عام کے طور پر قصر الامارہ میں آ کر بیٹھا اور لوگوں کو اذن عام دیا اور سر کو حاضر کرنے کا حکم دیا، پس اسے اس لعین کے سامنے رکھا گیا اور وہ اس سر مطہر کی طرف دیکھ کر ہنستا تھا اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی جو وہ آپ کے دندانِ مبارک پر مارتا تھا اس کے پہلو میں زید بن ارقم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی بیٹھے ہوئے تھے جو کافی بوڑھے ہو گئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ وہ چھڑی سے آپ کے دندانِ مبارک کو مار رہا ہے تو اس سے کہا

اپنی چھڑی ان دونوں ہونٹوں سے ہٹا لے مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں نے رسولؐ کے دونوں لب ہائے مبارک انہی لبوں پر اتنی بار دیکھے ہیں کہ جن کا میں شمار نہیں کر سکتا۔

پھر وہ بلند آواز سے رونے لگے تو ابن زیاد نے کہا کہ

، دا تیری آنکھوں کو رلائے کیا تم اللہ کی دی ہوئی فتح پر روتے ہو اور اگر تو بہت بوڑھا اور بے ہودہ باتیں کرنے والا نہ ہوتا اور تیری عقل زائل نہ ہوگئی ہوتی تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔

پس زید بن ارقم اس کے دربار سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے گھر چلے گئے۔

امام حسینؑ کے اہل وعیال دربار ابن زیاد میں داخل ہوئے تو خواہر امام حسینؑ بی بی زینبؑ بدحال و بوسیدہ لباس میں تھیں آپ قصر میں ایک طرف جا بیٹھیں اور آپ کی کنیزوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا۔

ابن زیاد (نے دیکھا تو) کہنے لگا یہ ایک طرف جا کر بیٹھنے والی کون ہے جس کے ساتھ باقی مستورات بھی ہیں؟

بی بی زینبؑ نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے سوال دہرایا۔

تو آپ کی ایک کنیز نے اسے کہا کہ یہ زینبؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر فاطمہؑ کی بیٹی ہیں۔

اس پر ابن زیاد آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا

حمد ہے اس خدا کی جس نے تمہیں رسوا اور قتل کیا اور تمہاری بات کو جھوٹا کر دکھایا۔

تو جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا

حمد ہے اس خدا کی جس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ہمیں عزت و کرامت بخشی اور جس نے ہمیں رجس اور پلیدگی سے دور رکھا جو پاک رکھنے کا حق ہے، فاسق شخص ذلیل و رسوا ہوتا ہے اور فاجر جھوٹ بولتا ہے اور الحمد للہ وہ ہمارے غیر ہے (یعنی ہم نہیں ہیں)

تو ابن زیاد کہنے لگا کہ

جو اللہ نے تمہارے گھر والوں کے ساتھ کیا اس میں تمہاری کیا رائے ہے؟

تو آپ نے فرمایا کہ

ان پر شہادت لکھ دی گئی تھی اور وہ اپنی آرام گاہ کی طرف چلے گئے اور عنقریب خدا تجھے اور انہیں اکٹھا کرلے گا پس اس کی بارگاہ میں تم آپس میں احتجاج کرو گے اور اپنا مقدمہ پیش کرو گے۔

تو اس سے ابن زیاد آگ بگولہ ہو گیا تو عمرو بن حریث نے کہا کہ

اے امیر یہ عورت ہے اور عورت کا اس کی بات پر مواخذہ نہیں کیا جاتا اور اس کی خطا پر اس کی مذمت نہیں کی جاتی۔

تو ابن زیاد نے بی بی زینبؑ سے کہا: تیرے سرکش و نافرمان خاندان سے خدا نے مجھے سکون بخشا۔

پس آپ پر رقت طاری ہوگئی اور رو پڑیں اور فرمایا مجھے میری جان کی قسم تو نے میرے جوانوں کو قتل میرے خاندان کو برباد کیا اور میری شاخ کو کاٹا اور میری جڑ کو اکھاڑ پھینکا، اگر اس سے تجھے تسلی و تشفی ہو تو بے شک تو نے تشفی حاصل کر لی ہے۔

ابن زیاد نے آپؑ کے متعلق کہا کہ ''یہ عورت مقفی و مسجع گفتگو کرتی ہے اور اس کا باپ بھی مسجع شاعر تھا۔

تو آپؑ نے فرمایا کہ

عورت کو کیا واسطہ کہ وہ مسجع گفتگو کرے یہ تو میرے دل کی حقیقت حال بات ہے جو میں نے کہی۔
حضرت علیؑ بن الحسینؑ کو اس کے سامنے لایا گیا تو وہ کہنے لگا۔
تم کون ہو؟ فرمایا میں علیؑ بن الحسینؑ ہوں تو وہ بولا کہ
کیا علیؑ بن الحسینؑ کو اللہ نے قتل نہیں کیا ہے؟
تو آپ نے فرمایا کہ
میرے ایک بھائی کا نام بھی علی تھا اسے (تم) لوگوں نے قتل کیا ہے تو ابن زیاد کہنے لگا بلکہ خدا نے قتل کیا ہے۔
علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا کہ

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا

''خدا تو نفسوں کو ان کی موت کے وقت پورے طور پر لیتا ہے۔''

تو ابن زیاد غصہ میں آ گیا اور اس نے کہا کہ
تم میں میرے جواب دینے کی سکت و جرأت اور میری تردید کرنے کی تجھ میں ہمت باقی ہے؟ لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔
اس پر آپ کی پھوپھی جناب زینبؑ آپ سے لپٹ گئیں اور فرمایا
اے ابن زیاد تیرے لیے ہمارے خون جو تو لے چکا ہے کافی ہیں اور ان کی گردن پر اپنی گردن رکھ دی اور کہنے لگیں ''خدا کی قسم میں ان سے جدا نہیں ہوں گی۔''
اگر انہیں قتل کرنا ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دے۔
پس ابن زیاد نے ان دونوں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا کہ
رشتہ بھی عجیب چیز ہے خدا کی قسم مجھے گمان ہے کہ وہ اس بات کو پسند کرتی ہے کہ میں اسے بھی اس کے ساتھ قتل کر دوں، اس کو چھوڑ دو۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس بیماری میں وہ ہے وہی اس کے لیے کافی ہے۔
پھر اپنی محفل سے اٹھ کر قصر سے باہر نکلا اور مسجد میں جا کر منبر پر گیا اور کہنے لگا کہ
حمد ہے اس خدا کی جس نے حق اور اہل حق کو واضح اور امیر المومنین یزید اور ان کی جماعت کی مدد کی اور (معاذ اللہ) جھوٹے کے جھوٹے بیٹے اور اس کے گروہ کو قتل کیا۔
پس اس کے سامنے عبداللہ بن عفیف ازدی کھڑے ہو گئے اور وہ امیر المومنینؑ کے شیعوں میں سے تھے اور انہوں نے اس سے کہا کہ
اے دشمن خدا تحقیق تو، تیرا باپ اور وہ جس نے تجھے والی بنایا اور اس کا باپ سب کذاب و جھوٹے ہیں

اے مرجانہ کے بیٹے! تو انبیاء کی اولاد کو قتل کرتا ہے اور منبر پر صدیقین کی جگہ بیٹھتا ہے۔

ابن زیاد کہنے لگا کہ ''اس کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ'' پس سپاہیوں نے انہیں گرفتار کر لیا، تو انہوں نے قبیلہ ازد کا شعار (وہ مخصوص لفظ جو لڑائی کے وقت اپنے لشکر کو پکارنے کے لیے استعمال کرتے ہیں) پکارا تو ان میں سے پانچ سو افراد جمع ہو گئے اور وہ انہیں سپاہیوں کے چنگل سے چھڑوا کر لے گئے جب رات ہوئی تو ابن زیاد نے ان کے پاس کسی کو بھیجا جس نے انہیں گھر سے نکال کر ان کی گردن اڑا دی اور مقام سبخہ میں انہیں (لاش کو) سولی پر لٹکا دیا خدا ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

جب صبح ہوئی تو ابن زیاد نے سر امام حسینؑ کو کوفہ کے سب گلی کوچوں اور قبائل میں پھیرانے کے لیے بھیجا۔

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ

آپ کا سر میرے قریب سے نیزہ پر سوار گزارا گیا میں اپنے بالا خانے پر تھا جب آپ کا سر میرے سامنے آیا تو میں نے اسے کہتے ہوئے سنا

امر حسبت ان اصحاب الکهف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا

''کیا تیرا گمان ہے کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری عجیب آیات میں سے ہیں''

تو خدا کی قسم میرے بال گھبراہٹ سے کھڑے ہو گئے اور میں نے پکار کر کہا کہ خدا کی قسم اے فرزند رسولؐ آپ کا سر بہت ہی عجیب ہے اور جب کوفہ میں سر کو گردش دے چکے تو اسے قصر کے دروازے کی طرف واپس لے گئے اور وہ سرؑ، ابن زیاد نے زحر بن قیس کو دیا اور آپ کے اصحاب کے سر بھی اسی کے حوالے کر کے اس کو یزید بن معاویہ کے پاس بھیجا اور اس کے ساتھ ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابوظبیان کو کوفہ کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا، یہاں تک کہ وہ یزید بن معاویہ کے پاس دمشق میں پہنچے۔

عبداللہ بن ربیعہ حمیری کی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ

میں یزید بن معاویہ کے پاس دمشق میں تھا کہ اچانک زحر بن قیس آ کر زید کے پاس پہنچا تو یزید نے اسے کہا تیرے لیے ویل ہو۔ تیرے پیچھے کیا حال ہے اور تو کیا خبر لایا ہے؟

تو وہ کہنے لگا

اے امیر المومنین کے امیرؑ (یزید)! آپ کو بشارت ہو اللہ کی فتح و نصرت کی حسینؑ بن علیؑ اپنے اہل بیت میں سے اٹھارہ اور اپنے شعیوں میں سے ساٹھ افراد کے ساتھ وارد ہوئے پس ہم ان کی طرف بڑھے اور سوال کیا کہ وہ اپنے آپ کو (ہمارے) حوالے کر دیں اور وہ امیر عبیداللہ بن زیاد کے حکم کو مانیں (بیعت کریں) یا جنگ کریں تو انہوں نے اپنے آپ کو سپرد کرنے کی بجائے جنگ کو منتخب کیا، پس ہم سورج نکلتے ہی ان کی طرف دوڑ پڑے اور انہیں ہر طرف سے گھیر لیا یہاں تک کہ جب تلواروں نے اپنی جگہ اس قوم کے سروں میں لے لی تو وہ بغیر

کسی پناہ گاہ کے بھاگنے لگے اور ٹیلوں اور گڑھوں میں پناہ لینے لگے جس طرح کبوتر باز سے پناہ لیتا ہے پس خدا کی قسم اے امیر المومنین نہیں گزرا مگر کسی اونٹ کو نحر کرنے کا وقفہ یا قیلولہ کرنے والے کی نیند جتنا وقت یہاں تک کہ ہم ان سب کو ختم کر دیا، تو یہ لیجیے کہ ان کے جسم ننگے پڑے ہوئے ہیں اور ان کے کپڑوں پر ریت پڑی ہے اور ان کے رخسار خاک آلود ہیں، ان پر تمازت آفتاب پڑ رہی ہے اور ہوائیں چل رہی ہیں ان کی زیارت عقاب اور کوے کر رہے ہیں۔

پس یزید نے تھوڑی دیر سر جھکائے رکھا پھر سر اٹھا کر کہنے لگا کہ میں قتل حسینؑ کے علاوہ تمہاری ہر اطاعت کو پسند کرتا ہوں۔

یاد رکھو اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اسے معاف کر دیتا (یزید یہ ظاہراً کہہ رہا تھا تا کہ الزام مجھ پر نہ آئے حالانکہ قتل کا حکم اس نے خود دیا تھا)۔

ادھر عبید اللہ ابن زیاد نے سر حسینؑ کو روانہ کر دینے کے بعد عورتوں اور بچوں کی تیاری اور علی بن الحسینؑ (سید سجاد) کے لیے گردن میں طوق پہنانے کا حکم دیا اور سروں کے پیچھے پیچھے محفر بن ثعلبہ عائذی اور شمر بن ذی الجوشن کے ہمراہ روانہ کیا لہٰذا وہ اس قافلہ کو لے کر اتنے تیز چلے کہ ان لوگوں کو جا ملے جو سر لے کر جا رہے تھے۔ پورے راستہ میں علی بن حسینؑ نے ان لوگوں سے کوئی بات نہیں کی جو سر لے کر جا رہے تھے یہاں تک کہ وہ پہنچے اور یزید کے دروازے پر آئے تو محفر نے بلند آواز سے پکار کر کہا

یہ محفر بن ثعلبہ ہے جو امیر المومنین کے پاس لئام و فجرہ یعنی کمینے اور فاجر لوگوں کو لے کر حاضر ہوا ہے (نعوذ باللہ) تو (ساری راہ خاموش رہنے والے سید سجاد) حضرت علی بن الحسینؑ نے فرمایا

محفر کی ماں نے محفر سے زیادہ بد اور کمینہ پیدا نہیں کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب یزید کے سامنے سر رکھے گئے جن میں امام حسینؑ کا سر بھی تھا تو یزید نے کہا

فخلق هاما من رجال اعزة
علينا وهم كانوا اعق وأظما

"پس چاک کئے گئے ایسے مردوں کے سر جو ہمیں بہت عزیز تھے لیکن وہ زیادہ نافرمان اور زیادہ ظالم تھے۔"

تو مروان بن حکم کے بھائی یحییٰ بن حکم نے جو یزید کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہا

لهام بادنى الطف ادنى قرابة
من ابن زياد العبد ذى الحب الوغل

امية امسى لسلها عدو الحصى

وبنت رسول الله ليس لها نسل

”البتہ وہ سر جو میدان کربلا کے زیادہ قریب تھے وہ زیادہ نزدیکی تھے ابن زیاد غلام سے کہ جس کا حسب نسب ملحق کیا گیا ہے امیہ کی نسل تو کنکریوں کے برابر ہے اور رسول اللہؐ کی بیٹی کی کوئی نسل نہیں رہی۔“

تو یزید نے یحییٰ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا کہ خاموش ہو جا پھر اس نے علیؑ بن الحسینؑ سے کہا کہ اے فرزندِ رسولؐ! آپ کے والد نے مجھ سے قطع رحمی کی اور میرے حق کو فراموش کیا اور میری سلطنت میں مجھ سے نزاع کی تو خدا نے ان کے ساتھ جو کیا وہ آپ نے دیکھ لیا۔

توعلیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا

ما اصاب من مصيبة فى الارض ولا فى انفسكم الا فى كتاب من قبل ان نبرا ها ان ذلك على الله يسير

”زمین میں یا تمہارے نفسوں میں کوئی مصیبت نہیں آتی مگر وہ ایک کتاب میں ہے اس سے پہلے کہ وہ مصیبت ہم ایجاد کریں بے شک یہ چیز تیرے رب کے لیے آسان ہے۔“

تو یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا کہ

ان کے قول کی تردید کرو، لیکن خالد نہ سمجھ سکا کہ وہ کسی طرح تردید کرے تو یزید نے کہا تم کہو

ما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم يعفو عن كثير

”جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے تو وہ ان اعمال کی وجہ سے ہے کہ جنہیں تم خود بجالائے ہو اور بہت سے کاموں کو تو وہ معاف کر دیتا ہے۔“

پھر اس نے عورتوں اور بچوں کو بلایا اور جنہیں اس لعین کے سامنے بٹھایا گیا جب اس نے ان کی بری حالت دیکھی تو کہنے لگا کہ

خدا برا کرے ابن مرجانہ کا، اگر اس کے اور تمہارے درمیان قرابت اور رشتہ داری ہوتی تو تمہارے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا اور نہ تمہیں اس حالت میں بھیجتا (مولف علامہ نے اختصار کی بناء پر اکثر واقعات کوفہ سے شام اور کوفہ کے بازار اور یزید کے دربار کے چھوڑ دیئے ہیں اور اسی طرح یزید کے بہت سے کلمات کہ جن سے اس

کا کفر اور بے دینی ثابت ہے اور یہ کہ وہ واقعۂ کربلا پر خوش ہوا، ذکر نہیں کیا، یہ کلمات جو ذکر ہوئے ہیں اگر اس نے کہے ہیں تو وہ بھی صرف سیاست کی بنا پر ورنہ شمر، ابن سعد اور ابن زیاد سے یہ زیادہ کمینہ اور خبیث تھا، مترجم)

جناب فاطمہ بنت الحسینؑ فرماتی ہیں:

جب ہم لوگ یزید کے سامنے بیٹھ گئے تو وہ ہمارے ساتھ کچھ نرمی کا اظہار کرنے لگا اس اثناء میں اہل شام میں سے ایک سرخ رنگ شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا، اے امیر المومنین! مجھے یہ لڑکی بخش دو اور وہ مجھے مراد لے رہا تھا اور میں ایک پاکدامن لڑکی تھی پس میں کانپنے لگی اور میں نے گمان کیا کہ شاید یوں بخشا ان کے ہاں درست ہو، پس میں نے اپنی پھوپھی جناب زینب کا دامن پکڑ لیا اور وہ جانتی تھیں کہ یہ نہیں ہو سکتا تو میری پھوپھی نے اسے جواب دیا تو نے غلط بات کہی ہے یہ نہیں ہو سکتا خدا کی قسم تو نے کمینگی کا اظہار کیا ہے خدا کی قسم اس کا نہ تجھے حق ہے اور نہ اس کو پس یزید غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا کہ تو غلط کہتی ہے (معاذ اللہ) یہ مجھے حق پہنچتا ہے اگر میں ایسا کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں تو آپؑ نے فرمایا، ہرگز نہیں، خدا نے تجھے اتنا اختیار نہیں دیا مگر یہ کہ تو ہماری ملت و دین سے نکل کر کوئی اور دین و ملت اختیار کرے، پس اس سے وہ لعین آگ بگولہ ہو گیا اور کہا کہ تو میرے سامنے یہ گفتگو کرتی ہے، دین سے تو (معاذ اللہ) تیرا بھائی اور تیرا باپ نکل گئے تھے، تو آپؑ نے فرمایا کہ اگر تم مسلمان ہو تو پھر اللہ اور میرے باپ و بھائی کے دین سے تو تم نے تیرے دادا اور تیرے باپ نے ہدایت حاصل کی ہے۔

وہ کہنے لگا کہ اے خدا کی دشمن تم غلطی کہتی ہو۔ (معاذ اللہ)

آپؑ نے فرمایا اس وقت حکومت کے گھمنڈ میں گالیاں دے کر اذیت دے رہا ہے اور اپنی سلطنت کے نشہ میں غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے؟

اس سے گویا اس نے کچھ حیا کی اور خاموش ہو گیا۔

شامی نے دوبارہ سوال کیا اور کہا کہ یہ لڑکی مجھے دے دو۔

یزید نے اسے کہا: خدا تجھے فیصلہ شدہ موت دے باز رہو۔

پھر یزید نے عورتوں کے متعلق حکم دیا کہ

انہیں علیحدہ مکان میں ٹھہرایا جائے اور ان کے ساتھ ان کا بھائی علیؑ بن الحسینؑ بھی ہو۔

پس ان کے لیے یزید کے مکان کے متصل ایک مکان علیحدہ کیا گیا اور وہ کچھ دن وہاں رہے پھر اس نے نعمان بن بشیر کو بلایا اور اس سے کہا کہ

تیاری کرو تا کہ تم عورتوں کو مدینہ لے جاؤ اور انہیں بھیجنا چاہا تو علیؑ بن الحسینؑ کو علیحدگی میں بلایا اور کہا کہ خدا ابن مرجانہ پر لعنت کرے۔ خدا کی قسم کاش میں آپ کے باپ کے پاس ہوتا تو جو کچھ وہ مانگتے میں ضرور دیتا اور جہاں تک مجھ سے ہو سکتا میں موت سے انہیں بچاتا لیکن خدا نے فیصلہ کیا جو آپ نے دیکھا

(یہ خبیث بکواس کررہا ہے) ورنہ ولید کو خط اسی نے لکھا، حرم کعبہ میں آپ کو گرفتار کرنے اور قتل کرنے کا منصوبہ اسی نے بنایا۔ عبیداللہ کو سرجون کے مشورہ سے جناب مسلم اور سیدالشہداء اور انکے ساتھیوں کو شہید کرانے کے لیے اسی نے کوفہ کا حاکم بنایا اور اسے ہدایت دیں اب چونکہ رائے عامہ اس کے خلاف ہوگئی تھی لہٰذا کبھی کبھی یہ باتیں کرتا تھا ورنہ یہ اخبث ترین مردم تھا جیسا کہ اس کے سیرت و کردار سے واضح ہے (مترجم) آپ مدینہ جا کر مجھ سے خط و کتابت جاری رکھنا اور جو بھی کوئی حاجت و ضرورت ہو تو وہ مجھ تک پہنچانا اور آپ کی خدمت میں آپ کے لیے اور آپ کی مستورات کے لیے کچھ لباس پیش کیے اور ان کے ساتھ نعمان بن بشیر کے دستہ میں ایک قاصد کو بھی بھیجا اور اسے حکم دیا

انہیں رات کو سفر کرائے اور انہیں آگے آگے رکھے تاکہ وہ اس کی نگرانی میں ہوں اور وہ جہاں کہیں بھی اترے تو وہ ان سے ایک طرف رہے اور وہ اور اس کے ساتھی محافظین کی طرح ان سے دور ہو جائیں اور ان سے اس طرح پیش آئیں کہ اگر ان میں سے کوئی وضو یا قضائے حاجت کرنا چاہتا ہو تو اسے شرم اور کوئی جھجک محسوس نہ ہو۔

پس وہ قاصد بھی نعمان کے دیگر ساتھیوں کے ساتھ ان کی معیت میں چلا اور راستے میں مسلسل انہیں منزل بمنزل ٹھہراتا اور ان سے مدارات و نرمی کرتا رہا جس طرح یزید نے کہا تھا اور ان کی رعایت کرتا رہا جہاں تک کہ وہ مدینہ میں جا پہنچے۔

شہادتِ امام حسینؑ کی خبر کا مدینے پہنچنا

جب ابن زیاد نے سر حسینؑ یزید کی طرف روانہ کیا تو اس نے عبدالملک بن ابوالحدیث (یا حریث) سلمی کو اپنے پاس بلا کر اسے کہا کہ

تم مدینے میں عمرو بن سعید بن وقاص کے پاس جاؤ اور اسے حسینؑ کے قتل ہونے کی بشارت دو۔

تو عبدالملک کہتا ہے کہ

میں اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف چلا پس مجھے قریش کا ایک شخص ملا جس نے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ میں نے کہا کہ خبر حاکم کے پاس چل کر سنو تو وہ کہنے لگا کہ

اناللہ و انا الیہ راجعون، خدا کی قسم، حسینؑ شہید ہو گئے ہیں اور جب میں عمرو بن سعد کے دربار میں داخل ہوا تو اس نے پوچھا کہ تیرے پیچھے کیا ہے؟ میں نے کہا وہ کچھ جو امیر کو خوش کرے حسینؑ بن علیؑ مارے گئے ہیں، تو وہ کہنے لگا کہ باہر جا کر لوگوں میں اعلان کرو، پس میں نے اعلان کیا تو میں نے اس قسم کی آہ بکا اور واویلا و فریاد کبھی نہیں سنی تھی جیسی بنی ہاشم کے گھروں سے حسین بن علی پر ان کی شہادت کی خبر سننے پر ان سے سنی۔

پھر میں عمرو بن سعید کے دربار میں داخل ہوا تو مجھے دیکھ کر ہنسا اور بطورِ تمثیل عمرو بن معدی کرب کا شعر پڑھا

عجبت نساء بنی زیاد عجۃ
کعجیج نسوتنا عذاۃ الارنب

''بنی زیاد کی عورتوں نے اس طرح چیخ و پکار کی جس طرح ارنب کی صبح ہماری عورتوں کی چیخ و پکار تھی۔''

پھر عمرو نے کہا کہ

یہ واویلا فریاد عثمان کی داد و فریاد کے بدلے ہے۔

پھر اس نے منبر پر جا کر لوگوں کو جناب حسینؑ بن علیؑ کے قتل ہونے کی خبر بتائی اور یزید بن معاویہ کے لیے دعا کر کے منبر سے نیچے آ گیا۔

جناب عبداللہ بن جعفر بن ابوطالبؑ کا ایک غلام ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں ان کے بیٹوں کے شہید ہونے کی خبر دی تو انہوں نے اناللہ کہا تو جناب عبداللہ کا غلام ابوسلاسل کہنے لگا یہ وہ مصیبت ہے جو ہمیں حسینؑ بن علیؑ کی وجہ سے ملی ہے جس پر جناب عبداللہ نے اس کو جوتا دے مارا اور کہا

اے بدکار عورت کے بیٹے! تو حسین علیہ السلام کے متعلق یہ کہتا ہے؟

خدا کی قسم اگر میں بھی ان کے پاس ہوتا تو ان پر قربان ہوئے بغیر الگ ہونا پسند نہ کرتا۔ بے شک آپ ایسے ہی مقام پر تھے جس کے لیے میں نے اپنے بیٹوں کو قربان کیا اور راہ خدا میں دیا ان دونوں کی جو مصیبت مجھے پہنچی ہے اس کی ڈھارس مجھے اس سے ہوئی ہے کہ وہ میرے بھائی و چچازاد کا ساتھ دیتے ہوئے ثابت قدمی و صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے مارے گئے ہیں۔ پھر وہ اپنے ہمنشینوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا

حمد ہے خدا کی کہ جس نے حسینؑ کے پچھاڑے جانے کی مجھے یوں تسلی دی ہے کہ اگر میں خود اپنے ہاتھوں ان کی مدد نہیں کر سکا تو میرے بیٹوں نے ان کی مدد کی ہے۔

بی بی ام لقمان بنت حضرت عقیل بن ابوطالب رحمۃ اللہ علیہم اپنی بہنوں ام ہانی، اسماء رملہ اور زینب دختران عقیل بن ابوطالب رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ شہادت امام حسینؑ کی خبر سن کر ننگے سر باہر نکلیں اور وہ میدان کربلا میں اپنے شہادت پا جانے والے مقتولین پر گریہ کرتے ہوئے کہہ رہیں تھیں

ما ذاتقولون ان قال النبی لکم
ماذافعلتم وانتم آخر الا مم

بعترتی وباھلی بعد مفتقدی
منھم اساریٰ و قتلی ضرجوا بدم
ماکان ھذا جزائی اذ نصحت لکم
ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحمی

''کیا کہو گے جب نبی کریمؐ نے تم سے پوچھا کہ میرے جانے کے بعد تم نے میری عترت اور اہل بیت سے کیا سلوک کیا حالانکہ تم آخری امت ہو، ان میں سے بعض قید ہوئے اور بعض قتل ہو کر خون آلود ہوئے۔
جب میں نے تمہیں نصیحت کی تو میرا بدلہ یہ نہیں تھا کہ میرے عزیزوں کے ساتھ تم میرے بعد برا سلوک کرو۔

پس جب اس دن کی رات آئی کہ جس میں عمرو بن سعد نے امام حسینؑ کی شہادت کے سلسلے میں مدینہ میں خطبہ دیا تھا تورات کے پردے میں اہل مدینے نے کسی منادی کی آواز سنی کہ جس کی پکار تھی لیکن وہ نظر نہیں آتا تھا۔

ایھا القاتلون جھلا حسینا
ابشروا بالعذاب والتنکیل
کل اھل السماء یدعو علیکم
من نبی و ملئک وقبیل
قد لعنتم علی لسان بن داؤد
موسی وصاحب الانجیل

''اے حسینؑ کو جہالت و نادانی سے مارنے والو تمہیں عذاب و سخت و سزا کی بشارت ہو۔ تمام اہل آسمان خواہ وہ نبی ہوں یا ملائکہ یا خدا کے برگزیدہ اطاعت گزار بندے سب تمہارے لیے بددعا کرتے ہیں تمہیں حضرت ابن داؤدؑ و موسیٰؑ اور صاحب انجیل (حضرت عیسیٰؑ) کی زبان پر لعنت کی گئی ہے۔''

شہداء بنی ہاشم در کربلا

میدان کربلا میں امام حسین کے خاندان سے شہید ہونے والے افراد کے اسماء درج ذیل ہیں جن کی تعداد سترہ ہے اور اٹھارویں خود امام حسین علیہ السلام ہیں۔

۱۔عباس ۲۔عبداللہ ۳۔جعفر ۴۔عثمان

(یہ چاروں حضرت امیرالمومنین علیؑ کے فرزند ہیں ان کی مادر گرامی ام البنینؑ ہیں)

۵۔عبداللہ ۶۔ابوبکر

(یہ دونوں بھی امیرالمومنین کے صاحب زادے ہیں ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ثقفیہ ہیں)

۷۔علی ۸۔عبداللہ

(یہ دونوں امام حسینؑ کے فرزند ہیں)

۹۔قاسم ۱۰۔ابوبکر ۱۱۔عبداللہ

(یہ حضرات امام حسنؑ بن علیؑ کے فرزند ہیں)

۱۲۔محمد ۱۳۔عون

(یہ دونوں جناب عبداللہ بن جعفر بن ابوطالبؑ کے فرزند ہیں)

۱۴۔عبداللہ ۱۵۔جعفر ۱۶۔عبدالرحمن

(یہ جناب عقیلؑ بن ابوطالبؑ کے فرزند ہیں)

اور ۱۷۔محمد بن ابوسعید بن عقیل بن ابوطالب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

یہ سترہ افراد بنی ہاشم رضوان اللہ علیہم اجمعین امام حسینؑ کے بھائی، آپ کے بھتیجے اور آپ کے دو چچوں جعفر اور عقیل کے بیٹے ہیں اور یہ سارے کے سارے آپ کی پائنتی کی طرف روضہ مبارک میں دفن ہیں ان کے لیے ایک گڑھا کھودا گیا اور سب حضرات کو اس میں رکھ کر مٹی ڈال دی گئی سوائے جناب عباسؑ بن علی علیہ السلام کے، وہ اپنی شہادت گاہ میں دفن ہوئے جو دریا کے بند پر غاضریہ کے راستہ میں ہے اور ان کی قبر مبارک واضح طور پر موجود ہے البتہ آنحضرت کے باقی بھائیوں اور اہل خاندان کہ جن کے ہم نے نام گنوائے ہیں انکی قبروں کا کوئی نشان موجود نہیں پس زائر امام حسینؑ کی قبر کے پاس ان کی زیارت کرتا اور اس زمین کی طرف سلام کا اشارہ کرتا ہے جو آپ کے پائنتی کی طرف ہے اور علیؑ بن الحسینؑ بھی انہیں میں داخل ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ امام حسینؑ کے زیادہ قریب دفن ہیں۔ باقی رہے اصحاب حسینؑ رحمۃ اللہ علیہم جو کہ آپ کے ساتھ شہید ہوئے اور وہ آپ کے گرد و اطراف میں دفن ہیں ہم ان کی قبور تحقیق و تفصیل کے ساتھ معلوم نہیں کر سکے مگر اس میں شک نہیں کہ حائر حسینی ان سب کو گھیرے ہوئے ہے خدا ان سے راضی رہے اور انہیں جنات نعیم میں سکونت بخشے۔

جناب امام حسینؑ کے کچھ فضائل ومصائب اور زیارت کی فضیلت

سعید بن راشد نے یعلی بن مرہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

حسین علیہ السلام منی وانا من الحسین احب اللہ من احب حسینا
حسین سبط من الاسباط

''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں، خدا اس سے محبت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرے، حسینؑ اسباط (نواسوں) میں سے ایک سبط (نواسہ) ہیں۔''

اور ابن لہیعہ نے ابوعوانہ سے رسول اللہ تک لے جا کر روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ حسنؑ وحسینؑ عرش کی زینت ہیں اور جنت نے عرض کیا کہ اے پروردگار تو نے مجھے ضعفاء اور مساکین کا مسکن بنایا ہے تو خداوند عالم نے فرمایا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ میں نے تیرے ارکان کو حسنؑ اور حسینؑ سے زینت دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جنت اس سے پھولی نہیں سماتی تھی جس طرح دلہن خوشی میں نازونخروں سے چلتی ہے۔

عبداللہ بن میمون قداح نے جعفر بن محمد صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ نے آنحضورؐ کے سامنے کشتی لڑی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ شاباش حسنؑ پکڑو حسینؑ کو، تو جناب فاطمہؑ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ کیا آپ بڑے کو چھوٹے پر ابھارتے ہیں؟ تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ چونکہ یہ جبرائیل حسینؑ سے کہہ رہے ہے شاباش حسینؑ حسنؑ کو پکڑلو (یعنی میں اس کے جواب میں حسنؑ کو کہتا ہوں)۔

ابراہیم بن رافع نے اپنے باپ سے جس نے آگے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ حسنؑ وحسینؑ حج کی طرف پیدل جارہے تھے تو جس سوار کے قریب گزرتے وہ (آپ کے احترام میں) اتر کر پیدل چلنے لگتا پس بعض لوگوں پہ (پیدل چلنا) گراں گزرا تو انہوں نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ ہمارے لیے چلنا مشکل ہے لیکن یہ بھی اچھا نہیں سمجھتے کہ سوار ہوں اور یہ دونوں سید وسردار پیدل چل رہے ہوں، تو سعد نے عرض کیا کہ اے ابومحمد! جو لوگ آپ کے ساتھ جارہے ہیں اور ان میں سے کچھ کے لیے چلنا دشوار ہے اور لوگ جب آپ کو چلتا دیکھتے ہیں تو ان کے دل یہ نہیں چاہتے کہ سوار ہوں لہذا کیا ہی اچھا ہو کہ آپ دونوں سوار ہوجائیں، تو امام حسنؑ نے فرمایا، ہم سوار تو نہیں ہوں گے کیونکہ ہم نے اپنے اوپر پر لازم قرار دیا ہے کہ بیت اللہ کی طرف اپنے قدموں سے چل کر جائیں

گے لیکن ہم اس راستہ سے عدول کر لیتے ہیں، پس وہ لوگوں سے ایک طرف ہو گئے۔

اوزاعی نے عبداللہ بن شداد سے جس نے ام الفضل بنت حارث سے یہ روایت کی ہے کہ وہ رسول اللہؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی، تو عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میں نے آج رات ایک برا خواب دیکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگی کہ گویا آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ تو نے اچھا خواب دیکھا، فاطمہ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری گود میں رہے گا۔ پس جناب فاطمہؑ کے ہاں حسینؑ پیدا ہوئے ام الفضل کہتی ہیں کہ وہ رسول اللہؐ کے فرمان کے مطابق میری آغوش میں بھی رہتے۔ پس میں ایک دن حسینؑ کو لے کر نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور انہیں آپؐ کی گود میں رکھ دیا پھر میں نے کن اکھیوں سے دیکھا تو اچانک رسول اللہؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو میں نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ ابھی جبرائیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت عنقریب میرے اس بیٹے کو شہید کر دے گی اور میرے پاس اس کی تربت کی خاک بھی لے کر آیا ہے جو کہ سرخ ہے۔

سماک نے ابن مخارق سے اس نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اللہؐ بیٹھے ہوئے تھے اور حسینؑ آپ کی گود میں تشریف فرما تھے، اچانک آپ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! میں آپؐ پر قربان جاؤں کیا ہو گیا ہے کہ میں آپ کو روتے ہوئے دیکھ رہی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ جبرائیل میرے پاس آئے اور مجھے میرے بیٹے حسینؑ کی تعزیت کہی اور مجھے خبر دی کہ میری امت کا ایک گروہ اسے قتل کرے گا۔ خدا میری شفاعت انہیں نصیب نہ کرے۔

دوسری سند کے ساتھ ام سلمہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہؐ اٹھ کر باہر تشریف لے گئے اور کافی دیر تک ہم سے غائب رہے پھر وہ ہمارے ہاں آئے تو آپؐ کے بال پریشان اور جسم خاک سے اٹا ہوا تھا اور آپؐ کی مٹھی بند تھی تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں آپؐ کو پریشان بال اور غبار آلود دیکھ رہی ہوں! فرمایا مجھے اسی وقت عراق کی جگہ لے جایا گیا کہ جس کو کربلا کہتے ہیں پس مجھے وہاں میرے بیٹے حسینؑ اور اس کی اولاد اور میرے اہل بیت میں سے ایک جماعت کے گرنے کی جگہ دکھائی گئی اور میں مسلسل ان کے خون جمع کرتا رہا اور وہ یہ میرے ہاتھ میں ہے اور اسے میرے سامنے کھول دیا اور فرمایا یہ لے لو اور اسے حفاظت سے رکھو پس میں نے اسے آپؐ سے لیا تو وہ سرخ مٹی کی طرح تھا تو میں نے اسے ایک شیشی میں رکھ کر اس کا منہ باندھا اور اس کو محفوظ کر لیا، پھر جب حسینؑ مکہ سے عراق کی طرف نکلے تو ہر دن اور ہر رات میں اسی شیشی کو سونگھتی، اس کی طرف دیکھتی، ان کی مصیبت پر گریہ کرتی جب دسویں محرم کا دن آیا اور یہ وہی دن تھا کہ جس میں حسینؑ شہید ہوئے تو میں نے اس شیشی کو دن کے پہلے پہر نکالا تو وہ اپنی اصلی

حالت پر تھی پھر میں اس کے پاس دن کے آخر میں گئی تو اچانک وہ تازہ خون تھی تو کمرے میں میری چیخیں نکل گئیں اور میں روتی رہی لیکن میں نے ضبط سے کام لیا اور اسے چھپائے رہی کہ کہیں مدینہ میں ان کے دشمن سن کر خوشی کا اظہار نہ کریں۔ میں اس وقت اور اس دن کو یاد رکھے رہی یہاں تک کہ ان کی شہادت کی خبر دینے والا آیا اور اس نے خبر دی تو جو کچھ میں نے دیکھا تھا ثابت ہوگیا۔

روایت ہے کہ ایک دن نبی کریمؐ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے گرد علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ تھے تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہوگی جب تمہیں پچھاڑا جائے گا اور تمہاری قبریں الگ الگ ہوں گی تو حسینؑ نے عرض کیا ہم طبعی موت مریں گے یا قتل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا اے بیٹا تم اور تمہارے بھائی ظلم و تشدد کے ساتھ قتل ہوں گے اور تمہاری ذریت کو زمین میں در بدر کیا جائے گا تو حسینؑ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہمیں کون قتل کرے گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ بدترین لوگ تو آپؐ نے عرض کیا، کیا ہماری شہادت کے بعد کوئی ہماری زیارت بھی کرے گا آپؐ نے فرمایا کہ ہاں بیٹا! میری امت کا ایک گروہ مجھ سے نیکی اور تعلق برقرار رکھنے کی بناء پر تمہاری زیارت کرے گا، تو جب قیامت کا دن ہوگا تو میدان محشر میں میں ان کے پاس آؤں گا اور ان کے بازوؤں سے پکڑ کر قیامت کی ہولناکیوں، اس کے شدائد اور سختیوں سے انہیں نجات دوں گا۔

عبداللہ بن شریک عامری روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں اصحاب علیؑ سے سنا کرتا تھا جب عمر بن سعد مسجد کے دروازے سے داخل ہوتا تو آپؑ کہتے کہ

''یہ حسین بن علیؑ کا قاتل ہے۔'' اور یہ آپ کی شہادت سے کافی پہلے کی بات ہے۔

سالم بن ابوحفصہ روایت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

عمر بن سعد نے امام حسینؑ سے عرض کیا کہ

اے ابا عبداللہؑ! ہمارے ہاں کچھ بے وقوف لوگ ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میں آپؑ سے جنگ کروں گا۔

تو امام حسینؑ نے اس سے فرمایا کہ

وہ بے وقوف نہیں بلکہ وہ حلیم و بردبار ہیں اور یاد رکھو کہ میری آنکھوں کو یہ چیز ٹھنڈا رکھے گی کہ تم میرے بعد زیادہ دیر تک عراق کی گندم نہیں کھا سکو گے (میرے بعد تھوڑی مدت زندہ رہو گے)

یوسف بن عبدہ روایت کرتا ہے کہ میں نے محمد بن سیرین کو یہ کہتے سنا کہ آسمان میں یہ سرخی شہادت حسینؑ کے بعد سے ہی دیکھی گئی ہے۔

سعد اسکاف سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ یحییٰ بن زکریا کا قتل حرامزادہ تھا اور حسینؑ بن علیؑ کا قاتل بھی حرامزادہ تھا اور آسمان پر سرخی انہیں دونوں کی وجہ سے ہے۔

سفیان بن عینیہ نے علی بن زید سے انہوں نے علیؑ بن الحسینؑ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم امام حسینؑ کے ساتھ نکلے تو جب کسی منزل پر اترتے یا کسی منزل سے کوچ کرتے تو جناب یحییٰ بن زکریؑا کا ذکر اور ان کا شہید ہونا بیان کرتے ایک دن فرمایا کہ اللہ کے ہاں دنیا کی انتہائی کمینگی و بے غیرتی ہے کہ یحییٰ بن زکریا کا سر بنی اسرائیل کے ایک بدکار کے پاس بطور ہدیہ بھیجا گیا اخبار کثیرہ ایک دوسرے کی معاون ہیں کہ امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے قاتلوں میں سے ہر ایک اپنی طبعی موت سے پہلے ہی قتل وابتلاء کی رسوائی وذلت میں مبتلا ہوا۔

امام ہفتہ کے دن دس محرم ۶۱ھ اکسٹھ ہجری نماز ظہر کے بعد شہید مظلوم پیاسے اللہ کی رضا پر صابر و شاکر ہماری بیان کردہ حالت کے مطابق اس دنیا سے روانہ ہوئے اس وقت آپ کا سن مبارک اٹھاون سال تھا، ان میں سے سات سال اپنے نانا رسول اللہؐ چھتیس سال اپنے باپ جناب امیر المومنینؑ اور سینتالیس سال اپنے بھائی حسنؑ کے ساتھ رہے آپ کی مدت خلافت اپنے بھائی کے بعد گیارہ سال تھی آپ مہندی اور وسمہ کا خضاب لگاتے تھے اور جب آپ شہید ہوئے تو خضاب آپؑ کے رخساروں کے کناروں سے جدا ہو چکا تھا بہت سی روایات آئی ہیں جو آپ کے زیارت کی فضیلت بلکہ اس کے وجوب کے قریب میں ہیں۔

چنانچہ حضرت صادق جعفرؑ بن محمدؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ زیارت حسینؑ ہر اس شخص پر واجب ہے جو اللہ کی طرف سے حسینؑ کی امامت کا اقرار کرتا ہے آپؑ نے فرمایا کہ حسینؑ کی زیارت سو حج مبرور و قبول اور سو عمرہ مقبول کے برابر ہے اور رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو حسینؑ کی شہادت کے بعد ان کی زیارت کرے گا اس کے لیے جنت ہے!

اخبار و روایات اس بارے میں بہت زیادہ ہیں جن میں سے کافی تعداد ہم نے اپنی کتاب میں درج کی ہیں جو "مناسک مزار" کے ساتھ مشہور ہے۔

حسین بن علی علیہما السلام کی اولاد کا تذکرہ

امام حسینؑ کے چھ بچے ہیں۔

۱۔علیؑ بن الحسینؑ اکبر(زین العابدین)جن کی کنیت ابومحمد ہے اور آپ کی مادر گرامی جناب شاہ زنان بنت کسری یزدجرد ہیں۔

۲۔علیؑ بن الحسینؑ اصغر(علی اکبر)جو اپنے والد کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے اور ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور ان کی والدہ گرامی جناب لیلٰی بنت ابومرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ ہیں۔

۳۔جعفر بن حسین ان کی کوئی اولاد نہیں آپ کی والدہ قضاعیہ تھیں اور یہ(جعفر)حسینؑ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

۴۔عبداللہ بن حسینؑ(علی اصغر)وہ صغیر سنی میں اپنے باپ کے ساتھ شہید ہوئے وہ اپنے باپ کی گود میں تھے کہ تیر آیا اور اس نے انہیں ذبح کر دیا جن کا ذکر بھی پہلے ہو چکا ہے۔

۵۔سکینہؑ بنت الحسینؑ اور آپ کی والدہ جناب ربابؑ بنت امرء القیس بن عدی کلبیہ معدیہ ہیں اور آپ حضرت علی اصغر عبداللہ بن حسینؑ کی بھی والدہ ہیں۔

۶۔فاطمہؑ بنت الحسینؑ،ان کی مادر گرامی ام اسحاق بنت طلحہ ابن عبیداللہ تیمیہ ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امام علی زین العابدینؑ کے حالات

امام حسینؑ کے بعد والے امام کا ذکر، تاریخ ولادت، دلائل امامت، مدت خلافت، وقتِ وفات، اسباب وفات، قبر اولاد اور مختصر حالات زندگی

حسینؑ بن علیؑ کے بعد ان کے بیٹے ابو محمد علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ امام ہیں اور آپ کی کنیت ابو الحسن بھی تھی اور پ کی مادر گرامی جناب شاہ زنان بنت یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ ہیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کا نام شہر بانو تھا اور امیر المومنینؑ نے حریث بن جابر حنفی کو مشرقی جانب کا والی وحاکم بنایا تو اس نے آپ کی خدمت میں یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ کی دو شہزادیاں بھیجیں ان میں سے شاہ زنان آپ نے اپنے بیٹے حسینؑ کو بخش دی اور جس سے زین العابدینؑ اور دوسری بہن محمد بن ابوبکر کو بخشی جس سے قاسم بن محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے اور یہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔

امام علی بن الحسینؑ کی ولادت ۳۸ھ اڑتیس ہجری میں مدینہ میں ہوئی آپ اپنے جدامجد امیر المومنین کے ساتھ دو سال اپنے چچا امام حسنؑ کے ساتھ بارہ سال، اپنے والد بزرگوار امام حسین کے ساتھ تیس سال اور اپنے پدر گرامی کے بعد چونتیس سال رہے۔ آپؑ کی وفات مدینہ میں ۹۵ء پچانوے ہجری میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر ستاون سال تھی اور آپ کی امامت چونتیس سال رہی اور جنت البقیع میں اپنے چچا حسنؑ بن علیؑ کے پہلو میں دفن ہوئے آپ کی امامت کئی وجوہ اور طریقوں سے ثابت ہے۔

ایک یہ کہ آپ اپنے باپ کے بعد علم و عمل کے لحاظ سے اللہ کی پوری مخلوق سے بہتر تھے اور دلائل عقلی کی بناء پر امامت افضل کے لیے ہوسکتی ہے نہ کہ مفضول کے لیے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ اپنے باپ امام حسین کے فضیلت ونسب میں وارث وحقدار اور ان کے بعد ان کے مقام کے زیادہ لائق وحقدار تھے اور گذشتہ امام سے جو اس طرح کی لیاقت رکھے وہ اس کے مقام کا اپنے غیر سے (جو اس کی لیاقت نہیں رکھتا) زیادہ حقدار ہے کیونکہ آیۃ اولوالارحام کی اور جناب زکریاؑ کے واقعہ کی دلالت اسی پر ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہر زمانے میں امامت کا ہونا عقلی طور پر ضروری ہے اور علی بن الحسینؑ کے زمانے میں

جس کسی نے امامت کا خود دعویٰ کیا ہے یا اس کے علاوہ کسی نے اس کے لیے دعویٰ کیا ہے تو وہ خود بخود باطل و غلط ثابت ہو گیا (کسی اور شخص کے امامت کے اوصاف سے متصف نہ ہونے کی بناء پر، مترجم) تو امامت آپ کے حق میں ثابت ہوگی، کیونکہ زمانہ کا امام سے خالی رہنا محال ہے۔

چوتھی وجہ امامت صرف عترت رسولؐ میں خاص طور سے ثابت ہے۔ دلیل عقلی یعنی نظر وفکر اور نبی کریمؐ کی حدیث کی بناء پر اور جو محمد بن حنفیہؒ کے لیے دعویٰ کرتا ہے اس کا قول غلط ہے کیونکہ وہ نص سے خالی ہے تو ثابت ہوا کہ وہ علیؑ بن الحسینؑ کے لیے ہے کیونکہ عترت رسولؐ میں سوائے محمد بن حنفیہؒ کے کسی کے لیے امامت کا دعویٰ نہیں ہوا اور ہمارے ذکر کردہ بیان کے مطابق وہ اس منصب سے خارج ہیں۔

پانچویں وجہ۔ رسول اللہ کا آپ کی امامت پر اس حدیث لوح میں نص قائم کرنا جسے جابر نے نبی کریمؐ سے روایت کیا اور امام محمد بن علی باقر علیہما السلام نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا (امیر المومنین) سے جنہوں نے جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ سے روایت کیا۔

خود (امیر المومنینؑ) کا ان (زین العابدینؑ) کے والد گرامی امام حسینؑ کی زندگی میں نص قائم کرنا جس پر بہت سی اخبار کا مضمون شاہد ہے۔

خود امام حسین علیہ السلام کا انہیں وصیت کرنا۔ وصیت نامہ کو جناب بی بی ام سلمہؓ کے حوالے کرنا جسے امام علی علیہ السلام (زین العابدین) بن حسینؑ نے آپؑ کے بعد وصول کرنا۔

آپ کا بی بی ام سلمہؓ سے وصایائے امامت کا مطالبہ کرنا خود تمام لوگوں پر آپ کی امامت کی علامت ہے۔

یہ وہ بات جسے وہی جان سکتا ہے جس نے اخبار و روایات کی چھان بین کی ہو اور اس کتاب میں ہر بات کی تہ تک اور انتہا تک پہنچنا ہمارا مقصود نہیں ہے۔ (صرف اجمالی جائزہ ہے)

مختصر حالات جناب علی زین العابدینؑ

مجھے خبر دی ابو محمد حسن بن محمد یحییٰ نے کہ ہم سے بیان کیا میرے دادا نے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا اور یس بن محمدؒ بن یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن اور احمد بن عبداللہ بن موسیٰ اور اسمٰعیل بن یعقوب نے (ان سب نے کہا، ہم سے بیان کیا عبداللہ بن موسیٰ نے اپنے باپ سے جس نے اپنے دادا سے وہ کہتے ہیں کہ

میری والدہ فاطمہؑ بنت الحسینؑ مجھے حکم دیا کرتی تھیں کہ میں اپنے ماموں علیؑ بن الحسینؑ کے پاس جا کر بیٹھا کروں۔

پس جب بھی میں ان کے پاس گیا ایسی بھلائی لے کر اٹھا جس نے مجھے فائدہ ہی دیا۔

آپ کا خوف خدا میرے دل پر بھی اثر انداز ہوا میں نے جب بھی آپ کا خوف خدا یا علم دیکھا اس سے میں نے فائدہ حاصل کیا۔

مجھے خبر دی ابو محمد حسن بن محمد علوی نے اپنے دادا محمد بن میمون بزاز سے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا سفیان بن عینیہ نے ابن شہاب زہری سے وہ کہتا ہے کہ ہم سے علی بن حسینؑ جنہیں ہم نے بہترین ہاشمی پایا نے بیان فرمایا اسلام کے ساتھ محبت جیسی ہمارے ساتھ محبت کرو اور اس محبت میں دوام ہو نہ کہ وہ جو ہمارے خلاف عیب بن جائے۔(یعنی تم محبت کا دعویٰ بھی کرو اور تمہارا کردار بھی درست ہو)

معمر نے عبدالعزیز بن ابو حازم سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتا تھا کہ میں نے کوئی ہاشمی علیؑ بن الحسینؑ سے بہتر نہیں دیکھا۔

مجھے خبر دی ابو محمد حسن بن حسن بن محمد بن یحییٰ نے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا ابو محمد انصاری نے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا محمد بن میمون بزاز نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا حسن بن علوان نے ابو علی زیاد بن رستم سے جس نے سعید بن کلثوم سے وہ کہتا ہے کہ

میں حضرت امام صادق جعفر محمدؑ کے پاس موجود تھا آپ نے حضرت امیر المومنینؑ کا ذکر کر کے ان کی بہترین تعریف و مدح کی کہ جس کے وہ اہل تھے پھر آپ نے فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالبؑ نے کبھی دنیا کے حرام میں سے کچھ نہیں کھایا یہاں تک کہ اس دنیا سے چل بسے اور آپ کے سامنے دو چیزیں پیش نہیں ہوئیں کہ جن دونوں میں اللہ کی رضاء تھی مگر آپؑ نے ان دو میں سے اسے اختیار و منتخب کیا جسے اپنے دین کے لحاظ سے سخت و دشوار پایا اور (ایسے ہی) رسول اللہؐ پر جب کوئی مصیبت نازل ہوئی تو حضورؐ آپ (علیؑ) کو بلاتے کیونکہ حضورؐ کو آپؑ پر وثوق و اطمینان تھا اور رسول اللہؐ جیسا عمل کرنے کی طاقت بھی آپ کے علاوہ کسی میں نہیں تھی۔ آپ کی نصیحت تھی کہ انسان کو ایسے شخص جیسا عمل کرنا چاہئے جو اپنے آپ کو جنت و جہنم کے درمیان یوں پاتا ہو کہ امید ثواب کے ساتھ ساتھ خوفِ عقاب بھی رکھتا ہو۔ آپ نے اپنے ذاتی مال سے جس میں آپ کے دونوں ہاتھوں کی محنت اور پیشانی کا پسینہ شامل تھا (یعنی خود محنت کی تھی) ہزار غلام، رضاء الٰہی کی خوشنودی اور آتش جہنم سے نجات کی خاطر آزاد کئے۔ آپ اپنے گھر والوں کو زیتون و سرکہ اور عجوہ (عمدہ) قسم کی کھجوریں کھلاتے تھے۔ آپ کا اپنا لباس کھردرے پکڑے کا ہوتا۔ اگر آپ کی آستین لمبی ہوتی تو قینچی منگوا کاٹ دیتے۔ آپ کی اولاد و اہل بیت میں لباس اور دین شناسی و دین فہمی میں علی بن حسینؑ سے زیادہ قریب ترین مشابہ اور کوئی نہ تھا ایک دفعہ آپ کے صاحب زادے ابو جعفرؑ (امام محمد باقرؑ) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ اس منزل پر پہنچے ہوئے تھے۔ جہاں کوئی نہیں پہنچا پس آپ نے دیکھا کہ بیدار رہنے کی وجہ سے آپ کا رنگ زرد ہو چکا تھا اور رو رو کر آنکھیں علیل ہو چکی ہیں پیشانی زخمی اور آپ کی ناک سجدہ کرنے سے چھد چکی ہے اور پنڈلیوں

اور قدموں پر نماز میں قیام کر کے ورم آ گیا ہے تو جناب ابوجعفر علیہ السلام فرماتے ہیں آپ کی یہ حالت دیکھی تو میں اپنے گریہ کو ضبط کر سکا اور آپ پر رحم کھاتے ہوئے رو پڑا ایک لخت آپ کسی سوچ میں پڑ گئے پھر آپ کی بارگاہ میں میرے داخلے کے کچھ دیر بعد میری طرف ملتفت ہوئے اور کہنے لگے بیٹا ذرا مجھے ان صحائف و کتب میں سے وہ دینا جس میں حضرت علی بن ابی طالب کی عبادت کا تذکرہ ہے میں نے آپ کو دیا تو آپ نے اس میں سے تھوڑا سا پڑھا پھر (کڑھے ہوئے) اس کو ہاتھ سیر کھا اور فرمایا کہ

کس میں قوت وطاقت ہے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام جیسی عبادت کرے۔

محمد بن حسین نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے عبداللہ بن قرشی نے بیان کرتے ہوئے بتایا کہ ''علی بن حسینؑ (زین العابدینؑ) جو وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا ان کے اہل خانہ نے آپ پر طاری ہونے والی اس کیفیت کے متعلق دریافت کیا۔

آپ فرمانے لگے ''کیا تم جانتے ہو کہ میں کس کے حضور کھڑے ہونے کی تیاری کر رہا ہوں؟''

عمرو بن شمر نے جابر جعفی سے حضرت ابوجعفرؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ

علیؑ بن الحسینؑ شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور ہوا آپ کو گھاس کی طرح حرکت دیتی تھی۔

سفیان ثوری نے عبید اللہ بن الرحمن بن موجب سے روایت کی ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ کے سامنے ان کی فضیلت کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ

''ہمارے لیے اپنی قوم کے صالح افراد) شمار ہونا ہمیں کافی ہو۔''

مجھے خبر دی ہے ابو محمد حسن بن محمد نے اپنے دادا سے جس نے سلمہ ابن شبیب سے اس نے عبداللہ بن محمد تیمی سے روایت کی اور وہ کہتا ہے کہ میں نے عبدالقیس کے ایک بوڑھے کو کہتے سنا کہ طاوس کا کہنا ہے کہ

میں رات کے وقت حجر (مقام اسمٰعیل) میں داخل ہوا تو علی بن الحسینؑ بھی تشریف لے آئے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پس آپ دیر تک نماز پڑھتے رہے پھر آپ سجدہ میں گئے، تو میں نے (دل میں) کہا آپ اہل بیت خیر کے صالح مرد ہیں ان کی دعا سننی چاہئے پس آپ کو سجدہ میں یہ کہتے ہوئے سنا

(عبيدك بفنائك مسكينك بفنائك فقيرك بفنائك سائلك بفنائك)

''تیرا حقیر بندہ تیری ڈیوڑھی پر تیرا مسکین، تیرا فقیر اور تجھ سے سوال کرنے والا، تیری ڈیوڑھی پر کھڑا ہے، پس طاوس کہتا ہے کہ (اس کے بعد) میں نے جب بھی کسی مصیبت میں ان فقرات کے ساتھ دعا مانگی وہ مجھ سے دور ہو گئی۔''

مجھے ابومحمد حسن بن محمد نے اپنے دادا سے اس نے احمد بن محمد رافعی سے اس نے ابراہیم بن علی سے اس نے اپنے باپ سے خبر دی وہ کہتا ہے کہ میں نے علیؑ بن الحسینؑ کے ساتھ حج کیا آپ کے ناقہ نے چلنے میں سستی کی تو آپ نے اسے چھڑی کا اشارہ کیا پھر فرمایا ہائے افسوس! کاش قصاص نہ ہوتا پھر اس سے ہاتھ روک لیا اور اسی اسناد کے ساتھ وہ کہتا ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ نے پاپیادہ حج کیا تو مدینہ سے مکہ تک بیس روز چلتے رہے ابومحمد حسن بن محمد نے مجھے بتایا کہ ہم سے میرے دادا نے بیان کیا کہ ہم سے عمار بن ابان نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن بکیر نے زرارہ بن اعین کے حوالہ سے روایت کی کہ

''پردۂ شب میں کسی پوچھنے والے کو سنا گیا (جو دریافت کر رہا تھا) کہ دنیا میں زہد اور آخرت میں رغبت کرنے والے کہاں ہیں؟ تو اس کے جواب میں بقیع کی طرف سے کسی پکارنے والے کی آواز تو سنائی دی لیکن خود دکھائی نہیں دیا کہ (اس صفات کے مالک) یہ علی ابن الحسینؑ (موجود) ہیں۔''

اور عبدالرزاق نے معمر سے اور اس نے زہری سے روایت کی کہ

میں نے اس خاندان یعنی خاندانِ نبیؐ میں سے کسی ایسے شخص کی ملاقات نہیں کی ہے جو علی بن الحسین علیہما السلام سے بہتر ہو۔

مجھے خبر دی ہے ابومحمد حسن بن محمد نے کہ مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ ہم سے ابویونس محمد بن احمد نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے باپ اور ہمارے کئی ساتھیوں نے بیان کیا کہ قریش میں سے ایک نوجوان سعید بن مسیب کے پاس جا بیٹھا تو اچانک علی بن الحسین علیہما السلام ظاہر ہوئے تو اس قریش نے ابن مسیب سے پوچھا اے محمد یہ کون شخص ہے تو اس نے کہا یہ عبادت گزاروں کے سید و سردار علی بن الحسینؑ بن علی بن ابو طالب علیہم السلام ہیں۔

مجھے ابومحمد حسن بن محمد نے بتایا کہ مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ مجھ سے محمد بن جعفر وغیرہ نے بیان کیا جو کہتے ہیں کہ

علیؑ بن الحسینؑ کے سامنے آپ کے خاندان کا ایک شخص کھڑا ہو گیا جس نے آپ کو بہت کچھ کہا اور گالیاں بکیں تو آپ نے اسے کچھ نہ کہا۔ پھر جب وہ چلا گیا تو آپ نے اپنے ہم نشینوں سے فرمایا

تم نے سن لیا جو کچھ اس شخص نے کہا، اب میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرے ساتھ اس کے ہاں چلو تا کہ مجھ سے اس کا تردیدی بیان سنو، راوی کہتا ہے کہ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تیار ہیں ہم تو چاہتے تھے کہ آپ اسے کچھ کہیں تو ہم بھی کہیں، راوی کہتا ہے کہ جوتا پہن کر آپ چلے اور کہے جا رہے تھے۔ **والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین** اور غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے اور خدا اچھے کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

تو ہم جان گئے کہ آپ اسے کچھ نہیں کہیں گے راوی کہتا ہے کہ وہ شخص ہمارے سامنے بری نیت اور حملہ کرنے والے کی مانند نکلا اور اس سے شک تھا کہ آپ ان بعض باتوں کا بدلہ لینے آئے ہیں جو اس سے ہوئی تھیں لیکن علی بن الحسین علیہما السلام نے فرمایا کہ

اے بھائی! تو ابھی میرے پاس کھڑا تھا تو نے کہا جو کچھ کہا پس جو کچھ تو نے کہا اگر وہ ایسی باتیں تھیں جو مجھ میں پائی جاتی ہیں تو میں ان کے متعلق اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اگر تو نے ایسی باتیں کہی ہیں جو مجھ میں نہیں ہیں تو خدا تجھے معاف کردے۔

راوی کہتا ہے کہ اس شخص نے آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا کہ بے شک جو میں نے باتیں کی ہیں وہ آپ میں موجود نہیں ہیں اور میں ان باتوں کا زیادہ مستحق ہوں راوی حدیث کہتا ہے کہ وہ شخص حسن بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔

اور مجھے حسن بن محمد نے اپنے دادا سے خبر دی وہ کہتا ہے کہ مجھے یمن کے ایک بوڑھے شخص نے بتایا کہ جس کی عمر نوے اور کچھ سال تھی وہ کہتا ہے کہ مجھے عبید اللہ بن محمد نامی ایک شخص نے خبر دی کہ وہ کہتا ہے میں نے عبدالرزاق کو کہتے سنا کہ علیؑ بن الحسینؑ کی ایک کنیز آپ پر پانی ڈال رہی تھی تا کہ آپ نماز کے لیے تیار ہوں پس وہ تھک گئی اور لوٹا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اس نے آپ کے سر میں زخم کردیا آپ نے سر اٹھا کر کنیز کی طرف دیکھا تو اس نے عرض کیا خدا تعالیٰ فرماتا ہے والکاظمین الغیظ اور غصہ کو ضبط کرنے والے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے غصہ کو ضبط کیا اس نے کہا **والعافین عن الناس** اور لوگوں کو معاف کرنے والے آپ نے اس سے فرمایا، خدا تجھے معاف کرے، کہنے لگی **واللہ یحب المحسنین** اور خدا نیکی اور احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے تو آپ نے فرمایا، جاؤ تم اللہ کی رضاء کے لیے آزاد ہو۔

واقدی نے روایت کی کہ مجھ سے عبداللہ بن محمد بن عمر بن علیؑ نے بیان کیا کہ (حاکم مدینہ) ہشام بن اسماعیل ہمارے ساتھ بدسلوکی کرتا تھا اور علی بن الحسینؑ اس کی وجہ سے سخت تکلیف واذیت میں مبتلا رہے۔ جب اسے معزول کیا گیا تو ولید بن عبدالملک نے حکم دیا کہ اسے لوگوں کے سامنے کھڑا کیا جائے (تا کہ جس کسی کو اس سے تکلیف واذیت پہنچی ہو وہ اس سے انتقام لے سکے) راوی کہتا ہے کہ اسے مروان کے گھر کے پاس کھڑا کیا گیا علی بن الحسین علیہما السلام وہاں سے گزرے راوی کے بیان مطابق آپ نے اسے سلام کیا اور آپ اپنے خواص کو پہلے ہی کسی قسم کا بدلہ لینے سے روک چکے تھے۔

روایت ہے کہ علی بن الحسین نے اپنے غلام کو دو مرتبہ آواز دی تو اس نے جواب نہ دیا پھر تیسری دفعہ جواب دیا تو آپ نے اس سے فرمایا

اے بیٹا کیا تو نے میری آواز نہیں سنی؟ کہنے لگا کیوں نہیں! تو آپ نے فرمایا کہ کیا ہوا کہ تو نے مجھے

جواب نہیں دیا، وہ کہنے لگا چونکہ میں آپ سے مطمئن و مامون تھا تو آپؑ نے فرمایا: حمد اس خدا کی جس نے میرے غلاموں کو مجھ سے مطمئن و مامون رکھا۔

مجھے ابو محمد حسن محمد بن یحییٰ نے خبر دی وہ کہتا ہے مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ ہم سے یعقوب بن یزید نے بیان کیا ہمیں ابو عمیر نے عبداللہ بن مغیرہ سے جس نے ابو جعفر اعشٰی سے اس نے ابو حمزہ شمالی سے اس نے علی بن الحسین علیہما السلام سے نقل کیا آپ نے فرمایا کہ

میں اس دیوار تک پہنچا اور اس سے ٹیک لگائی تو ایک شخص جس پر دو سفید کپڑے تھے اچانک ظاہر ہوا اور میرے چہرے میں غور کرنے لگا پھر اس نے مجھے کہا اے علی بن الحسینؑ کیا بات ہے میں آپ کو غمگین و دکھی دیکھ رہا ہوں کیا کوئی دنیاوی پریشانی ہے؟ اگر ایسا ہے تو یاد رکھو اللہ کا رزق نیک و بد کے لیے حاضر ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں دنیاوی بات پر پریشان نہیں کیونکہ وہ اسی طرح ہے جیسے تو نے کہا ہے تو وہ کہنے لگا کیا آخرت کے بارے میں ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ ایک سچا وعدہ ہے کہ جس میں قہار و غالب بادشاہ حکم فرمائے گا۔ آپ نے فرمایا ''میں نے کہا میرا یہ بھی غم و حزن نہیں کیونکہ یہ بھی ویسے ہی ہے جیسے تم نے کہا ہے۔ وہ کہنے لگا پھر آپ کسی چیز پر محزون و متفکر ہیں میں نے کہا کہ مجھے ابن زبیر کے فتنہ کا خوف ہے تو ہنس کر کہنے لگا اے علیؑ بن الحسینؑ! آپ نے کسی کو کبھی دیکھا ہے کہ وہ خدا پر توکل کرے اور وہ اس کی کفایت نہ کرے میں نے کہا کہ نہیں تو اس نے کہا کہ اے علیؑ بن الحسینؑ! کیا آپ نے کسی کو کبھی دیکھا ہے کہ وہ خوف خدا رکھتا ہو اور وہ اسے نجات نہ دے میں نے کہا کہ نہیں اس نے کہا کہ اے علیؑ بن حسینؑ کیا کسی کو آپ نے دیکھا کہ وہ سوال کرے اور وہ اسے نہ دے پھر میں نے دیکھا تو مجھے اپنے سامنے کوئی نظر نہ آیا۔

مجھے ابو محمد حسن بن محد نے خبر دیتے ہوئے کہا کہ ہم سے میرے دادا نے بیان کیا کہ ابو نصر نے ہمیں بتایا کہ ہم سے عبدالرحمن بن صالح نے بیان کیا کہ ہم سے یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے نقل کیا کہ مدینہ میں ایسے ایسے گھر تھے جن کا رزق اور ضروریات زندگی ان کے پاس آتا لیکن ان کو پتہ نہیں تھا کہ کہاں سے آتا ہے تو جب علی بن الحسینؑ کی وفات ہوئی تو انہوں نے اس کو پھر نہ پایا۔

مجھے ابو محمد حسن بن محمد نے خبر دی وہ کہتا ہے مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ ہمیں ابو نصر نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہم سے محمد بن علی بن عبداللہ نے بیان کیا وہ کہتا ہے مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ ہم سے عبداللہ بن ہارون نے بیان کیا وہ کہتا ہے مجھ سے عمرو بن دینار نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ

زید بن اسامہ بن زید کی موت کا وقت آیا تو وہ رونے لگا اس پر علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا، کیوں روتا ہے تو وہ کہنے لگا مجھے یہ بات رلاتی ہے کہ مجھ پر پندرہ ہزار دینار کا قرض ہے اور اس کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں چھوڑ رہا۔ راوی کہتا ہے کہ علی بن الحسینؑ نے اس سے فرمایا کہ گریہ نہ کرو، وہ قرض میرے ذمہ ہوا اور تو اس سے بری الذمہ

ہے پس آپ نے وہ رقم اس کی طرف سے ادا کر دی۔

ہارون بن موسیٰ نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم سے عبدالملک بن عبدالعزیز نے بیان کیا ہے کہ جب عبدالملک بن مروان خلیفہ بنا تو اس نے رسول اللہؐ اور علیؑ بن ابی طالبؑ کے صدقات جو اکٹھے تھے علی بن الحسینؑ کو واپس کر دیئے تو عبدالملک کے پاس عمر بن علی اپنی فریاد لے کر گیا (کیونکہ یہ صدقات پہلے امیرالمومنینؑ کے بیٹے عمر بن علیؑ کے پاس تھے) اس پر عبدالملک نے کہا اس بارے میں وہی کہتا ہوں جو شاعر ابن ابوالحقیق نے کیا ہے۔

انا اذا مالت و داعی الهوی
وانصت السامع للقائل
واصطرع الناس بالبابهم
نقضی بحکم عادل فاصل
لانجعل الباطل حقا ولا
نلط دون الحق بالباطل
نخاف ان نفسه احلامنا
فنخمل الدهر مع الخامل

”(جب حالات کا یہ رخ ہو) کہ خواہشات کی پکار جھکا رہی ہو سامع قائل کو چپ کرا رہا ہو لوگ اپنی عقلوں کے ذریعے ایک دوسرے کو پچھاڑ رہے ہوں تو ہم (اس وقت) ایک عادل اور حق و باطل کے درمیان تمیز پیدا کرنے والے شخص کی مانند فیصلہ دیتے ہیں۔ باطل کو حق قرار نہیں دیتے اور نہ باطل کی وجہ سے حق کا انکار کرتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم اپنی عقلوں کو بے وقوفی وحماقت کا شکار نہ بنا دیں اور زمانے کو گمنام و بے قدر کے ساتھ بے قدر نہ بنا دیں۔“

مجھے خبر دی ابومحمد حسن بن محمد نے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا میرے دادا نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا ابوجعفر محمد بن اسمٰعیل نے وہ کہتا ہے کہ

علی بن الحسینؑ نے حج کیا تو لوگ آپ کے جمال کی ہیبت سے مرعوب ہوئے اور آنکھیں اٹھا اٹھا کر آپ کو دیکھنے لگے اور وہ آپ کی تعظیم وتکریم کی وجہ سے اور جلالت مرتبہ کی وجہ سے کہتے کہ یہ کون ہے؟ یہ کون ہے؟ اور فرزوق شاعر وہاں موجود تھا تو اس نے یہ قصیدہ انشاء کیا اور کہا کہ

هذا الذی تعرف البطحآء وطئة
والبیت یعرفه والحل والحرم
هذا ابن خیر عباد الله کلهم
هذا التقی النقی الطاهر العلم
یکاد یمسکه عرفان راحته
رکن الحطیم اذا ماجآء یستلم
یغضی حیاء ویغضی من مهابته
فلایکلم الاحسین بیتسم
ای الخلائق لیست فی رقابهم
لا ولیتهم هذا اوله نعم
من یعرف الله یعرف اولیته ذا
فالدین من بیت هذا ناله الامم
اذا راته قریش قال قائلها
الی مکارم هذا ینتهی الکرم

”یہ وہ ہے کہ بطحاء کی وادی جس کے پاؤں کی چاپ کو پہچانتی اور خانہ خدا حل وحرم اس کو پہچانتے ہیں یہ اللہ کے تمام بندوں میں سے بہترین شخص کے فرزند ہیں یہ تقی اور پرہیزگار، پاک دامن طاہر ومطاہر اور مینارِ ہدایت ہیں قریب ہے کہ اس کی ہتھیلی کو پہچان کر رکن حطیم ان کو روک لے جب یہ اسے مس کرنے لگیں شرو حیاء سے ان کی آنکھیں جھکی رہتی ہیں اور ان کی ہیبت کے سامنے لوگوں کی آنکھیں جھکی رہتی ہیں لہٰذا ان سے کوئی کلام نہیں کر سکتا جب تک یہ مسکرا نہ رہے ہوں، اور کون سی مخلوق ہے جو ان کی اولیت واستحقاق کی وجہ سے یا ان کی نعمتوں اور احسانات کی وجہ سے ان کی منتظر نہ ہو جو اللہ کو پہچانتا ہے وہ ان کی اولیت کا بھی معترف ہے اور تمام لوگوں نے اس بزرگ کے گھر سے دین حاصل کیا ہے جب قریش انہیں دیکھتے ہیں تو انہیں سے کہنے والا کہتا ہے کہ ان کے مکارم اخلاق تک کرم کی انتہا

ہے (یہ واقعہ عموماً اس طرح ہے کہ ہشام حج کے لیے آیا ہوا تھا اسے حجر اسود کا کوئی بوسہ نہیں لینے دیتا تھا وہ وہاں تھک کر بیٹھ گیا کہ امام تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کے لیے راستہ چھوڑ دیا ہشام نے آپ کا یہ احترام دیکھ کر اپنی خفت محسوس کی اتنی دیر میں ہشام سے ایک شامی نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ اس نے جاننے کے باوجود کہا کہ میں انہیں نہیں جانتا تو اس موقعہ پر فرزوق نے یہ قصیدہ انشاء کیا اور ہشام کے سامنے پڑھا اور اسی جرم کی پاداش میں فرزوق کو قید کیا گیا اور امامؑ نے فدیہ دیکر اسے چھڑایا الخ، مترجم)

ہمارے بس میں اتنا ہوتا کہ جس کے سہارے آپ کے شایان اچھائی کر سکتے تو ہم ایسا ضرور کرتے تو علی بن الحسینؑ نے اس سے فرمایا کہ حاکم کے عذر پیش کرنے کا کیا کہنا؟

اور سوار ہو گئے تو مسرف نے اپنے ہم نشینوں سے کہا کہ یہ وہ خیر ہیں کہ جن میں شر کا کوئی پہلو نہیں ہے اور ساتھ ساتھ رسول اللہؐ کی وجہ سے بھی ان کی قدر و منزلت ہے۔

ایک روایت آئی ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ ایک دن مسجد نبوی میں تھے کہ آپ نے کچھ لوگوں کو سنا کہ وہ خدا کو اس کی مخلوق سے مشابہ بنا رہے ہیں آپ اس سے پریشان اور خوف زدہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور قبر رسولؐ پر پہنچے جس کے پاس کھڑے ہو کر بلند آواز سے اپنے پروردگار سے مناجات کرنے لگے آپ نے اپنی مناجات میں اپنے پروردگار سے کہا۔

"الهی بدت قدرتك لم تبدهيئة جلالك فجهلوك وقدروك بالتقدير على غيرما انت به شبهوك واتا برى يا الهى من الذين بالتشبيه طلبوك ليسى كمثلك شىء الهى ولم يدرك فظاهر مابهم من نعمة دليلهم عليك لوعرفوك وفى خلقك يا الهى مندوحة عن ان يناولوك بل سووك بخلقك فمن ثم لم يعرفوك واتخذوا بعض آياتك ربا فبذلك وصفوك فتعاليت يا الهى عما به المشبهون نعتوك"

"اے معبود تیری قدرت تو ظاہر ہوئی لیکن تیرے جلال کی ھیبت ظاہر نہ ہوئی پس لوگ تجھ سے جاہل رہے اور انہوں نے تیرا اندازہ لگا کر جس حالت میں تو ہے اس

حالت کے غیر کے ساتھ تجھے تشبیہ دی اور اے معبود میں ان لوگوں سے بری ہوں جنہوں نے تشبیہ سے تلاش کیا لیس کمثلک شئی تیری مانند کوئی چیز نہیں۔ اے معبود وہ تجھے نہیں پا سکتے اگر وہ پہچانیں تو تو ان پر تیری نعمتوں کا وجود ہی تیرے وجود کی دلیل ہے لیکن انہوں نے تجھے تیری مخلوق کے برابر و مساوی قرار دیا لہٰذا اسی وجہ سے وہ تجھے پہچان نہیں سکے۔ انہوں نے تیری بعض نشانیوں و آیات ہی کو رب بنا لیا اور اسی کے ساتھ تیری تعریف و توصیف کی حالانکہ اے معبود جس کے ساتھ انہوں نے تیری نعت و تعریف کی اور تشبیہ دی ہے اس سے تو بلند و بالاتر ہے۔''

یہ ان فضائل کا ایک مختصر سا حصہ ہے جو حضرت امام زین العابدین کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔ آپ سے فقہا اہل سنت نے بے شمار علوم روایت کئے ہیں اور آپ سے مواعظ، دعائیں، فضائل قرآن، حلال وحرام، جنگوں کے واقعات اور علماء میں مشہور و یادگار دن محفوظ کئے ہیں کہ اگر ہم ان کی شرح و وضاحت کرنے لگے تو خطاب طول پکڑ جائے گا اور زمانہ ختم ہو جائے گا۔

اور اہل شیع (شیعوں) نے پ کے وہ معجزات ونشانیاں اور روشن واضح دلائل نقل کیے ہیں جن کے ذکر کرنے کی یہاں گنجائش نہیں اہل تشیع کی دوسری تصانیف میں آ جانا اس کتاب کی نیابت کر جاتا ہے اور خدا ہی درستی کی توفیق و طاقت دینے والا ہے۔

علی بن الحسین علیہما السلام کی اولاد

جناب علی بن الحسین علیہما السلام کے پندرہ بچے ہیں۔

۱۔ محمد جن کی کنیت ابوجعفر باقر علیہ السلام ہے۔آپ کی والدہ ام عبداللہ بنت حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں

۲۔ عبداللہ

۳۔ حسن

۴۔ حسین اوران تینوں کی والدہ کنیز ہیں۔

۵۔ زید

۶۔ عمراوران دونوں کی والدہ بھی کنیز ہی ہیں۔

۷۔ حسین الاصغر

۸۔ عبدالرحمن

۹۔ سلیمان ان تینوں کی والدہ بھی کنیز ہیں۔

۱۰۔ علی اور یہ اولاد امام علیؑ بن الحسینؑ میں سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔

۱۱۔ خدیجہ،علی اور خدیجہ کی والدہ ایک کنیز ہیں۔

۱۲۔ محمد اصغر۔ان کی والدہ بھی کنیز ہے۔

۱۳۔ فاطمہ

۱۴۔ علیہ

۱۵۔ ام کلثوم

ان تینوں بچیوں کی والدہ بھی کنیز ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام محمد باقر علیہ السلام

علی بن الحسینؑ کے بعد والے امام کا ذکر، ان کی تاریخ، ولادت، امامت، مدت عمر، مدت خلافت، وقت وفات اور سبب، قبر تعداد اولاد اور مختصر حالات

جناب باقر محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ اپنے بھائیوں میں سے اپنے والد علی بن الحسینؑ کے خلیفہ ان کے وصی اور ان کے بعد امام تھے۔

آپ فضیلت علم وزہد وسرداری میں سب سے برتر اور شیعہ وسنی کے ہاں آپ تذکرہ کے لحاظ سے بلند تر اور قدر ومرتبہ میں بزرگتر تھے۔

امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد میں سے کسی سے علم دین آثار وسنت، علم قرآن وسیرت اور فنون و قسم کے اخلاق وآداب اتنے ظاہر نہیں ہوئے جتنے ابوجعفر علیہ السلام سے ظہور پذیر ہوئے آپ سے باقی ماندہ صحابہ، سرکردہ تابعین اور جلیل القدر فقہاء مسلمین نے دین کے احکام ومعالم نقل کئے ہیں اور اسی فضل وکمال کی وجہ سے آپ اہل دین کے لیے وہ مینار ہدایت تھے جس کی ضرب المثلیں بیان کی جاتی رہیں اور آپ کی توصیف وتعریف میں آثار و اشعار چلتے رہے آپ ہی کے بارے میں قرظی کہتا ہے

یاباقر　العلم　لاھل　التقی
وخیر　من　لبی　علی　الأجبل

''اے اہل تقویٰ کے لیے علم کو ظاہر کرنے والے اور بہترین ان میں سے جو حرم کے پہاڑوں پر لبیک کہتے ہیں۔''

مالک بن اعین جہنی نے آپؑ کی مدح کرتے ہوئے کہا

اذا　طلب　الناس　علم　القرآن
کانت　قریش　علیہ　عیالاً
وان　قلیل　این　ابن　بنث　النبی

نلت	بذاك	فروعا	طوالاً
لجوم	تهلل	للمد	لجين
جبال	تورث	علما	جبالاً

''جب لوگ علم قرآن کو تلاش کریں تو قریش آپ کے بچے معلوم ہوں گے اور اگر کہا جائے کہ دختر رسول کا بیٹا''

مجھے ابوحسن بن محمد نے اپنے دادا سے خبر دی وہ کہتا ہے کہ ہم سے داؤد بن قاسم نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہم سے حسین بن زید نے اپنے چچا عمر بن علی سے جنہوں نے اپنے والد علی بن الحسینؑ سے روایت کی آپ فرمایا کرتے تھے کہ

''میں نے دعا میں پیش قدمی کرنے کی طرح کوئی چیز نہیں دیکھی بندہ کے لیے ہر وقت دعا کی قبولیت حاضر نہیں ہوتی اور جو دعائیں آپ سے محفوظ ہیں ان میں سے ایک دعاء اس طرح ہے کہ جب آپ کو خبر ملی کہ مسرف بن عقبہ مدینہ کی طرف آرہا ہے تو فرمایا

رب كم من نعمة انعمت بها على قل لك عندها شكرى و كم من بلية ابتليتنى بهاقل لك عندها صبرى فيامن قل عند نعمته شكرى فلم يحرمنى ديا من قل عندلائه صبرى فلم يخذلنى ياذا المعروف الذى لاينقطع ابدا و ياذا النعمآء التى لاتحصى عدد اصل على محمد و آل محمد ادفع عنى شره فانى ادرء بك فى نحره استعيذبك من شره

''پروردگار کتنی زیادہ تیری نعمتیں ہیں جو تو نے مجھے بخشیں جس پر میرا شکریہ بہت ہی کم ہے اور کتنے مصائب ہیں کہ جن میں تو نے مجھے مبتلا کیا ہے اور میں تیرے حضور کم صبر نکلا اے وہ ذات کہ باوجود اس کے کہ میرے پاس شکر اس کی نعمت پر کم تھا لیکن اس نے مجھے محروم نہیں کیا اے وہ ذات کہ باوجود اس کے ابتلاء میں میری کم صبری کے اس نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا، یا اے صاحب احسان! کہ جس کا احسان کبھی ختم نہیں ہوتا اور اے نعمتوں والے کہ جس کی نعمتوں کا شمار نہیں ہوتا، محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور اس (مسرف) کے شر کو مجھ سے دور رکھ میں اس کی گردن

کو تیرے ذریعہ دور کرتا ہوں اور تجھ سے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔“

پس مسرف مدینہ میں آیا اور کہا جاتا تھا کہ اس کا علیؑ بن الحسینؑ کے (قتل کرنے کے) علاوہ کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن آپ اس سے محفوظ رہے اس نے آپ کی عزت وتکریم کی اور آپ کو ھبہ اور صلہ دیا۔

اور ایک اور طریقہ سے یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ

مسرف بن عقبہ جب مدینہ میں آیا تو اس نے علیؑ بن الحسینؑ کے پاس کسی کو بھیجا جب آپ تشریف لائے اور اس کے ہاں پہنچے تو اس نے آپ کو اپنے قریب بٹھایا اور آپ کا احترام واکرام کیا اور آپ سے عرض کیا کہ مجھے امیر المومنین (یزید پلید) نے آپ سے نیکی واحسان کرنے اور آپ کو صلہ دینے اور دوسروں کی نسبت امتیازی سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے پس اس نے آپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا دوسروں کی نسبت امتیازی سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے۔اس کا مظاہرہ کیا اور اپنے اطرافیوں (درباریوں) سے کہا کہ میرے خچر پران کے لیے زین کسو اور آپ سے عرض کیا۔آپ اپنے گھر والوں کے پاس واپس تشریف لے جائیں میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے (آپ کو بلا کر) انہیں پریشانی وگھبراہٹ میں ڈالا اور یہاں آنے میں جو آپ کو زحمت وتھکاوٹ ہوئی اس کا سبب ہم ہیں۔ اگر کہاں ہے تو تم انہیں اس وقت (علم وفضیلت میں) طویل شاخوں والا پاؤ گے وہ تاریکیوں میں چلنے والوں کے لیے درخشاں ورہنما ستارے ہیں اور وہ ورثہ میں پائے جانے والے علم کوہ گراں ہیں۔

آپ ۵۷ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۴ھ میں مدینہ ہی میں آپ کی وفات ہوئی اس وقت آپ کی عمر ستاون برس تھی۔آپ (پہلے) ایسے ہاشمی ہیں جو دونوں (ماں اور باپ) ہاشمیوں سے پیدا ہوئے اور ایسے علوی ہیں جو دونوں علویوں سے پیدا ہوئے (آپ کی والدہ اور والد دونوں علیؑ کی اولاد ہیں اور یہ خصوصیت کسی اور امام میں نہیں مترجم) آپ کی قبر مبارک جنت البقیع میں (مدینہ منورہ) ہے۔

میمون قداح نے جعفرؑ بن محمدؑ سے جنہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں......جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انہیں سلام گیا؟ تو انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا، پھر مجھے کہا کہ آپ کون ہیں اور یہ اس کے بعد کا واقعہ ہے جب جابر نابینا ہو گئے تھے تو میں نے کہا کہ میں محمد بن علیؑ بن حسینؑ ہوں تو وہ کہنے لگے، اے پسر جان ذرا میرے قریب ہونا میں ان کے قریب گیا تو انہوں نے میرے ہاتھ کے بوسے لیے پھر وہ میرے پاؤں کی طرف جھکے کہ ،ان کا بوسہ لیں تو میں ان سے ہٹ گیا پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہؐ نے آپ کو سلام بھیجا ہے تو میں نے کہا کہ رسول اللہؐ پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکات ہوں (اسلام علی رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) اور یہ کیسے اے جابر؟ تو انہوں نے کہا کہ میں ایک دن آپ کے ساتھ تھا، تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ

اے جابر! تم زندہ وباقی رہو گے یہاں تک کہ تم میری اولاد میں سے ایک مرد سے ملاقات کرو گے جس کا

نام محمد بن علی بن حسین ہوگا خدا اسے نور و حکمت سے مالا مال کرے گا انہیں میرا اسلام کہنا۔

امیر المومنینؑ نے اپنی اولاد کو جو وصیت کی اس میں بھی محمد بن علی بن حسینؑ کا تذکرہ ہے اور آپ کے بارے میں بھی وصیت ہے۔

مورخین کی روایت مطابق آپ کا نام خود رسول اللہؐ نے رکھا اور آپ کی تعریف باقر العلوم کے ساتھ فرمائی۔ باقر العلوم (علوم کو پوشیدگی سے ظاہر کرنے والا)

حضرت جابر بن عبداللہ سے جداگانہ حدیث میں جو روایت ہے اس میں ہے کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا۔ قریب ہے کہ تو باقی رہے یہاں تک کہ حسینؑ سے ہونے والے میرے ایک بیٹے سے ملاقات کرے جسے محمد کہا جائے گا جو علم کی الجھنوں کو کھول کھول کر بیان کرے گا پس جب اس سے ملاقات کرو تو میرا انہیں سلام کہنا۔

اہل تشیع نے اسے خبر لوح میں روایت کی ہے کہ جسے جبرائیل جنت سے لے کر رسول اللہؐ پر نازل ہوئے تھے تو آپ نے وہ جناب فاطمہؑ کو دے دی اور لوح میں آپ کے بعد آنے والے تمام آئمہ کرام کے نام تھے اور اس میں تھا کہ محمد بن علیؑ اپنے باپ کے بعد امام ہوں گے۔

نیز یہ بھی روایت ہے کہ

خداوند عالم نے اپنے نبی صلوات اللہ وسلامہ علیہ وآلہ پر ایک کتاب نازل فرمائی کہ جس پر بارہ مہریں لگی ہوئی تھیں اور حضورؐ کو حکم دیا کہ اسے امیر المومنینؑ کے حوالے کریں اور انہیں حکم دیں کہ ان میں سے پہلی مہر کو توڑ کر اس میں جو کچھ بھی ہو اس پر عمل کریں پھر آنجناب اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے حسنؑ کے سپرد کریں اور انہیں حکم دیں کہ وہ دوسری مہر کو توڑ کر اس کے نیچے جو کچھ ہو اس پر عمل کریں پھر وہ اپنی وفات کے وقت اپنے بھائی حسینؑ کے سپرد کریں اور انہیں حکم دیں کہ وہ تیسری مہر کو توڑ کر اس کے نیچے جو کچھ ہو اس پر عمل کریں پھر حسینؑ اپنی وفات کے وقت اپنے بڑے بیٹے علیؑ بن الحسینؑ کے سپرد کریں اور انہیں اس قسم کا حکم دیں پھر وہ محمدؑ (باقرؑ) کے سپرد کریں یہاں تک کہ آخر آئمہ تک یہ سلسلہ پہنچے۔

علماء شیعہ نے نبی کریمؐ سے امیر المومنینؑ سے امام حسنؑ و امام حسینؑ سے اور علیؑ بن الحسینؑ سے آپ کے پدر بزرگوار کے بعد آپ کی امامت پر بہت سی نصوص روایت کی ہے۔

لوگوں نے آپ کے فضائل و مناقب اتنے روایت کیے ہیں کہ جنہیں اگر ہم تحریر کریں تو معاملہ بڑھ جائے گا لہٰذا ہم ان میں وہی تحریر کریں گے جو انشاءاللہ ہمارے مقصد و مطلب کو ادا کرے۔

ابو محمد حسن شریف نے مجھے خبر دیتے ہوئے کہا کہ مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ مجھے محمد بن قاسم شیبانی نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن صالح اُزدی نے ابو مالک جہنی سے جنہوں نے عبداللہ بن عطا مکی سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ

میں نے علماء کو کبھی کسی کے سامنے اتنا چھوٹا و پست نہیں دیکھا جتنا ابوجعفر محمد بن علی بن حسین علیہم السلام کے سامنے دیکھا۔ میں نے حکم بن عتیبہ کو آپ کے حضور یوں دیکھا جیسے ایک بچہ اپنے معلم کے سامنے ہو حالانکہ لوگوں کی نظر میں وہ جلالت وعظمت کے مقام پر تھا۔

جابر بن یزید جعفی جب محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام سے کوئی چیز روایت کرتا تو وہ کہتا کہ

مجھ سے بیان کیا وصی اوصیاء، وارث علوم انبیاء محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام نے۔

اور مخول بن ابراہیم نے قیس بن ربیع سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابو اسحاق سبعی سے ''مسح علی الخفین'' کے متعلق سوال کیا تو وہ کہنے لگا کہ............ میں نے لوگوں کو مسح کرتے ہوئے پایا یہاں تک کہ میں نے بنی ہاشم کے ایک مرد محمد بن علی بن حسینؑ سے ملاقات کی جس کی مانند میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا انہیں موزہ پر مسح کرنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے موزے کے اوپر مسح کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ

امیر المومنین علیہ السلام موزے پر مسح نہیں کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ موزہ پر مسح کرنے سے پہلے کتاب آچکی ہے (یعنی کتاب خدا کا حکم لوگوں کے حکم سے مقدم ہے۔

تو ابو اسحاق کہتا ہے کہ

جب سے آپؑ نے مجھے منع کیا ہے میں نے موزہ پر مسح نہیں کیا۔

قیس بن ربیع کہتا ہے کہ

جب سے میں نے ابو اسحاق سے سنا تو میں نے بھی مسح خفین (موزے پر مسح کرنا) چھوڑ دیا۔

مجھے خبر دی ہے شریف ابو محمد حسن بن محمد نے، وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا میرے دادا نے یعقوب بن یزید سے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا محمد بن ابو عمیر نے عبدالرحمن بن حجاج سے جس نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا کہ

محمد بن منکدر کہا کرتا تھا کہ میں علیؑ بن الحسینؑ کی فضیلت کو دیکھ کر نہیں سمجھتا تھا کہ علیؑ بن الحسینؑ جیسی شخصیت بھی کوئی اپنا جانشین چھوڑے گی یہاں تک کہ میں نے محمد بن علیؑ کو دیکھا پس میں نے آپ کو وعظ کرنا چاہا تو انہوں نے مجھے وعظ کیا تو اس کے ساتھی نے اس سے پوچھا کہ انہوں نے تجھے کیا وعظ کیا تو اس نے کہا کہ

میں سخت گرمی میں مدینہ کی ایک طرف نکلا تو میری ملاقات محمدؑ بن علیؑ سے ہوگئی اور آپ بھاری جسم رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے دو سیاہ نوکروں یا غلاموں کا سہارا لیا ہوا تھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ بزرگانِ قریش میں سے ایک بزرگ اس گھڑی اس حالت میں طلب دنیا میں ہے، میں ضرور اسے وعظ کروں گا۔

پس میں آپ کے قریب گیا اور آپ پر سلام کیا تو آپ نے مجھ پر جھڑک کر سلام کیا اور وہ پسینہ میں ڈوبے

ہوئے تھے تو میں نے آپؑ سے کہا کہ خدا آپ کی اصلاح کرے، قریش کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ اس گھڑی اس حالت میں دنیا کی تلاش میں ہے اگر آپ پر موت آجائے اور آپ اس حالت میں ہوں (تو کیا ہوگا) وہ کہتا ہے آپ نے غلاموں کو چھوڑ دیا پھر اپنے سہارے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ

خدا کی قسم اگر مجھے اس وقت موت آجائے اور میں اسی حالت میں ہوں تو ایسے وقت میں آئے گی جب کہ میں اللہ کی ایک اطاعت میں مصروف ہوں گا کہ جس سے میں نے اپنے آپ کو تجھ سے اور دوسرے لوگوں سے کچھ لینے سے روکا ہے اور موت کا خوف تو مجھے تب ہوتا اگر وہ اس وقت آتی جب میں خدا کے معاصی میں سے کسی معصیت اور نافرمانی میں مبتلا ہوتا، تو میں نے عرض کیا کہ خدا کی آپ پر رحمت نازل ہوتی رہے میں نے چاہا تھا کہ آپؑ کو وعظ کروں اور آپ نے مجھے وعظ کیا۔

مجھے شریف ابومحمد حسن بن محمد نے خبر دی کہ مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ مجھ سے اہل ری کے ایک بوڑھے شیخ نے بیان کیا وہ کہتا تھا کہ مجھ سے یحییٰ بن عبدالحمید حمانی نے معاویہ بن عمار دھنی سے جس نے محمد بن علی بن الحسینؑ سے خدا کے اس ارشاد کے سلسلہ میں بیان کیا۔

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

(اہل ذکر سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے)

تو آپؑ نے فرمایا وہ اہل ذکر ہم ہیں۔

شیخ رازی کہتا ہے کہ میں نے محمد بن مقاتل سے اس کے متعلق سوال کیا تو اس نے اس میں اپنی رائے کو داخل کرتے ہوئے کہا کہ اہل ذکر سے تمام علماء مراد ہیں تو میں نے اس کی رائے کا ذکر ابوزرعہ سے کیا تو اس سے اس کے قول سے بڑا تعجب ہوا اور میں نے اس کے سامنے وہ کچھ بیان کیا کہ جس کی حدیث مجھے یحییٰ بن عبدالحمید سے بیان ہوئی تھی تو اس نے کہا محمد بن علیؑ بن الحسینؑ نے سچ فرمایا ہے بے شک وہی اہل ذکر ہیں اور مجھے اپنی جان کی قسم کہ ابوجعفرؑ سب سے بڑے عالم ہیں۔

ابوجعفرؑ نے ابتداء کائنات اور انبیاء کے واقعات روایت کیے ہیں اور آپ سے جنگوں کے حالات اور طور طریقے نقل کیے گئے ہیں اور علماء نے مناسک حج میں آپ پر اعتماد کیا ہے کہ جنہیں آپؑ نے رسول اللہؐ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے آپ سے تفسیر قرآن بھی نقل کی ہے۔ اہل تشیع و تسنن نے آپ سے اخبار کی روایت کی ہے اور اہل رائے میں جس نے آپ کی تردید کی تھی ان میں سے آپ نے مناظرہ کیا۔ لوگوں نے آپ سے علم کلام کے بہت سے مسائل محفوظ کئے ہیں۔

مجھے شریف ابومحمد حسن بن محمد نے خبر دیتے ہوئے کہا کہ مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا کہ مجھ سے زبیر بن ابوبکر نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ مجھ سے عبدالرحمن بن عبداللہ زہری نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہشام بن عبدالملک

نے حج کیا اور وہ مسجد الحرام میں داخل ہوا اور وہ اپنے غلام سالم کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے تھا اور محمد بن علیؑ بن الحسینؑ مسجد میں موجود تھے تو ہشام سے سالم نے کہا کہ یہ محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ ہیں، ہشام نے کہا کہ وہی جس پر اہل عراق فریفتہ ہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں! تو ہشام نے کہا کہ ان کے پاس جاؤ اور کہو کہ آپ سے امیر المومنین (خود اپنے لیے کہہ رہا تھا) کہہ رہے ہیں کہ لوگ قیامت کے دن فیصلہ نہ ہونے تک کیا کھائیں پئیں گے؟

تو ابوجعفر امام باقرؑ نے فرمایا کہ

لوگ ایسی زمین پر محشور ہوں گے جو صاف وشفاف روٹی کی طرح ہوگی اس میں نہریں پھوٹیں گی اپنے حساب سے فارغ ہونے تک وہاں سے کھائیں پئیں گے۔

راوی کہتا ہے کہ ہشام نے سمجھا کہ اسے آپ پر کامیابی حاصل ہوئی ہے (گویا امام محمد باقرؑ کا جواب نعوذ باللہ غلط ہے)

کہنے لگا اللہ اکبر ان کے پاس (دوبارہ) جاؤ اور کہو کہ وہ (ہشام کہہ رہا ہے کہ اس دن وہ کھانے پینے سے کس قدر غافل ہوں گے! (یعنی حساب کی وجہ سے کھانے پینے کا ہوش ہی کب ہوگا)

تو امام ابوجعفر باقرؑ نے جواب دیا

وہ جہنم کی آگ میں زیادہ مشغول ہوں گے باوجود اس کے کہ وہ یہ کہنے سے غفلت نہیں کریں گے افیضوا علینا من الماء آو مما رزقکم اللہ (ہم پر پانی کا فیصان کرو یا اس میں سے جو خدا نے تمہیں رزق دیا ہے)

پس ہشام خاموش ہوگیا اور کوئی بات نہ کرسکا۔

اخبار وروایات میں آیا ہے کہ محمد بن علیؑ کی خدمت میں نافع بن ارزق آیا اور آ کر آپ کے سامنے بیٹھ کر آپ سے حلال وحرام کے مسائل پوچھتا رہا تو ابوجعفرؑ نے اپنے ارشادات کے دوران فرمایا کہ

ان حق سے نکل جانے والوں (خارجیوں) سے کہو کہ تم نے امیر المومنین سے الگ وجدا ہونا کیسے حلال و جائز قرار دیا ہے۔ حالانکہ تم نے ان کی اطاعت میں خون بہائے اور ان کی نصرت و مدد میں تقرب الٰہی کا حصول چاہا۔ شاید وہ (خارجی) عنقریب (اس سوال کے جواب میں) تجھے کہیں گے۔ چونکہ انہوں (حضرت علیؑ) نے دین خدا میں حکم اور فیصلہ دینے والے مقرر کئے ہیں۔ تو ان (خوارج) سے کہنا ”خدا نے اپنے نبیؐ کی شریعت میں اپنی مخلوق سے دو مردوں کو یصلہ کرنے والا مقرر کرنے کے لیے کہا ہے۔

پس فرمایا

فابعثوا حکما من اھلہ و حکما من اھلیا ان یرید اصلاحا یوفق اللہ بینہما

''پس مرد کے خاندان سے اور عورت کے خاندان سے ایک ایک فیصلہ کرنے والا بھجواگر وہ اصلاح چاہیں تو خدا ان کے درمیان توفیق دے گا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ کو بنی قریظہ کے معاملہ میں حکم مقرر کیا تھا پس اس نے جو حکم کیا خدا نے اسے قبول کیا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ امیر المومنینؑ نے حکمین (دونو فیصلہ کرنے والے) کو حکم دیا تھا کہ وہ قرآن کے مطابق فیصلہ کریں گے اور اس سے تجاوز نہیں کریں گے اور شرط کی تھی کہ ان کے احکام میں سے جو کچھ قرآن کے مخالف ہوا اسے رد کریں گے اور جب انہوں نے کہا کہ پ نے اپنے اوپر ایسے شخص کو حاکم بنایا کہ جس نے پ کے خلاف حکم دیا تو آپؑ نے فرمایا

میں نے مخلوق ک تو حاکم ہی نہیں بنایا بلکہ میں نے تو کتاب خدا کو حاکم بنایا ہے پس کہاں سے یہ حق سے نکل جانے والی جماعت اس شخص ک گمراہ سمجھتی ہے جس نے امر کیا تھا کہ قرآن کے مطابق حکم ہو اور شرط کی تھی کہ جو اس کے مخالف ہوگا وہ مردود ہے مگر یہ کہ وہ اپنے دعویٰ میں بہتان تراشی کریں۔

پس نافع بن ازرق نے کہا

خدا کی قسم یہ وہ (مدلل) کلام ہے جو (اس سے پہلے) کبھی میرے کان کے قریب سے بھی نہیں گزرا اور نہ میرے دل میں کھٹکا اور یہی انشاء اللہ حق ہے۔

علماء نے روایت کی ہے کہ محمد بن علیؑ بن الحسینؑ کے پاس عمرو بن عبید حاضر ہوا تا کہ وہ سوالات کے ذریعہ سے آپ کا امتحان کرے پس آپ سے کہنے لگا کہ آپ پر قربان جاؤں خدا تعالیٰ کے اس قوت کا کیا معنی ہے۔

اولم یر الذین کفروا ان السموت و الارض کانتا رتقا ففتقنا هما ہ

''کیا دیکھتے نہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے کہ آسمان و زمین ملے ہوئے تھے پس ہم نے ان دونوں کو جدا کیا۔ تو یہ رتق (ملنا) اور فتق (جدا کرنا) کیا ہے!''

تو ابو جعفرؑ نے فرمایا کہ آسمان رتق (ملا ہوا) تھا اس سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین رتق (ملی ہوئی) تھی اس سے سبزہ نہیں اگتا تھا۔

تو عمرو لاجواب ہو گیا اور پھر کوئی اعتراض نہ کر سکا اور چلا گیا پھر لوٹ کر آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ پر قربان جاؤں مجھے خدا کے اس قول کے متعلق بتایئے کہ

ومن یحلل علیہ غضبی فقد ھوی

''اور جس پر میرا غضب نازل ہو بے شک وہ ہلاک ہو گیا۔''

اللہ عزوجل کا غضب کیا ہے؟
امام محمد باقر ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ
اے عمرو، اللہ کا غضب اس کی سزا وعقاب ہے اور جو یہ گمان کرے کہ اللہ کو کوئی چیز متغیر کر دیتی ہے تو وہ کافر ہے۔ آنجنابؑ ہمارے ذکر کردہ اوصاف فضل علمی، سرداری ریاست وامامت کے علاوہ خاصہ وعامہ میں جودو سخا سے بھی متصف تھے اور باوجودیکہ آپ کثیر العیال اور متوسط حال تھے پھر بھی تمام لوگوں میں آپ کا کرم تفضّل و احسان کے ساتھ معروف ومشہور تھا۔
مجھ سے شریف ابومحمد حسن بن محمد نے اپنے دادا سے بیان کیا جو کہتے ہیں کہ ہم سے ابونصر نے بیان کیا کہ مجھ سے محمد بن حسین نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہم سے اسود بن عامر نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے، ہم سے حیان بن علی نے حسن بن کثیر سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوجعفر محمدؑ بن علیؑ سے کسی حاجت اور بھائیوں کی جفا کاری کی شکایت کی، تو آپؑ نے فرمایا کہ
برا بھائی وہ ہے جو تونگری میں تیری رعایت کرے اور فقیری میں تجھ سے قطع تعلق کر لے۔
پھر آپؑ نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا تو وہ ایک تھیلی نکال لایا آپؑ نے فرمایا اسے خرچ کرو اور جب ختم ہو جائے تو پھر مجھے بتانا اور اس تھیلی میں سات سو درہم تھے۔
محمد بن حسین نے روایت کی کہ عبداللہ بن زبیر نے ہم سے ذکر کیا کہ کچھ لوگوں نے عمرو بن دینار اور عبداللہ بن عبید بن عمیر کے حوالے سے ہمیں بتایا کہ وہ دونوں کہتے تھے کہ ہم نے ابوجعفر محمدؑ بن علیؑ سے ملاقات نہیں کی مگر یہ کہ پ نے ہمارے پاس نان، نفقہ، عطیہ اور لباس بھیجا اور فرمایا یہ تمہارے لیے تیار کیا گیا تھا اس سے پہلے کہ تم میری ملاقات کرتے۔
ابونعیم نخعی نے معاویہ بن ہشام سے جس نے سلیمان بن قرم سے روایت کی ہے کہ
ابوجعفر محمد بن علی علیہما السلام ہماری فرمیادرسی پانچ سو درہم سے لے کر چھ سو اور ہزار درہم تک کیا کرتے تھے اور وہ کبھی بھی اپنے بھائیوں، آپ کے پاس آنے والے سائل اور امیدوآرزو رکھنے والوں پر انعام واکرام سے تنگ دل اور ملول خاطر نہیں ہوتے تھے۔
آپ نے اپنے اباؤ اجداد سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ت ین اہم ترین اعمال ہیں۔
۱۔ مال کے ساتھ بھائیوں کی مدد کرنا۔
۲۔ اپنے آپ کے بارے میں لوگوں سے انصاف کرنا۔
۳۔ اور ہر حالت میں خدا کو یاد رکھنا۔

اسحاق بن منصور سلولی نے روایت کی ہے کہ میں نے حسن بن صالح سے سنا جس نے آگے ابو جعفر محمدؑ بن علیؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ کسی چیز کو دوسری سے مخلوط کرنا اتنا مفید نہیں جتنا علم کے ساتھ حلم کو۔

آپؑ ہی سے روایت ہے کہ آپ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا گیا جسے آپ اسناد کے بغیر چھوڑ دیتے۔

تو آپؑ نے (جواب میں) فرمایا کہ جب میں تمہیں کوئی حدیث بغیر اسناد کے بیان کروں تو اس میں میرا سلسلہ سند اس طرح ہوگا میں اپنے والد گرامی (زین العابدینؑ) سے وہ میرے دادا اور اپنے والد (امام حسینؑ) سے وہ اپنے دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور وہ جبرئیلؑ سے اور وہ اللہ عز وجل سے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کا ہم سے ابتلاء و امتحان بہت سخت ہے اگر ہم انہیں بلائیں تو ہماری بات پر لبیک نہیں کہتے اور اگر ان کو چھوڑ دیں تو ہمارے غیر سے ہدایت نہیں حاصل کر سکتے اور آ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کو ہماری کون سی چیز ناپسند ہے ہم اہلبیت رحمت، شجرۂ نبوت، معدن حکمت ملائکہ کے آنے جانے کی جگہ اور وحی کے اترنے کا مقام ہیں۔

آپ کی وفات ہوئی تو آپ نے سات بچے چھوڑے (پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں)

آپؑ کے بھائیوں (کا یہ عالم تھا کہ ان) میں سے ہر ایک صاحب فضیلت تھا اگرچہ وہ آپؑ کے امام ہونے، اللہ کے ہاں مرتبہ ولایت پر فائز ہونے اور نبی کریمؑ کے جانشین ہونے کی وجہ سے آپ کے فضل و کمال کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔

آپؑ کی مدت امامت اور لوگوں پر خلافت الٰہیہ میں اپنے والد کی جانشین کا زمانہ سترہ سال ہے۔

آپؑ کے بھائیوں کا تذکرہ اوران کے کچھ واقعات

عبداللہ بن علیؑ بن الحسینؑ ابوجعفرؑ کے بھائی رسول اللہؐ اورامیرالمومنینؑ کے صدقات کے متولی تھے اور وہ فاضل وفقیہہ تھے انہوں نے اپنے آباء واجداد سے بہت سی احادیث کی روایت کی ہیں اورلوگوں نے ان کے حوالے سے احادیث بیان کی ہیں اوران سے بہت سے آثار حاصل کیے ہیں۔

ان میں سے وہ ہے کہ جوابراہیم بن محمد بن داؤد بن عبداللہ جعفری نے عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے عمارہ بن غزیہ نے عبداللہ بن علیؑ بن الحسینؑ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے ارشادفرمایا کہ

سب سے زیادہ بخیل شخص وہ ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر صلوات نہ بھیجے (صلوٰت اللہ علیہ وآلہ)

زید بن حسن بن عیسٰی نے روایت کی ہے کہ ہم سے ابوبکر بن ابواویس نے عبداللہ بن سمعان سے نقل کیا کہ میں نے عبداللہ بن علیؑ بن الحسینؑ سے ملاقات کی تو انہوں نے مجھے اپنے پدر بزرگوار (زین العابدینؑ) سے جنھوں نے ان کے دادا (حسینؑ) سے اورانہوں نے امیرالمومنین علیہ السلام سے حدیث بیان کی کہ

آپ چور کا دایاں ہاتھ پہلی چوری میں کاٹتے اور اگر وہ دوبارہ چوری کرتا تو اس کا بایاں پاؤں کاٹتے اور اگر تیسری مرتبہ بھی چوری کرتا تو اسے حبس دوام یعنی عمر قید کرتے۔

عمر بن علیؑ بن الحسینؑ بھی فاضل جلیل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وامیرالمومنینؑ کے صدقات کے متولی رہے اور وہ پرہیزگار اورسخی تھے۔

داؤد بن قاسم نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ہمیں حسین بن زید نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے چچا عمر بن علیؑ بن الحسین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اس شخص کے ساتھ شرط کرتے جو صدقات علیؑ (کے باغات) خریدتا کہ باغ کی دیوار میں اس طرح شگاف رکھنا اور جو اندر آکر کھانا چاہے اسے منع نہ کرنا۔

مجھے شریف ابومحمد نے خبر دی وہ کہتا ہے کہ مجھے میرے دادا نے بتایا کہ ہم سے ابوالحسن بکار بن احمد ازدی نے بیان کیا کہ ہم سے حسن بن حسین عرنی نے عبیداللہ بن جریر سے نقل کیا کہ میں نے عمر بن علی بن الحسینؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

جو ہماری محبت میں کوتاہی کرے وہ مثل اس کے ہے جو ہمارے بغض میں زیادتی کرے ہمارا ایک حق تو وہ ہے جو ہمارے نبی کریمؐ کے ساتھ ہماری قرابت کی وجہ سے ہے اور ایک حق ہے جو اللہ نے ہمارے لیے قرار دیا

ہے جوان حقوق کوترک کرے اس نے ایک عظیم چیزکوترک کیا۔ہمیں اس منزل میں رکھوکہ جس میں ہمیں خدا نے رکھاہےاورہمارے متعلق وہ باتیں نہ کروکہ جوہم میں نہیں ہیں اگرخداہمیں سزادے تو ہمارے گناہوں کی وجہ سے اوراگراللہ ہم پررحم کرے تویہ اس کافضل وکرم ہے۔

زیدبن علی بن حسین اپنے بھائی حضرت ابوجعفرؑ(باقرؑ)کے بعداپنے باقی تمام بھائیوں سے معززوبزرگ تھے وہ عابدوزاہدپرہیزگار،فقیہ،سخی اور بہادر تھے۔وہ تلوارلے کرنیکی کاحکم،برائی سے روکنےاورامام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے خون کامطالبہ کرنے کے لیےاٹھے۔

مجھے شریف ابومحمدحسن بن محمد نے اپنے داداسے جس نے حسن بن یحیٰی سے خبردی وہ کہتاہے کہ ہم سے حسن بن حسین نے یحیٰی بن مساورسے جس نے ابوجارودزیادبن منذرسے بیان کیاوہ کہتاہے کہ میں جب مدینہ گیاتو جب بھی کسی سے زیدبن علیؑ کے متعلق سوال کرتاتومجھے جواب ملتاوہ جو’’حلیف القرآن‘‘ہیں(یعنی جوقرآن سے جدانہیں جوقرآن ہی کاساتھی ہے۔جس کاقرآن سے عہدوپیمان ہے)۔

ہشام بن ہشام نے روایت کی ہے وہ کہتاہے کہ

میں نے خالدبن صفوان سے زیدبن علی کے متعلق سوال کیااوروہ ان کے حوالے سےہمیں اکثراحادیث بیان کیاکرتاتھامیں نے اس سے پوچھاتونے ان سے کہاں ملاقات کی ہےتواس نے کہاکہ رصافہ بستی میں،میں نے پوچھاوہ کیسے شخص ہیں؟تووہ کہنےلگا۔

جس طرح جہاں تک مجھےمعلوم ہے وہ خوف خداسے گریہ کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے آنسوناک کے پانی سے مل جاتے تھے۔

بہت سے(زیدی)شیعہ ان کی امامت کااعتقادرکھتے تھے ان کے اس اعتقادکاسبب یہ تھاکہ انہوں نے تلوارکےساتھ خروج کیااوروہ آل محمدؐ کے پسندیدہ مردکی طرف دعوت دیتےت ھےاورلوگوں نے گمان کیاکہ اس سے وہ اپنے آپ کومرادلیتے ہیں حالانکہ وہ یہ مرادنہیں لیتے تھے کیونکہ وہ پہلے ہی سے اپنے بھائی(باقر)علیہ السلام کومستحق امامت جانتے تھےاورانہوں نے اپنی وفات کے وقت حضرت ابوعبداللہ(امام صادق)علیہ السلام کواپنا وصی بنایا۔

ابوالحسین زیدبن علی رضی اللہ عنہ کے خروج کاسبب علاوہ اس کے جوغرض ہم نے ذکرکی ہے کہ وہ امام حسینؑ کے خون کامطالبہ کرتے تھے یہ بھی تھاکہ آپ ہشام بن عبدالملک کے پاس(شام میں)گئےتواس نے آپ کے لیےاہل شام کوجمع کرکے حکم دیاکہ مجلس کوتنگ کرلوتاکہ وہ جناب اس کے قریب نہ پہنچ سکیں توجناب زیدنے اس سے کہاکہ

کوئی شخص اس سے بلندنہی ہے کہ اسے خوف خداکی وصیت کی جائےاورکوئی شخص اس سے پست نہیں کہ

وہ کسی کو خوف خدا اور تقویٰ کی وصیت کرے۔
اور میں تجھے اے (مومنین کے حاکم) اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں پس اللہ سے ڈر تو آپ سے ہشام نے کہا کہ تم وہ ہو جو اپنے کو خلافت کا اہل سمجھتے ہو اور اس کی آرزو رکھتے ہو حالانکہ تمہارا اس سے کیا ربط ہے تیری ماں نہ ہو تم تو ایک کنیز کے بیٹے ہو حالانکہ تو جناب زید نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا کہ نبی سے بڑھ کر اللہ کے ہاں کسی کا مقام ہو حالانکہ اللہ نے اسے مبعوث کیا اور وہ کنیز کا بیٹا تھا اور اگر چہ یہ چیز انتہائے غایت ومقصد سے کمی وکوتاہی کا باعث ہوتی تو اس کو مبعوث نہ کرتا اور وہ جناب اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام ہیں اے ہشام بتاؤ اللہ کیہاں نبوت کا مقام بڑا ہے یا خلافت کا اور علاوہ اس کے اس شخص میں کیا کمی ہے کہ جس کے باپ رسول اللہؐ ہوں اور وہ علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کا بیٹا ہو۔
پس ہشام اپنی مجلس سے اٹھا اور اس نے اپنے ناظم امور کو بلایا اور اس سے کہنے لگا کہ یہ شخص رات میرے لشکر (یا شام کی حد) میں نہ گزارے۔
تو زید اس کے دربار سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ
جب بھی کوئی قوم تلواروں کی دھار کو ناپسند کرتی ہے وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔
جب آپ (شام سے) کوفہ پہنچے تو اہل کوفہ ان کے گرد جمع ہو گئے اور وہ آپ کا ساتھ دیتے رہے یہاں تک کہ (دشمن کے ساتھ) جنگ کرنے پر انہوں نے آپ کی بیعت کر لی اور پھر (آخر میں) ان کی بیعت توڑ کر تنہا چھوڑ دیا۔ پس آپ شہید کر دیے گئے اور آپ کو چار سال تک انہیں لوگوں میں سولی پر لٹکائے رکھا گیا اور ان میں سے کسی نے نہ تو برا منایا اور نہ ہی ہاتھ یا زبان سے آپ کی مدد کی۔
اور جب زید شہید ہو گئے تو ان کی شہادت نے ابوعبداللہ (امام جعفر) صادق علیہ السلام پر بہت اثر کیا اور آپ بہت مخزون ومغموم ہوئے یہاں تک کہ اس کا اثر آپ پر نمایاں تھا اور آپ نے اپنے مال میں سے ہزار دینار زید کے اصحاب میں سے جو شہید ہوئے ان کے اہل وعیال میں تقسیم کیے اس کی روایت ابوخالد واسطی نے کی ہے وہ کہتا ہے کہ
حضرت ابوبعداللہ نے ہزار دینار میرے حوالے کر کے مجھے حکم دیا کہ جو لوگ زید کے ساتھ مارے گئے ہیں اسے ان کے اہل وعیال میں تقسیم کر و پس فضیل رسان کے بھائی عبداللہ بن زبیر کے اہل وعیال کو اس میں سے چار دینار ملے۔
حضرت زید کی شہادت پیر کے دن دو صفر ایک سو بیس ہجری میں ہوئی اور اس وقت ان کی عمر بیالیس سال تھی۔
حسینؑ بن علیؑ، فاض اور پرہیز گار تھے اور انھوں نے بہت ی احادیث اپنے والد علی بن الحسینؑ علیہما السلام

اور اپنی پھوپھی فاطمہ بنت الحسینؑ اور اپنے بھائی ابو جعفرؑ سے بیان کی ہیں۔

احمد بن عیسیٰ نے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرے والد گرامی نے ہمیں روایت کرتے ہوئے بتایا کہ میں جب حسینؑ بن علیؑ بن الحسینؑ کو دعا مانگتے دیکھتا تو کہا کرتا تھا

کہ وہ دعا سے ہاتھ نہ ہٹائیں جب تک تمام مخلوق کے لیے ان کی دعا قبول نہ ہو جائے۔(یعنی اگر وہ تمام مخلوق کے لیے دعا کرے تو ان کی دعا قبول ہوگی) مترجم۔

حرب طحان نے روایت کی ہے کہ مجھ سے حسن با صالح کے ساتھی سعید نے کہا

میں نے حسن بن صالح سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا نہیں دیکھا تھا یہاں تک کہ میں مدینہ گیا تو میں نے حسین بن علی بن حسین علیہما السلام کو دیکھا کہ ان سے بڑھ کر خوف خدا رکھنے والا نہیں گویا ان کا شدت خوف ایسا تھا کہ جہنم کی آگ میں ڈال کر نکالا گیا ہو۔

اور یحییٰ بن سلیمان بن حسین نے اپنے چچا ابراہیم بن حسین سے جنہوں نے اپنے باپ حسین بن علیؑ بن حسینؑ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ

ابراہیم بن ہشام مخزومی مدینہ کا حاکم تھا اور وہ جمعہ کے دن ہمیں منبر کے پاس جمع کرتا پھر حضرت علی علیہ السلام کو برا بھلا کہتا اور انہیں گالیاں بکتا تھا تو وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں حاضر ہوا تو وہ جگہ لوگوں سے پر تھی پس میں منبر سے چمٹا رہا اور مجھے نیند سی آ گئی تو میں نے دیکھا کہ ایک قبر کھلی اور اس سے ایک شخص نکلا جس پر سفید کپڑے ہیں اور اس نے مجھے کہا کہ اے ابا عبداللہ! کیا تجھے دکھ نہیں پہنچتا اس سے جو یہ کہتا ہے؟ میں نے کہا خدا کی قسم اسی طرح سے (یعنی دکھ ہوتا ہے) تو اس نے کہا کہ آنکھیں کھول کر دیکھو کہ خدا اس سے کیا سلوک کرے گا پس حضرت علیؑ کا ذکر کیا ہی تھا کہ اسے منبر سے نیچے پھینک دیا گیا اور وہ لعین مر گیا۔

ابو جعفر کی اولاد کی تعداد اور نام

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ابو جعفر محمدؑ باقرؑ کے سات بچے ہیں۔

۱۔ ابوعبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام اور انہیں کے نام سے آپ کی کنیت ابو جعفر ہے۔

۲۔ عبداللہ بن محمدؑ ان دونوں کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر ہے۔

۳۔ ابراہیم

۴۔ عبیداللہ۔ یہ دونوں بچپن ہی فوت ہو گئے تھے اور ان کی والدہ ام حکیم بنت اسید بن مغیرہ ثقفیہ تھیں۔

۵۔ علی

۶۔ زینب۔ ان دونوں کی والدہ کنیز تھیں۔

۷۔ ام سلمہ۔ ان کی والدہ بھی کنیز تھیں۔

حضرت ابو جعفر امام باقرؑ کی اولاد میں سے سوائے حضرت ابوعبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام کی ذات کے کسی کی امامت کا اعتقاد نہیں رکھا گیا۔

اور آپ کے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ فضل وصلاح میں مشہور تھے اور روایت ہے کہ بنی امیہ کے ایک شخص کے پاس گئے تو اس نے چاہا کہ آپ کو قتل کر دے تو جناب عبداللہ نے اس سے کہا کہ

مجھے قتل نہ کرو ورنہ میں تمہارے خلاف اللہ کا معاون و مددگار رہوں گا اور اگر مجھے چھوڑ دو تو میں اللہ کے ہاں تیرا معاون ہوں گا آپ کا مقصد یہ تھا کہ اللہ کے ہاں تیری شفاعت کروں گا تو اللہ شفاعت کو قبول کرے گا تو اموی لعین نے کہا کہ تم اس کے اہل نہیں ہو اور آپ کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام جعفر صادق علیہ السلام

امام محمد باقر کے نائب کا تذکرہ، ان کی تاریخ ولادت، امامت کے دلائل، مدت عمر، مدت خلافت، وفات، قبر، اولاد کی تعداد اور ان کے مختصر حالاتِ زندگی

حضرت صادق جعفر بن محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام اپنے بھائیوں میں سے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہما السلام کے خلیفہ و جانشین ان کے وصی اور ان کے بعد امامت میں ان کے قائم مقام اور فضیلت میں ان سب سے نمایاں، نامور اور قدر و منزلت میں بالاتر اور سنی و شیعہ کے ہاں ان سے بلند مرتبہ تھے اور لوگوں نے آپؑ سے اتنے علوم نقل کئے ہیں جن کو لے کر قافلے چلے اور آپ کا ذکر شہروں میں پھیلا اور علماء نے آپ کے خاندان سے کسی سے اتنے علوم نقل نہیں کیے کہ جتنے آپ سے کیے ہیں اور اہل آثار اور ناقلین اخبار میں سے انہیں کوئی نہیں ملا اور نہ کسی نے ان سے نقل کیا ہے جس طرح ابوعبداللہؑ سے روایت ہے انہوں نے نقل کیا ہے محدثین نے آپ سے روایت کرنے والوں کے نام جو باوجود اختلاف آراء اور اعتقادات کے قابل وثوق ہیں چار ہزار شمار کیے ہیں۔

آپ کی امامت کی اتنی واضح دلیلیں ہیں جو قلوب پر اثرانداز اور مخالفین کے اعتراضات وشبہات کا منہ توڑ جواب ہیں۔ آپ کی ولادت مدینہ میں ۸۳ھ تراسی ہجری میں اور وفات ماہِ شوال ۱۴۸ھ ہجری میں واقع ہوئی آپ کی عمر پینسٹھ برس تھی، آپ جنت البقیع میں اپنے والد دادا اور چچا امام حسنؑ کے پاس ہی دفن ہوئے آپ کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر ہیں اور آپ کی امامت کا زمانہ چونتیس سال ہے اور آپ کے والد ابوجعفرؑ امام محمد باقرؑ نے واضح اور صاف طور پر آپ کے بارے میں وصیت فرماتے ہوئے نص قائم فرمائی۔

محمد بن ابوعمیر نے ہشام بن سالم سے جس نے ابوعبداللہ امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ جب میرے والد کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا کہ

اے جعفر میں تمہیں اپنے اصحاب کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔

تو میں نے عرض کیا کہ

میں آپ پر قربان جاؤں خدا کی قسم میں ضرور انہیں بلاؤں گا اور ان میں سے ایک شخص بھی اگر شہر میں ہوا

تو وہ کسی سے سوال نہیں کرتا پھرے گا۔

ابان بن عثمان نے ابوصباح کنانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ابوجعفر علیہ السلام نے اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف دیکھا اور فرمایا اسے دیکھتے ہو یہ ان افراد میں سے ہے ایک کہ جن کے متعلق خدا فرماتا ہے

ونريد ان نمن على الذين استضعفوا فى الارض ونجعلهم آئمة ونجعلهم الوارثين

"اور ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنہیں زمین میں کمزور سمجھا گیا اور انہیں امام بنائیں اور انہیں وارث قرار دیں۔"

ہشام بن سالم نے جابر بن یزید جعفی سے روایت کی ہے کہ ابوجعفر سے ان کے بعد ان کے قائم مقام کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے ابوعبداللہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ ہے خدا کی قسم قائم آل محمدؑ (یعنی اس زمانہ میں امور امامت کے ساتھ قیام کرنے والا۔ مترجم)

علی بن حکم نے ابوجعفر کے صحابی ظاہر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں آپ کے پاس تھا کہ جعفرؑ آگے بڑھے تو ابوجعفر نے فرمایا:

یہ ہیں خیر البریہ (یعنی بہترین خلائق)

یونس بن عبدالرحمن نے آل سام کے غلام عبدالاعلی سے جس نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ

بے شک میرے والد نے جو کچھ آپ کے ہاں تھا میرے سپرد کیا اور جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا کہ میرے پاس کچھ گواہ شاہد لے کر آؤ تو میں نے قریش میں سے چار آدمیوں کو بلایا، کہ جن میں عبداللہ بن عمر کا غلام نافع بھی تھا تو آپ نے فرمایا لکھو

هذا ما اوصى به يعقوب بنيه يا نبى ان الله اصطفى لكم الذين فلاتموتن الا وانتم مسلمون

"یہ وہ ہے جس کی یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی۔ اے بیٹا بے شک اللہ نے تمہارے لیے دین کو چن لیا ہے پس تم نہ مرو، مگر مسلمان ہو کر۔"

اور وصیت کی ہے کہ محمد بن علی نے جعفر بن محمدؑ کو اور اسے حکم دیا ہے کہ وہ انہیں اسی چادر میں کفن پہنائیں کہ جس میں وہ جمعہ کے دن نماز پڑھتے تھے اور انہیں ان کا عمامہ پہنائیں، قبر کو مربع بنائیں اور چار انگلیوں کے برابر بلند رکھیں اور دفن کرتے وقت بند کفن کھول دیں پھر آپ نے گواہوں سے کہا کہ چلے جائیں، خدا آپ پر رحم

کرے، تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ بابا جان یہ امور ایسے نہیں تھے کہ جن پر گواہ بلائے جائیں تو آپ نے فرمایا کہ بیٹا مجھے پسند نہیں کہ تمہیں مغلوب کیا جائے اور کہا جائے کہ اس کو وصی نہیں بنایا گیا، لہٰذا میں نے چاہا کہ تمہارے پاس حجت و دلیل ہو۔

اور اس جیسی بہت زیادہ احادیث موجود ہیں نیز وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جس کا ذکر خبر لوح میں کر چکے ہیں جس میں آپ کی امامت پر اللہ کی طرف سے نص موجود ہے۔ اس کے ساتھ عقلی دلائل پیش کر آئے ہیں کہ امام کے لیے لازم ہے کہ وہ سب سے بہتر اور افضل ہو اور آپ میں یہ بات موجود ہے کیونکہ فضیلت علم و زہد و عمل میں آپ اپنے تمام بھائیوں، خاندان اور اپنے اہل زمانہ سے بلند و نمایاں تھے۔

اس کے علاوہ ایک اور بات ہے کہ جو انبیاء کی مانند معصوم نہ ہو اور علم میں کمال پر نہ ہو وہ امام نہیں ہوسکتا (اب اگر دیکھا جائے) تو آپ کے علاوہ جس جس کے لیے آپ کے زمانہ میں دعویٰ امامت کیا گیا ہے وہ آپ کے مقابلہ میں عصمت سے خالی اور علم میں کمال پر نہ تھے لہٰذا اس سے بھی آپ کے امامت ثابت ہوتی ہے اور ہمارے گزشتہ بیان کے مطابق ہر زمانے میں امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

نیز لوگوں نے آپ کے ہاتوں رونما ہونے والی وہ خدائی علامتیں اور نشانیاں روایت و نقل کی ہیں جو آپ کی امامت اور آپ ہی کا حقدار ہونے اور آپ کے علاوہ کسی اور کی امامت کے دعویدار کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

ا۔ ان روایات میں ایک وہ روایت ہے جسے مورخین نے منصور کے ساتھ آپ کے واقعہ خبر بیان کرتے ہوئے نقل کی ہے کہ جب منصور نے ربیع کو حضرت ابوعبداللہ (امام جعفر) کو حاضر کرنے کا حکم دیا تو اس نے ایسا ہی کیا جب منصور (لعین) نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگا

''اگر میں تمہیں قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کر دے کیا میری سلطنت و حکومت کا انکار کرتے ہو اور میرے خلاف فساد برپا کر رہے ہو؟

تو آپ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی ایسا کوئی ارادہ ہے اگر تجھے کوئی ایسی خبر ملی ہے تو کسی جھوٹے شخص نے دی ہے اور اگر میں نے ایسے کیا ہے۔

تو (کیا ہوا) یوسف پر ظلم ہوا تو اس نے معاف کر دیا اور ایوبؑ مصائب میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے صبر کیا اور سلیمانؑ کو سلطنت و ملک دیا گیا تو انہوں نے شکر ادا کیا پس وہ تمام اللہ کے انبیاء ہیں اور انہی کی طرف تیرا نسب پلٹتا ہے۔

تو منصور نے کہا، جی ہاں! اس جگہ سے آپ اوپر تشریف لائیں۔ حضرت اوپر گئے۔

تو منصور نے آپؑ سے کہا کہ میں نے جو کچھ آپ سے کہا ہے اس کی خبر فلاں بن فلاں نے مجھے دی ہے۔

آپؑ نے فرمایا

اب کے اسے بلاؤ تا کہ وہ مجھ سے اس بارے میں موافقت پیدا کرے۔ وہ شخص حاضر کیا گیا تو منصور نے اسے کہا کہ

تو نے خود سنا ہے جو کچھ تو نے جعفر کے بارے حکایت کی ہے!

اس نے کہا کہ ہاں!

ابو عبداللہ نے فرمایا اس سے اس بارے میں قسم طلب کرو۔

تو منصور نے کہا! کیا تو قسم کھائے گا؟

اس نے کہا، ہاں اور قسم کھانا شروع کی تو ابو عبداللہ نے فرمایا: مجھے اختیار دو کہ میں اسے قسم کھلاؤں۔

تو اس نے آپؑ سے کا کریں۔

تو عبداللہ نے اس چغل خور سے فرمایا کہ

کہو کہ جعفر نے اس طرح کہا اور ایسے ایسے کہا ہے ورنہ میں اللہ کی (دی ہوئی) طاقت وقوت سے چھٹکارا چاہتا اور اپنی قدرت وطاقت کا سہارا لیتا ہوں۔

تھوڑی دیر وہ یہ قسم کھانے سے رکا بالآخر اس نے یہی قسم کھائی جس کے ساتھ ہی ایڑیاں رگڑنے لگا (یعنی زمین پر تڑپنے لگا) تو ابو جعفر (منصور) نے کہا اسے پاؤں سے گھسیٹ کر باہر لے جاؤ خدا اس پر لعنت کرے۔

ربیع کا کہنا ہے کہ میں نے حضرت جعفر بن محمدؑ کو دیکھا جب آپ منصور کے پاس تشریف لائے تو آپ کے ہونٹ جنبش کر رہے تھے۔ جب آپ کے ہونٹ ہلتے تو منصور کا غصہ ختم ہو جاتا یہاں تک کہ اس نے آپ کو اپنے قریب جگہ دی اور خوش ہوا۔

تو جب ابو جعفر (منصور) کے ہاں سے حضرت ابو بعداللہ (امام جعفر صادقؑ) باہر تشریف لائے تو میں آپ کے پیچھے ہولیا میں نے آپ سے کہا کہ یہ شخص تو آپ پر بہت زیادہ ناراض تھا لیکن آپ جب اس کے پاس تشریف لائے تو آپ کے ہونٹ متحرک تھے آپ کے ہونٹوں کو حرکت دینے سے اس کا غصہ کافور ہو جاتا تھا وہ کیا چیز تھی جس سے آپ اپنے ہونٹوں کو جنبش دے رہے تھے۔

آپ نے فرمایا میں اپنے جد امجد حسین بن علی علیہما السلام کی دعا سے (ہونٹوں کو متحرک کئے ہوئے تھا)

میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں وہ کون سی دعا ہے؟

تو آپ نے فرمایا کہ

"یاعدتی عندشدتی و یاغوثی عند کربتی احرسنی بعینك التی لاتنام وا کنفنی بر کنك الذی لایرام"

"اے میری سختی و شدت کے وقت میرے ساز و سامان اے مصیبت کے وقت میرے فریاد درس میری حفاظت اس آنکھ کے ساتھ فرما جو سوتی نہیں اور اپنی اس وقت وعزت کے ساتھ میرے نگہبانی فرما جس تک رسائی نہیں۔"

ربیع کہتا ہے کہ میں نے یہ دعا یاد کر لی اور پھر جب بھی کوئی مصیبت آئی میں نے یہی دعا مانگی جس سے وہ دور ہو گی۔

ربیع کہتا ہے کہ

میں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے عرض کیا کہ

آپ نے چغل خور کو خدا کی قسم کھانے سے منع کیوں کیا؟

تو آپؑ نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ خدا اس شخص کو دیکھے جو اس کی وحدانیت اور بزرگی کو بیان کرے، پس وہ حلم وبردباری سے کام لیتے ہوئے اس کی سزا میں تاخیر ڈال دے لہٰذا میں نے وہ قسم کھلائی جو تو نے سنی تو خدا نے اسے زیادہ سختی سے جکڑ لیا۔

روایت ہے کہ داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے حضرت امام جعفر بن محمدؑ کے غلام معلیٰ بن خنیس کو قتل کر کے اس کا مال لے لیا تو حضرت جعفرؑ اس کے پاس گئے اور آپ عبا کو کھینچ رہے تھے تو آپؑ نے فرمایا کہ

تو نے میرا غلام قتل کر دیا اور میرا مال لے لیا ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ مرد کا بیٹا مر جائے تو وہ سو جاتا ہے لیکن وہ جنگ کی صورت میں نہیں سوتا یاد رکھو کہ خدا کی قسم میں خدا سے تیرے حق میں بددعا کروں گا۔

تو داؤد نے کہا کیا ہمیں اپنی دعا سے ڈراتے ہو؟ جیسے آپ کی بات کا مذاق اڑا رہا ہو۔

پس آپؑ اپنے گھر واپس آگئے اور آپؑ نے ساری رات قیام وقعود میں گزار دی یہاں تک کہ جب سحری کا وقت ہوا تو آپؑ کو یہ کہتے سنا گیا کہ

"یاذا القوة القوية و ياذا المعال الشديد و ياذا العزة التى كل خلقك لها ذليل اكفنى هذه الطاغية و انتقم لى منه"

"اے قوی قوت والے ایسی سخت عتاب والے، اے صاحب عزت کہ جس کے مقابلہ میں تیری ساری مخلوق ذلیل ہے اس سرکش سے مجھے بچا اور اس سے میرا انتقام لے۔"

پس ایک گھنٹہ گزرا تھا کہ چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہوئی اور کہا گیا کہ داؤد بن علی ابھی ابھی مر گیا ہے۔

ابوبصیر کی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ

میں مدینہ گیا اور میرے ساتھ میری ایک کنیز تھی جس سے میں نے جماع کیا اور پھر میں حمام کی طرف نکلا تو میری ملاقات اپنے شیعہ ساتھیوں سے ہوئی جو جعفر بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں جا رہے تھے تو میرے دل میں خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ مجھ سے پہلے ملاقات کر لیں اور میں نہ کر سکوں لہٰذا میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا تو جب میں گھر میں داخل ہو کر حضرت ابوعبداللہ امام جعفرؑ کے سامنے آیا تو آپؑ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا

اے ابوبصیر! کیا تجھے معلوم نہیں کہ انبیاء اور اولادِ انبیاء کے گھر میں مجنب داخل نہیں ہو سکتا۔

تو مجھے شرم و حیاء آئی اور عرض کیا، اے فرزند رسولؐ!

میں نے اپنے ساتھیوں سے ملاقات کی تو مجھے خوف لاحق ہو گیا کہ اگر میں ان کے ساتھ نہ آیا تو میری آپؑ کے ساتھ ملاقات نہ ہو سکے گی، آئندہ ہرگز ایسا نہیں کروں گا اور میں باہر نکل گیا۔

اور بہت سی روایات آپ سے منقول ہیں جن سے ہمارے ذکر کردہ معجزات اور غیب کی اخبار جیسا فائدہ حاصل ہوتا ہے جن کا شمار طول کا باعث ہوگا۔

آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ

ہمارا علم غابر مزبوز، نکت فی القلوب اور نقر فی الاسماع اور ہمارے پاس جعفر احمر، جعفر ابیض اور مصحف فاطمہ ہے اور ہمارے پاس وہ جامعہ ہے کہ جس میں تمام وہ علوم ہیں کہ جن کی لوگوں کو ضرورت ہے۔

آپ سے اس کلام کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ

غابر، اس چیز کا علم ہے جو ہونے والی ہو اور مزبور اس چیز کا علم جو ہو چکی ہے اور **نکت فی القلوب** (دلوں پر اثر کرنا) وہ الہام ہے اور **نقر فی الاسماع** (کانوں میں آواز کا پڑنا) ملائکہ کی باتیں ہیں جن کو ہم سنتے ہیں اور ان کا جسم نظر نہیں آتا اور باقی رہا جعفر احمر تو وہ ایک ظرف ہے کہ جس میں رسول اللہؐ کے ہتھیار ہیں اور وہ ہرگز نہیں نکالے جائیں گے جب تک ہم اہل بیت کا قائم قیام نہیں کرے گا اور رہا جفر ابیض تو (وہ بھی) ایک ظرف ہے کہ جس میں تورات موسیٰ اور انجیل عیسیٰ و زبور داؤد اور باقی پہلی کتب ہیں اور باقی رہا مصحف فاطمہ تو اس میں ہونے والے حوادث اور ان لوگوں کے نام ہیں جو قیامت تک بادشاہی کریں گے اور رہا جامعہ تو وہ ایسی تحریر ہے کہ جس کا طول ستر ہاتھ ہے جیسے رسول اللہؐ نے بول کر لکھوایا اور علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اس میں خدا کی قسم تمام وہ چیزیں ہیں جن کی لوگوں کو قیامت تک حاجت اور ضرورت ہے یہاں تک کہ اس میں خراشنے کا تاوان ایک تازیانہ اور آدھے تازیانے تک کا ذکر ہے۔

اور آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ

میری حدیث میرے باپ کی حدیث ہے اور میرے باپ کی حدیث میرے دادا کی حدیث ہے اور میرے دادا کی حدیث علیؑ بن ابی طالبؑ کی حدیث ہے اور علیؑ بن ابی طالب کی حدیث رسول اللہؐ کی حدیث ہے

اور رسول اللہؐ کی حدیث خدا کا قول وارشاد ہے۔
ابوحمزہ ثمالی نے ابوعبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
الواح (تختیاں) موسیٰؑ ہمارے پاس ہیں اور عصاء موسیٰ ہمارے پاس ہے اور ہم انبیاء کے وارث ہیں۔
معاویہ بن وہب نے سعید سمان سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابوعبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام کے پاس تھا کہ اچانک مذہب زیدی کے دو مرد آئے، تو دونوں نے آپؑ سے کہا
کیا آپ میں سے کوئی امام ہے کہ جس کی اطاعت فرض وواجب ہو؟
راوی کہتا ہے کہ آپ نے (تقیہ کرتے ہوئے) فرمایا
نہیں!
تو وہ دونوں کہنے لگے! ہمیں آپ کے متعلق قابل وثوق افراد نے خبر دی ہے اور انہوں نے کچھ لوگوں کے نام لیے اور کہنے لگے وہ صاحب تقوی وامتیاز ہیں اور وہ ایسے لوگ ہیں جو جھوٹ نہیں بولتے۔
تو ابوعبداللہ غضب ناک ہوئے اور فرمایا کہ
میں نے انہیں اس چیز کا حکم نہیں دیا۔
پس جب ان دونوں نے آپ کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے تو باہر چلے گئے۔
اور آپؑ نے مجھ سے فرمایا، کیا ان دونوں کو جانتے ہو! میں نے عرض کیا، جی ہاں! یہ ہمارے اہل بازار ہیں اور یہ دونوں زیدی مذہب کے ہیں اور ان دونوں کا گمان ہے کہ رسول اللہؐ کی تلوار عبداللہ بن حسن کے پاس ہے۔
(عبداللہ بن حسن سے مراد عبداللہ بن حسن بن حسنؑ ہے جو فقط عبداللہ سے معروف تھے منصور کے زمانہ میں انہوں نے خروج کیا اور مارے گئے) تو آپؑ نے فرمایا، یہ جھوٹ بولتے ہیں خدا ان دونوں پر لعنت کرے۔
خدا کی قسم عبداللہ بن حسن نے تو اپنی دونوں اور نہ ہی ایک آنکھ سے دیکھا ہے اور نہ ہی اس کے باپ نے اسے دیکھا البتہ اس (کے باپ) نے حضرت علی بن الحسینؑ کے پاس دیکھا ہوگا۔
پس اگر یہ سچے ہیں (تو بتائیں) اس (تلوار) کے قبضہ پر کون سی علامت ہے؟ اور اس کے مارنے کی جگہ (دھار) پر کیا نشانی ہے!
بے شک میرے پاس رسول اللہؐ کی تلوار ہے اور میرے پاس رسول اللہؐ کا علم (پرچم وجھنڈا) ہے، زرہ و لآمہ (زرہ کی ایک قسم) اور خود (جو سر پر پہنا جاتا ہے) تو اگر سچے ہیں تو رسول اللہؐ کی زرہ کی کیا علامت ہے؟ اور میرے پاس رسول اللہؐ کا علم (پرچم) ہے جو کھردرا ہے یا جس سے غلبہ حاصل ہوتا تھا میرے پاس موسیٰؑ کے الواح اور ان کا عصا ہے میرے پاس سلیمان بن داؤدؑ کی انگوٹھی ہے اور میرے پاس وہ طشت ہے کہ جس میں موسیٰ قربانی

پیش کرتے تھے اور میرے پاس وہ اسم ہے کہ جسے جب رسول اللہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان رکھ دیتے تو مشرکین کا کوئی تیر مسلمانوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا اور میرے پاس اسی قسم کی چیز ہے کہ جسے ملائیکہ لے آتے تھے اور ہم میں رسول اللہؐ کے سلاح وہتھیار کی مثال بنی اسرائیل کے تابوت ایسی ہے، بنی اسرائیل میں جس گھر کے دروازے پر تابوت کو پاتے اس کو نبوت دی جاتی تھی اور ہم میں سے جس کے پاس سلاح اور ہتھیار ہیں اسے امامت ملتی ہے اور میرے والد نے رسول اللہؐ کی زرہ پہنی تھی تو وہ زمین پر خط کھینچتی تھی اور میں نے بھی اسے پہنا ہے اور ہمارا قائم جب اسے پہنے گا تو اسے پوری ہوگی انشاء اللہ۔

عبدالاعلی بن اعین نے روایت کرتے ہوئے کہا میں نے حضرت ابوعبداللہ (امام جعفر الصادقؑ) کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

میرے پاس رسول اللہؐ کے ہتھیار وسامان جنگ ہے اس میں کوئی مجھ سے نزاع و جھگڑا نہیں کرسکتا، پھر فرمایا کہ ہتھیار وہ ہیں کہ جن کی وجہ سے برائیاں دور کی جاسکتی ہیں اگر انہیں بدترین مخلوق کے پاس رکھ دیا جائے تو وہ بہترین ہوجائے گی، فرمایا یہ امر خلافت اس حد تک جائے گا جس کی تھوڑی میں خم ہے جب اللہ کی مشیت اس میں ہوگی تو اس کا خم دور کردے گا تو لوگ کہتے ہیں کیا ہوا وہ جو تھا اور خدا اپنا ہاتھ اس کی رعیت کے سروں پر رکھ دیتا ہے۔

عمر بن ابان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابوعبداللہ سے اس بارے سوال کیا کہ لوگ باتیں کرے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ام سلمہؓ کو ایک مہر شدہ صحیفہ دیا تھا، تو آپؑ نے فرمایا کہ

رسول اللہؐ کی جب رحلت ہوئی تو ان کے علم (پرچم) اور ان کے اسلحہ (سامان جنگ) اور جو کچھ وہاں موجود تھا کے علی وارث ہوئے پھر امام حسینؑ اور پھر امام حسینؑ وارث ہیئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ پھر علیؑ بن الحسینؑ کی طرف منتقل ہوا پھر ان کے بیٹے کی طرف اور پھر وہ آپؑ تک پہنچا، فرمایا کہ ہاں۔

اور اس بارے میں بہت زیادہ اخبار ہیں جن میں سے ہم نے جو تحریر کی ہیں وہ ہماری مطلوبہ غرض کو انشاء اللہ پورا کرتی ہیں۔

باب

امام جعفر صادق کے مختصر حالات واشارات

خبر غیب

مجھے عمر بن عبداللہ عتکی نے عمر بن شیبہ سے خبر دی کہ مجھ سے فضل بن عبدالرحمن ہاشمی اور ابن واجہ نے ابو زید سے اس نے عبدالرحمن بن عمرو بن جبلہ اس نے حسن بن ایوب مولٰی بنی نمیر سے اس نے عبدالاعلی بن اعین سے اس نے ابراہیم بن محمد بن ابوالکرام جعفری سے جس نے اپنے باپ (محمد) سے اس نے محمد بن یحییٰ سے اس نے عبداللہ بن یحییٰ سے اس نے عیسٰی بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے (اس طرح اس راویت میں راویوں کا بیان ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے کہ بنی ہاشم کی ایک جماعت مقام ابواء (مکہ و مدینہ کے درمیان) میں اکٹھی ہوئی، کہ جن میں ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس، ابوجعفر منصور (معروف منصور دوانیقی) بن علی، عبداللہ بن حسن اس کے دونوں بیٹے محمد و ابراہیم اور محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان تھے تو صالح بن علی نے کہا کہ تمہیں پتہ ہے کہ تم وہ لوگ ہو کہ جن کی طرف لوگوں کی نظریں اٹھتی ہیں اور خدا نے تمہیں اس جگہ جمع کر دیا ہے پس کسی شخص کے لیے اپنے میں سے عقد بیعت باندھو اور اپنی طرف سے اس کو یہ (حق) بیعت دو اور اس پر ایک دوسرے سے عہد و میثاق کرو یہاں تک کہ خدا تمہیں فتح دے اور وہ بہترین فتح دینے والا ہے پس عبداللہ بن حسن نے خدا کی حمد وثناء کی پھر کہا کہ

یہ حقیقت ہے کہ تم جانتے ہو کہ میرا یہ بیٹا وہ مہدی ہے پس آؤ اور اس کی بیعت کریں۔

ابوجعفر (منصور) نے کہا کس چیز کے لیے اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہو۔ خدا کی قسم تم سب جانتے ہو کہ لوگ اس جوان سے ہٹ کر نہ تو کسی اور کی طرف گردنیں موڑیں (اطاعت کریں) گے اور نہ ہی کسی کی (آواز کی) طرف لبیک کہیں گے۔ اس کی مراد محمد بن عبداللہ تھی۔

وہ کہنے لگے خدا کی قسم تو نے سچ کہا ہے یہ وہ چیز ہے، جسے ہم جانتے ہیں پس سب نے محمد بن عبداللہ کی بیعت کر لی اور اس کے ہاتھ کو مس کیا!.................................عیسٰی کہتا ہے کہ عبداللہ بن حسن کا قاصد میرے والد کے لیے پیغام لایا کہ ہم ایک معاملہ کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں آپ تشریف لائیں اور یہی پیغام جعفرؑ بن محمدؑ کی طرف بھی بھیجا اور عیسٰی کے علاوہ کسی اور کا کہنا ہے کہ عبداللہ بن حسن نے حاضرین سے کہا کہ جعفر کو نہ بلاؤ کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ وہ تمہارے معاملہ کو خراب کر دیں گے۔

عیسٰی بن عبداللہ بن محمد کہتا ہے کہ مجھے میرے باپ نے بھیجا، تاکہ میں دیکھوں کہ وہ کیوں جمع ہوئے ہیں؟

تو میں ان کے پاس آیا اور محمد بن عبداللہ لیٹے ہوئے سامان کے فرش پر نماز پڑھ رہا تھا تو میں نے ان سے کہا کہ میرے باپ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں آپ حضرات سے پوچھوں کہ آپ کیوں جمع ہوئے ہیں؟

توعبداللہ نے کہا کہ ہم اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ مہدی محمد بن عبداللہ کی بیعت کریں۔

راوی کہتا ہے کہ جناب جعفر بن محمد علیہما السلام آئے توعبداللہ بن حسن نے اپنے پہلو میں آپ کو جگہ دی اور پہلے کی مانند گفتگو کو دہرایا جس پر حضرت جعفرؑ نے فرمایا

ایسا نہ کرو کیونکہ اس بات کا ابھی وقت نہیں آیا اور اگر تم یعنی عبداللہ سمجھتے ہو کہ تمہارا یہ بیٹا، وہی مہدی ہے تو یہ وہ نہیں ہے اور نہ ہی اس (اصل مہدیؑ) کے قیام کا وقت ہے اور اگر تم چاہتے ہو کہ اس سے اللہ کے لیے غضب و غصہ کھاتے ہوۓ خروج کراؤ اور وہ امر بالمعروف اور نہی المنکر کرے تو خدا کی قسم آپ کو چھوڑ کر آپ کے بیٹے کی بیعت نہیں کریں گے کیونکہ آپ ہمارے بزرگ ہیں۔عبداللہ غصہ میں آ گیا اور کہا کہ میں آپ کی مخالفت کو جانتا ہوں اور خدا کی قسم خدا نے اپنے غیب پر آپ کو مطلع نہیں کیا، لیکن میرے بیٹے کا حسد آپ کو اس چیز پر ابھار رہا ہے، تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ حسد مجھے نہیں ابھارتا (پھر آپ نے غیب کی خبر دیتے ہوئے فرمایا) تم تو نہیں البتہ یہ شخص، اس کے بھائی اور بیٹے (اور ساتھ ہی آپ نے ابوالعاس (سفاح) کی پشت پر ہاتھ رکھا) بادشاہ بنیں گے۔

پھر آپ نے عبداللہ بن حسن کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا، خاموش رہو خدا کی قسم یہ (سلطنت وظاہری خلافت) تجھے اور نہ ہی تیرے دونوں بیٹوں میں سے کسی کو ملے گی بلکہ یہ انہیں (ابوالعباس سناح) کے لیے ہے۔تیرے دونوں بیٹے قتل ہو جائیں گے۔

اس کے ساتھ ہی آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اس وقت آپ عبدالعزیز بن عمران زہری کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے تھے آپ نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

تو نے زرد چادر والے یعنی ابوجعفر (منصور) کو دیکھا ہے؟

عبدالعزیز نے جواب دیا، جی ہاں۔آپؑ نے فرمایا ''خدا کی قسم ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ اسے قتل کرے گا۔

جس عبدالعزیز نے پوچھا کہ کیا یہ محمد کو قتل کرے گا؟

آپ نے فرمایا ہاں۔

(عبدالعزیز کہتا ہے کہ) میں نے دل میں کہا رب کعبہ کی قسم امام جعفرؑ کا محمد سے حسد ظاہر ہوتا ہے (یعنی یہ سب کچھ حسد کی وجہ سے کہہ رہے ہیں) لیکن خدا کی قسم یمں دنیا سے نہیں نکلا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ اس نے محمد کو قتل کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت جعفرؑ نے یہ گفتگو کی تو لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور منتشر ہو گئے لیکن عبدالصمد اور ابوجعفر آپ کے پیچھے چلے اور انہوں نے کہا اے ابوعبداللہؑ! آپ یہ کہتے ہیں؟ فرمایا ہاں خدا کی قسم

میں یہ کہتا ہوں اور اسے جانتا ہوں۔

ابوالفرج کہتا ہے کہ مجھے علی بن عباس مقانعی نے ہمیں بکار بن احمد کے حوالہ سے خبر دی وہ کہتا ہے کہ ہم سے حسن بن حسین نے غبسہ بن نجاد عابد کے حوالے سے بیان کیا کہ جعفر بن محمد علیہما السلام جب بھی محمد بن عبداللہ بن حسن کو دیکھتے تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو جاتیں اور فرماتے مجھے اپنی جان کی قسم یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں لوگ باتیں کرتے ہیں حالانکہ یہ قتل کر دیا جائے گا اور حضرت علیؑ کے نوشتہ میں یہ اس امت کے خلفاء میں درج نہیں ہے۔

شامی مناظر اور آپؑ

اور یہ واقعہ بھی گذشتہ واقعہ کی طرح مشہور ہے مورخین کو ان دونوں واقعات کی صحت میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے اور یہ دونوں واقعات حضرت ابوعبداللہ جعفرؑ کی امامت پر دلالت کرتے ہیں نیز آپ کے ہاتھ پر معجزات بھی ظاہر ہوتے تھے۔ آپ غائب چیزوں اور رونما پذیر ہونے والے واقعات کی ان کے ہونے سے پہلے خبر ایسے ہی دے رہے تھے بعینہٖ جیسے انبیاء علیہم السلام خبر دیا کرتے تھے جو اخباران کی نشانی، ان کی نبوت کی علامت اور اپنے پروردگار کے بارے میں ان کے صدق وصداقت کی دلیل ہوتی تھیں۔

مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ نے محمد بن یعقوب کلینی سے جس نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے اس نے اپنے باپ سے جس نے رجال کی ایک جماعت سے اس نے یونس بن یعقوب سے کہ خبر دی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابوعبداللہ کے پاس تھا کہ آپ کی بارگاہ میں اہل شام سے مرد آیا اور کہنے لگا کہ میں صاحب کلام وفقہ اور فرائض (احکام دین) ہوں اور میں آپ کے اصحاب کے ساتھ مناظرہ کرنے آیا ہوں۔

توحضرت ابوعبداللہؑ نے فرمایا کہ جو کچھ اس کے بارے میں تیرا کلام ہوگا وہ فرمان رسول خداؐ ہوگا یا تیرا اپنا کلام؟

کہنے لگا کہ بعض رسول اللہؐ کی طرف سے اور بعض میری طرف سے۔

تو ابوعبداللہؑ نے فرمایا کہ پھر تو تم رسول اللہؐ کے شریک ہوئے وہ کہنے لگا کہ نہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ تو نے وحی سنی ہے؟ وہ کہنے لگا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ تیری اطاعت بھی واجب ہے جس طرح رسول اللہؐ کی اطاعت واجب ہے؟ وہ یہ کہنے لگا کہ نہیں تو ابوعبداللہؑ نے میری طرف ملتفت ہو کر فرمایا۔

اے یونس بن یعقوب یہ شخص کچھ کہنے سے پہلے اپنے آپ ہی میں الجھ گیا ہے پھر آپؑ نے فرمایا اے یونس اگر تجھے کلام ومناظرہ خوب آتا ہوتا تو اس سے بات کرتا۔ یونس نے کہا میں نے اظہار افسوس کیا اور عرض کیا آپ پر قربان جاؤں میں نے سنا ہے کہ آپ نے کلام ومناظرہ سے منع فرمایا ہے اور آپ کا فرمان ہے کہ

اہل کلام ومناظرہ کے لیے ہلاکت ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ مد مقابل کو جھکتا اور یہ نہیں جھکتا اور یہ چلتا اور یہ نہی چلتا اور یہ بات ہماری عقل میں آتی اور یہ نہیں آتی۔

تو ابوعبداللہؑ نے فرمایا کہ یہ تو میں صرف ان لوگوں کے لیے کہتا ہوں جو میرا قول چھوڑ کر اپنی من مانی کرتے ہیں یعنی اپنی مرضی کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

پھر فرمایا باہر جا کر دیکھو اور جو متکلم نظر آئے اسے اندر لے آؤ۔

یونس کہتا ہے کہ میں جب باہر نکلا تو وہاں پر میں نے بہترین مناظر حمران بن اعین، متکلم محمد بن نعمان احوال اور ہشام بن سالم اور قیس ماصر جو دونوں متکلم ومناظر تھے کہ پایا پس میں انہیں آپ کے پاس لے آیا جب مجلس جم گئی اور ہم لوگ اس وقت ابوعبداللہؑ کے خیمہ میں پہاڑ کے کنارے پر تھے جو حرم کی طرف تھا اور حج سے کچھ دن پہلے کا واقعہ ہے تو ابوعبداللہ نے اپنا سر خیمہ سے باہر نکالا اچانک انہیں ایک تیز رفتار اونٹ نظر آیا تو آپ نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم ہشام ہے راوی کہتا ہے کہ ہمیں گمان ہوا کہ اولاد عقیل میں سے جو ہشام تھا وہ ہے کہ جس کو آپ سے بڑی محبت تھی اچانک ہشام بن حکم وارد ہوئے اور انہیں تازی داڑھی آ رہی تھی اور ہم میں سے ہر شخص اس سے سن میں بڑا تھا راوی کہتا ہے کہ پس آپ نے اس کے لیے جگہ کشادہ کی اور فرمایا یہ ہمارا دل، زبان اور ہاتھ سے مددگار ہے۔

پھر آپ نے حمران سے کہا کہ اس شخص سے مناظرہ کرو یعنی شامی سے پس حمران نے اس سے مناظرہ کیا اور اس پر غالب آ گیا پھر ہشام بن سالم سے فرمایا تم اس سے مناظرہ کرو اس نے مناظرہ کیا لیکن ایک دوسرے پر زیادتی کرنے لگے پھر آپ نے قیس ماصر سے کہا کہ تم اس سے مناظرہ کرو اس نے کلام کیا تو ابوعبداللہ ان کی باتوں سے مسکرانے لگے اور فرمایا کہ شامی اس کے ہاتھوں بے یار و مددگار ہو گیا ہے پھر آپ نے شامی سے کہا کہ اس نوعمر جوان سے مناظرہ کرو یعنی ہشام بن حکم سے تو اس نے کہا کہ بہت اچھا پھر شامی نے ہشام سے کہا، اے لڑکے مجھ سے ان کی امامت کے بارے سوال کرو، یعنی ابوعبداللہ کے متعلق سوال کر و تو ہشام غصہ میں آ گیا یہاں تک کہ کانپنے لگا پھر اس سے کہا کہ اے فلاں مجھے بتاؤ کہ

کیا تمہارا پروردگار اپنی مخلوق کے لیے بہتر سوچ بچار اور ان کی فلاح اور بہبود کے لیے نگرانی کر سکتا ہے یا وہ خود اپنے نفسوں کے لیے بہتر سوچ سکتے ہیں؟

شامی کہنے لگا کہ

میرا پروردگار بہتر نگرانی کر سکتا ہے۔

تو ہشام نے کہا، تو ان کے دین کے لیے اس نے کیا کچھ سوچا ہے!

کہنے لگا کہ

انہیں مکلف قرار دیا اور ان کے لیے اس پر حجت و دلیل قائم کی جس کی انہیں تکلیف و ذمہ داری سونپی اور اس سلسلہ میں ان کے شبہات و علل کو دور کیا۔

تو ہشام نے کہا کہ وہ کون سی دلیل ہے جو ان کے لیے قائم کی؟

تو شامی نے کہا کہ رسول اللہؐ۔

تو ہشام نے کہا کہ رسول اللہؐ کے بعد کون ہے؟

اس نے کہا کہ قرآن وسنت۔

تو ہشام نے کہا کہ کیا آج ہمیں قرآن وسنت اس چیز میں نفع دے سکتے ہیں جس چیز میں ہمیں اختلاف ہو؟ یہاں تک کہ ہم سے وہ اختلاف دور ہو کر اتفاق ہو سکے۔

شامی نے کہا کہ ہاں!

تو ہشام نے کہا کہ پھر ہم میں اور تجھ میں اختلاف کیوں ہے؟ حالانکہ تو شام سے ہماری مخالفت کرنے کے لیے آیا ہے اور تو گمان کرتا ہے کہ رائے ہی دین سمجھنے کا طریقہ ہے حالانکہ تو اقرار کرتا ہے کہ رائے مختلف لوگوں کو ایک جگہ پر جمع نہیں کر سکتی ہے۔

پس شامی مثل ایک متفکر شخص کے خاموش ہو گیا تو ابوعبداللہ نے فرمایا، تمہیں کیا ہو گیا بولتے نہیں ہو؟ کہنے لگا کہ، اگر میں کہوں کہ ہم اختلاف نہیں کرتے تو میں بدیہی واضح کا انکار کروں گا اور اگر کہوں کہ قرآن وسنت ہم سے اختلاف کو دور کر دیتے ہیں تو بھی حرف باطل کہوں گا؟ کیونکہ ان میں کئی وجوہ کا احتمال ہے، لیکن میں اس پر یہی سوال کرتا ہوں۔

ابوعبداللہؑ نے اس سے فرمایا، اس سے سوال کرو اس کو کامل پاؤ گے۔

تو شامی نے کہا کہ مخلوق کے لیے کون بہتر سوچ سکتا ہے ان کا رب یا وہ خود۔

ہشام نے کہا بلکہ رب ہی بہتر سوچ سکتا ہے۔

تو شامی نے کہا کہ، کیا خدا نے کسی کو کھڑا کیا ہے ان کے لیے جو انہیں ایک بات کے جمع کرے اور ان کے اختلاف کو دور کرے اور ان کے لیے حق و باطل واضح کرے۔

ہشام نے کہا کہ ہاں!

شامی نے کہا وہ کون ہے؟

تو ہشام نے کہا کہ ابتداء میں تو رسول اللہؐ تھے شریعت میں اور نبی کے بعد ان کے علاوہ۔

تو شامی نے کہا کہ نبی کریمؐ کے بعد ان کے علاوہ ان کی حجت و دلیل کو واضح کرنے کے لیے کون ان کا قائم مقام ہے؟

ہشام نے کہا ہمارے اس زمانہ میں یا اس سے پہلے؟

تو شامی نے کہا، بلکہ اس وقت میں۔

تو ہشام نے کہا کہ یہ جو تشریف فرما ہیں یعنی ابو عبداللہ ان کی طرف لوگ سامان سفر باندھ کر آتے ہیں اور یہ ہمیں آسمان کی خبریں اپنے باپ دادا سے وراثت کے طور پر دیتے ہیں۔

تو شامی کہنے لگا کہ اس کا مجھے کیسے علم ہو؟

ہشام کہنے لگا کہ جو کچھ تمہارے جی میں آئے تم ان سے اس کے بارے سوال کرو۔

شامی نے کہا کہ تو نے میرا عذر ختم کر دیا پس اب مجھ پر لازم ہے کہ سوال کروں۔

تو ابو عبداللہ نے فرمایا کہ اے شامی میں تمہیں سوال کرنے سے بے نیاز کرتا ہوں یعنی تمہیں سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں تجھے تیرے چلنے اور تیرے سفر کرنے کی خبر دیتا ہوں۔ تو فلاں دن گھر سے نکلا اور فلاں فلاں راستہ سے آیا اور فلاں فلاں جگہ سے گذرا اور فلاں فلاں تمہارے قریب سے گزرا اور جو کچھ حضرت فرماتے رہے۔

شامی کہتا ہے کہ آپؑ نے سچ فرمایا۔ خدا کی قسم پھر شامی نے کہا کہ

میں اب اللہ کے لیے اسلام لاتا ہوں تو عبداللہ نے فرمایا بلکہ اب اللہ پر ایمان لائے ہو، بے شک اسلام ایمان سے پہلے ہے جس کی بناء پر ایک دوسرے کے وارث اور ایک دوسرے سے شادی بیاہ اور نکاح کرتے ہیں اور ایمان کے اوپر انہیں ثواب دیا جائے گا تو شامی نے کہا آپ نے سچ فرمایا پس میں اس وقت گواہی دیتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وانك وصی الاوصیاء اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپؑ اوصیاء کے وصی ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ آپ حمران کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے حمران تم کسی بات کے متعلق گفتگو شروع کر کے درستی تک پہنچ جاتے ہو۔ ہشام بن سالم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم معرفت کے بغیر بات کرتے ہو۔ پھر آپ نے احوال کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا قیاس اور حیلہ بہانے سے گفتگو کرتے ہوئے باطل کو باطل سے ختم تو کرتے ہو لیکن اس میں تمہاری اپنی غلطی زیادہ واضح ہوتی ہے اس کے بعد قیس ماصر کی طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا تم کلام کرتے ہوئے حق کو باطل سے ملا دیتے ہو یعنی خلط ملط کر لیتے ہو اس طرح جو حق اور فرمان رسولؐ کے قریب ہوتا ہے وہ اس سے دور ہو جاتا ہے حالانکہ حق تھوڑا اور معمولی بھی ہو تب بھی وہ باطل کے لیے کافی ہوتا ہے تم اور احوال زیادہ چالاکی دکھانے والے ہو۔

یونس بن یعقوب کا بیان ہے کہ مجھے خدا کی قسم گمان تھا کہ آپ (امام جعفر الصادقؑ) ہشام بن حکم کے بارے میں بھی ان دونوں کے قریب قریب کچھ ارشاد فرمائیں گے۔

چنانچہ آپ نے فرمایا اے ہشام تمہارے پاؤں نہیں ٹکتے تم اگر زمین کا بھی قصد کرو تب بھی پرواز کرتے ہو۔ تجھ جیسے کو لوگوں سے بات چیت کرنا چاہیے اللہ تمہیں لغزش سے محفوظ رکھے شفاعت تمہارے پیچھے پیچھے ہے۔ اس مذکورہ خبر میں دلیل نظری اور امامت پر دلالت ہونے کے ساتھ ساتھ غیب کی خبر دینے کا ایک معجزہ بعینہ اپنے سے پہلی دو خبروں کی مانند ہے اور ان کے ساتھ معنی برہان میں بھی ملتی جلتی ہے۔

ابن ابوعوجاء اور ابوشاکر (زندیق) کے سوالات

مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد قمی نے محمد بن یعقوب کلینی سے جس نے علی بن ابراہیم بن ہشام سے اس نے اپنے باپ سے جس نے عباس بن عمرو بن فقیمی سے خبر دی کہ ابن ابوعوجاء، ابن طالوت، ابن اعمٰی اور ابن مقفع کچھ زندیقوں (منکرین خدا) کے ہمراہ ایام حج میں مسجد الحرام میں موجود تھے اور حضرت ابوعبداللہ جعفر بن محمدؑ وہاں پر لوگوں کو احکام دین قرآن کی تفسیر اور دلائل کے ساتھ مسائل کا جواب دے رہے تھے ان زندیقوں نے ابن ابوعوجا سے کہا کیا تم اس بیٹھے ہوئے شخص کی غلطی پکڑ سکتے ہو اور کوئی ایسا سوال کر سکتے ہو جس سے وہ اپنے اس حلقے میں رسوا ہو جائے۔ دیکھتے نہیں ہو کہ لوگ اس کے کتنے گرویدہ ہیں جیسے علامہ دھر ہو؟

ابن ابی عوجا نے انہیں جواب دیا میں ایسا کر سکتا ہوں پھر وہ لوگوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا

اے ابوعبداللہ! مجالس امانت ہیں اور کھانسی والا کھانستا ہے کیا آپ مجھے سوال کرنے کی اجازت دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر چاہو تو سوال کرو تو اس نے کہا کہ کب تک اس خرمن گاہ کو روندو گے اس پتھر کو پناہ گاہ سمجھو گے اور اس گھر کی عبادت کرتے ہو گے جو پختہ اینٹوں اور ڈھیلوں سے بلند کیا گیا ہے (خانہ کعبہ اور اس کے گرد بھاگے ہوئے اونٹ کی طرح اڑتے رہیں گے جو اس میں غور وفکر کرتے ہوئے اندازہ لگائے تو جان لے گا کہ یہ فعل حکیمانہ اور دانش مندانہ نہیں ہے۔ پس آپ بتایئے کیونکہ آپ ہی اس معاملہ کی اصل و جڑ ہیں آپ ہی کے باپ نے اس کی بنیاد ڈالی اور نظام بنایا ہے۔ تو صادقؑ نے اس سے فرمایا کہ خدا جسے گمراہ اور دل کو اندھا کر دے تو وہ حق کو قبیح و براہی سمجھتا ہے اور اس کی پناہ میں نہیں آنا چاہتا شیطان اس کا مالک و رب بن کر اسے ہلاکت کی گھاٹیوں میں اتار دیتا ہے اور ان سے نکلنے نہیں دیتا یہ ایک گھر ہے جس کے ذریعہ خدا نے اپنی مخلوق سے عبادت کا مطالبہ کیا ہے تا کہ اس کے پاس آنے سے ان کی اطاعت کا امتحان ہو جائے پس انہیں اس کی تعظیم و زیارت کرنے پر آمادہ کیا اور نماز پڑھنے والوں کے لیے اس کو قبلہ قرار دیا ہے۔ پس یہ اس کی رضا کا ایک حصہ و راستہ ہے جو اس کی بخشش تک پہنچاتا ہے یہ کامل اعتدال پر نصب کیا گیا ہے اور یہ عظمت وجلال کا سنگھم ہے۔ اس کو خدا نے زمین کے بچھانے سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا پس زیادہ حق دار ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اس چیز میں کہ جس کا اس

نے حکم دیا ہے اور روکا جائے اس چیز سے کہ جس سے اس نے روکا ہے وہ اللہ ہے جس نے صورتوں شکلوں اور ارواح کو پیدا کیا ہے۔

تو ابن ابوعوجاء نے آپؑ سے کہا کہ

آپؑ نے کچھ چیزیں ذکر کی ہیں کہ جن میں غائب کا حوالہ دیا تو آپؑ نے فرمایا افسوس وہ کیسے غائب ہے جو اپنی مخلوق کے ساتھ شاہد ہے ان کی شہ رگ کے زیادہ قریب ان کا کلام سنتا اور ان کے اسرار کو جانتا ہے جس سے کوئی جگہ خالی نہیں نہ اسے کوئی جگہ مشغول کیے ہوئے ہے اور نہ ہی کسی جگہ کی نسبت وہ دوسری جگہ زیادہ قریب ہے اس کے آثار اس کی شہادت دیتے ہیں اور اس کے افعال اس کی دلیل ہیں اور وہ شخصیت کہ جن کو آیات محکم اور براہین واضح کے ساتھ بھیجا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وہ ہمارے پاس یہ عبادت لے کر آئے ہیں اگر ان کے بارے میں تجھے کوئی شک ہے تو ان کے متعلق سوال کر میں وضاحت کرنے کے لیے تیار ہوں

راوی کہتا ہے کہ ابن ابی العوجاء ناامید سا ہو کر خاموش ہو گیا اور اسے پتہ نہیں چلتا تھا کہ کیا کہے پس اپنے ساتھیوں سے جا کر کہنے لگا کہ

میں نے تمہیں اپنے لیے کوئی شراب کا پیالہ تیار کرنے کو کیا تھا لیکن تم نے تو مجھے آگ پر ڈال دیا۔

تو وہ اس سے کہنے لگے چپ رہ تو نے اپنی گھبراہٹ اور لاجواب ہونے کی وجہ سے ہمیں رسوا کر دیا ہم نے تو تجھے کسی محفل میں اتنا ذلیل وحقیر ہوتے نہیں دیکھا تھا۔

تو وہ کہنے لگا کہ

مجھ سے یہ باتیں کرتے ہو یہ اس کا بیٹا ہے جس نے ان سب کے سر مونڈ دیئے جنہیں تم دیکھ رہے ہو اور اس نے ہاتھ سے اہل موسم وحج کی طرف اشارہ کیا۔

اور روایت ہے کہ ابوشا کر ویصانی (زندیق) ایک دن عبداللہؑ کی مجلس میں کھڑا ہو گیا اور آپؑ سے کہنے لگا کہ آپؑ چمکنے والے ستاروں میں سے ایک اور آپؑ کے آباء واجداد چودھویں کے واضح چاند تھے اور آپؑ کی مائیں شریف وکریم اور جامع صفات تھیں اور آپ کی اہل کریم ترین اصل ہے اور جب علماء کا ذکر کیا جائے تو آپ کی طرف انگلیاں اٹھتی ہیں اسے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کہ ہمیں خبر دیجئے کہ عالم کے حادثات ہونے کی کیا دلیل ہے تو ابوعبداللہ نے فرمایا کہ

زیادہ قریب دلیل اس پر وہ ہے کہ جسے میں تیرے سامنے پیش کرتا ہوں۔

پھر آپؑ نے ایک انڈا منگوایا اور اسے اپنی ہتھیلی پر رکھا اور فرمایا کہ

یہ ہر طرف سے بند ہے اور ایک بند شدہ قلعہ ہے اس کے اندر ایک باریک سا چھلکا ہے اور بہنے والی چاندی اور چلنے والا سونا گردش کر رہے ہیں کیا تمہیں اس میں شک ہے؟

ابوشا کر نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں!

تو ابوعبداللہ نے فرمایا کہ

پھر اس کے پھٹنے سے ایک تصویر نکلتی ہے مور کی طرح، کیا اس میں کوئی چیز داخل ہوئی ہے ان چیزوں کے علاوہ جو تو جانتا ہے؟

وہ کہنے لگا نہیں۔

تو آپؑ نے فرمایا، یہی حدوث عالم کی دلیل ہے جس پر ابوشا کر کہنے لگا

اے ابوعبداللہ، آپ نے میری راہنمائی کرتے ہوئے معاملہ واضح کر دیا ہے کتنی عمدہ اور نہایت مختصر بات کی ہے۔ آپ کو تو علم ہے کہ ہم جب تک آنکھوں سے دیکھ، کانوں سے سن منہ سے چکھ، ناک سے سونگھ اور جلد کو چھو نہ لیں قبول نہیں کرتے تو ابوعبداللہؑ نے فرمایا تو نے پانچ حواس کا تذکرہ کیا ہے مگر یہ بات دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتی جیسے تاریکی چراغ کے بغیر ختم نہیں ہوتی!

آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ حواس بغیر عقل کے غائب چیزوں کو نہیں پاسکتے اور آپ نے اسے انڈے میں صورت وشکل کا تبدیل ہونا جو بتایا ہے وہ ایک معقول بات تھی جس کا جاننا محسوس کی بنیاد پر تھا۔

اللہ کی معرفت واجب ہے

اور جو کچھ آپؑ سے محفوظ کیا گیا ہے اللہ کی معرفت اور اس کے دین کے سمجھنے کے وجوب پر انہیں کا ارشاد ہے میں نے لوگوں کے تمام علوم کو چار چیزوں میں پایا ہے اور ان میں سے پہلی یہ ہے کہ اپنے رب کو پہچانو اور دوسری یہ کہ اس نے پہ کون سے احسانات کیے ہیں اور تیسری یہ کہ وہ تم سے کیا چاہتے ہے؟ اور چوتھی یہ کہ جان لو کہ کون سی چیز تمہیں دین سے خارج کردے گی اور یہ ایسی تقسیم ہے کہ جو فرض شدہ فرائض و واجبات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کیونکہ سب سے پہلی چیز جو بندہ پر واجب ہے وہ اس کا اپنے پروردگار کو پہچاننا اور جب وہ یہ جان لے کہ اس کا کوئی معبود ہے تو یہ جاننا واجب ہے کہ اس نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے جب وہ یہ جان لے گا تو اس کی نعمتوں کو پہچانے گا اور جب نعمتوں کو پہچان لے گا تو اس پر اس کا شکریہ ادا کرنا واجب ہوگا اور جب اس کا شکریہ ادا کرنے کا ارادہ کرے گا تو اس پر واجب ہوگا کہ اس کے مقصد ومراد کو سمجھے تا کہ اس مقصد کو ادا کر کے اس کی اطاعت کرے اور جب اس کی اطاعت واجب ہے تو اس پر ان چیزوں کا جاننا ضروری ہے جو اس کو دین سے خارج کر دیتی ہیں تا کہ وہ ان سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے رب کی اطاعت کرے اور اس کی نعمتوں پر شکر بجا لائے۔

نفی تشبیہ

جو کچھ آپ سے توحید اور نفی تشبیہ کے سلسلہ میں محفوظ ہے اس میں سے آپ کا ارشاد ہے ہشام بن حکم کے لیے ہے کہ خدا کی چیز سے مشابہ نہیں اور نہ کوئی چیز اس سے شباہت رکھتی ہے۔ وہ ذات برخلاف ہے اس کے جو وہم وگمان میں آسکے۔

عدل

اور جو کچھ آپؑ سے عدل کے بارے میں محفوظ ہے مختصر کلام میں سے آپ کا ارشاد زرارہ بن اعین کے لیے ہے اے زرارہ! میں تجھے قضاء وقدر میں مجمل سی بات بتاؤں زرارہ نے عرض کیا کہ جی ہاں! میں آپؑ پر قربان جاؤں تو آپؑ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور خدا مخلوق کو جمع کرلے گا تو ان سے جس چیز کے متعلق کہا گیا ہے بازپرس ہوگی لیکن قضا وقدر کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔

تکمیل سعادت

حکمت وموعظہ کے سلسلہ میں آپ سے محفوظ (کلام) میں سے آپ کا ارشاد ہے کہ ضروری نہیں کہ انسان جس چیز کی نیت کرلے اس پر قادر بھی ہو پھر اگر قادر ہو تو وہ موفق بھی ہو اور اگر موفق بھی ہو تو اسے کر گزرے لہٰذا نیت، قدرت، توفیق اور کر گزرنے کا مقام جب یکجا ہوجائے تو سعادت کی تکمیل ہوتی ہے۔

دین خدا اور امام کی معرفت

دین خدا میں غور وفکر کرنے اور اولیاء خدا کی پہچان پر ابھارنے کے لیے جو کچھ آپ سے محفوظ رہا اس میں سے آپ کا ایک ارشاد ہے کہ اس چیز میں اچھی طرح غور وفکر کرلو جس سے جاہل وغافل رہنا فائدہ نہیں دے گا۔ اپنے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہوئے اس چیز کے حصول کے لیے کمربستہ ہوجاؤ جس سے دوری کا عذر فائدہ نہیں دے گا۔ کیونکہ دین خدا کے کچھ ارکان ایسے بھی ہیں جن کو جانے بغیر سخت قسم کی عبادت بھی بے فائدہ ہے اور جس نے جان لیا اور اطاعت کی اس کی درمیانی قسم کی عبادت بھی مضر نہیں (یعنی معرفت امامؑ) اور اس کی طرف اللہ کی مدد بغیر کوئی راہ نہیں پاسکتا۔

توبہ میں جلدی کرو

توبہ پر ابھارنے کے بارے میں آپ سے محفوظ ارشادات میں سے ہے کہ توبہ میں تاخیر کرنا دھوکہ اور زیادہ دیر کرنا موجب پریشانی ہے اور خدا کے خلاف حیلے بہانے ہلاکت وتباہی ہے اور گناہ پر اصرار وتکرار کرنا

(ایسے ہے جیسے) اللہ کے عذاب سے مطمئن و مامون ہوتا ہے اور گھاٹے وخسارہ میں رہنے والی قوم کے علاوہ کوئی بھی خدا کے عذاب سے مامون نہیں رہتا۔

اور وہ اخبار وروایات جو آپؑ سے علم وحکمت، بیان و حجت زہد تقویٰ اور موعظہ اور تمام قسم کے علوم میں محفوظ کی گئی ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں کہ گفتگو میں انہیں شمار کیا جائے یا کسی کتاب میں ان کا احاطہ کیا جائے اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ اس غرض کے لیے کافی ہے جو ہمارا مقصد ہے اور خدا ہی درستی اور اصلاح کے توفیق دینے والا ہے۔

سید حمیری کا واقعہ اور اس کے اشعار

آنحضرتؑ کی شان میں سید اسمٰعیل بن محمد حمیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں وہ مذہب کیسانیہ (محمد بن حنیفہ کی امامت کے معتقد) کے عقیدہ سے روگرداں ہوکر پلٹ آئے تھے جب انہیں یہ پتہ چلا کہ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ اس کے اس عقیدہ کا انکار کرتے ہوئے اسے نظام امامت کی طرف بلاتے ہیں۔

۱۔ ایارا کبا نحو المدینۃ حسرۃ
عذافرۃ یطوی بھا کل سبب

۲۔ اذا ما ھذاك اللہ عاینت جعفراً
فقل لولی اللہ و ابن المھذب

۳۔ الا یا ولی اللہ و ابن ولیہ
اتوب الی الرحمن ثم تأوب

۴۔ الیك من الذنب الذی کنت مطنبا
اجاھد فیہ دائبا کل معرب

۵۔ وما کان قولی فی ابن خولہ دانیا
معادۃ منی لنسل المطیب

۶۔ ولکن روینا عن وصی محمد رضی اللہ عنہما
ولم یك فیما قال المتکذب

۷۔ بأن ولی الامر یفقد لایری
سنین کفعل الخائف المترقب

۸۔ فیقسم اموال الفقید کانما
نغیبه وبین الصفیح المنصب
۹۔ فان قلت لا فالحق قولك والذی
تقول فحتم غیر ما متعصب
۱۰۔واشهدربی ان قولك حجة
علی الخلق طراً من مطیع ومذنب
۱۱۔بأن ولی الامر والقائم الذی
تطلع نفسی نحوه و تطرب
۱۲۔له غیبة لابدان سیغیبها
فصلی علیه الله من متغیب
۱۳۔فیمکث حینا ثم یظهر امره
فیملا عدلا کل شرق و مغرب

۱۔ اے مدینہ کی طرف جانے والے اس تیز رفتار اونٹنی کے سوار جو دور کی زمین کو طے کرنے والی ہے۔
۲۔ خدا تمھیں ہدایت دے جب تم جعفر صادقؑ کو دیکھو تو اللہ کے ولی اور تہذیب یافتہ کے بیٹے سے کہنا۔
۳۔ یاد رکھوا ے اللہ کے ولی اور ولی کے بیٹے میں خدا رحمن کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور پھر میرا رجوع۔
۴۔ آپ کی طرف سے اس گناہ سے کہ طویل زمانہ تک جس میں میں ہمیشہ پوری وضاحت کے ساتھ کوشاں رہا۔
۵۔ میرا عقیدہ ابن خولہ (محمد بن حنفیہ) کے متعلق بطور دین پاک و پاکیزہ نسل سے عناد کی بناء پر نہیں تھا۔
۶۔ لیکن ہمیں وصی محمد سے روایت ملی تھی جو کچھ آپ نے فرمایا تھا اس میں وہ غلط بیان کرنے والے نہیں تھے۔
۷۔ (اور وہ روایت یہ تھی) کہ خدا کا ولی غائب ہو جائے گا اور کئی سال تک اسے نہیں دیکھا جا سکے گا مثل اس خوفزدہ کے جو کسی انتظار میں ہو۔
۸۔ پس اس غائب ہو جانے والے کے مال تقسیم ہو جائیں گے گویا وہ بلند آسمان میں غائب ہو چکا ہے۔
۹۔ اب اگر آپؑ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے تو حق آپؑ کا قول ہے اور جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ حتمی ہے اس میں کوئی تعصب کی بات نہیں۔
۱۰۔ اور میں رب کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ آپ کا ارشاد تمام مخلوق میں سے فرمانبردار اور نافرمان کے لیے حجت ہے۔
۱۱۔ تحقیق ولی امرؑ اور وہ قائمؑ کہ جس کی طرف میری جان محو پرواز اور خوشی محسوس کرتی ہے۔

۱۲۔ اس کے لیے یہ ایک غیبت ہے جس کے بغیر چارہ نہیں وہ عنقریب غائب ہوگا اس غائب پر اللہ کی رحمت ہو۔

۱۳۔ پس وہ ایک زمانہ تک (غیبت میں) ٹھہرا رہے گا پھر اس کی حکومت ظاہر ہوگی اور وہ مشرق و مغرب کو عدل و انصاف سے پر کردے گا۔

ان اشعار میں سید کے کیسانیہ مذہب سے پلٹنے، امام جعفر صادق کی امامت کے قائل ہونے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں شیعہ حضرات کی طرف سے آپ کی امامت کی طرف دعوت کے وجود کے واضح ہونے اور جناب صاحب الزمان صلوات اللہ وسلامہ علیہ عجل کے غیبت کے قول وعقیدے کے ہونے پر دلیل ہے اور یہ غیبت خود آپ بزرگوار کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے اور یہی امامیہ اثنا عشریہ کے قول وعقیدہ کی وضاحت ہے۔

باب

امام جعفر صادقؑ کی اولاد، ان کے نام و حالات

آپ کے دس بچے تھے

۱۔اسمٰعیل ۲۔عبداللہ ۳۔ام فردہ

(ان تینوں کی والدہ فاطمہؑ بنت الحسینؑ بن علی بن الحسینؑ تھیں)

۴۔موسیٰ (کاظم) علیہ السلام ۵۔اسحاق ۶۔محمد

(ان کی والدہ ام ولد تھیں)

۷۔عباس ۸۔علی ۹۔اسماء ۱۰۔فاطمہ

یہ مختلف ماؤں سے تھے۔

اسماعیل بن جعفر

اسماعیل سب بھائیوں سے بڑے تھے اور ابوعبداللہ امام جعفر صادق کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی اور ان پر بہت مہربان و شفیق تھے اور شیعوں کا ایک گروہ یہ گمان رکھتا تھا کہ یہ اپنے باپ کے بعد امام اور ان کے خلیفہ ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے بھائیوں میں سے سب سے بڑے تھے، اور ان کے والد بھی ان کی طرف میل و محبت رکھتے تھے اور ان کا اکرام و تعظیم کرتے تھے اور وہ اپنے والد گرامی کی زندگی میں ہی مقام عریض پر فوت ہو گئے اور لوگوں کی گردنوں پر ان کی لاش ان کے والد کی خدمت میں مدینہ میں لائی گئی یہاں تک کہ انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

روایت ہے کہ حضرت ابوعبداللہؑ ان کی موت پر سخت پریشان و مغموم ہوئے اور بغیر جوتا پہنے اور کندھے پر ردا رکھے جنازے کے آگے آگے تھے اور آپ نے کئی مرتبہ ان کے دفن سے پہلے حکم دیا کہ ان کا تابوت زمین پر رکھا جائے اور ان کے چہرے سے کفن ہٹا کر انہیں دیکھتے تھے اور اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ ان کی وفات کا معاملہ ان لوگوں کے لیے محقق و ثابت ہو جائے جو یہ گمان کرتے تھے کہ آنحضرتؑ کے بعد آپ خلیفہ ہیں اور آپ اپنی زندگی میں اس شبہ کو زائل کرنا چاہتے تھے جب اسماعیل فوت ہو گئے تو جو لوگ آپ کے والد کے اصحاب میں سے آنحضرتؑ کے بعد ان کی امامت کے قائل اور اس کا گمان رکھتے تھے وہ اس عقیدہ سے روگرداں ہو گئے تھوڑے سے لوگ اسماعیل کے زندہ و سلامت ہونے پر قائم تھے جو آپ کے پدر بزرگوار کے خواص اور آپؑ سے روایت کرنے والوں میں سے نہیں تھے بلکہ وہ دور کے اطراف کے رہنے والے تھے پس جب حضرت صادقؑ کی

وفات ہوئی تو ان سے ایک گروہ تو حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت والے قول کی طرف پلٹ آیا کہ وہ جناب اپنے والد کے بعد امام ہیں اور باقی دو فرقوں میں بٹ گئے ایک گروہ اسماعیل کے زندہ رہنے والے قول سے رجوع کر کے ان کے بیٹے محمد بن اسمٰعیل کی امامت کا قائل ہو گیا کیونکہ ان کا گمان تھا کہ امامت ان کے باپ کا حق تھی اور بیٹا بھائی کی نسبت امامت کا زیادہ حق دار ہے ایک گروہ اسماعیل کے زندہ رہنے پر ثابت رہا اور وہ آج کل بہت کم ہیں ان میں سے کوئی بھی معروف نہیں کہ جس کی طرف اشارہ کیا جا سکے اور یہ دونوں فریق اسمعیلیہ کے نام سے پکارے جاتے ہیں اور ان میں سے جو آج کل موجود ہیں ان کا گمان ہے کہ امامت اسمٰعیل کے بعد ان کے بیٹے کے لیے اور ان کے بیٹے کی اولاد کے لیے زمانہ آخر تک ہے۔

عبداللہ بن جعفر

عبداللہ ابن جعفرؑ اسماعیل کے بعد سب بھائیوں سے بڑے تھے لیکن باپ کے ہاں ان کی وہ عزت و منزلت نہ تھی جو آپؑ کی دوسری اولاد کی عزت و اکرام میں تھی اور وہ مہتم تھا کہ اعتقاد میں وہ اپنے والد کا مخالف ہے اور کہا گیا ہے کہ حشویہ مذہب والوں سے اس کا میل جول تھا اور مرجبہ مذہب کی طرف مائل تھا اور اس نے اپنے باپ کے بعد امامت کا دعویٰ کیا اور یہ دلیل بنائی کہ وہ باقی بھائیوں میں سب سے بڑا ہے پس اصحاب امام جعفر صادقؑ میں سے ایک گروہ نے اس کی پیروی کی پھر جب ان پر عبداللہ کے دعویٰ کی کمزوری اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے معاملہ کی مضبوطی اور دلیل حق و براہین امامت واضح ہوئے تو اکثر امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کے قائل ہو کر پلٹ آئے اور ان میں سے بہت ہی تھوڑے سے لوگ اس معاملہ پر قائم رہتے ہوئے عبداللہ بن جعفرؑ کی امامت کے پیرو رہے اور یہ وہی گروہ ہے کہ جن کا لقب فطحیۃ ہے اور یہ لقب اس لیے ان کے ساتھ چمٹ گیا چونکہ وہ عبداللہ کی امامت کے قائل تھے اور عبداللہ افطح (جس کے پاؤں چوڑے ہوں) تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے اس لقب کی وجہ یہ تھی کہ جن نے لوگوں کو عبداللہ کی امامت کی دعوت دی اس کو عبداللہ بن افطح کہتے تھے۔

اسحٰق بن جعفرؑ

اسحاق بن جعفر صاحب فضل، دانش مند، پرہیزگار اور صاحب اجتہاد تھے لوگوں نے آپ سے حدیث و واقعات کی روایت کی ہے۔

ابن کاسب جب ان سے حدیث بیان کرتا تو کہتا کہ

مجھ سے بیان یا ثقہ رضی اسحاق بن جعفرؑ نے اور اسحاق اپنے بھائی موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت کے قائل تھے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے اپنے بھائی موسیٰؑ کی امامت پر نص کی روایت کی ہے۔

محمد بن جعفرؑ

محمد بن جعفرؑ سخی و شجاع تھے اور وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور وہ زیدیہ کی رائے رکھتے تھے کہ تلوار سے خروج کیا جائے۔

اور ان کی بیوی خدیجہ بنت عبداللہ بن حسین سے روایت ہے وہ کہتی ہے کہ

محمد کوئی لباس پہن کر کبھی کسی دن باہر نہیں جاتے تھے مگر یہ کہ واپس آکر وہ لباس کسی کو پہنا دیتے اور ہر دن مہمانوں کے لیے ایک مینڈھا ذبح کرتے اور انہوں نے مامون کے خلاف ۱۹۹ھ میں مکہ میں خروج کیا۔ زیدیہ جارودیہ نے محمد بن جعفر کا ساتھ دیا ان کے مقابلے میں عیسٰی جلوی نکلا اور جس نے انکی جمعیت کو منتشر کرکے آپ کو گرفتار کرکے مامون کے پاس بھیج دیا۔ جب آپ مامون کے پاس پہنچے تو اس نے آپ کا احترام کرتے ہوئے قریب جگہ دی اور صلہ رحمی کے طور پر بہترین سلوک کیا۔ آپ ماموں کے ساتھ خراساں میں مقیم رہے اور اس کے پاس جانے کے لیے اسی کی سواری استعمال کرتے اور مامون آپ کی وہ باتیں بھی برداشت کرتا جو بادشاہ اپنی رعایا سے برداشت نہیں کرتے۔

ایک روایت میں ہے کہ مامون ناپسند کرتا تھا اسی بات کو آپ (محمد بن جعفر) مامون کے پاس اپنے ان چاہنے والوں کے ساتھ سوار ہو کر آئیں جنہوں نے ۲۰۰ھ میں ماموں کے خلاف خروج کیا تھا اور اس نے (ماموں نے) انہیں امان دی تھی لہٰذا ماموں کی طرف سے ان لوگوں کے پاس ایک خط گیا کہ تم عبداللہ بن حسین کے ساتھ آیا کرو نہ کہ محمد بن جعفر کے ساتھ تو انہوں نے آنے سے انکار کردیا اور اپنے گھروں میں بیٹھ گئے تو پھر پروانہ آیا کہ جس کے ساتھ چاہو، سوار ہو کر آؤ، تو وہ محمد بن جعفرؑ کے ساتھ ہی سوار ہو کر مامون کی طرف جاتے اور انہی کے ساتھ واپس آجاتے تھے۔

اور موسٰی بن سلمہ سے ذکر ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ

محمد بن جعفرؑ کے پاس خبر پہنچی جس میں کہا گیا کہ ذوالریاستین (ماموں کا وزیر) کے غلاموں نے آپ کے غلاموں کو ان لکڑیوں کی وجہ سے مارا پیٹا گیا ہے جو انہوں نے خریدی کی تھیں، تو محمد دو یمنی چادریں پہنے نکلے اور ان کے ہاتھ میں موٹا سا ڈنڈا تھا اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے "الموت خير لك من عيش بذل" ذلت کی زندگی سے موت بہتر ہے اور کچھ لوگ ان کے ساتھ ہو گئے یہاں تک کہ انہوں نے ذوالرستین کے غلاموں کو مارا پیٹا اور ان سے وہ جلانے والی لکڑیاں چھین لیں۔

جب یہ خبر ماموں تک پہنچی تو اس نے کسی کو ذوالریاستین کے پاس کسی کو بھیجا اور اس سے کہا کہ محمد بن جعفر کے پاس جا کر ان سے معذرت کرو اور اپنے غلاموں میں ان کو منصف و فیصلہ کرنے والا قرار دو۔ راوی کہتا ہے کہ

پس ذوالریاستین محمد بن جعفر کی طرف نکلا، موسیٰ بن سلمیٰ کہتا ہے کہ میں محمد بن جعفر کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس کوئی آیا اوران سے کہا گیا کہ ذوالریاستین آپ کے ہاں آرہاہے تو آپ نے کہا کہ

''وہ نہ بیٹھے مگر زمین پر'' اور انہوں نے اور اس کے ساتھیوں نے جو فرش اس کمرے میں تھے اٹھا کر ایک طرف پھینک دیئے اور کمرے میں کوئی چیز باقی نہ رہی سوائے اس گدیلے کے جس پر محمد بن جعفر بیٹھے ہوئے تھے۔ پس جب ذوالریاستین ان کے پاس آیا اور انہوں نے گدیلے پر اس کے لیے جگہ کشادہ کی تو اس نے اس پر بیٹھنے سے انکار کر دیا اور زمین پر بیٹھ گیا اور ان سے معذرت کی اور اپنے غلاموں کے معاملہ میں انہیں فیصلہ دینے کا مجاز قرار دیا۔

اور محمد بن جعفر کی وفات خراسان میں مامون کے پاس ہوئی پس وہ ان کے جنازے پر حاضر ہونے کے لیے سوار ہو کر اس وقت پہنچا جب کہ وہ جنازہ اٹھا کر نکل چکے تھے تو جب ماموں نے تابوت دیکھا تو سواری سے اتر کر پیدل ہو گیا اور یہاں تک کہ تلابوت کے دونوں ستونوں کے درمیان داخل ہوا اور سارے راستے کندھا دیئے رہا یہاں تک کہ تابوت رکھا گیا پس مامون آگے بڑھا اور نمازِ جنازہ پڑھائی پھر اس کو اٹھایا یہاں تک کہ قبر تک لے آیا پھر خود قبر میں داخل ہوا اور اس میں رہا یہاں تک کہ قبر بن گئی، پھر وہاں سے نکل کر قبر پر کھڑا رہا یہاں تک کہ انہیں دفن کر دیا گیا تو مامون کو عبیداللہ بن حسین نے دعا دیتے ہوئے کہا

اے مومنین کے امیر آج بہت تھکے ہوئے اب سوار ہو جاؤ۔

تو مامون نے کہا کہ

یہ ایک ایسا رشتہ ہے جو دوسو سال سے کٹ چکا تھا۔

اور اسماعیل بن محمد بن جعفر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب مامون قبر کھڑا تھا تو میں نے اپنے چھوٹے بھائی سے جو میرے پہلو میں کھڑا تھا کہا کہ کیوں نہ ہم بابا کے قرض کے بارے اس سے بات کریں پھر اس سے زیادہ قریب ہم اسے نہیں پائیں گے، پس ہم نے مامون سے اس سلسلہ میں بات کی تو وہ کہنے لگا کہ ابوجعفر کے ذمہ کتنا قرض ہے تو میں نے اس سے کہا کہ پچیس ہزار دینار تو وہ کہنے لگا کہ خدا نے اس کے قرض کو ادا کر دیا ہے انہوں نے کسی دمی بنایا ہے ہم نے کہا کہ اپنے بیٹے کو جسی یحییٰ کہتے ہیں جو مدینہ میں ہے مامون نے کہا کہ اپنے بیٹے کو جسے یحییٰ کہتے ہیں جو مدینہ وہ تو مصرف میں ہے اور ہمیں بھی پتہ تھا کہ وہ مصر میں ہے لیکن ہم نے پسند نہ کیا کہ اسے بتائیں کہ وہ مدینہ سے چلا گیا تا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ اس سے ناراض ہو کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہم اس کے مدینہ سے نکلنے کو پسند نہیں کرتے۔

علی بن جعفرؑ اور عباس بن جعفرؑ

علی بن جعفر حدیث کے بہت بڑے راوی درست طریقہ کے پیرو سخت پرہیزگار بہت فضل و کرم کے مالک اور اپنے بھائی موسیٰ کاظم کے شیدائی تھے اور ان سے بہت سے اخبار کی روایت بھی کی ہے۔

عباس بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ صاحب فضل و کمال تھے۔

جناب موسیٰ بن جعفر حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ کی اولاد میں سے زیادہ جلیل القدر زیادہ عظمت کے مالک اور لوگوں میں زیادہ دور تک ان کے حسن سیرت کی دھوم تھی اور ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ سخی کریم النفس اور اچھے میل و جول والا نہیں دیکھا گیا اور اہل زمانہ سے زیادہ عابد و پرہیزگار جلیل و رفیع اور فقیہہ و دین فہم تھے اور جمہور شیعہ کا آپ کی امامت کے اعتقاد آپ کے حق کی تعظیم اور آپؑ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر اجماع و اتفاق تھا اور انہوں نے آپؑ کی امامت پر آپ کے پدر بزرگوار سے بہت سی نفوص اور ان کی خلافت کے بارے میں ارشادات کی روایت کی ہے۔

اور

انہوں نے معالم و احکام دین انہی سے حاصل کیے ہیں اور آپ سے ایسی آیات و معجزات کی روایت ہے۔

کہ جن سے ان کی حجت اور ان کی امامت کے عقیدہ کی درستگی کا یقین ہوتا ہے۔

باب

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حالات زندگی

حضرت ابوعبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام کے بعد آپؑ کی اولاد میں سے ان کے قائم مقام امام کا ذکر، تاریخ ولادت، امامت کے دلائل، سن مبارک، مدت خلافت، وقت وفات، سبب، قبر، اولاد، حالات زندگی

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ کے بعد ان کے فرزند عبد صالح حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر امام تھے کیونکہ آپ میں امامت والی تمام صفات فضل و کمال، ان کے والد کی نص اور رہنمائی و اشارے موجود تھے۔

آپ کی ولادت ۱۲۸ھ میں (مکہ و مدینہ کے درمیان) بمقام ابواء ہوئی اور آپ کی وفات چھ رجب ۱۸۳ھ بداد میں سندی بن شاہک کے قید خانہ میں ہوئی آپ کی عمر بچپن سال تھی۔ آپ کی والدہ ام ولد حمیدہ خاتون بربریہ تھیں آپ کی اپنے والد گرامی کے بعد مدت خلافت پنتیس سال تھی کنیت ابوابراہیم، ابوالحسن اور ابوعلی تھی عبد اصالح اور کاظم کے القاب سے مشہور و معروف تھے۔

آپ کی امامت پر دلائل ونصوص

حضرت امام جعفر صادقؑ کے بڑے بڑے صحابہ، آپ کے خاص راز دان لوگوں اور قابل وثوق فقہاء صالحین رحمۃ اللہ علیہم میں جنھوں نے آپ سے اپنے بیٹے اور ابوالحسن موسی کاظمؑ کی امامت پر نص قائم کی ہے وہ مفصل بن عمر جعفی، معاذ بن کثیر عبدالرحمن بن حجاج، فیض بن مختار یعقوب سراج، سلیمان بن خالد، صفوان جمال وغیرہ ہیں جن کے ذکر سے کتاب میں طول ہوگا اور اس کو امام موسی کاظم کے دو بھائیوں فرزندان امام جعفر صادق جناب اسحاق اور علی نے روایت کیا ہے جن دونوں کے صاحب فضیلت و پرہیزگار ہونے میں کسی دو نے اختلاف نہیں کیا۔

(۱) موسیٰ صیقل نے مفضل بن عمر جعفی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت ابو عبداللہ (جعفر صادقؑ) کے پاس تھا کہ ابو ابراہیم موسیٰ کاظمؑ داخل ہوئے جب کہ ابھی وہ نوخیز تو مجھ سے ابو عبداللہؑ نے فرمایا

ان کے امر (امامت) کو اپنے ان دوستوں میں جو قابل وثوق ہیں اظہار و پرچار کرو۔

(۲) شبیت (یا ثبیت) نے معاذ بن کثیر سے ابو عبداللہؑ سے روایت کی ہے کہ میں نے آنحضرت سے عرض کیا کہ

اس خدا سے جس نے آپ کو آپ کے پدر بزرگوار سے یہ قدر و منزلت دی ہے سوال کرو کہ وہ آپ کو بھی آپ کی وفات سے پہلے آپ کی اولاد میں سے کسی میں اس جیسی منزلت عطا فرمائے تو آپ نے فرمایا کہ

خدا نے ایسا کر دیا ہوا ہے میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں وہ کون ہیں؟ تو آپ نے عبد صالح کی طرف اشارہ کیا اور وہ سوئے ہوئے تھے اور فرمایا یہ سویا ہوا اور آنجناب اس وقت نوخیز تھے۔

(۳) ابو علی ارجائی نے عبدالرحمن بن حجاج سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں جعفر بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں ان کے گھر حاضر ہوا تو آپ اپنے گھر کے اس کمرے میں تھے جس میں آپؑ کے لیے نماز و عبادت کی جگہ بنی ہوئی تھی آپ دعا مانگ رہے تھے اور آپ کی دائیں طرف موسیٰ بن جعفرؑ تھے جو آپ کی دعا پر آمین کہتے تھے تو میں نے عرض کیا خدا مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دے آپ جانتے تھے کہ میری تمام توجہ کا مرکز آپ ہیں اور میں آپ کا خدمت گار ہوں آپؑ کے بعد والی امر امامت کون ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا، اے عبدالرحمن! موسیٰ کاظمؑ نے زرہ پہنی ہے تو وہ اسے پوری آئی ہے، تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ اس کے بعد مجھے کسی چیز کی حاجت وضرورت نہیں۔

(۴) عبدالاعلیٰ نے فیض بن مختار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو عبداللہ کی خدمت میں عرض کیا میرا ہاتھ جہنم کی آگ سے پکڑیئے آپؑ کے بعد ہمارا کون (امام) ہے؟

راوی کہتا ہے کہ اچانک حضرت ابو ابراہیم موسیٰ کاظم داخل ہوئے اور وہ اس وقت نوخیز لڑکے تھے آپؑ نے فرمایا

یہ تمہارے صاحب ہیں پس ان کا دامن تھام لو۔

(۵) ابن ابی نجران نے منصور بن حازم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو عبداللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپؑ پر قربان جائیں نفوس پر صبح و شام (خدا کی طرف سے موت کے پیغام) آتے رہتے ہیں جب حال و معاملہ یوں ہے تو پھر کون (امام ورہنما) ہوگا؟

تو آپؑ نے فرمایا جب ایسا ہو تو یہ تمہارا صاحب ہے اور آپ نے ابوالحسن (موسی کاظم) کے دائیں کندھے پر ہاتھ مارا۔

اور جہاں تک میں جانتا ہوں انکی عمر اس وقت پانچ سال تھی اور اس وقت عبداللہ بن جعفر بھی ہمارے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

(۶) ابن ابونجران نے عیسی بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے جس نے ابوعبداللہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے آپ (جعفر صادقؑ) کی خدمت میں عرض کیا کہ

اگر کچھ ہو جائے اور خدا مجھے وہ دن نہ دکھائے تو پھر میں کس کی اقتداء کروں! راوی کہتا ہے پس حضرت نے اپنے بیٹے موسیٰؑ کی طرف اشارہ کیا تو میں نے عرض کیا کہ اگر حضرت موسیٰ کے ساتھ کوئی حادثہ ہو جائے تو پھر کس کی اقتداء کروں تو آپ نے فرمایا ان کے بیٹے کی میں نے عرض کیا اور اگر ان کے بیٹے کو کچھ ہو جائے؟ تو آپؑ نے فرمایا ان کے بیٹے کو کچھ ہو جائے؟ تو آپؑ نے فرمایا ان کے بیٹے کی میں نے کہا کہ اگر ان کو کوئی حادثہ پیش آ جائے اور وہ بڑا بھائی اور چھوٹا بیٹا چھوڑ جائیں تو آپؑ نے فرمایا ان کے بیٹے کی اقتداء کرو پھر اسی طرح ہمیشہ ہوگا۔

(۷) فضل نے طاہر بن محمد سے جس نے ابوعبداللہ سے روایت کی ہے راوی کہتا ہے

میں نے آنحضرتؑ کو دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے عبداللہ کو ملامت اور وعظ و نصیحت کر رہے تھے اور اسے کہتے تھے کہ تجھے کون سی چیز اس سے روکاوٹ اور مانع ہے کہ اپنے بھائی جیسے بنو پس خدا کی قسم میں اس کے چہرے میں نور دیکھتا ہوں تو عبداللہ نے کہا کہ

یہ کیسے؟ کیا اس کا اور میرا باپ ایک نہیں کیا اس کی اور میری اصل ایک نہیں؟

تو ابوعبداللہؑ نے فرمایا کہ وہ میرا نفس و جان ہ اور تو میرا بیٹا ہے۔

(۸) محمد بن سنان نے یعقوب سراج سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ

میں حضرت ابوعبداللہؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ حضرت ابوالحسن موسیٰ کے سرا ہنے کھڑے تھے اور وہ گہوارے میں تھے اور آپؑ طویل وقت تک ان سے راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے تو میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ حضرت فارغ ہوئے اور میں اٹھ کر آپ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے مولا کے قریب جاؤ اور ان پر سلام کرو پس میں نے قریب جا کر سلام کیا تو آپؑ نے فصیح زبان میں مجھے سلام کا جواب دیا پھر مجھ سے فرمایا کہ

جا کر اپنی بیٹی کا وہ نام بدل دو جو تم نے کل رکھا ہے کیونکہ خدا اس نام کو مبغوض رکھتا ہے۔

اور میرے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا میں نے حمیراء نام رکھا تھا تو ابوعبداللہ نے فرمایا

''ان کے حکم کو بجالا ؤ ہدایت پاؤ گے۔'' پس میں نے اس کا نام بدل دیا۔

(۹) ابن مسکان نے سلیمان بن خالد سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک روز حضرت ابوعبداللہ نے ابوالحسنؑ کو بلایا اور ہم آپؑ کے پاس تھے اور فرمایا کہ

''تم پر میرے بعد ان کی اطاعت لازم ہے پس خدا کی قسم میرے بعد یہی تمہارے آقا و صاحب ہیں۔''

(۱۰) وشاء نے علی بن الحسین سے اور انہوں نے صفوان جمال سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو عبداللہؑ سے امر امامت کے صاحب و مالک کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ

اس امر (امامت) کا مالک (یعنی امام) لہو ولعب نہیں کرتا۔

اسی وقت ابوالحسن تشریف لائے اور وہ ابھی بچے تھے اور ان کے ساتھ ایک مکی بکری کا بچہ تھا اور وہ اس بچے سے کہتے تھے کہ اپنے پروردگار کے لیے سجدہ کرو۔

پس ابوعبداللہ نے انہیں پکڑ لیا اور اپنے سینہ سے لگا لیا اور فرمایا میرے ماں باپ قربان جائیں اے وہ جو لہو ولعب نہیں کرتا۔

(۱۱) یعقوب بن جعفر جعفی نے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے اسحاق بن جعفر صادقؑ نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن اپنے باپ کے پاس تھا کہ آپ سے علی بن عمر بن علی نے سوال کیا کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں آپ کے بعد ہم لوگ کس کی پناہ میں جائیں؟

تو آپؑ نے فرمایا کہ

ان دونوں زرد کپڑوں اور دو زلفوں والے کی طرف اور ابھی ابھی وہ اس دروازے سے تم پر ظاہر ہوگا۔

پس تھوڑی دیر ہم رکے کہ ہم پر دو ہتھیلیاں ظاہر ہوئیں جنہوں نے دروازے کے دونوں پاٹ پکڑ رکھے تھے یہاں تک کہ وہ کھل گئے اور حضرت ابوابراہیم (موسیٰ کاظم) ہم پر ظاہر ہوئے وہ اس وقت بچے تھے اور انہوں نے دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

(۱۲) محمد بن ولید نے روایت کی ہے کہ

میں نے علی بن جعفرؑ صادق بن محمدؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: میں نے اپنے والد جعفر بن محمدؑ کو اپنے خواص اور اصحاب کی ایک جماعت سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہوئے سنا کہ میرے بیٹے موسیٰ کے بارے میں اچھی وصیت کرو کیونکہ وہ میری اولاد میں سے افضل ہیں اور انہی کو میں اپنے بعد خلیفہ بناؤں گا اور وہ میرے قائم مقام اور میرے بعد ساری مخلوق پر خدا کی حجت ہیں

جناب علی بن جعفرؑ اپنے بھائی حضرت موسیٰ (کاظم) سے شدت سے تعلق وتمسک رکھتے ان کا دامن تھامے اپنی توجہ کا مرکز بنائے ان سے معالم واحکام دین حاصل کرتے تھے۔ آپ (علی بن جعفر) نے آنحضرتؑ سے مشہور مسائل اور ان کے جوابات سن کر آگے روایت کیے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے بیان وتوصیف کی ان کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات واخبار ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔

ابوالحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام

کچھ دلائل اور آپ کی آیات وعلامات اور معجزات کا ذکر

(۱) مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولیہ نے محمد بن یعقوب کلینی سے جس نے محمد بن یحییٰ سے اس نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اس نے ابو یحییٰ واسطی سے اس نے ہشام بن سالم سے وہ کہتا ہے کہ ہم ابوعبداللہ (امام جعفر صادقؑ) کی وفات کے بعد مدینہ میں تھے اور صاحب طاق محمد بن نعمان اور دوسرے لوگ عبداللہ بن جعفرؑ کے پاس اکٹھے ہوئے کہ وہ اپنے باپ کے بعد صاحب امر ہیں پس ہم بھی اسکے پاس گئے جب کہ دوسرے لوگ اس کے پاس موجود تھے تو ہم نے اس سے پوچھا زکوۃ کے متعلق کہ کتنے میں واجب ہوتی ہے تو اس نے کہا کہ

دوسو درہم میں سے پانچ درہم

تو ہم نے کہا کہ

پھر سو میں کتنی ہوگی اس نے کہا کہ

اڑھائی درہم

تو ہم نے کہا کہ

خدا کی قسم یہ تو مرجبہ بھی نہیں کہتے!

وہ کہنے لگا

خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ مرجبہ کیا کہتے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ ہم وہاں سے گمراہی کی حالت میں نکلے ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتا کہ ہم کدھر جائیں تو ہم یعنی میں اور ابوجعفر احول مدینہ کے ایک کوچہ میں روتے ہوئے بیٹھ گئے یہ نہیں جانتے کہ کس طرف جائیں اور کس کا قصد وارادہ کریں ہم کہتے تھے مرجبہ کی طرف قدریہ کی طرف معتزلہ کی طرف یا زیدیہ کی طرف جائیں پس ہم اسی حالت میں تھے کہ میں نے ایک بوڑھے مرد کو دیکھا کہ جسے میں نہیں پہچانتا تھا جو مجھے ہاتھ سے اپنی طرف اشارہ کر رہا تھا تو مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ ابوجعفر منصور کا جاسوس نہ ہو اور یہ اس لیے کہ اس کے جاسوس مدینہ میں موجود تھے کہ حضرت جعفر علیہ السلام کے بعد جس پر لوگوں کا اتفاق ہو جائے اس کو گرفتار کر کے اس کی گردن اڑا دی جائے تو مجھے ڈر لگا کہ انہی میں سے نہ ہو اور میں نے احول سے کہا کہ مجھ سے دور ہو جاؤ کیونکہ مجھے اپنے اور تمہارے درمیان خطرہ ہے اور وہ اس وقت مجھے بلا رہا ہے نہ کہ تجھے پس تم مجھ سے دور چلے جاؤ اور ہلاکت میں نہ پڑو اور اپنے آپ کے ساتھ معین ومددگار نہ بنو پس وہ مجھ سے کافی دور ہو گیا اور میں اس بوڑھے کے پیچھے چل پڑا

اور یہ گمان مجھے اس لیے ہوگیا کہ میں اس سے چھٹکارا پانے کی قدرت نہیں رکھتا اور میں اس کے پیچھے چلتا رہا اور میں مرنے کا عزم کر چکا تھا یہاں تک کہ وہ مجھے ابوالحسن موسیٰ کے دروازے پر لے آیا اور مجھے وہاں چھوڑ کر چلا گیا اچانک اس دروازے پر لے آیا اور مجھے وہاں چھوڑ کر چلا گیا اچانک اس دروازے پر ایک خادم تھا جس نے مجھے کہا، خدا تم پر رحم کرے اندر آ جاؤ، میں اندر گیا تو سامنے ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام موجود تھے اور انہوں نے بغیر کسی تمہید کے فرمایا

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان جاؤں آپ کے پدر گرامی دنیا سے چلے گئے فرمایا ہاں! راوی نے کہا فوت ہو گئے فرمایا ہاں! تو میں نے کہا کہ اب ان کے بعد کون ہے تو فرمایا اگر خدا نے تمہاری ہدایت چاہی تو تجھے ہدایت کر دے گا۔

میں نے عرض کیا کہ آپ پر قربان جاؤں آپ کا بھائی عبداللہ گمان کرتا ہے کہ اپنے باپ کے بعد وہ امام ہے تو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ چاہتا ہے کہ خدا کی عبادت نہ ہو سکے میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں تو آنحضرت کے بعد ہمارے لیے کون ہے؟ فرمایا اگر خدا نے تیری ہدایت چاہی تو وہ تیری ہدایت کر دے گا میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں تو آپ ہیں وہ فرمایا میں نے ابھی یہ تو نہیں کہا، راوی کہتا ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے صحیح طریقہ سے سوال نہیں کیا ہے پھر میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں آپ پر کوئی امام ہے فرمایا نہیں، راوی کہتا ہے پس آپؑ کی عظمت و ہیبت سے کوئی ایسی چیز مجھ میں داخل ہوگئی کہ جسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔

پھر میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ سے اسی طرح سوال کروں جس طرح آپؑ کے پدر بزرگوار سے سوال کیا کرتا تھا آپؑ نے فرمایا کہ سوال کرو گے تو تمہیں بتا دیا جائے گا لیکن اس راز کو فاش نہ کرو اور اگر اسے افشاء کیا تو اور لوگوں کے سامنے اسے ظاہر کیا تو پھر قتل و ذبح ہونا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ

میں نے آپؑ سے سوالات کیے تو آپ ایسا سمندر تھے جو کہ پانی نکالے کم نہیں ہوتا تھا میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں آپؑ کے بابا کے شیعہ تو گمراہ ہو رہے ہیں تو میں انہیں اس امر و امامت کی خبر دوں اور انہیں آپؑ کی طرف بلاؤں لیکن آپؑ نے تو مجھ سے چھپانے کا عہد لیا ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ جس میں ان میں سے رشد و ہدایت محسوس کرو اس کو القاء کرو اور بتاؤ لیکن اس سے پوشیدہ رکھنے کا عہد لو کیونکہ اگر یہ راز فاش ہو گیا تو وہی ذبح ہونا ہے اور آپؑ نے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔

راوی کہتا ہے کہ

میں آپ کی بارگاہ سے نکلا اور ابوجعفر احول سے ملاقات کی تو اس نے پوچھا کیا معاملہ تھا؟ میں نے کہا ہدایت

تھی اور اس سے سارا واقعہ سنایا، راوی کہتا ہے کہ پھر ہم نے زرارہ اور ابوبصیر سے ملاقات کی اور ان سے سارا واقعہ سنایا اور دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپؑ کی گفتگو سنی اور آپؑ سے سوالات کیے اور انہیں آپؑ کی امامت کا قطع ویقین پیدا ہو گیا، پھر ہم نے گروہ در گروہ لوگوں سے ملاقات کی تو جو بھی آپؑ کی خدمت میں جاتا اسے یقین پیدا ہوئے عمار ساباطی کے ٹولے کے۔ باقی رہا عبداللہ بن جعفر اس کے پاس تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں جاتا تھا۔

(۲) مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن ابراہیم سے جس نے اپنے باپ سے اور اس نے رافعی سے، وہ کہتا ہے کہ

میرا ایک چچا زاد بھائی تھا جسے حسن بن عبداللہ کہتے تھے اور وہ زاہد و پرہیز گار تھا اور اس کی دین میں جدوجہد کی وجہ سے بادشاہ اس سے ڈرتا تھا اور بعض اوقات وہ بادشاہ کو اس کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا جس سے اسے غصہ تو آجاتا تھا لیکن بادشاہ اس کی صالحیت اور نیکی کی وجہ سے اسے برداشت کر لیتا پس اس کا یہی حال رہا یہاں تک کہ ایک دن وہ مسجد میں گیا کہ جس میں ابوالحسنؑ بھی موجود تھے آپؑ نے اسے اشارہ کیا تو وہ آپؑ کے پاس آ گیا اور آپؑ نے اس سے فرمایا کہ اے ابوعلی! مجھے تیری یہ حالت اس قدر محبوب ہے جس میں تو ہے اور مجھے اس سے خوشی ہوتی ہے لیکن تجھے معرفت نہیں ہے پس معرفت کی تلاش کرو تو اس نے آپ سے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں اور یہ معرفت کیا چیز ہے؟ آپؑ نے فرمایا، جاؤ اور اسے سمجھو اور حدیث کو تلاش کرو وہ کہنے لگا، کس سے فرمایا، اہل مدینہ کے فقہاء سے پھر اس حدیث کو میرے سامنے پیش کرو۔

راوی کہتا ہے کہ وہ گیا اور کچھ احادیث لکھ کر آپؑ کے پاس لایا تو آپؑ نے وہ سب کٹوا دیں اور پھر اس سے فرمایا، جاؤ اور معرفت حاصل کرو اور وہ شخص اپنے دین کو اہمیت دیتا تھا راوی کہتا ہے پس وہ مسلسل ابوالحسنؑ کی تلاش میں رہتا یہاں تک کہ آپؑ اپنی زمین کی طرف جا رہے تھے تو وہ راستہ میں آپؑ کو ملا اور آپؑ سے کہنے لگا کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں میں خدا کے سامنے آپؑ کے خلاف احتجاج کروں گا پس مجھے راہنمائی کی جائے اس چیز کی طرف کہ جس کی معرفت مجھ پر واجب ہے راوی کہتا ہے پس آپؑ نے اس کو امیر المومنین کے امر اور آپ کے حق اور جو کچھ آپؑ کے متعلق واجب ہے اور امام حسنؑ و حسینؑ و علیؑ بن الحسینؑ و محمدؑ بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ کے امر امامت کی خبر دی اور پھر خاموش ہو گئے۔

تو وہ آپؑ سے کہنے لگا آپؑ پر قربان جاؤں پس آج کون امام ہے فرمایا اگر میں تجھے اس کی خبر دوں تو میری بات کو قبول کرے گا اس نے کہا، جی ہاں! آپؑ نے فرمایا کہ وہ میں ہوں! کہنے لگا کہ کوئی ایسی چیز بھی ہے کہ جسے میں دلیل قرار دوں؟

فرمایا، اس درخت کے پاس جاؤ اور آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا ایک درخت مغیلان (ببول) کی طرف

اور اس سے جا کر کہو کہ تجھے موسیٰ بن جعفرؑ کہہ رہا ہے کہ آگے بڑھو۔

وہ کہتا ہے کہ میں اس کے پاس گیا تو میں نے اسے دیکھا کہ وہ زمین کو چیرتا ہوا آنحضرتؑ کے سامنے آ کھڑا ہوا پھر آپؑ نے اس درخت کو واپس جانے کا اشارہ کیا تو وہ واپس چلا گیا۔

پس اس نے آپ کی امامت کا اقرار کیا پھر اس نے خاموشی اور عبادت کو اپنا وطیرہ بنا لیا اس کے بعد کسی نے اس کو بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(۳) احمد بن مہران نے محمد بن علی سے اس نے ابوبصیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ سے عرض کیا

آپ پر قربان جاؤں امام کو کن چیزوں سے پہچانا جاتا ہے آپؑ نے فرمایا کہ

بہر حال ان میں سے پہلی یہ ہے کہ اسے اس چیز سے پہچانا جاتا ہے، جو اس کے باپ کی طرف سے اس کے متعلق پیش ہو اور وہ اس کی نشاندہی کرے تا کہ وہ حجت قرار پائے اور (دوسری یہ کہ) اس سے سوال کیا جائے تو وہ جواب دے اور جب اس سے خاموشی اختیار کی جائے تو وہ خود بخود بتائے اور جو کل کو ہونے والا ہے اس کی خبر دے اور لوگوں کے ساتھ ہر زبان میں گفتگو کر سکے۔

پھر فرمایا

اے ابومحمد! میں تجھے یہاں سے اٹھنے سے پہلے ایک علامت دوں گا۔

پس میں زیادہ دیر نہیں ٹھہرا تھا کہ اہل خراسان میں سے ایک شخص آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس خراسانی نے آپؑ سے عربی میں گفتگو کی اور ابوالحسنؑ نے اسے فارسی میں جواب دیا تو خراسانی نے جو عرض کیا

خدا کی قسم مجھے فارسی بولنے میں کوئی چیز مانع اور رکاوٹ نہ تھی مگر میرا یہ گمان تھا کہ آپؑ فارسی زبان اچھے طریقے سے نہیں جانتے۔

تو آپؑ نے فرمایا

سبحان اللہ! اگر میں تمہیں اچھی طرح جواب نہیں دے سکتا تو پھر مجھے تم پر کیا فضیلت ہے کہ جس بے وجہ سے میں امامت کا مستحق ہوں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ

اے ابومحمد! امام پر لوگوں میں سے کسی کی کلام وزبان مخفی نہیں ہوتی اور نہ ہی پرندوں کی زبان اور نہ کی کسی ایسی چیز کی زبان کہ جس میں روح ہے۔

(۴) عبداللہ بن ادریس نے ابن سنان سے روایت کی ہے کہ

ہارون الرشید نے علی بن یقطین کی عزت واکرام بڑھانے کے لیے ایک دن کچھ کپڑے بھیجے کہ جن میں

ایک ریشم واون سے بنا ہوا سیاہ رنگ کا جبہ بھی تھا کہ جو بادشاہوں کے لباس میں سے تھا کہ جسے سونے کی تاروں سے وزنی اور قیمتی بنایا گیا تھا تو علی بن یقطین نے وہ اکثر کپڑے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں بھیج دیئے اوران میں وہ جبہ بھی تھا اوران کے ساتھ اس مال کا بھی اضافہ کیا، جو اپنے دستور کے مطابق اس نے تیار کیا تھا کہ جسے اپنے مال کے خمس میں سے بھیجا کرتا تھا، پس یہ اموال جب ابوالحسنؑ کی خدمت میں پہنچے تو آپؑ نے باقی مال اور کپڑے تو قبول کر لیے لیکن وہ جبہ قاصد کے ہاتھ علی بن یقطین کو واپس بھیج دیا اور انہیں لکھا کہ

اس کو حفاظت سے رکھو اور اسے اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو کیونکہ عنقریب تم پر ایک ایسا وقت آئے گا جب تجھے اس کی ضرورت ہوگی۔

تو علی بن یقطین اس جبہ کے واپس کرنے پر شک میں پڑ گئے اوران کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کا سبب کیا ہے اور انہوں نے وہ جبہ محفوظ کر کے رکھ دیا چند دنوں بعد علی بن یقطین اپنے ایک خاص نوکر پر ناراض ہوئے اور اسے نوکری سے برطرف کر دیا اور اس ملازم کو پتہ تھا کہ علی بن یقطین حضرت ابوالحسن موسیٰ کی طرف مائل ہیں اور وہ اس بات سے واقف تھا جو ہر موقعہ پر وہ مال اور لباس اور دیگر اکرام واحترام آپؑ سے کرتا تھا تو اس نے ان کی چغلی رشید کو کی اور کہا کہ یہ تو موسیٰؑ بن جعفرؑ کی امامت کے قائل ہیں اور ہر سال اپنے مال کا خمس انہیں بھیجتے ہیں اور وہ جبہ بھی اس نے انہیں بھیج دیا تھا جو کہ فلاں وقت ''امیر المومنین'' نے ان پر کرم فرماتے ہوئے دیا تھا تو رشید اس سے آگ بگولہ ہو گیا اور اسے سخت غصہ آیا اور رشید کہنے لگا

میں ضرور ان واقعات کا انکشاف کروں گا اگر معاملہ اسی طرح ہوا جس طرح تو نے بیان کیا ہے تو میں اس کی جان لے لوں گا۔

اور اسی وقت کسی کو علی بن یقطین کے حاضر کرنے کے لیے بھیجا جب علی اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے تو ان سے کہنے لگا کہ وہ جبہ کہاں ہے جو میں نے تمہیں پہنایا تھا؟

تو انہوں نے کہا کہ

''امیر المومنین'' وہ ایک مہر شدہ ظرف میں میرے پاس رکھا ہے اور میں نے اس کو خوشبو میں محفوظ رکھا ہوا ہے جب میں صبح کو اٹھتا ہوں تو وہ ظرف کھول کر تبرک کے طور پر اسے دیکھتا ہوں اور اس کا بوسہ لیتا ہوں اور پھر اسے اس کی جگہ رکھ دیتا ہوں اور جب شام ہوتی ہے تو پھر بھی ایسا کرتا ہوں۔

رشید کہنے لگا کہ اسی وقت حاضر کرو۔

علی نے کہا، جی ہاں اے ''امیر المومنین''

پس انہوں نے ایک خادم کو بلایا اور اس سے کہا کہ

میرے گھر کے فلاں کمرے کی طرف جاؤ اور میرے خزانچی سے اس کی چابی لو اور اس کو کھول کر فلاں

کمرے کو کھولو اور اس میں جو مہر شدہ ظرف رکھا ہے اسے لے آؤ۔

پس تھوڑی دیر میں وہ خادم وہ مہر شدہ ظرف لے آیا اور اسے رشید کے سامنے رکھ دیا تو اس نے حکم دیا کہ اس کی مہر توڑ کر اسے کھولا جائے، پس جب کھولا گیا تو جبہ کو اس کی حالت میں دیکھا کہ وہ لپیٹا ہوا خوشبو میں ڈوبا ہوا ہے تو رشید کا غصہ ختم ہو گیا، پھر اس نے علی بن یقطین سے کہا کہ رشد و ہدایت کے ساتھ واپس جاؤ آئندہ میں ہرگز تمہارے متعلق کسی چغل خور کی تصدیق نہیں کروں گا۔

اور حکم دیا کہ اس کے ساتھ ایک اعلیٰ قسم کا انہیں انعام بھی دیا جائے اور یہ فرمان جاری کیا کہ اس خادم کو کہ جس نے چغلی کی تھی ہزار کوڑے لگائے جائیں پس تقریباً پانچ سو کوڑے اسے لگے تھے کہ وہ مر گیا۔

(۵) محمد بن اسماعیل نے محمد بن فضل سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ

ہمارے اصحاب کے درمیان وضو میں مسح کے بارے میں روایت میں اختلاف ہو گیا کہ کیا وہ انگلیوں سے پاؤں کے درمیان والی ابھری ہوئی جگہ تک ہے یا پاؤں کی اس ابھری ہوئی جگہ سے انگلیوں تک ہے تو علی بن یقطین نے ابو موسیٰ کی خدمت میں خط لکھا کہ

میں آپؑ پر قربان جاؤں ہمارے اصحاب دونوں پاؤں کے مسح میں اختلاف کیا ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو اپنے خط سے مجھے لکھ کر بھیجیں کہ جس پر میں عمل کروں انشاءاللہ اسی پر عمل کروں گا۔

پس ابوالحسنؑ نے لکھا

جو کچھ تو نے وضو میں اختلاف کے بارے میں ذکر کیا میں نے سمجھ لیا ہے اور وہ چیز جس کا اس بارے میں میں تمہیں حکم دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم تین مرتبہ کلی کرو اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالو اور تین مرتبہ اپنا منہ دھولو اور اپنی داڑھی کے بالوں کے درمیان خلال کرو اور اپنے ہاتھ انگلیوں سے کہینوں تک دھوؤ اور اس کی مخالفت کر کے کچھ اور نہ کرنا۔

تو جب علی بن یقطین کو خط ملا تو جو امامؑ نے اس میں لکھا تھا کہ اس سے انہیں تعجب ہوا کہ جس کے خلاف پوری جماعت شیعہ کا اجماع و اتفاق ہے پھر انہوں نے کہا کہ

میرے مولا بہتر جانتے ہیں جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے اور میں آپؑ کے حکم کی اطاعت کروں گا۔

لہٰذا وہ اسی طریقہ سے وضو کرتے تھے اور اس کی مخالفت کرتے تھے کہ جس پر تمام شیعہ ابوالحسنؑ کے حکم کی اطاعت کرتے تھے اسی دوران علی بن یقطین کی رشید کے ہاں چغلی اور شکایت ہوگی اور کہا گیا کہ وہ رافضی اور آپ کا مخالف ہے تو رشید نے اپنے کسی خاص حواری سے کہا کہ

میرے پاس علی بن یقطین کی بہت سی شکایات آئی ہیں اور یہ اتہام کہ وہ ہمارا مخالف ہے اور وہ رافضیت کی طرف مائل ہے اور میں نے اپنی خدمت میں اس کی کوئی کوتاہی نہیں دیکھی اور میں تو کئی دفعہ اس کا امتحان بھی کر

چکا ہوں پس اس سے وہ چیز ظاہر نہیں ہوئی کہ جس سے اسے متہم کیا گیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس کا امتحان اس طریقہ پر کروں کہ اسے معلوم نہ ہو اور وہ بچاؤ کی کوئی صورت نہ نکال سکے۔

تو اسے کہا گیا کہ "اے امیر المومنین" رافضی اہل سنت کے ساتھ وضو میں مخالف ہیں اور وہ اس میں تخفیف یعنی کم دھونے اور پاؤں نہ دھونے کے قائل ہیں لہٰذا اس کا امتحان کیجیے، اس کے وضو پر ایسے طریقہ سے اطلاع حاصل کریں کہ اسے معلوم نہ ہونے پائے تو رشید کہنے لگا بے شک اس طریقہ پر اس کا معاملہ واضح ہوگا۔

پھر اس کو ایک مدت تک چھوڑے رکھا پھر اپنے گھر میں کوئی کام اس کے ذمہ لگا دیا یہاں تک کہ نماز کا وقت آیا تو رشید دیوار کے پیچھے ایسی جگہ کھڑا ہو گیا کہ جہاں سے رشید انہیں دیکھ سکتا تھا لیکن وہ رشید کو نہیں دیکھ سکتے تھے، تو علی نے وضو کے لیے پانی منگوایا، پس تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا اور تین مرتبہ منہ دھویا اور داڑھی کے بالوں میں خلال کیا اور ہاتھ کہنیوں تک تین مرتبہ دھوئے اور پورے سر اور کانوں کا مسح کیا اور تین مرتبہ پاؤں دھوئے اور رشید اسے دیکھتا رہا تو جب اس نے دیکھا کہ انہوں نے اس طرح وضو کیا ہے تو وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا اور ان کی اس طرح جھانکا کہ انہوں نے اسے دیکھا پھر انہیں پکار کر کہنے لگا

اے علی بن یقطین! وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تم رافضیوں میں سے ہو۔

اور ان کی حالت رشید کے ہاں درست ہوگئی اور عین اسی وقت ابوالحسن امام موسیٰ کاظم کا انہیں خط ملا اب وضو کرو جس طرح خدا نے تمہیں حکم دیا ہے ایک دفعہ وجوب کے طور پر منہ دھولو اور ایک دفعہ استحباب کی بناء پر اور ہاتھ اس طرح کہنیوں سے دھویا کرو اور سر کے اگلے حصہ کا اور پیروں کے اوپر والے حصہ کا (انگلیوں کے سرے سے کعبین یعنی اٹھی ہوئی جگہ تک) وضو کی تری سے بچے ہوئے سے مسح کرو، بے شک وہ مصیبت ٹل گئی ہے جس کا تجھ پر خوف تھا،" والسلام"

(۶) علی بن ابوحمزہ بطائنی نے روایت کی ہے کہ ابوالحسن موسیٰ ایک مرتبہ مدینہ سے اپنی زمین کے لیے نکلے جو مدینہ سے باہر تھی اور میں بھی ان کے ساتھ ہولیا اور آپؑ ایک خچر پر سوار تھے اور میں اپنے گدھے پر، پس جب ہم نے کچھ راستہ طے کر لیا تو ہمارے سامنے ایک شیر آ گیا میں ڈر کے مارے رک گیا اور ابوالحسنؑ بے پرواہی سے اس کی طرف آگے بڑھے پس میں نے دیکھا کہ شیر ابوالحسنؑ کے سامنے عاجزی اور ذلت کا اظہار کرنے لگا ابو الحسن رک گئے جس طرح کان لگا کر اس کی گرج کی آواز سن رہے ہوں اور شیر نے اپنا اگلا پاؤں خچر کی گردن پر رکھ دیا اور میرا النفس اس سے مخرون ہو رہا تھا اور مجھے خوف ہو رہا تھا کہ شیر پھر راستہ سے ایک طرف ہو گیا اور حضرت ابوالحسنؑ نے اپنا رخ قبلہ کی طرف کیا اور دعا مانگتے رہے اور اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے کہ جس کو میں نہیں سمجھ سکتا تھا پھر آپؑ نے شیر کی طرف اشارہ کیا کہ چلے جاؤ، تو شیر کافی دیر تک گرگرا رہا اور ابوالحسنؑ فرماتے رہے آمین آمین اور شیر واپس چلا گیا یہاں تک کہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور ابوالحسنؑ اپنے رخ پر چل پڑے اور میں

بھی آپؑ سے جاملا پس جب ہم اس جگہ سے دور نکل گئے تو میں نے آپؑ کے پاس جا کر عرض کیا کہ

آپؑ پر قربان جاؤں اس شیر کا کیا ماجرا تھا اور میں تو خدا کی قسم ڈر رہا تھا جو اس کی آپؑ کے ساتھ کیفیت تھی مجھے اس پر بڑا تعجب ہوا تو ابوالحسنؑ نے مجھ سے فرمایا کہ

وہ میرے پاس شکایت کرنے آیا تھا کہ اس کی شیرنی پر بچہ کی ولادت سخت ہو رہی ہے اور اس نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں خداوند عالم سے دعا کروں کہ وہ اس کی تنگی کو دور کر دے اور میں نے اس کے لیے دعا کی ہے اور میرے دل میں القاء ہوا کہ وہ نر بچہ جنے گی پس میں نے اسے اس کی خبر دی تو وہ کہنے لگا کہ

آپؑ خدا کی امان وحفاظت میں جائیں اور خدا آپؑ پر، آپؑ کی اولاد پر اور آپؑ کے کسی شیعہ پر کسی درندے کو مسلط نہ کرے تو میں نے کہا۔ آمین

اور آپ اس باب میں اخبار و روایات بہت ہیں اور جو کچھ ہم نے ثبت وضبط کیا ہے اس میں کفایت ہے اسی دستور کے مطابق جو ہم پہلے پیش کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ہی یہ احسان ہے۔

آپؑ کے فضائل ومناقب اور خصائل کا ذکر جس کی وجہ سے آپؑ باقیوں سے ممتاز ہیں

ابوالحسنؑ اپنے اہل زمانہ کے لحاظ سے سب سے بڑے عابد، فقیہ، سخی اور کریم النفس تھے روایت ہے کہ آپؑ نمازِ تہجد پڑھتے تو اسے نماز صبح سے ملا دیا کرتے تھے پھر تعصتیبات میں مصروف رہتے یہاں تک کہ سورج نکل آتا اللہ کے لیے سجدہ میں جھک جاتے، اپنا سر دعا اور حمد وثناء کرتے وقت نہیں اٹھاتے تھے یہاں تک کہ زوالِ شمس کا وقت ہو جاتا اور آپ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے

اللھم انی اسئلك الراحه عند الموت و العفو عند الحساب

”خدایا میں موت کے وقت راحت وآرام کا اور حساب کے وقت مہربانی کا سوال کرتا ہوں۔“

اور اسے بار بار فرماتے تھے۔

اور آپؑ کی ایک یہ دعا تھی:

عظم الذنب من عبدك فليحسن العفو من عندك

”تیرے بندے سے عظیم گناہ ہوئے ہیں پس تیرے طرف سے اچھی عفو ومہربانی ہو۔“

اور آپؑ خوف خدا سے اتنا گریہ کرتے تھے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی اور آپؑ اپنے اہل خاندان اور رشتہ داروں میں سے سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔

رات کے وقت مدینہ کے فقراء کی دیکھ بھال کرتے پس ان کے لیے زبینل (ٹوکری) لے جاتے کہ جس میں سونا چاندی (دینار و درہم) آٹا اور کھجوریں ہوتیں پس یہ چیزیں ان کو پہنچاتے لیکن انہیں یہ پتہ نہ چلتا کہ یہ چیزیں کہاں سے آئی ہیں۔

مجھے شریف ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ نے خبر دی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم سے میرے دادا یحییٰ بن حسن بن جعفر نے بیان کیا وہ کہتا ہے ہم سے اسماعیل بن یعقوب نے بیان کیا، وہ کہتا ہے کہ ہم سے محمد بن عبداللہ بکری نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں قرض لینے کی تلاش میں آیا تو اس نے مجھے عاجز کر دیا یعنی (قرض کہیں سے نہ ملا) پس میں نے 'دل میں'' کہا اگر ابوالحسنؑ موسی کے پاس جاؤں تو (بہتر ہے) تاکہ ان سے یہ شکایت کروں، پس میں آپ کے پاس مقام نقمی میں گیا جہاں آپؑ کی زمین تھی، پس آپؑ میری طرف تشریف لائے اور آپ کے ساتھ ایک لڑکا تھا اور اس کے پاس ایک چھلنی تھی کہ جس میں نیم پختہ گوشت کے ٹکڑے تھے اور آپؑ کے ساتھ اور کوئی نہ تھا پس آپؑ نے اور میں نے مل کر وہ گوشت کھایا پھر آپؑ نے مجھ سے میری حاجت کے متعلق سوال کیا تو میں نے آپؑ سے اپنا واقعہ بیان کیا پس آپ اندر چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد باہر آئے اور اپنے غلام سے کہا تم چلے جاؤ پھر آپؑ نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور مجھے ایک تھیلی دی جس میں تین سو دینار تھے اس کے بعد آپؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور واپس چلے گئے اور میں بھی وہاں سے اٹھا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر واپس آ گیا۔

مجھے خبر دی شریف ابو محمد حسن بن محمد نے اپنے دادا سے جس نے اپنے کئی اصحاب اور مشائخ (اساتذہ) سے روایت کی کہ

ایک شخص عمر بن خطاب کی اولاد میں سے مدینہ میں رہتا تھا جو حضرت ابوالحسن موسیٰ کو اذیت پہنچاتا اور جب آپ کو دیکھتا تو گالیاں بکتا اور حضرت علیؑ کو برا بھلا کہتا تو آپؑ کے کچھ ہم نشینوں نے آپؑ سے عرض کیا ہمیں اجازت دیجئے ہم اس فاجر کو قتل کر دیتے ہیں تو آپؑ نے انہی سختی سے منع کیا اور بہت جھڑکا پھر آپؑ نے عمری کے متعلق سوال کیا تو ذکر ہوا کہ وہ مدینہ کی ایک طرف زراعت کرتا ہے پس آپ سوار ہو کر اس کی طرف گئے اور اسے اس کے کھیت میں دیکھا تو آپ گدھے پر سوار اس کے کھیت میں چلے گئے اس پر عمری چیخ و پکار کرنے لگا کہ ہماری زراعت کو خراب نہ کرو لیکن حضرت اس کے کھیت کو روندتے ہوئے اس تک پہنچ گئے اور اس کے پاس اپنی سواری سے اتر کر بیٹھ گئے اور اس سے کشادہ روئی سے پیش آئے اور ہنستے رہے اور اس سے فرمایا کہ تو نے اس زراعت پر کتنا خرچ کیا ہے؟ کہنے لگا کہ سو دینار، آپؑ نے فرمایا کہ تجھے اس سے کتنی آمدنی کی امید ہے؟ وہ کہنے لگا کہ دو سو

دینار حاصل ہوں گے۔ راوی کہتا ہے کہ ابوالحسنؑ نے ایک تھیلی نکالی جس میں تین سو دینار تھے اور فرمایا یہ تیرا کھیت بھی اپنی حالت پر رہے اور خدا تجھے اس میں سے اتنا رزق دے کہ جتنے کی تجھے امید ہے راوی کہتا ہے کہ پس عمری کھڑا ہو گیا اور اس نے آپؑ کا سر کا بوسہ لیا اور آپؑ سے سوال کیا کہ اس کی کوتاہی سے درگزر فرمائیں پس ابوالحسنؑ اس سے سامنے مسکراتے رہے اور واپس آ گئے راوی کہتا ہے کہ آپؑ مسجد میں گئے اور وہاں عمری کو بیٹھے ہوئے دیکھا جب اس نے آپؑ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ

خدا بہتر جانتا ہے کہ جہاں اپنی رسالت کو قرار دیتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے ساتھ اس کی طرف کود پڑے اور کہنے لگے کہ تو بتا، تیرا کیا معاملہ ہے؟ تو تو اس کیعلا وہ کچھ کہا کرتا تھا، راوی کہتا ہے کہ اس نے کہا، تم نے سن لیا ہے جو کچھ میں نے اب کہا ہے اور وہ حضرت ابوالحسنؑ کو دعائیں دینے لگا پس وہ اس سے جھگڑتے تھے اور وہ ان سے الجھتا تھا اور جب حضرت اپنے گھر واپس آئے تو آپؑ نے اپنے ان ہم نشینوں سے فرمایا کہ جنہوں نے آپؑ سے عمری کے قتل کرنے کی اجازت چاہی تھی کہ کون سی چیز بہتر تھی جو تم نے ارادہ کیا تھا یا جو میں نے ارادہ کیا میں نے اس کی اتنے مال سے اصلاح کر دی جو تمہیں معلوم ہے اور اس سے اس کے شر اور بدی کی کفایت بھی کر لی۔

اہل علم کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوالحسن دو سو سے تین سو دینار تک بخشش کرتے تھے اور ''موسیٰ کی تھیلیاں'' ضرب المثل تھی۔

ابن عمارہ اور اس کے علاوہ دوسرے راویوں نے ذکر کیا ہے کہ جب رشید حج کے لیے گیا اور مدینہ کے قریب پہنچا تو مدینہ کے رہنے والے بڑے بڑے لوگوں نے اس کا استقبال کیا اور ان سے آگے آگے موسیٰ بن جعفرؑ اپنے خچر پر سوار تھے تو آپؑ سے ربیع (جو ہارون کا خاص دابان تھا) نے کہا کہ کیسی سواری ہے جس پر آپ نے ''امیر المومنین ہارون سے ملاقات کی ہے اگر اس پر سوار ہو کر کسی کو تلاش کرنا چاہیں تو اسے نہیں پا سکتے اور اگر کوئی آپ کی تلاش کرنا چاہے جب آپ اس پر سوار ہوں تو نکل کر نہیں جا سکتے تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ گھوڑے کی متکبرانہ چال سے پست اور گدھے کی پستی سے بلند ہے اور بہترین امور درمیانہ ہوتے ہیں۔ (میانہ روی بہترین چیز ہے)

کہتے ہیں کہ جب ہارون رشید مدینہ میں داخل ہوا تو نبی کریمؐ کی زیارت کے لیے گیا اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی تھے تو رشید رسول اللہؐ کی قبر مطہر کی طرف بڑھا اور کہنے لگا کہ

السلام علیك یا رسول الله، السلام علیك یا بن عم

''اللہ کے رسولؐ اور چچا کے بیٹے، تم پر سلام ہے۔''

اور وہ اس سے دوسرے لوگوں کے سامنے اپنا اظہار فخر کرنا چاہتا تھا تو حضرت ابوالحسن موسیٰ کاظمؑ قبر کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا

"السلام علیك یا رسول الله ﷺ السلام علیك یا ابة"

''اللہ کے رسولؐ اور اے اباجان آپ پر سلام ہو۔''

تو رشید کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس میں غیظ و غضب کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

ابوزید نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے عبدالحمید نے خبر دی۔ وہ کہتا ہے کہ محمد بن حسن نے ابوالحسن موسیٰ کاظمؑ سے رشید کی موجودگی میں سوال کیا اور وہ اس وقت مکہ میں تھے تو اس نے کہا کہ کیا محرم (احرام باندھنے والے) کے لیے جائز ہے کہ اس پر اس کے محمل کا سایہ ہو تو حضرت موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا کہ اختیاری صورت میں یہ جائز نہیں ہے۔

تو محمد بن حسن نے کہا کہ کیا سایہ کے نیچے اختیاری صورت میں چلنا جائز ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ ہاں! تو اس سے محمد بن حسن ہنسنے لگا تو ابوالحسن موسیٰ نے فرمایا کہ کیا تم رسول اللہؐ کی سنت سے تعب کرتے ہو اور اس کا استہزاء کرتے ہو، آپ نے احرام کی حالت میں محمل کا سایہ ہٹا دیا تھا اور آپ سایہ کے نیچے چلے جب کہ محرم تھے اور اے محمد! احکام خدا میں قیاس نہیں کیا جا سکتا اور جو بعض احکام کا دوسرے احکام پر قیاس کرے وہ سیدھی راہ سے گمراہ ہے۔ پس محمد بن حسن خاموش ہو گیا اور وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔

لوگوں نے ابوالحسن موسیٰ سے روایت کی اور بہت سی احادیث کی روایت کی ہے اور وہ جناب اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقیہہ تھے جس طرح ہم پہلے پیش کر چکے ہیں، وہ کتاب خدا کے زیادہ حافظ و محافظ تھے، بڑی اچھی آواز میں قرآن کی تلاوت فرماتے اور جب آپ قرآن پڑھتے تو سننے والے محزون ہوتے اور آپؑ کی تلاوت سے گریہ کرتے تھے اور مدینہ کے کچھ لوگ آپ کو زین المتجدین (تہجد گزاروں کی زینت) کہا کرتے تھے۔ آپ کو کاظم کے لقب سے اس لیے ملقب کیا گیا کیونکہ آپ غصہ کو ضبط کرنے والے اور ظالموں کے ظلم پر صبر کرنے والے تھے یہاں تک کہ انہیں ظالموں کی قید و بند میں رہ کر شہید ہو کر کوچ کر گئے۔

آپ کی وفات کا سبب اور اس کی کچھ کیفیت

ہارون رشید کے ابوالحسن موسیٰ کو گرفتار کر کے قید کرنے اور شہید کرنے کا سبب وہ ہے جسے احمد بن عبیداللہ بن عمار نے علی بن محمد نوفلی سے اس نے اپنے باپ اور احمد بن محمد بن سعید اور ابومحمد حسن بن محمد بن یحییٰ سے نقل کیا ہے جنہوں نے اپنے بزرگوں سے نقل کیا اور انہوں نے کہا کہ

موسیٰ بن جعفرؑ کے گرفتار کرنے کا سبب یہ تھا کہ ہارون رشید نے اپنے بیٹے کو جعفر بن محمد بن اشعث کو گود میں قرار دیا تو یحییٰ بن خالد بن برمک کو اس پر حسد آیا اور اس نے (دل میں کہا) کہ اگر خلافت اس تک پہنچی تو میری اور میری اولاد کی حکومت زائل ہو جائے گی تو اس نے جعفر بن محمد کے خلاف مکر و حیلہ کیا اور وہ (جعفر)

امامت (آئمہ اہل بیت) کا قائل تھا یہاں تک کہ یحییٰ نے اس تک آنا جانا شروع کیا محبت وانس کا اظہار کیا اور اکثر اس کے گھر میں آیا جایا کرتا اس طرح تمام حالات سے واقف ہو کر اسے رشید کے سامنے پیش کرتا اور اس میں کچھ اپنے پاس سے لگا تا جس سے رشید کے دل میں جرح وقدح پیدا ہوتی پھر اس نے ایک دن اپنے کسی قابل وثوق شخص سے کہا کیا تم آل ابوطالبؑ میں سے کسی شخص کو جانتے ہو؟ جو وسعت اور خوش حالی میں نہ ہو جو مجھے وہ چیزیں بتائے کہ جن کی مجھے ضرورت ہو تو اسے علی بن اسماعیل بن جعفر بن محمدؑ کی راہنمائی کی گئی تو یحییٰ بن خالد نے اس کے پاس کچھ مال بھیجا اور علی بن اسماعیل بن جعفر بن محمد سے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ مانوس تھے اس سے صلہ رحمی فرماتے اور اس سے نیکی واحسان کرتے تھے پھر یحییٰ بن خالد نے اس علی ابن اسماعیل کی طرف کسی کو بھیجا جو انہیں رشید کے ہاں آنے کی دعوت دے اور اس سے احسان کرنے کا وعدہ کیا تو اس نے یہ ارادہ کر لیا جب اس کو جناب موسیٰ کاظمؑ نے محسوس کیا تو اسے بلایا اور اس سے فرمایا اے بھتیجے کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ کہنے لگا کہ بغداد کا، آپؑ نے فرمایا کہ وہاں جا کر کیا کرو گے؟ تو وہ کہنے لگے کہ مجھ پر قرض ہے اور میں فقر وفاقہ میں بھی ہوں، تو حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ میں تیرا قرض ادا کروں گا اور تجھ سے نیکی واحسان کروں گا تو وہ اس طرح متوجہ نہ ہوا اور اس نے جانے کا پختہ ارادہ کر لیا تو ابوالحسنؑ نے اسے بلایا اور اس سے فرمایا، دیکھو بھتیجے خدا سے ڈرنا اور میری اولاد کو یتیم نہ کرنا اور آپؑ نے اس کے لیے تین ہزار دینار اور چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا پس جب وہ آپؑ سے اٹھ کر چلا تو آپؑ نے حاضرین سے فرمایا

خدا قسم یہ ضرور میرے خون کے بہانے میں کوشش کرے گا اور میری چغلی کرے گا اور میری اولاد کو یتیم کرے گا۔ تو لوگوں نے آپؑ سے عرض کیا کہ ہم آپؑ پر قربان، تو آپؑ یہ جاننے کے باوجود اسے دے رہے ہیں اور اس پر صلہ رحمی فرما رہے ہیں، آپؑ نے فرمایا

مجھ سے بیان کیا میرے باپ نے اپنے آباؤ اجداد سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ جب کوئی رشتہ دار قطع رحمی کرے پھر صلہ رحمی ہو اور وہ پھر قطع رحمی کر دے تو خدا اس کو توڑ دیتا ہے، تو میں یہ چاہتا تھا کہ اس سے اس موجودہ قطع رحمی کے بعد میں صلہ رحمی کروں تاکہ جب پھر وہ مجھ سے قطع رحمی کرے تو خدا بھی اس کا رشتہ توڑ دے۔ کہتے ہیں کہ پس علی بن اسماعیل مدینہ سے نکلا یہاں تک کہ وہ یحییٰ بن خالد کے پاس پہنچا تو اس نے موسیٰ بن جعفرؑ کے حالات معلوم کر کے ہارون رشید کو کچھ اور اپنی طرف سے اضافہ کر کے پھر ان کو رشید تک پہنچایا تو اس نے اس کے چچا (یعنی موسیٰ) کے متعلق پوچھا تو اس نے رشید کے پاس آپؑ کی چغلیاں کیں اور کہنے لگا کہ ان کے پاس مشرق ومغرب سے مال آتے ہیں اور انہوں نے تیس ہزار دینار سے ایک جاگیر خریدی ہے کہ جس کا نام یسیر رکھا ہے تو ان سے اس جاگیر کے مالک نے کہا کہ میں یہ رقم نہیں لیتا اور میں تو فلاں فلاں نقدی لوں گا تو آپ نے حکم دیا تو وہ رقم واپس لے لی گئی اور اس کو اس نقدی میں سے بعینہ دیئے گئے جس کا اس نے سوال کیا تھا

پس رشید نے اس (علی بن اسماعیل) سے یہ سنا تو اس کے لیے دولاکھ درہم کا حکم دیا کہ جس کی وصولی بعض علاقوں پر ڈالی جائے تو اس نے مشرق کے بعض علاقوں کا انتخاب کیا اس کے قاصد مال لینے کے لیے ادھر گئے خود اس نے اس مال کے پہنچنے تک وہاں پر قیام کیا پس ایک دن وہ بیت الخلاء میں گیا تو اسے پیچش لگی کہ جس سے اس کی ساری انتڑیاں باہر آگئیں اور وہ گر پڑا لوگوں نے انتڑیوں کے واپس اندر جانے کی پوری کوشش کی، لیکن وہ اس پر قادر نہ ہو سکے، تو جب اسے اسی حالت میں اٹھایا گیا اور اس کے پاس مال پہنچا تو وہ نزع کی حالت میں تھا تو کہنے لگا اب میں اسے کیا کروں گا جب کہ میں موت میں مبتلا ہوں۔

اور اس سال رشید حج کے لیے نکلا اور پہلے مدینہ گیا اور وہاں پر ابوالحسن موسیٰ کو گرفتار کر لیا یوں بتایا جاتا ہے کہ جب وہ مدینہ میں وارد ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اشراف و بزرگوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور وہ استقبال کے بعد واپس آئے تو حضرت موسیٰ حسب معمول مسجد کی طرف گئے تو رشید رات تک وہیں رہا پھر وہ قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا اور کہنے لگا کہ

اے اللہ کے رسولؐ! میں ایک چیز کے سلسلہ میں معذرت خواہ ہوں کہ جسے میں کرنا چاہتا ہوں، میں موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں چونکہ وہ آپؐ کی امت میں اختلاف ڈال کر ان کا خون بہانا چاہتے ہیں۔

پھر اس نے آپؑ کے بارے میں حکم دیا اور انہیں مسجد سے گرفتار کر کے اس لعین کے پاس لایا گیا چنانچہ اس نے آپؑ کو قید کرا دیا اور دو قبے (چتر) منگوائے اور آپؑ کو ان میں سے ایک میں قرار دیا جو کہ ایک خچر پر رکھا گیا تھا اور دوسرا قبہ دوسرے خچر پر رکھا گیا اور دونوں خچر اس کے گھر سے نکالے گئے کہ جن پر دو قبے تھے اور انہیں چھپا دیا گیا تھا اور ہر ایک کے ساتھ کچھ گھڑسوار تھے پس وہ گھڑسوار الگ الگ ہو گئے کچھ ایک قبہ کے ساتھ بصرہ کے راستے پر چلے اور کچھ دوسرے کے ساتھ کوفہ کے راستے پر چلائے اور ابوالحسنؑ اسی قبہ میں تھے جو بصرہ کے راہ پر چلایا گیا تھا اور رشید نے یہ اس لیے کیا تھا تاکہ ابوالحسنؑ کے بارے میں لوگ تاریکی میں رہیں اور ان لوگوں کو جو ابوالحسنؑ کے قبہ کے ساتھ تھے حکم دیا کہ وہ آنجنابؑ کو عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے سپرد کر دیں اور اس وقت وہ بصرہ کا حاکم تھا پس آپؑ کو اس کے سپرد کیا گیا اور اس نے ایک سال تک آپؑ کو اپنے ہاں قید رکھا اور رشید نے اس کو آپ کا خون بہانے کے لیے لکھا تو عیسیٰ نے اپنے کچھ خواص اور قابل وثوق لوگوں کو بلا کر ان سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا جو رشید نے لکھا تھا تو انہوں نے اسے مشورہ دیا کہ اس سے اپنے آپ کو روکو اور رشید سے معافی چاہو تو عیسیٰ بن جعفر نے رشید کو لکھا اور یہ کہا کہ بے شک موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا معاملہ اور ان کا قیام میری قید میں طول پکڑ گیا ہے اور میں نے ان کے حالات کا اختیار و امتحان کیا ہے اور اس طویل مدت میں ان پر جاسوس مقرر کیے ہیں پس میں نے انہیں نہیں پایا کہ وہ عبادت سے تھکتے ہوں اور کچھ لوگوں کو وہاں رکھا ہے جو سنیں کہ وہ اپنی دعا میں کیا کہتے ہیں تو نہ انہوں نے آپ کو بددعا دی ہے اور نہ ہی مجھے اور نہ ہی ہمیں برائی سے یاد

کیا ہے وہ اپنے لیے بھی صرف مغفرت اور رحمت کی دعا مانگتے ہیں تو اگر آپ نے کسی کو میرے پاس بھیجا کہ جو مجھ سے انہیں اپنی سپردگی میں لے جائے تو بہتر ورنہ میں انہیں آزاد کروں گا کیونکہ انہیں قید میں رکھ کر مجھے زحمت محسوس ہوتی ہے۔(یعنی میں تنگ آ گیا ہوں)

روایت ہے کہ عیسیٰ بن جعفر کے ایک جاسوس نے اسے خبر دی کہ وہ اکثر انہیں یہ دعا کہتے ہوئے سنتا ہے:

اللهم انك تعلم انى كنت اسئلك ان تفرغنى لعبادتك وقد فعلت فلك الحمد

”خدایا تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے سوال کیا کرتا تھا کہ تو مجھے اپنی عبادت کے لیے فراغت دے دے اور تو نے ایسا کیا ہے پس تیرے لیے حمد وتمام تعریفیں ہیں۔“

راوی کہتا ہے کہ رشید نے کسی کو بھیجا جس نے جا کر آپ کو عیسیٰ بن منصور سے اپنی سپردگی میں لیا اور آنحضرتؑ کو بغداد کی طرف لے گیا اور انہیں فضل بن ربیع کے سپرد کر دیا تو آپؑ اس کے ہاں بھی طویل مدت تک رہے پس اس سے رشید نے آپؑ کے بارے کسی چیز کا ارادہ کیا لیکن اس نے انکار کر دیا تو رشید نے اسے لکھا کہ انہیں فضل بن یحییٰ کے سپرد کر دو تو اس نے اپنی سپردگی میں لے کر آپؑ کو اپنے گھر کے ایک کمرے میں رکھا اور آپؑ پر نگران مقرر کیے اور آپؑ عبادت میں مشغول رہتے آپؑ ساری رات نماز، قرأت قرآن، دعا اور تہجد میں گزار دیتے اور اکثر دن روزے رکھتے اور اپنا رخ محراب سے نہ ہٹاتے یہ دیکھ کر فضل بن یحییٰ نے آپ کے ساتھ نرمی وفراخی اختیار کرتے ہوئے عزت وتکریم شروع کر دی ہارون رشید کو اس کا پتہ چل گیا اس وقت وہ مقام رقہ میں تھا اس نے فضل بن یحییٰ کو خط لکھا جس میں امام موسیٰ کاظمؑ کے ساتھ نرمی کرنے پر برا منایا اور اسے آپؑ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

لیکن اس نے اس میں توقف کیا اور اس کام میں اقدام نہ کیا تو اس سے رشید آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے مسرور خادم کو بلایا اور اس سے کہا کہ

اسی وقت تیز رفتار سواری پر بغداد جاؤ اور فوراً موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس پہنچو اگر انہیں راحت وآرام و وسعت میں پاؤ تو یہ خط عباس بن محمد کو پہنچا کر اس کو حکم دو جو کچھ اس خط میں ہے اس کی پیروی کرو اور دوسرا خط اس نے سندی بن شاھک کے نام کا دیا جس میں (سندی) کو حکم دیا کہ

وہ عباس بن محمد کی اطاعت کرے۔

پس مسرور آیا اور وہ فضل بن یحییٰ کے گھر آ کر اترا کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کا ارادہ کیا ہے پھر وہ حضرت موسیٰ کی خدمت میں گیا تو انہیں اسی طرح پایا جس طرح رشید کو خبر ملی تھی پس وہ فوراً عباس بن محمد کے

پاس اور سندی بن شاہک کے ہاں گیا اوران دونوں کو ہارون رشید کے خط دیئے پس یہ لوگ تھوڑی ہی دیر ٹھہرے ہوں گے کہ (عباس بن محمد کا) قاصد تیزی سے فضل بن یحییٰ کے پاس گیا اس کے ساتھ سوار ہوا اور فضل حیران و پریشان حالت میں عباس بن محمد کے پاس پہنچا عباس نے کوڑے مارنے اور سزا دینے والوں کو بلایا اور فضل کا لباس اتارنے کا حکم دیا۔ پھر سندی نے اس کے سامنے اسے سو کوڑے مارے چنانچہ رنگت اڑی حالت میں وہ باہر آیا جو اندر جاتے ہوئے نہ تھی اور وہ دائیں بائیں لوگوں کو سلام کرنے لگا اور مسرور نے اس واقعہ کی خبر رشید کو لکھ بھیجی جس نے حکم دیا کہ موسیٰ کو سندی بن شاہک کے سپرد کیا جائے اور رشید ایک عمومی دربار لگا کر بیٹھا جس میں بہت سے لوگ تھے اور کہا کہ

اے لوگو! فضل بن یحییٰ نے میری نافرمانی اور میرے حکم کی خلاف ورزی کی ہے اور میری رائے ہے کہ اس پر لعنت کروں۔

تم بھی اس پر لعنت کرو تو ہر طرف سے لوگوں نے لعنت کرنا شروع کر دی یہاں تک کہ وہ کمرے اور گھر لعنت کی صدا سے گونج اٹھے۔

یہ خبر (فضل کے والد) یحییٰ بن خالد کو ملی تو وہ سوار ہو کر رشید کے پاس گیا اور عام لوگوں کے داخل ہونے والے دروازے سے ہٹ کر دوسرے دروازے سے رشید کے پیچھے سے آیا اور رشید کو اس کا شعور تک نہیں تھا پھر اس سے کہا کہ اے ''امیرالمومنین'' میری طرف ملتفت ہو جایئے رشید نے گھبرا کر اس کی طرف کان دھرے تو اس نے کہا کہ

''فضل نوجوان ہے اور میں اس چیز کی کفایت کروں گا۔'' پس اس کا چہرہ کھل گیا اور خوش ہوا اور لوگوں کی طرف رخ کر کے کہنے لگا کہ: فضل نے کسی چیز میں میری نافرمانی کی تھی تو میں نے اسے عیب دار قرار دیا تھا اب اس نے توبہ کر لی ہے اور میری اطاعت کی طرف پلٹ آیا ہے پس اسے دوست رکھو تو وہ کہنے لگے کہ ہم اس کے دوست ہیں جس کے آپ دوست ہیں اور ہم اس کے دشمن ہیں جس کے آپ دشمن اور اب ہم اسے دوست رکھتے ہیں پھر یحییٰ بن خالد تیز سواری پر سوار ہو کر بغداد پہنچا پس لوگوں میں ایک لہر دوڑ گئی اور ہر قسم کے خدشات ان کے دل میں آنے لگے اور اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ لشکر کے اعتدال اور عاملوں کے امور کی دیکھ بھال کے لیے یہاں آیا ہے اور کچھ دن ان میں سے بعض امور میں مشغول رہا۔ پھر اس نے سندی بن شاہک کو بلا کر آنحضرتؑ کے بارے میں اسے کوئی حکم دیا جس پر اس نے اطاعت کی۔ وہ یہ تھا کہ سندی نے آپؑ کو دیئے جانے والے کھانے میں زہر دے کر مارنے کی ذمہ داری لی۔

بعض کہتے ہیں کہ اس نے تازہ کھجوروں میں زہر دیا تو آپؑ نے ان میں سے کچھ کھائیں تو آپؑ نے زہر محسوس کیا آپؑ تین دن تک بخار میں مبتلا رہے پھر تیسرے دن آپؑ کی شہادت ہوئی۔ جب حضرت موسیٰ کی وفات ہو چکی تو

سندی بن شاہک لعین آپ کے پاس فقہا اور بغداد کے بڑے لوگوں کو لے گیا جن میں ہیثم بن عدی وغیرہ بھی تھے انہوں نے حضرت کے جسم کو دیکھا کہ اس پر کوئی زخم یا گلہ گھونٹنے کا کوئی اثر نہ تھا اور ان سے اس نے گواہی لی کہ آنحضرتؑ اپنی موت سے مرے ہیں اور انہوں نے اس پر گواہی دی اور آپؑ کا جنازہ نکال کر پل بغداد پر رکھ دیا گیا اور منادی نے ندا دی کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جو فوت ہو گئے ہیں پس آ کر انہیں دیکھو تو لوگ آپؑ کے چہرے کو بڑے غور سے دیکھتے تھے اور آنحضرت فوت ہوئے پڑے تھے اور کچھ لوگوں کا گمان حضرت موسیٰ کی زندگی میں ہی یہ تھا کہ وہ قائم منتظر ہیں اور ان کے عرصہ قید کو انہوں نے وہ غیبت سمجھا جو حضرت قائم منتظر کے لیے ہے۔ پس یحییٰ بن خالد نے حکم دیا کہ آپ کے جنازے پر منادی کرائی جائے کہ یہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہیں جن کے بارے رافضیوں کا یہ گمان ہے کہ یہ وہی قائم (آل محمدؐ) ہیں جو فوت نہیں ہوں گے پس انہیں دیکھو تو لوگوں نے آپؑ کو حالت فوتیدگی میں آ کر دیکھا پھر آپؑ کا جنازہ اٹھایا گیا اور آپؑ کو مقابر قریش میں باب التین میں دفن کیا گیا اور یہ قبرستان ہمیشہ سے بنی ہاشم اور لوگوں میں سے اشراف اور بزرگوں کے لیے تھا۔

روایت ہے کہ جب آپؑ کا وقت وفات آیا تو آپؑ نے سندی بن شاہک سے خواہش کی کہ آپؑ کا مدنی دوست آپؑ کے پاس آ موجود ہو جو عباس بن محمد کے گھر کے پاس مشرعۃ القصب میں رہتا ہے تا کہ وہ آپؑ کے غسل و کفن کا سامان کرے۔

سندی کہتا ہے کہ میں نے آپؑ سے عرض کیا کہ آپؑ مجھے اجازت دیں کہ میں آپؑ کو کفن پہناؤں تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ: ہم ایسے اہل بیت ہیں کہ جن کی عورتوں کا حق مہر پہلی مرتبہ حج کرنے کا زادِ راہ اور ہم میں سے جو فوت ہو اس کا کفن ہمارے پاک و پاکیزہ اموال میں سے ہوتا ہے اور میرے پاس کفن موجود ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ: میرے غسل اور میری تجہیز میرا فلاں دوست کرے۔ چنانچہ یہ کام اسی کے سپرد کیا گیا تھا۔

باب

آپ کی اولاد کی تعداد اور ان کے مختصر حالات

جناب ابوالحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سینتیس بیٹے بیٹاں تھیں۔

ا۔علی رضا بن موسی کاظم علیہما السلام (ان کی والدہ ام البنین عرف نجمہ تھیں)

۲۔ابراہیم ۳۔عباس ۴۔قاسم (یہ مختلف کنیزوں کی اولادیں ہیں)

۵۔اسماعیل ۶۔جعفر ۷۔ہارون ۸۔حسن (ان سب کی والدہ کنیز تھی)

۹۔احمد ۱۰۔محمد ۱۱۔حمزہ (ان کی والدہ ایک کنیز تھی)

۱۲۔عبداللہ ۱۳۔اسحاق ۱۴۔عبیداللہ ۱۵۔زید ۱۶۔حسن

۱۷۔حسین ۱۸۔ ۱۹۔سلیمان (یہ مختلف کنیزوں سے تھے)

۲۰۔فاطمہ کبریٰ ۲۱۔فاطمہ صغریٰ ۲۲۔رقیہ ۲۳۔حکیمہ ۲۴۔ام ابیہا

۲۵۔رقیہ صغریٰ ۲۶۔ام جعفر ۲۷۔لبابہ ۲۸۔زینب ۲۹۔خدیجہ

۳۰۔علیہ ۳۱۔آمنہ ۳۲۔حسنہ ۳۳۔بریہہ ۳۴۔عائشہ

۳۵۔ام سلمہ ۳۶۔میمونہ ۳۷۔ام کلثوم

(یہ مختلف کنیزوں سے تھیں)

حضرت ابوالحسن امام موسی کاظم کی اولاد میں سب سے زیادہ فضیلت بلند پایہ، قدر ومنزلت میں بڑے صاحب علم اور جامع فضل وکمال جناب ابوالحسن علی رضا بن موسی کاظم علیہما السلام تھے۔

احمد بن موسیٰ کریم جلیل اور پرہیز گار تھے اور حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام ان سے محبت فرماتے انہیں آگے رکھتے اور انہیں اپنی مشہور جاگیر یسیرہ بخش دی تھی اور کہا گیا ہے کہ احمد بن موسیٰ علیہ السلام نے ہزار غلام آزاد کیے۔

مجھے خبر دی شریف ابومحمد حسن بن محمد بن یحییٰ نے وہ کہتا ہے ہم سے بیان کیا میرے دادا نے وہ کہتا ہے کہ میں نے اسمعیل بن موسیٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

میرے والد اپنی اولاد کے ساتھ مدینہ میں اپنے بعض جاگیروا موال کی طرف گئے (راوی اسماعیل نے تو) اس جاگیرو مال کا نام لیا لیکن ابوالحسن یحییٰ (حسن بن محمد کے دادا جوراوی حدیث ہے) بھول گیا وہ کہتا ہے کہ ہم اس جگہ موجود تھے اور احمد بن موسیٰ کے ساتھ میرے والد کے بیس خدم وحشم تھے اگر احمد کھڑے ہوجاتے تو وہ

بیس افراد ان کے ساتھ کھڑے ہو جاتے اور اگر وہ بیٹھ جاتے تو یہ بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھ جاتے اور ہمارے پدر بزرگوار انہیں اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے اور ان سے غافل نہ ہوتے اور ہم وہاں سے واپس نہیں مڑے کہ احمد بن موسیٰ ہمارے سامنے چل بسے، محمد بن موسیٰ صاحب فضیلت و دانش مند تھے۔

مجھے ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ نے خبر دی وہ کہتا ہے مجھ سے میرے دادا نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے رقیہ بنت موسیٰ کی کنیز ہاشمیہ نے بتایا وہ کہتی ہے کہ

محمد بن موسیٰ، صاحب وضو و نماز تھے اور تمام رات وضو کرنے اور نماز پڑھنے میں مشغول رہتے پس ان کے وضو کرنے پر پانی کے گرنے کی آواز سنی جاتی اور وہ ساری رات نماز پڑھتے پھر وہ تھوڑی دیر آرام کرتے اور سو جاتے پھر کھڑے ہوتے تو پانی ڈالنے اور وضو کرنے کی آواز سنائی دیتی پھر وہ رات کو نماز پڑھتے ان کا یہی وطیرہ رہتا یہاں تک کہ صبح کرتے جب بھی میں انہیں دیکھتا مجھے خدا کا ارشاد یاد آجاتا تھا

"کانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون"

''وہ لوگ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے''

ابراہیم بن موسیٰ بہادر اور سخی تھے ماموں کی زمانہ میں محمد بن زید بن علی بن حسین بن علیؑ ابن ابی طالب علیہم السلام کی طرف سے یمن کے حاکم مقرر ہوئے۔ محمد بن زید وہی ہیں جس نے ماموں کے زمانہ میں خروج کیا اور ابو سرایا نے کوفہ میں ان کی بیعت کی تھی۔ پس ابراہیم یمن کی طرف گئے اور اسے فتح کرلیا۔ وہاں ایک مدت تک قیام کیا۔ یہاں تک کہ ابو سرایا کا معاملہ ہوا جو کچھ ہوا ان کے لیے مامون سے امان لی گئی۔

ابو الحسن موسی کاظم کی اولاد میں سے ہر ایک کے لیے مشہور منقبت و فضیلت ہے لیکن امام رضا علیہ السلام ان سب سے مقدم ہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

حضرت امام علی رضاؑ کے حالات

امام موسیٰ کاظم کے قائم مقام امام بیٹے کا ذکر، تاریخ ولادت، دلائل امامت،

مدت عمر، مدت خلافت، وفات اور اس کا سبب، قبر مبارک، اولاد کی تعداد اور ان کے مختصر حالات

ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کے بعد آپ ہی کے فرزند ابوالحسن علی رضا اپنے تمام بھائیوں اور اہل بیت میں سے صاحب فضل ہونے اپنے علم وحلم وتقوی و پرہیز گاری میں فوقیت رکھنے کی بناء پر امام اور آپ کے جانشین تھے۔

سنی وشیعہ کا ان اوصاف میں ان پر ہی اتفاق واجماع ملے نیز آپ کے والدگرامی کا اپنی تمام اولاد واہل بیت کو چھوڑ کر ان (امام علی رضاؑ) ہی طرف اشارہ اور اپنے بعد کے لیے انہی کی امامت پر نص قائم کرنا ہے۔

آپؑ کی ولادت مدینہ میں ۱۴۸ھ ایک سو اڑتالیس ہجری میں ہوئی اور آپ رحلت طوس میں خراسان کی سرزمین پر ماہ صفر ۲۰۳ھ دوسوتین ہجری میں ہوئی اس وقت آپؑ کے عمر پچپن سال تھی آپؑ کی والدہ ایک کنیز تھیں جنہیں ''ام البنین'' کہا جاتا تھا اور آپؑ کی اپنے والدگرامی کے بعد مدت امامت وخلافت بیس سال تھی۔

آپؑ کی امامت پر دلائل ونصوص

جناب امام علی رضا کی امامت پر آپ کے والدگرامی امام موسیٰ کاظم کے جن خواص، قابل وثوق واطمینان، پرہیزگار اور علماء وفقہا شعیان امام موسی کاظم نے ان کی جانب سے اشارہ ونص روایت کی ہے وہ داؤد بن کثیر رقی داؤد بن کثیر رقی، محمد بن اسحاق بن عمار علی بن یقطین، نعیم قابوسی، حسین بن مختار، زیاد بن مروان، مخرومی، داؤد بن سلیمان نصر بن قابوس، داؤد بن زربی بن سلیط اور محمد بن سنان ہیں۔

۱۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ نے محمد بن یعقوب سے خبر دی اس نے احمد بن مہران سے اس نے محمد بن علی سے اس نے محمد بن سنان اور اسماعیل بن غیاث قیصری سے اکٹھی ان سب نے داؤد رقی سے وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابوابراہیم موسی کاظمؑ سے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں میرا سن زیادہ ہوگیا ہے میرا ہاتھ پکڑ یئے اور مجھے جہنم سے نکالیے آپؑ کے بعد ہمارا صاحب (مالک) کون ہے؟

راوی کہتا ہے کہ آپؑ نے اپنے بیٹے ابوالحسنؑ (علی رضا) کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ میرے بعد یہ تمہارا صاحب ہے۔

۲۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب کلینی سے خبر دی اس نے حسن بن محمد سے اس نے معلیٰ بن محمد سے اس نے احمد بن عبداللہ سے اس نے حسن بن ابی عمیر سے اس نے محمد بن اسحاق بن عمار سے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن اول (امام موسیٰ کاظمؑ) کی خدمت میں عرض کیا کیا آپ میری رہنمائی فرمائیں گے جس سے (آئندہ) میں اپنا دین لے سکوں تو آپؑ نے فرمایا میرا یہ بیٹا علی رضا علیہ السلام ہے تحقیق میرے والد گرامی میرا ہاتھ پکڑ کر قبر رسول اللہؐ کے پاس لے گئے اور فرمایا اے بیٹا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

انی جاعلك للناس اماما

''بے شک میں تجھے لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں۔''

اور خدا جب کوئی بات کہتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے۔

۳۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے خبر دی کہ محمد بن یحیٰی نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اس نے حسن بن محبوب اس نے حسین بن نعیم صحاف سے، وہ کہتا ہے کہ

میں ہشام بن حکم اور علی بن یقطین بغداد میں تھے تو علی بن یقطین نے کہا کہ

میں عبد صالح علیہ السلام کے پاس موجود تھا تو آپؑ نے فرمایا

اے علی بن یقطین! یہ علی میری اولاد کا سید و سردار ہے، میں نے اپنی کنیت انہیں بخش دی ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ ہشام نے اپنی ہتھیلی اپنی پیشانی پر ماری اور پھر کہا خدا آپؑ کا بھلا کرے کیا کہا آپ نے؟ ابو علی بن یقطین نے کہا خدا کی قسم میں نے آپؑ سے سنا جس طرح میں نے کہا ہے تو ہشام کہنے لگا خدا کی قسم امر امامت آپؑ کے بعد انہی میں ہے۔

۴۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے ان کے چند اصحاب نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے جس نے معاویہ بن حکیم سے اس نے نعیم قابوسی سے جس نے ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام سے، آپؑ نے فرمایا

بے شک میرا بیٹا علیؑ میری اولاد میں سے سب سے بڑا، میرے نزدیک زیادہ با اثر اور زیادہ محبوب ہے وہ میرے ساتھ جفر میں دیکھتا ہے اور اس میں نہیں دیکھ سکتا مگر نبی یا وصی نبی۔

۵۔ اور مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے احمد بن مہران سے محمد بن علی سے بن محمد بن سنان اور علی بن حکم دونوں سے انہوں نے حسین بن مختار سے وہ کہتا ہے کہ

جب ابوالحسن موسیٰ کاظمؑ قید میں تھے تو ان کی طرف سے ہمارے پاس کچھ (لکھی ہوئی) تختیاں پہنچی کہ میرا عہد و پیمان میرے بڑے بیٹے کے ساتھ ہے کہ وہ اس طرح اس طرح کرے اور فلاں کو کوئی چیز نہ دے جب تک

میں تمہیں نہ ملوں یا خدا میری موت کا فیصلہ کرے۔

۶۔ اسی اسناد کے ساتھ احمد بن مہران سے محمد بن علی سے زیاد بن مروان قندی سے (روایت ہے) وہ کہتا ہے کہ میں ابوابراہیمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے پاس ان کے فرزند ابوالحسنؑ تھے تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا

اے زیاد! میرا یہ فلاں بیٹا ہے اس کا خط میرا خط اس کا کلام میرا کلام ہے اس کا قاصد میرا قاصد ہے اور جو کچھ یہ کہے اس کا قول قابل قبول ہے۔

۷۔ اور اسی اسناد کے ساتھ احمد بن مہران نے محمد بن علی سے اس نے محمد بن فضیل سے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا مخزومی نے اور اس کی ماں جعفر بن ابوطالبؑ کی اولاد میں سے تھی وہ کہتا ہے کہ ہمارے پاس ابوالحسن موسیٰ نے کسی کو بھیجا اور ہمیں اکٹھا کیا اور پھر فرمایا

کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟

تو ہم نے کہا کہ نہیں۔ تو آپؑ نے فرمایا

گواہ رہو کہ میرا یہ بیٹا وصی ہے اور میرے امر خلافت کا نگران اور میرے بعد میرا خلیفہ اور جس کا میرے ذمہ کوئی قرض ہو تو وہ میرے اس بیٹے سے لے اور جس کا میرے ہاں کوئی وعدہ ہو تو وہ اس سے پورا کرائے اور جس نے مجھے ضرور ملنا ہو تو وہ اس کا خط لے کر مجھ سے ملے۔

۸۔ اور اسی اسناد کے ساتھ محمد بن علی نے ابوعلی خزاز سے جس نے داؤد بن سلیمان سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابوابراہیمؑ سے عرض کیا کہ مجھے خوف ہے کہ کوئی حادثہ پیش آئے اور میں آپؑ سے ملاقات نہ کر سکوں تو مجھے اپنے بعد کے امام کی خبر دیجئے، تو آپؑ نے فرمایا

"میرا فلاں بیٹا، یعنی ابوالحسن علیہ السلام امام ہے۔"

۹۔ اور اسی اسناد سے ابن مہران نے محمد بن علی سے اس نے سعید بن ابوالجہیم سے جس نے نصر بن قابوس سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابوابراہیمؑ سے عرض کیا کہ میں نے آپؑ کے پدر گرامی سے سوال کیا کہ آپؑ کے بعد کون ہوگا؟ تو انہوں نے مجھے خبر دی تھی کہ آپؑ ہی ہیں۔

تو جب ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوئی تو لوگ دائیں بائیں ہوئے، لیکن میں اور میرے اصحاب آپؑ کی امامت کے قائل رہے تو آپؑ بھی مجھے خبر دیجئے کہ آپؑ کی اولاد میں سے کون ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ میرا فلاں بیٹا۔

۱۰۔ اور اسی اسناد سے محمد بن علی نے ضحاک بن اشعث سے اس نے داؤد بن زربی سے روایت ہے وہ کہتا

ہے کہ میں ابوابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں کچھ مال لے کر گیا تو آپؑ نے اس میں سے کچھ لے لیا اور کچھ چھوڑ دیا تو میں نے عرض کیا کہ یہ مال آپؑ نے میرے پاس کیوں چھوڑ دیا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ

اس امر کا صاحب تجھ سے خود مطالبہ کرے گا۔

تو جب آنحضرتؑ کی وفات آئی تو ابوالحسن رضا علیہ السلام نے میرے پاس کسی کو بھیجا اور مجھ سے اس مال کے بارے سوال کیا تو میں نے اس کے سپرد کر دیا۔

۱۱۔ اور اسی اسناد سے احمد بن مہران نے محمد بن علی سے اس نے علی بن حکم سے اس نے عبداللہ بن ابراہیم بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالبؑ سے اس نے یزید بن سلیط سے ایک طویل حدیث میں ابوابراہیم علیہ السلام سے (روایت کی ہے) کہ آپؑ نے اس سال فرمایا کہ جس سال آپؑ کو گرفتار کیا گیا کہ

میں اس سال گرفتار کر لیا جاؤں گا اور امر امامت میرے بیٹے علی کے پاس ہو گا علیؑ کی طرف ہے جو ہمنام ہے علیؑ اور علیؑ کا۔

پس پہلے علیؑ تو علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں اور دوسرے علیؑ، علیؑ بن الحسینؑ ہیں، اس پہلے (علی) کا فہم و علم و نصرت و مودت و تقوی اور دین اور دوسرے (علی) کے مصائب اور ان کا ناپسندیدہ امور پر صبر کرنا اسے دیا گیا ہے ایک لمبی حدیث ہے۔

۱۲۔ مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے محمد بن حسن سے اور اسے سہل بن زیاد نے محمد بن علی اور عبیداللہ بن مرزبان سے اس نے ابن سنان سے روایت کی وہ کہتا ہے کہ

میں ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آپؑ کے عراق جانے سے ایک سال پہلے حاضر ہوا اور آپؑ کے فرزند علی (رضاؑ) بھی ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے پس آپؑ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے محمد! عنقریب اس سال حرکت (سفر) ہو گی پس اس سے نہ گھبرانا تو میں نے عرض کیا کہ کیا ہو گا؟ خدا مجھے آپؑ پر قربان کر دے آپؑ نے تو مجھے اضطراب میں ڈال دیا، آپ نے فرمایا میں اس سرکش کے پاس جاؤں گا لیکن مجھے اس سے اور اس کے بعد والے سے کوئی برائی نہیں پہنچے گی۔ (مجلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے سرکش سے مراد مہدی عباسی اور دوسرے سے عباسی مقصود تھے)

(محمد بن سنان) راوی کہتا ہے کہ

میں نے عرض کیا خدا مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دے اور وہ کیا ہو گا؟ فرمایا کہ خدا ظالموں کو گمراہ کرے گا اور کرے گا جو چاہے گا۔

راوی کہتا ہے کہ

میں نے عرض کیا اور وہ کیا ہو گا؟ خدا مجھے آپؑ کا بدلہ قرار دے تو آپؑ نے فرمایا کہ جو میرے اس بیٹے کے

حق میں ظلم کرے اور میرے بعد اس کی امامت کا انکار کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جس طرح جن نے علیؑ بن ابی طالبؑ پر ان کی امامت میں ظلم کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے حق کا انکار کیا۔

راوی کہتا ہے کہ

میں نے عرض کیا کہ اگر خدا نے میری عمر بڑھا دی تو میں ضرور ان کے حق کو تسلیم اور ان کی امامت کا اقرار کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا کہ

تو نے سچ کہا اے محمد! خدا تیری عمر کو بڑھائے گا تم ان کے حق کو تسلیم کرو گے اور جو ان کے بعد ہیں ان کی امامت کا بھی اقرار کرو گے۔

راوی کہتا ہے کہ

میں نے عرض کیا کہ اور وہ کون ہوں گے؟ فرمایا کہ ان کا بیٹا محمد۔

راوی کہتا ہے کہ

میں نے عرض کیا کہ ان کے لیے بھی سر تسلیم خم ہے یعنی راضی ہوں اور اقرار کرتا ہوں۔

آپ کے معجزات اور واقعات کا تذکرہ

۱۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے خبر دی محمد بن یعقوب سے محمد بن یحییٰ سے احمد بن محمد سے ابن محبوب سے ہشام بن احمر سے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابوالحسنؑ اول (موسیٰ کاظمؑ) نے فرمایا کہ

کیا تمہیں معلوم ہے کہ اہل مغرب میں سے کوئی آیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں! فرمایا، ہاں مغرب میں سے ایک مرد مدینہ میں آیا ہے تو تم ہمارے ساتھ چلو پس آپؑ سوار ہوئے اور آپؑ کے ساتھ میں بھی سوار ہوا یہاں تک کہ ہم اس مرد کے پاس پہنچ گئے تو وہ اہل مغرب میں سے ایک شخص تھا کہ جس کے ساتھ کچھ کنیزیں تھیں۔ تو میں نے اس سے کہا کہ ہمارے سامنے پیش کرو تو اس نے سات نوجوان کنیزیں پیش کیں تمام کو ابوالحسنؑ نے رد فرماتے ہوئے فرمایا ان کی ضرورت نہیں ہے پھر آپؑ نے فرمایا کہ کوئی اور ہے تو لاؤ۔ تو وہ کہنے لگا کہ سوائے ایک بیمار کنیز کے میرے پاس کچھ نہیں، تو آپؑ نے فرمایا کہ تجھے اس کے پیش کرنے میں کیا حرج ہے تو اس نے انکار کر دیا اور آپؑ واپس آ گئے۔

پھر آپؑ نے دوسرے دن مجھے بھیجا اور مجھ سے فرمایا کہ اس سے کہنا اس میں تیرا آخری مقصد کیا ہے؟ پس جب تجھ سے کہے کہ اتنا اتنا، تو تم اس سے کہنا کہ میں نے اسے لے لیا۔

پس میں اس کے پاس آیا تو وہ کہنے لگا کہ میں اتنی اتنی رقم سے کم کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو میں نے اسے کہا

کہ میں نے اسے لے لیا، وہ کہنے لگا کہ یہ تمہارا مال ہے لیکن مجھے اس مرد کی خبر دو جو کل تمہارے ساتھ آیا تھا میں نے کہا کہ وہ بنی ہاشم میں ایک مرد ہے وہ کہنے لگا کہ بنی ہاشم کی کس شاخ سے؟ میں نے کہا میں اس سے زیادہ نہیں جانتا تو وہ کہنے لگا کہ میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ جب میں نے اسے مغرب کے آخری علاقہ سے خرید کیا تو مجھے سے اہل کتاب میں سے ایک عورت نے ملاقات کی تو اس نے مجھے کہا کہ یہ لڑکی تیرے پاس کیسے آ گئی تو میں نے اسے اپنے لیے خرید کیا ہے تو اس نے کہا کہ تیرے جیسے شخص کے پاس رہے اس لڑکی کو اہل زمین میں سے بہترین شخص کے پاس ہونا چاہیے پس وہ اس کے ہاں تھوڑا سا وقت ٹھہرنے کے بعد ایک ایسا لڑکا جنے گی کہ زمین کے مشرق و مغرب میں اس کی مثال نہیں ہوگی۔ راوی کہتا ہے کہ میں اسے آپؑ کے پاس لے آیا اور وہ آپؑ کے پاس بہت تھوڑی مدت رہی تھی کہ اس نے امام رضا علیہ السلام کو جنم دیا۔

۲۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے جسے محمد بن یحییٰ نے احمد بن محمد سے اس نے صفوان بن یحییٰ سے خبر دی وہ کہتا ہے کہ جب ابوابراہیمؑ اس دنیا سے چل بسے اور ابوالحسن رضاؑ نے گفتگو شروع کی تو ہمیں اس سے آپ پر خوف ہوا اور آپؑ سے کہا گیا کہ آپؑ ایک عظیم امر کو ظاہر کر رہے ہیں اور ہمیں اس بڑے سرکش سے آپؑ کے متعلق خوف ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ

وہ پوری کوشش کر لے اسے مجھ پر کوئی راہ نہیں ملے گی۔

۳۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے خبر دی محمد بن یعقوب سے جسے علی بن محمد نے ابن جمہور سے اسے ابراہیم بن عبداللہ نے احمد بن عبیداللہ سے اسے غفاری نے وہ کہتا ہے کہ میرے ذمہ رسول اللہؐ کی غلام ابورافع کی اولاد میں سے کسی مرد کا کوئی حق تھا جس کا فلاں نام تھا پس اس نے مجھ سے اس کا تقاضہ کیا اور مجھ سے اصرار کیا جب میں نے یہ دیکھا تو صبح کی نماز رسول اللہؐ کی مسجد میں نماز پڑھی پھر میں حضرت رضاؑ کی طرف گیا اور آپ ان دنوں مقام عریض میں تھے جب میں آپؑ کے دروازے کے قریب پہنچا تو آنجنابؑ ایک گدھے پر برآمد ہوئے آپؑ نے قمیض اور رداء پہن رکھی تھی پس جب میں نے آپؑ کو دیکھا تو مجھے (اپنی حاجت بیان کرنے سے) شرم و حیاء آ گئی پس جب آپ مجھ سے آ ملے اور میری طرف دیکھا تو میں نے آپؑ پر سلام کیا اور وہ رمضان کا مہینہ تھا۔ چنانچہ میں نے آپؑ سے عرض کیا کہ آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کے فلاں غلام کا میرے ذمہ حق ہے خدا کی قسم اس نے مجھے رسوا کر دیا ہے خدا کی قسم میں یہ گمان رکھتا تھا کہ آپؑ اسے مجھ سے رک جانے کا حکم دیں گے اور خدا کی قسم میں نے آپؑ سے نہیں کہا کہ اس کا کتنا حق مجھ پر ہے اور نہ کسی چیز کا میں نے نام لیا تو آپؑ نے مجھے اپنی واپسی تک بیٹھنے کا حکم دیا پس میں وہیں رہا یہاں تک کہ میں نے مغرب کی نماز وہیں پڑھی اور میں روزے سے تھا پس میرا سینہ تنگ ہوا اور میں نے چاہا کہ واپس چلا جاؤں اچانک آپؑ میرے سامنے نمودار ہوئے اور آپؑ کے گرد کچھ لوگ تھے اور کچھ آپؑ سے سوال کرنے والے بھی بیٹھے تھے اور آپ ان پر صدق کر رہے تھے پھر آپؑ چلے گئے اور گھر کے اندر داخل ہو گئے اور دوبارہ باہر

آئے تو مجھے بلایا، میں اٹھ کر آپؑ کی خدمت میں گیا اور آپ کے ساتھ اندر چلا گیا پس آپؑ بیٹھ گئے اور میں بھی آپؑ کے ساتھ بیٹھ گیا اور میں ان سے ابن مسیب کے متعلق باتیں کرنے لگا اور میں اکثر اوقات ان سے اس کی باتیں کیا کرتا تھا، پس جب میں باتوں سے فارغ ہوا تو آپؑ نے فرمایا کہ

میں گمان نہیں کرتا کہ تو نے ابھی تک افطار کیا ہو میں نے عرض کیا کہ نہیں پس آپؑ نے میرے لیے کھانا منگوایا اور میرے سامنے رکھا گیا اور آپؑ نے غلام کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ کھانا کھائے پس میں نے اور غلام نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور جب ہم فارغ ہوئے تو آپؑ نے فرمایا کہ

تکیہ اونچا کر و اور اس کے نیچے جو کچھ ہو وہ لے لو میں نے اسے اٹھا کر دیکھا تو اس کے نیچے دینار تھے اور وہ لے کر میں نے اپنی آستین میں رکھ لیے اور آپؑ نے اپنے افراد میں سے چار افراد کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ رہیں یہاں تک کہ مجھے میرے گھر تک پہنچا دیں تو میں نے عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں ابن مسیب کا پہریدار بٹھا ہوتا ہے اور میں پسند نہیں کرتا کہ وہ مجھے ملے اور میرے ساتھ آپؑ کے غلام ہوں آپؑ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا، خدا تجھے رشد و ہدایت تک پہنچائے اور انہیں حکم دیا کہ جب میں انہیں واپس کرنا چاہوں تو وہ واپس آ جائیں پس جب میں اپنے گھر کے قریب پہنچ گیا اور اس جگہ سے مانوس ہوا تو میں نے انہیں واپس کر دیا اور میں اپنے گھر میں چلا گیا وہاں جا کر میں نے چراغ منگوا کر دیناروں کو دیکھا تو وہ اڑتالیس دینار تھے اور اس شخص کا حق میرے ذمہ اٹھائیس دینار تھے اور ان میں ایک دینار چمک رہا تھا جس کی خوب صورتی مجھے لگی میں نے اسے اٹھا کر چراغ کے قریب کیا تو اس پر واضح طور پر نقش تھا کہ اس شخص کا تیرے ذمہ اٹھائیس دینار کا حق ہے اور جو بچے وہ تیرا مال ہے حالانکہ مجھے معین طور پر اس شخص کا حق معلوم نہیں تھا۔

۴۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے خبر دی محمد بن یعقوب سے اسے علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اسے بعض اصحاب نے ابوالحسن رضا علیہ السلام سے نقل کیا کہ آپؑ مدینہ سے حج کے لیے اس سال گئے جس سال ہارون نے حج کیا پس آپؑ میں پہاڑ تک پہنچے جو راستہ کی بائیں جانب ہے کہ جسے فارغ کہتے ہیں پس ابوالحسنؑ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ

اے فارع اور اس کے گرانے والا ٹکڑے کر دیا جائے گا۔

پس ہم نہیں سمجھتے تھے کہ اس کا کیا معنی ہے جب ہارون اس جگہ پہنچا تو وہاں اتر گیا اور جعفر بن یحییٰ پہاڑ کے اوپر گیا اور وہاں اس کے لیے بیٹھنے کی جگہ بنائی جائے اور جب مکہ سے واپس آیا تو اس کے اوپر چڑھا اور حکم دیا کہ اس جگہ کو گرا دیا جائے پس جعفر بن یحییٰ جب عراق پہنچا تو اس کے ٹکڑے کر دیئے گئے۔

۵۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اسے احمد بن محمد نے محمد بن حسن سے جسے محمد بن عیسیٰ نے محمد بن حمزہ بن ہشیم سے اسے ابراہیم بن موسیٰ نے وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابوالحسن رضا علیہ السلام سے ایک چیز کا مطالبہ کرتے ہوئے اصرار کیا جو میں آپؑ سے لینا چاہتا تھا اور آپؑ مجھے وعدہ دیتے تھے پس ایک دن آپ والی مدینہ کا رخ کیے ہوئے نکلے اور میں آپؑ کے ساتھ تھا اور جب آپؑ فلاں کے قصر کے قریب پہنچے تو اس کے پاس درختوں کے نیچے اترے اور میں بھی ساتھ اتر گیا اور ہمارے ساتھ تیسرا کوئی نہیں تھا تو میں نے آپؑ سے عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں یہ عید سر پر آ گئی ہے میں ایک درہم تک نہیں رکھتا تو آپؑ نے اپنے کوڑے کے ساتھ سختی سے زمین کو خراشا اور کھودا پھر اس پر ہاتھ رکھا اور اس سے سونے کی ایک ڈالی پکڑی پھر فرمایا کہ اس سے نفع حاصل کرو اور جو کچھ تو نے دیکھا ہے اسے چھپائے رکھو۔

٦۔ مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اسے حسین بن محمد نے معلّٰی بن محمد سے اس نے مسافر سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ

میں ابوالحسن رضاؑ کے ساتھ مقام منٰی میں تھا پس وہاں سے یحیٰی بن خالد گزرا اور اس نے اپنا منہ غبار سے چھپا لیا تو رضاؑ نے فرمایا مساکین ہیں جنہیں پتہ نہیں کہ اس سال ان پر کیا گزرنے والا ہے پھر فرمایا

اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ میں اور ہارون مثل ان دو کے ہیں اور آپؑ نے دونوں انگلیاں ملا دیں مسافر کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے اس حدیث کا معنی نہ سمجھا جب تک ہم نے آپؑ کو اس کے شرط ساتھ دفن نہیں کیا۔

آپؑ کی ولی عہدی کا واقعہ

اور مامون نے اپنا قاصد آل ابوطالبؑ کی ایک جماعت کے پاس بھیجا جو انہیں مدینہ سے اس کے پاس لے گیا کہ جن میں موسیٰ رضا بھی تھے اور وہ انہیں بصرہ سے لے کر نکلا یہاں تک کہ انہیں لے گیا اور ان کو لے جانے کا ذمہ دار ایک شخص تھا جو جلودی کے نام سے معروف تھا پس وہ انہیں مامون کے پاس لے آیا تو انہیں ایک مکان میں اور علیؑ بن موسیٰ کو دوسرے مکان میں ٹھہرایا آپؑ کی عزت و تکریم اور آپؑ کے معاملہ کو عظمت دی پھر آپؑ کی طرف پیغام بھیجا کہ

میں چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو خلافت سے الگ کر لوں اور خلافت آپؑ کے سپرد کر دوں آپؑ کی اس میں کیا رائے ہے؟ تو رضاؑ نے اس امر کا انکار کیا اور اس سے فرمایا کہ اے امیر المومنین کے امیر میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس گفتگو سے اور اس سے کہ کوئی یہ سنے تو اس نے واپسی پیغام بھیجا کہ اگر آپؑ اس سے انکار کرتے ہیں جو میں نے آپؑ کے سامنے پیش کیا ہے تو اس سے چارہ نہیں کہ آپؑ میرے بعد ولی عہد ہوں۔

پس امام رضاؑ نے شدت سے اس کا انکار کیا، اس نے آپؑ کو اپنے پاس بلایا علیحدگی میں آپؑ سے گفتگو کی جب کہ اس کے پاس فضل بن سہل ذوالریاستین تھا اور ان کے علاوہ اس مجلس میں کوئی نہیں تھا اور آپؑ سے کہنے لگا

کہ میرا خیال ہے کہ امر مسلمین آپ کے حوالے کر دوں جو کچھ میرے ذمہ ہے اسے اپنے سے ختم کر کے آپ ہی کو سونپ دوں۔

تو رضا علیہ السلام نے فرمایا

اللہ، اللہ! مجھ میں اس کی طاقت وقوت نہیں۔

تو ماموں کہنے لگا

پھر میں آپؑ کو اپنے بعد کے لیے ولی عہد مقرر کرتا ہوں۔

تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس سے معاف رکھو۔

تو ماموں نے آپؑ سے ایسی گفتگو کی کہ جس میں گویا انکار کی صورت میں دھمکی تھی اور اپنی گفتگو کے دوران کہا کہ

عمر بن خطاب نے چھ آدمیوں کی شوریٰ قائم کی اور ان میں سے ایک آپؑ کے جد امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ تھے اور شرط لگائی تھی کہ ان میں سے جو مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دی جائے اور آپؑ کے لیے ضروری ہے کہ جو کچھ آپؑ سے میں چاہتا ہوں اس کو قبول کر لیں، کیونکہ مجھے اس سے کوئی چارہ نہیں۔

تو رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ

میں ولی عہدی کو قبول کرتا ہوں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ نہ میں امر کروں گا نہ نہی اور نہ فتوے دوں گا نہ قضاوت وفیصلہ کروں گا اور نہ کسی کو ولایت وحکومت دوں گا نہ کسی کو معزول کروں گا اور جو چیز جہاں قائم ہے اس میں تغیر وتبدل نہیں کروں گا۔

پس ماموں نے ان سب چیزوں کو قبول کر لیا (اس روایت میں بعض الفاظ جو کھٹکتے ہیں مثلاً بار بار ماموں کو امیر المومنین کہنا یا میں اللہ کی پناہ میں تجھے دیتا ہوں کہ یہ بات نہ کہوں یا میں اس کی طاقت وقوت نہیں رکھتا تو ہوسکتا ہے کہ آپؑ نے الفاظ کچھ کہے ہوں اور حکومت کے کارندوں نے کچھ اور بنا دیئے ہوں چونکہ ظاہر ہے کہ یہ رپورٹ تو حکومت کی طرف سے لکھی گئی تھی اور اگر حضرت نے یہی الفاظ کہے ہیں تو پھر حالات اتنے نازک تھے کہ ان الفاظ کے کہنے کے بغیر خطرات زیادہ تھے اور پھر کئی ایک روایات میں اس قسم کے الفاظ کا کوئی ذکر نہیں ہے جو زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہیں۔مترجم)

مجھے شریف ابومحمد حسن بن محمد نے خبر دی وہ کہتا ہے کہ ہم سے میرے دادا نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ مجھ سے موسیٰ بن سلمہٗ نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ

میں محمد بن جعفرؑ کے ساتھ خراسان میں تھا تو میں نے سنا کہ ایک دن ذوالریاستین نکلا اور وہ کہہ رہا تھا کہ تعجب ہے میں نے عجیب چیز دیکھی ہے مجھ سے پوچھو کہ میں نے کیا دیکھا ہے؟ تو لوگ کہنے لگے خدا آپ کی

اصلاح کرے آپ نے کیا دیکھا ہے؟ کہنے لگا کہ میں نے مامون "امیر المومنین" کو دیکھا ہے کہ وہ علیؑ بن موسیٰ سے کہتے تھے کہ میری یہ رائے ہے کہ امور مسلمین آپؑ کے سپرد کر دوں اور جو کچھ میری گردن پر ہے اتار کر آپؑ کی گردن پر ڈال دوں اور میں نے علیؑ بن موسیٰ کو دیکھا ہے وہ کہتے ہیں "اے امیر المومنین" مجھ میں اس کی طاقت نہیں اور نہ اس کی قوت ہے، پس میں نے تو کبھی بھی خلافت کو اتنا ضائع اور برباد ہوتے نہیں دیکھا کہ امیر المومنین اس گلو خلاصی چاہتے ہیں اور اسے علیؑ بن موسیٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور علی بن موسیٰ اسے چھوڑتے اور اس کا انکار کرتے ہیں۔

(آپ نے دیکھا کہ یہ وزیر مملکت کا بیان ہے کہ جس میں بادشاہ کی تعریف بھی مقصود ہے اور منصوبہ بھی اسی قسم کا بنایا گیا کہ لوگوں میں مامون کی تقدیس کا نقارہ پیٹا جائے کہ وہ اتنا بڑا دیانت دار تھا حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ حضرت یہ باتیں قبول نہیں کریں گے کیونکہ مامون کون ہے؟ جو آپؑ کو خلافت دے، وہ تو خدا کی طرف سے خلیفہ تھے اس نے تو اپنی حکومت کو مستحکم بنانے کے لیے یہ ڈرامہ کھیلا تھا، مترجم)

اصحاب اخبار اور زمانہ خلفاء کے مورخین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ مامون نے جب عقد ولایت عہد کے عقد و میثاق کا امام علیؑ بن موسیٰ رضاؑ کے لیے ارادہ کیا اور اپنے دل میں سوچ و بچار کر چکا تو اس نے فضل بن سہل (وزیر) کو بلایا اور اس کو اپنے پختہ ارادے سے مطلع کیا اور اس سے کہا کہ تم اپنے بھائی حسن بن سہل کے ساتھ جمع ہو کر مشورہ کرو پس اس نے ایسا کیا اور دونوں مامون کی موجودگی میں اکٹھا ہوئے تو حسن اس کو مامون کے سامنے عظیم کر کے پیش کرتا اور اسے بتاتا کہ اس امر خلافت کے اس کے خاندان سے نکل جانے کے کیا کیا نقصانات ہیں، تو مامون نے کہا کہ میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر میں مخلوع (جسے خلافت سے اتارا گیا یعنی امین، مامون کا بھائی) پر کامیاب ہو گیا تو میں خلافت کو آل ابو طالبؑ میں سے افضل شخص کو سونپ دوں گا اور میں روئے زمین پر اس شخص سے افضل کسی کو نہیں جانتا، پس جب حسن اور فضل نے اس معاملہ میں اس کا پختہ ارادہ دیکھا تو انہوں نے مامون سے اس سلسلہ میں معارضہ کرنا چھوڑ دیا اور اس نے ان دونوں کو امام رضاؑ کے پاس بھیجا تو انہوں نے آپؑ کے سامنے یہ امر پیش کیا تو آپؑ نے اس سے انکار کیا پس وہ مسلسل آپؑ سے کہتے رہے یہاں تک کہ آپؑ نے قبول کر لیا اور وہ مامون کے پاس گئے اور اس کو بتایا کہ آپؑ نے قبول کر لیا ہے پس وہ اس سے خوش ہوا اور جمعرات والے دن اپنے خواص کے لیے دربار لگایا اور فضل بن سہل باہر آیا اور اس نے علیؑ بن موسیٰ کے بارے میں مامون کی رائے لوگوں کو بتائی اور یہ کہ اس نے آپؑ کو ولی عہد مقرر کیا ہے رضا نام مقرر کیا ہے اور اس نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ (بنی عباس کا سیاہ لباس جو شعار بن چکا تھا وہ اتار کر) سبز لباس پہنیں، آئندہ جمعرات آکر سب ان کی بیعت کریں اور اپنے سالانہ وظیفے وصول کریں۔

پس جب وہ مقرر دن آیا تو قائدین دربان اور قاضی وغیرہ مختلف طبقات کے لوگ سبز لباس پہن کر آئے

اور ماموں آ کر بیٹھا اور اس نے امام رضاؑ کے لیے دو بڑے گدیلے رکھوائے یہاں تک کہ وہ اس کی نشست اور فرش کے برابر ہوئے اور امام رضاؑ کو سبز لباس میں ان پر بٹھایا جب کہ آپؑ نے عمامہ اور تلوار پہن رکھی تھی پھر مامون نے اپنے بیٹے عباس بن ماموں کو حکم دیا کہ وہ سب سے پہلے آپؑ کی بیعت کرے پس امام رضاؑ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور اس کی پشت اپنے چہرے کے سامنے اور ہتھیلی لوگوں کے چہروں کے سامنے رکھی تو ماموں نے کہا کہ اپنا ہاتھ بیعت کے لیے بڑھایئے تو امام رضاؑ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ اسی طرح بیعت لیتے تھے۔ چنانچہ آپؑ نے ان سے بیعت لی جب کہ آپؑ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا اس نے اشرفیوں سے بھری تھیلیاں لا کر رکھ دی گئیں اور خطباء و شعراء کھڑے ہوئے اور وہ امام رضاؑ کی فضیلت اور جو کچھ مامون نے آپؑ کے بارے میں کیا تھا اس کا ذکر کرنا شروع ہوئے پھر ابو عباد نے عباس بن مامون کو بلایا اور وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے باپ کے پاس جا کر اس کا ہاتھ چوما اور اس نے اس کو بیٹھنے کا حکم دیا پھر محمد بن جعفر بن محمدؑ (فرزند امام جعفر صادقؑ) کو پکارا گیا اور فضل بن سہل نے کہا کھڑے ہو جاؤ۔ آپ اٹھ کر ماموں کے پاس تو پہنچے لیکن اس کے ہاتھ کو نہیں چوما آپ سے کہا گیا جا کر اپنا انعام لو اور ماموں نے کہا اے ابو جعفر اپنی جگہ تشریف رکھیں پس آپ اپنی جگہ پلٹ گئے۔ پھر ابو عباد ایک علوی اور ایک عباسی کو پکارتا اور بلاتا جو اپنا انعام وصول کرتے یہاں تک اموال ختم ہو گئے۔

پھر مامون نے امام رضا سے عرض کیا کہ آپؑ لوگوں کو خطبہ دیجئے اور ان کے درمیان گفتگو فرمایئے، پس آپؑ نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہمارا ایک حق تم پر واجب ولازم ہے اور انہیں کی وجہ سے تمہارا ہم پر ایک حق ہے پس جب تم اس کو ہماری طرف ادا کرو گے تو ہم پر بھی تمہارا حق واجب ہو جائے گا۔ اس مجلس میں آپؑ سے اس سے زیادہ گفتگو ذکر نہیں ہوئی ہے۔

مامون نے حکم دیا تو آپؑ کے لیے درہم کے سکے ڈھالے گئے جن پر الرضا علیہ السلام کا نام (اسم مبارک) کندہ کیا گیا اور اسحاق بن موسیٰ بن جعفرؑ کی اس کے چچا اسحاق بن جعفر بن محمد کی بیٹی سے شادی کی اور انہی کو حکم دیا جس پر انہوں نے لوگوں کو حج پڑھایا (یعنی اسحاق برادر امام رضا کو امیر الحج مقرر کیا گیا اور ہر شہر میں حضرت رضاؑ کی ولی عہدی کا خطبہ پڑھا گیا۔

احمد بن محمد بن سعید نے روایت کی کہ مجھے یحییٰ بن حسن علوی نے بتایا کہ مجھ سے اس شخص نے ذکر کیا جس نے عبدالحمید بن سعید کو اس سال منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مدینہ میں یہ خطبے دیتے سنا کہ وہ آپ کے لیے دعا میں کہہ رہا تھا۔ مسلمانوں کے ولی عہد ہیں علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام۔

ستة آباۂم ماھم
افضل من يشرب صوب الغمام

’’چھ آباء و اجداد ہیں اور وہ کیا ہیں وہ ان میں افضل ہیں جو بادل کا پانی پیتے ہیں یعنی بہترین خلق خدا ہیں۔‘‘

اور مدائنی نے اپنے رجال سے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ

جب امام علیؑ بن موسیٰ رضا والی عہد کی خلعت میں بیٹھے تو آپؑ کے سامنے خطباء و شعراء کھڑے ہوئے اور آپؑ کے سر پر جھنڈے لہرائے گئے پس ایک شخص نے ذکر کیا جو وہاں پر امام رضاؑ کے خواص میں سے موجود تھا وہ کہتے ہیں کہ میں اس دن آپ کے سامنے تھا تو آپؑ نے میری طرف دیکھا اور جو ہو چکا تھا میں اس سے خوش تھا تو آپؑ نے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا میں آپؑ کے قریب گیا تو آپ نے میرے ساتھ ایسے بات کی کہ کوئی دوسرا سن نہ سکے آپؑ نے فرمایا ’’تم اپنے دل کو اس معاملے کی طرف متوجہ و مشغول نہ کرو اور نہ ہی اس بات سے خوش ہو یہ ایسی چیز ہے جو پوری نہ ہوگی۔

اور جو شعراء آپؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک دعبل بن علی خزاعی رحمۃ اللہ علیہ تھے جب وہ آپؑ کے پاس آیا تو کہنے لگے کہ میں نے ایک قصیدہ کہا ہے اور میں نے اپنے آپ کو پابند کر رکھا تھا کہ آپؑ سے پہلے کسی کے سامنے نہیں پڑھوں گا آپؑ نے انہیں بیٹھ جانے کا حکم دیا، یہاں تک کہ آپؑ کی مجلس میں لوگ کچھ کم ہوں پھر ان سے فرمایا لے آؤ راوی کہتا ہے کہ پس انہوں نے وہ قصیدہ پڑھا جس کی ابتداء یہ ہے۔

مدارس　آیات　خلت　من　تلاوة

ومنزل　وحی　مقفر　العرصات

’’آیات کے درس کی جگہیں تلاوت سے خالی پڑی ہیں اور منزل وحی کے صحن خالی پڑے ہیں۔‘‘

یہاں تک کہ پورا قصیدہ ختم کیا تو جب قصیدہ پڑھ چکے تو امام رضاؑ اٹھ کر اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اور ان کے لیے خادم کے ہاتھ ریشم و اون کے ایک کپڑے میں چھ سو دینار بھیجے اور ان سے یہ فرمایا کہ اس سے کہو کہ ان میں سے سفر میں مدد حاصل کرے اور ہمیں معذور سمجھے تو دعبل نے خادم سے کہا خدا کی قسم میرا یہ مقصد نہیں تھا اور نہ اس کے لیے میں گھر سے نکلا تھا ان کی خدمت میں عرض کرو کہ مجھے اپنے لباس میں سے کوئی کپڑا پہنائیں اور وہ دینار واپس کر دیئے پس رضاؑ نے وہ دینار دوبارہ اس کے پاس بھیجے اور ان سے کہا یہ لے لو اور اپنے لباس میں سے ایک جبہ بھیجا پس دعبل وہاں سے نکلے یہاں تک کہ شہر قم میں وارد ہوئے اور اہل قم نے جب ان کے پاس جبہ دیکھا تو اس کے بدلے ہزار دینار پیش کیے لیکن دعبل نے دینے سے انکار کر دیا اور کہا خدا کی قسم یہ جبہ اور اس میں سے ایک ٹکڑا بھی ہزار دینار پر نہیں دوں گا پھر دعبل قم سے نکلے تو لوگ ان کے پیچھے لگ گئے اور ان کا راستہ

روک کر جبہ چھین لیا تو دعبل قم میں واپس آئے اور اس کے بارے میں ان سے بات چیت کی تو وہ کہنے لگے اب اس تک کوئی راستہ نہیں اگر چاہو تو یہ ہزار دینار حاضر ہیں تو دعبل نے کہا کہ اس میں سے ایک ٹکڑا بھی ہوگا پس انہوں نے دعبل کو ایک ہزار دینار اور جبے کا ایک ٹکڑا دیا۔

روایت کی ہے علی بن ابراہیم نے خادم یاسر اور ریان بن صلت سے وہ دونوں کہتے ہیں کہ

جب عید آگئی اور حضرت رضاؑ کے لیے ولی عہدی کا عقد و پیمان کا معاملہ طے ہو چکا تو مامون نے آپؑ کی طرف پیغام بھیجا کہ عید گاہ کی طرف سوار ہو کر جائیں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں اور خطبہ دیں تو امام رضاؑ نے اسے پیغام بھیجا کہ تمہیں وہ شرائط یاد ہیں جو اس قسم کے معاملہ میں میرے اور تمہارے درمیان طے ہوئیں تھیں پس لوگوں کو نماز پڑھانے سے مجھے معاف رکھیے تو ماموں نے کہا کہ میں اس سے یہ چاہتا ہوں کہ لوگوں کے دل مطمئن ہوں اور وہ آپؑ کے فضل سے آگاہ ہوں مسلسل ان کے درمیان قاصد آتے جاتے رہے پس جب ماموں نے آپؑ پر بہت اصرار کیا تو آپؑ نے اسے پیغام بھیجا کہ اگر مجھے معاف کر دو تو وہ مجھے زیادہ محبوب ہے اور اگر معاف نہیں کرتے ہو تو میں اس طرح نکلوں گا جس طرح رسول اللہؐ اور امیر المؤمنین علی بن ابی طالب جایا کرتے تھے تو ماموں نے کہا کہ جس طرح آپؑ چاہیں نکلیں اور ماموں نے قائدین، دربانوں اور دوسرے لوگوں کو حکم دیا کہ صبح سویرے امام رضاؑ کے دروازے پر جائیں۔

راوی کہتا ہے کہ

پس لوگ ابوالحسنؑ کی زیارت و استقبال کے لیے راستوں، چھتوں پر بیٹھے، عورتیں اور بچے آپ کے تشریف لانے کے انتظار میں جمع ہو گئے، تمام قائدین اور لشکر آپؑ کے دروازے پر پہنچے اور اپنے گھوڑوں پر سوار کھڑے تھے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوا تو امام رضاؑ نے غسل فرما کر اپنا لباس پہنا روئی کا سفید عمامہ سر پر یوں باندھا کہ اس کا ایک کنارہ سینہ پر اور دوسرا کندھے کے درمیان ڈالا کچھ خوشبو لگائی اپنے ہاتھ میں عصا لیا جس کے نیچے پھل لگا تھا اور اپنے غلاموں سے کہا کہ وہ بھی ایسا کریں گے جیسا آپؑ نے کیا تھا وہ آپ کے آگے آگے نکلے اور آنجناب ننگے پاؤں تھے اور شلوار آدھی پنڈلی تک اوپر اٹھا رکھی تھی آپؑ پر جو کپڑے تھے وہ سمٹے ہوئے تھے پس آپؑ تھوڑا سا چلے اور سر آسمان کی طرف بلند کر کے تکبیر کہی اور آپؑ کے ساتھ آپؑ کے غلاموں اور موالیوں نے بھی تکبیر کہی پھر آپؑ چلے یہاں تک کہ دروازے پر رک گئے تو جب قائدین اور لشکر نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو وہ اپنی سواریوں سے زمین پر کود پڑے اور ان میں سے زیادہ اچھی حالت میں وہ تھا کہ جس کے پاس چھری تھی کہ جس سے اس نے اپنے جوتے کے تسمے کاٹ دیئے اور اسے اتار کر ننگے پاؤں ہو گیا اور امام رضاؑ نے دروازے پر تکبیر کہی تو لوگوں نے بھی آپؑ کے ساتھ تکبیر کہی پس ہمیں گمان ہوتا تھا کہ آسمان اور دیواریں آپؑ کی تکبیر کا جواب دے رہی ہیں اور شہر مرد گریہ و بکاء اور چیخ و پکار سے لرز رہا تھا۔ جب انہوں نے امام رضا علیہ السلام کو

دیکھا اور آپؑ کی تکبیر کی آواز سنی۔

اور یہ خبر مامون تک پہنچی تو فضل بن سہل ذوالریاستین نے اس سے کہا کہ اے امیر المومنین! اگر امام رضا علیہ السلام اسی طرح مصلی تک پہنچ گئے تو لوگ ان کے فریفتہ ہو جائیں گے اور ہم سب کو اپنے خون کا خطرہ لاحق ہو جائے گا لہٰذا ان کے پاس پیغام بھیجیے کہ وہ واپس چلے جائیں مامون نے آپؑ کو پیغام بھیجا کہ

ہم نے آپ کو سخت قسم کی تکلیف میں ڈال کر تھکا دیا ہے، ہم نہیں چاہتے کہ آپ کو مزید مشقت میں ڈالیں آپ واپس تشریف لے چلیں اور لوگوں کو وہی نماز پڑھائے گا جو پہلے دستور مطابق پڑھاتا ہے۔

پس ابوالحسنؑ نے اپنے موزے منگوائے اور انہیں پہن کر سوار ہو کر واپس چلے گئے اور اس دن لوگوں کے معاملہ میں اختلاف پڑ گیا اور ان کی نماز کا سلسلہ منظم نہ ہو سکا۔

مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اور اسے علی بن ابراہیم نے یاسر سے خبر دی اور وہ کہتا ہے۔

جب مامون نے خراسان سے بغداد کی طرف جانے کا پختہ ارادہ کیا تو اس کے ساتھ فضل بن سہل ذوالریاستین بھی نکلا اور ہم بھی امام ابوالحسن رضا علیہ السلام کے ساتھ نکلے تو فضل بن سہل کے پاس اس کے بھائی حسن بن سہل کا خط آیا جب کہ ہم راستے کی کسی منزل پر تھے کہ میں نے تحویل سال میں نظر وفکر کی ہے اور اس میں پایا ہے کہ تم فلاں فلاں دن فلاں مہینے بدھ کے دن لوہے اور آگ کی گرمی کا مزہ چکھو گے اور میں سمجھتا ہوں کہ تم مامون اور امام رضا علیہ السلام اس دن حمام میں جاؤ اور شاخ لگواؤ (خون نکلوانا) اور اپنے بدن پر خون ڈالو تا کہ اس دن کی نحوست تم سے زائل ہو جائے تو ذوالریاستین نے مامون کو یہ لکھا اور اس سے التجاء کی کہ امام رضاؑ سے یہ سوال کرے پس مامون نے امام رضاؑ کو لکھ بھیجا اور ان سے یہ خواہش کی تو ابوالحسن نے اسے جواب دیا کہ میں کل حمام نہیں جاؤں گا، تو اس نے دو مرتبہ رقعہ کا اعادہ کیا تو ابوالحسنؑ نے اسے لکھا کہ میں کل حمام نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے آج رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم خواب میں دیکھا ہے اور انہوں نے مجھے فرمایا ہے کہ اے علیؑ! کل حمام میں نہ جانا اور میں نہ تمہارے لیے مناسب سمجھتا ہوں اور نہ فضل کے لیے کہ تم دونوں حمام میں جائیں تو آپؑ کی طرف مامون نے لکھا کہ اے ابوالحسنؑ آپ نے اور رسول اللہؐ نے سچ فرمایا ہے میں کل حمام نہیں جاؤں گا اور فضل خود بہتر جانتا ہے۔

تو یاسر کہتا ہے

پس جب ہم نے شام کی اور سورج چھپ گیا تو رضاؑ نے ہم سے فرمایا کہو، ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں اس شر سے جو اس رات کو نازل ہونے والا ہے۔

پس ہم بار بار یہ کہتے رہے اور جب امام رضاؑ نے صبح کی نماز پڑھی تو مجھ سے فرمایا

چھت پر چڑھ جاؤ اور کان لگا کر سنو تمہیں کیا محسوس ہوتا ہے؟ پس جب میں چھت پر گیا تو چیخ و پکار سنی اور وہ آواز مزید بڑھتی گئی لیکن ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتا تھا ہم اسی حالت میں تھے کہ مامون اس دروازے سے داخل ہوا جو اس کے مکان سے ابوالحسنؑ کے مکان میں کھلتا تھا اور وہ کہہ رہا تھا اے میرے سردار ابوالحسنؑ خدا آپؑ کو فضل کی مصیبت موت میں اجر دے وہ حمام میں داخل ہوا اور کچھ لوگ تلواریں لے کر اس پر داخل ہوئے اور انہوں نے اسے قتل کر دیا اور جو لوگ اس پر داخل ہوئے ان میں سے تین آدمی پکڑے گئے کہ جن میں سے ایک فضل کی خالہ کا لڑکا ذوالقلمین کا بیٹا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ لشکر کے قائدین اور فضل کے ساتھی لوگ مامون کے دروازے پر جمع ہو کر کہنے لگے کہ مامون نے دھوکہ سے اسے قتل کیا ہے طعن و تشنیع اور اس کے خون کا مطالبہ کرنے لگے اور آگ لے کر آئے تاکہ وہ مامون کے گھر کا دروازہ جلا دیں تو مامون نے ابوالحسنؑ سے عرض کیا کہ اے میرے سردار! کیا آپؑ مناسب سمجھتے ہیں کہ لوگوں کی طرف باہر جا کر نرمی سے ان سے بات چیت کریں کہ وہ متفرق ہو جائیں، آپؑ نے فرمایا، ہاں اور ابوالحسنؑ سوار ہوئے اور مجھ سے فرمایا اے یاسر سوار ہو جاؤ تو میں بھی سوار ہوا جب ہم گھر کے دروازے سے نکلے تو آپؑ نے لوگوں کی طرف دیکھا جو ہجوم و اژدھام کیے ہوئے تھے تو آپؑ نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں متفرق ہونے کے لیے فرمایا، یاسر کہتا ہے کہ خدا کی قسم لوگ آگے بڑھے اور وہ ایک دوسرے پر گر رہے تھے آپؑ نے جس کسی کی طرف اشارہ کیا وہ دوڑ پڑا اور اپنے رخ پر چلا گیا۔

اور مجھے خبر دی ہے کہ جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے معلّیٰ بن محمد سے اس نے مسافر سے وہ کہتا ہے جب ہارون بن مسیب نے محمد بن جعفر سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا تو مجھ سے ابوالحسنؑ نے فرمایا۔

محمد کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ کل خروج نہ کرے کیونکہ اگر تم کل گئے تو شکست کھا جاؤ گے اور تمہارے ساتھی مارے جائیں گے اور اگر وہ تجھ سے پوچھے کہ تجھے یہ کہاں سے معلوم ہوا ہے؟ تو کہو میں نے خواب دیکھا ہے راوی کہتا ہے کہ میں اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ کل خروج نہ کرو کیونکہ اگر کل نکلے تو شکست کھاؤ گے اور تمہارے ساتھی قتل ہو جائیں گے تو وہ مجھ سے کہنے لگا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا ہے؟ میں نے کہا کہ خواب دیکھا ہے تو وہ کہنے لگا کہ بندہ جب سوتا ہے اور وہ اپنے پائخانہ کے مقام کو نہیں دھوتا اس کے باوجود وہ نکلا لیکن شکست ہوئی اور کے ساتھی قتل ہو گئے۔

امام علی رضاؑ کی وفات اور اس کے سبب و واقعات

حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام جب خلوت میں مامون کے پاس جاتے تو اسے وعظ نصیحت کرتے خوف خدا دلاتے اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں جو اس سے ارتکاب ہوتا اسے برا قرار دیتے مامون

ظاہراً اسے آپؑ سے قبول کرتا لیکن باطن میں اسے ناپسند سمجھتا اور بوجھ محسوس کرتا، امام رضا علیہ السلام ایک دن اس کے پاس تشریف لے گئے تو اسے دیکھا کہ نماز کے لیے وضو کر رہا ہے اور غلام اس کے ہاتھ پر پانی ڈال رہا ہے تو آپؑ نے فرمایا

اے امیر اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کر۔

تو ماموں نے غلام کو ہٹا کر خود وضو مکمل کیا لیکن اس سے اسے کافی طیش آیا۔ (دوسری طرف) جب ماموں کے پاس سہل کے دونوں بیٹوں حسن اور فضل کا ذکر ہوتا تو امام رضا ان کے عیب اور برائیاں کی وجہ سے ان کی طرف کان دھرنے سے منع فرماتے اور یہ ان دونوں بھائیوں کو بھی پتہ چل چکا تھا لہٰذا وہ بھی ماموں کو آپ کے خلاف اکسانے اور ایسی باتوں کا ذکر کرنے لگے جو دوری و نفرت کا سبب بنیں۔ وہ مسلسل ماموں کو یہ کہہ کر خوف زدہ کرتے رہے کہ لوگ تم سے دور ہو کر تمہارے مخالف ہو جائیں گے حتیٰ کہ انہوں نے ماموں کی رائے کو بدل کر رکھ دیا اور وہ آپ کو قتل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا ایک دن اتفاق ہوا کہ ماموں کے ساتھ امام رضاؑ نے کھانا کھایا جس سے آپؑ بیمار ہو گئے تو ماموں نے بھی جھوٹ موٹ اپنے آپ کو بیمار ظاہر کیا (ماموں کی اس حرکت میں اس کی ایک سیاست باطلہ مضمر تھی جس کا ذکر آئے گا)

محمد بن علی بن حمزہ نے منصور بن بشیر سے اور اس نے اپنے بھائی عبداللہ بن بشیر کے حوالے سے ذکر کیا وہ کہتا ہے کہ

مجھے مامون نے حکم دیا کہ میں اپنے ناخن عادت سے بڑھا لوں لیکن کسی کو پتہ نہ چلے پس میں نے ایسا کیا پھر اس نے مجھے بلایا اور میرے سامنے ایک چیز نکالی جو تمر ہندی سے ملتی جلتی تھی اور کہا کہ اس تمام دوا کو اپنے ہاتھ پر ملو لہٰذا میں نے ایسا کیا پھر وہ مجھے وہیں چھوڑ کر خود امام رضاؑ کی خدمت میں گیا اور آپؑ سے کہنے لگا کہ آپؑ کا کیا حال ہے؟ آپؑ نے فرمایا شاید درست ہو جاؤں تو مامون نے کہا، الحمدللہ، میں تو آج درست ہو گیا ہوں، کیا آپؑ کے پاس آج کوئی خدمت گار آیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ نہیں، پس ماموں غضب ناک ہو گیا اور اپنے غلاموں پر چیخنے لگا ابھی انار کا کچھ پانی لیجیے کیونکہ اس سے سستی نہیں ہونا چاہیے یہ آپ کے لیے مفید ہے۔ پھر مجھے بلا کر کہا کہ انار لے آؤ تو جب میں انار لایا تو کہا کہ اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے نچوڑو میں نے ایسے ہی کیا وہ پانی ماموں نے امام رضاؑ کو اپنے ہاتھ سے پلایا، وہی آپؑ کی وفات کا سبب بنا اور دو ہی دن نہیں گزرے تھے کہ آنحضرتؑ فوت ہو گئے۔

اور ابوصلت ہروی سے منقول ہے کہ

میں امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسی وقت مامون آپؑ کے پاس اٹھ کر باہر گیا تھا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا

اے ابوصلت انہوں نے اپنا کام کر دیا ہے اور پھر آپؑ خدا کی توحید و تمجید بیان کرنے لگے۔

محمد بن جہم سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ
امام رضاؑ کو انگور پسند تھے پس کچھ انگور آپ کے لیے لائے گئے اور کئی دن تک ان کی پنیری کی جگہ میں (زہرآلود) سوئیاں قرار دی گئیں، پھران کو نکال کر انگور آپؑ کے پاس لائے گئے آپؑ نے ان میں سے کچھ کھائے اور آپؑ کو وہی بیماری لاحق ہوئی تھی۔ جس کا ہم ذکر کر آئے ہیں اور اسی نے آپ کو مار ڈالا۔ کہا گیا ہے کہ زہر دینے کا یہ طریقہ انوکھا اور لطیف ترین تھا۔
جب امام رضا علیہ السلام کی شہادت ہوگئی تو مامون نے آپ کی وفات کو ایک دن اور ایک رات مخفی رکھا پھر اس نے محمد بن جعفر صادقؑ اور آل ابو طالبؑ کی ایک جماعت کے ہاں پیغام بھیجا جو اس کے ہاں قیام پذیر تھے جب وہ لوگ آئے تو انہیں موت کی خبر دے کر رونے لگا اور سخت حزن و ملال کا اظہار کیا اور انہیں دکھایا کہ آپ کا جسم صحیح و سالم ہے (یعنی طبعی موت ہے)
(جسم مبارک کو مخاطب کر کے کہنے لگا) اے بھائی! مجھ پر گراں گزر رہا ہے کہ میں آپ کو اس حالت میں پڑا دیکھ رہا ہوں۔ میں چاہتا تھا کہ آپ سے پہلے چلا جاتا لیکن خدا نے پسند نہ کیا اور وہی کیا جو اس نے چاہا۔
پھر آپ کو غسل و کفن اور حنوط کرنے کا حکم دیا اور آپ کے جنازے کو خود اٹھا کر موجودہ مدفن تک لا کر دفن کیا اور یہ جگہ طوس کے علاقہ میں نوقان کے قریب ''سنا آباد'' بستی میں حمید بن قحطبہ کا گھر ہے۔
امام علی رضاؑ ابن موسیٰ کاظمؑ نے جب دنیا سے کوچ کیا تو ہمارے علم مطابق امام ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام کے علاوہ کوئی اولاد نہ تھی جن کی اس وقت عمر سات سال اور چند ماہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب

امام محمد تقیؑ کے حالات

امام علی رضاؑ کے بعد والے امام کا ذکر، ان کی تاریخ ولادت، دلائل امامت، مدت عمر، وفات وسبب وفات، قبر، اولاد کی تعداد اور ان کے مختصر حالات

امام علی رضا بن موسی کاظم کے بعد آپ کی نص اور اشارہ مطابق آپ ہی کے بیٹے محمد بن علی رضا امام ہیں جو تمام فضائل کے مالک تھے۔ آپ کی ولادت ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں مدینہ میں ہوئی اور رحلت ماہ ذی قعد ۲۲۰ھ بغداد میں ہوی اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال تھی باپ کے بعد آپ کی مدت خلافت وامامت سترہ سال تھی۔

آپؑ کی مادر محترمہ کا نام سبیکہ تھا جو کنیز تھیں اور نوبیۃ (افریقہ کا شہر ہے) کی رہنے والی تھیں۔

آپؑ کی امامت پر نصوص واشارات

کن لوگوں نے امام ابوالحسن علی رضا سے ان کے فرزند ابوجعفر (محمد تقیؑ) کی امامت پر نص نقل کی ہے وہ ہیں۔

علی بن جعفر صادق، صفوان بن یحیٰی، معمر بن خلاد، حسین بن بشار، ابن نصر بزنطی ابن قیاما واسطی، حسن بن جہم، ابویحیٰی صفائی خیراتی، یحیٰی بن حبیب زیات اور دوسرے بہت سے لوگ کہ جنکے ذکر سے کتاب طویل ہوجائے گی۔

۱۔ مجھے ابوالقاسم نے جعفر بن محمد سے خبر دی، اسے محمد بن یعقوب نے، علی بن ابراہیم بن ہاشم سے اس نے اپنے باپ اور علی بن محمد قاسانی سے جس نے زکریا ابن یحیٰی بن نعمان بصری سے اس نے کہا میں نے علی بن جعفر بن محمدؑ کو حسن بن حسین بن علی بن الحسینؑ سے بیان کرتے سنا انہوں نے اپنی گفتگو کے دوران کہا۔

(علی بن جعفرؑ بن محمدؑ فرما رہے تھے)

خدا نے ابوالحسن رضاؑ کی اس وقت مدد فرمائی جب ان کے بھائی اور چچوں نے ان کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔

پھر طویل واقعہ بیان کرتے ہوئے اپنے اس قول تک پہنچے۔

''پس میں کھڑا ہو گیا اور میں نے ابوجعفر محمد (تقی) بن علی رضاؑ کا ہاتھ پکڑ کر آپ سے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ اللہ کی طرف سے میرے امام ہیں تو امام رضا نے روتے ہوئے فرمایا ''اے چچا کیا آپؑ نے میرے والد گرامی کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا

''بہترین و پاکیزہ کنیز نوبینہ کے بیٹے پر میرا باپ قربان ہو جس کی اولاد میں سے وہ ہوگا جو جلا وطن و گھر سے دور کیا جائے گا اپنے باپ دادا کے خون کا بدلہ لے گا صاحب غیبت (غائب) ہوگا۔ کہا جائے گا یا تو وہ ختم ہو گیا یا ہلاک ہو چکا یا کسی وادی میں چلا گیا ہے۔

تو میں (علی بن جعفرؑ) نے عرض کیا آپ نے سچ فرمایا میں آپ پر قربان جاؤں۔

۲۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے محمد بن یحییٰ سے خبر دی اس نے احمد بن محمد سے اس نے صوفان بن یحییٰ سے کہتا ہے کہ

میں نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم آپ سے پوچھا کرتے تھے (آئندہ والے امام کے بارے میں) یعنی آئندہ کون امام ہوگا) قبل اس کے کہ خدا آپ کو ابوجعفر عطا کرتا تو آپ (ہمارے جواب میں) یوں فرماتے تھے کہ خدا مجھے ایک لڑکا دے گا۔ چونکہ اس وقت خدا نے آپ کو ایک بیٹا بھی دے دیا ہے جس نے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی ہے۔

پس خدا ہمیں آپ کا دن نہ دکھائے اور اگر کچھ ہو گیا تو پھر کس کی طرف (امامت میں رجوع کریں) اس پر آپؑ نے حضرت ابوجعفر کی طرف اشارہ کیا جو ان کے سامنے کھڑے تھے تو میں نے عرض کیا آپ قربان یہ تو تین سال کے ہیں تو آپؑ نے فرمایا

اس سے کیا ہوتا ہے حضرت عیسیٰ تین سال سے کم کے تھے جب حجۃ و پیغمبر کے ساتھ قیام کیا۔

۳۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے محمد بن یحییٰ سے اس نے احمد بن عیسیٰ سے اس نے معمر بن خلاد سے کہ

میں نے امام رضا علیہ السلام سے سنا اور آپؑ نے (امر امامت کے سلسلہ میں) کچھ بات کہی پھر ارشاد فرمایا تمہیں اس سے کیا غرض؟

یہ ابوجعفر ہیں کہ جنہیں میں نے اپنی جگہ پر بٹھایا اور اپنی جگہ پر قرار دیا ہے اور فرمایا کہ ہم ایسے اہل بیت ہیں کہ ہمارے چھوٹے ہمارے بڑوں کے وارث ہوتے ہیں جس طرح تیر کا ایک پر

دوسرے پر کے ساتھ ہے۔

۴۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے ہمارے ایک گروہ اصحاب سے انہوں نے جعفر بن یحییٰ سے اس نے مالک بن اشیم سے اس نے حسین بن بشار سے وہ کہتا ہے کہ ابن قیاما واسطی نے ابوالحسن رضاؑ کے طرف خط لکھا جس میں اس نے کہا کہ آپؑ کیسے امام ہیں جب کہ آپؑ کا بیٹا نہیں ہے تو ابوالحسنؑ نے اسے جواب دیا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میرا بیٹا نہیں ہوگا؟ خدا کی قسم دن اور راتیں نہیں گزریں گے کہ خدا مجھے ایک فرزند عطا کرے گا جو حق و باطل کے درمیان تفریق کرے گا۔

۵۔ مجھ سے بیان کیا ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے اپنے بعض اصحاب سے اس نے محمد بن علی سے اس نے معاویہ بن حکیم سے اس نے ابن ابونصر بزنطی سے وہ کہتا ہے کہ

مجھ سے ابن نجاشی نے کہا کہ تمہارے صاحب کے بعد امام کون ہے؟ میں دوست رکھتا ہوں کہ تم ان سے سوال کرو تا کہ مجھے معلوم ہو۔

پس میں حضرت امام رضاؑ کی بارگاہ میں گیا اور ان کو خبر دی۔

راوی کہتا ہے کہ آپ نے فرمایا ''میرا بیٹا امام ہوگا'' پھر فرمایا کیا جس کا ہاں بیٹا نہ ہو وہ جرأت کر سکتا ہے کہ کہے میرا بیٹا؟ (یعنی جب میرے بیٹا نہیں ہے تو پھر میں کہہ رہا ہوں کہ میرا بیٹا ہوگا میری صداقت یہی کافی ہے یعنی آئندہ دیکھو) (جس وقت آپ فرما رہے تھے) اس وقت تک ابوجعفر (محمد تقیؑ) پیدا نہیں ہوئے تھے پس کچھ دن بعد آپؑ پیدا ہوئے۔

۶۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے احمد بن مہران سے اس نے ابن قیاما واسطی سے اور وہ واقفی مذہب رکھتا تھا (یعنی حضرت موسیٰ کاظمؑ کے بعد امام رضاؑ کی امامت میں توقف کا قائل تھا) وہ کہتا ہے کہ

میں حضرت علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپؑ سے کہا، کیا دو امام ہو سکتے ہیں؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ ایک خاموش رہتا ہے تو میں نے آپؑ سے عرض کیا، آپؑ تو امام ہیں آپؑ کا خاموش رہنے والا کہاں ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا، ہاں خدا کی قسم سے خدا ضرور ایسے شخص کو قرار دے گا جس سے حق اور اہل حق کو ثبات و دوام دے گا اور باطل و اہل باطل کو اس کے ذریعہ مٹا دے گا۔

اور اس وقت تک آپؑ کی کوئی اولاد نہ تھی پھر ایک سال بعد ابوجعفرؑ آپؑ کے ہاں پیدا ہوئے۔

۷۔ مجھے ابوقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے احمد بن مہران سے اس نے محمد بن علیؑ سے اس نے حسن بن جہم سے وہ کہتا ہے کہ میں ابوالحسن امام رضا علیہ السلام کے پاس موجود تھا آپؑ نے اپنے بیٹے کو جب کہ وہ بہت چھوٹے تھے بلا کر اپنی گود میں بٹھایا اور مجھ سے فرمایا اس بچے کے جسم سے قمیض ہٹا کر دیکھو میں نے جب

ایسا کیا تو آپ نے فرمایا اس کے دونوں کندھوں کے درمیان دیکھو تو میں نے دیکھا کہ گوشت میں پیوست مہر جیسی کوئی چیز تھی پھر آپ نے مجھ سے فرمایا اسی جگہ میرے پدر گرامی کے ہاں بھی یہ مہر تھی۔

۸۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے احمد بن مہران سے اس نے محمد بن علی سے اس ابویحییٰ صغانی سے جس نے کہا کہ میں ابوالحسن رضاؑ کے پاس موجود تھا کہ ان کے چھوٹے سے بچے ابوجعفر کو لا یا گیا تو آپؑ نے فرمایا ہمارے شیعوں کے لیے اس مولود سے بڑھ کر کوئی بابرکت بچہ پیدا نہیں ہوا۔

۹۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسن بن محمد سے اس نے خیرانی سے اور اس نے اپنے باپ سے خبر دی ہے جس نے کہا کہ میں خراسان میں ابوالحسن امام رضاؑ کے پاس کھڑا تھا کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ اگر (خدانخواستہ) کوئی (ایسا واقعہ) ہو گیا تو پھر (ہمارا رجوع) کس کی طرف ہوگا؟ تو آپؑ نے فرمایا میرے بیٹے ابوجعفر (محمد تقی کی طرف تو قائل نے آپ کو کم عمر سمجھا۔ جس پر ابوالحسن نے فرمایا خداوند کریم نے عیسیٰ بن مریمؑ کو نبی، رسول اور نئے سرے سے صاحب شریعت بنا کر بھیجا جب کہ ان کی عمر حضرت ابوجعفر کی موجودہ عمر سے کہیں کم تھی۔

۱۰۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے خبر دی اس نے سہل بن زیاد سے اس نے محمد بن ولید سے اس نے یحییٰ بن حبیب زیارت سے جس نے کہا مجھے اس نے خبر دی جو ابوالحسن امام رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا۔

کہ جب لوگ آپ کی محفل سے برخاست ہونے لگے تو آپ ابوالحسن رضا علیہ السلام نے ان لوگوں سے فرمایا (آؤ) ابوجعفر (محمد تقی) سے ملو انہیں سلام کہو اور ان سے تجدید عہد کرو۔ پھر لوگوں کے جانے کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ مفضل پر رحم کرے وہ اس سے کم پر قناعت کر لیتا تھا۔

حضرت ابوجعفر محمد تقیؑ کے مختصر فضائل

مامون نے جب ابوجعفر کے باوجود صغر سنی کے فضل، علم وحکمت وادب میں بالغ نظری اور کمال عقل کو اس مقام پر دیکھا جہاں اہل زمانہ کے بڑے بڑے مشائخ ان کی برابری نہیں کر سکتے تھے تو مامون آپ پر فریفتہ ہو گیا اور اس نے آپ سے اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی کر کے اسے آپؑ کے ساتھ مدینہ بھیج دیا اور وہ آپؑ کی بہت عزت وتکریم اور تعظیم اور آپؑ کی قدر ومنزلت کی تجلیل کرتا تھا۔

۱۔ حسن بن محمد بن سلیمان نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے اس نے اپنے باپ سے جس نے ریان ابن شبیب سے روایت کی ہے کہ

جب مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح ابوجعفر محمد بن علی علیہما السلام سے کرنے کا ارادہ کیا تو

عباسیوں کو یہ ناگوار گزرا، انہوں نے برا سمجھا اور ڈرے کہ کہیں آپ کے ساتھ بھی معاملہ وہاں تک نہ پہنچ جائے جہاں تک امام رضاؑ کے ساتھ پہنچا تھا اور اس میں کافی غور و خوض کیا پھر ماموں کے خاندان کے قریب ترین لوگ اس کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ اے امیر المومنین! ہم آپ کو اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ جس کا ارادہ ابن رضا علیہ السلام کی شادی کے سلسلہ میں کر چکے ہیں اس سے رک جائیں کیونکہ ہمیں یہ خوف ہے کہ آپ اس امر خلافت کو نکال دیں کہ جس کا خدا نے ہمیں مالک بنایا ہے اور وہ عزت کا لباس اتار دیں جو اللہ نے ہمیں پہنایا ہے حالانکہ آپ اس چیز کو خوب جانتے ہیں جو اس قوم اور ہمارے درمیان گذشتہ اور موجودہ زمانہ میں ہے اور جس پر آپ سے پہلے خلفاء راشدین قائم تھے اور وہ ان کو دور رکھنا جھوٹا اور حقیر سمجھنا ہے ہم تو علی رضا والے معاملہ میں بھی گھبرائے ہوئے تھے لیکن خدا نے اس مہم کو حل کر دیا لہٰذا ہم جب اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ ہمیں دوبارہ اس غم و دکھ میں مبتلا نہ کیجیے جو ہم سے دور ہو چکا ہے اور (ام الفضل کے رشتہ کے سلسلہ میں) ابن رضاؑ سے رائے پھیر کر اس کی طرف موڑ دیجئے جس کو آپ اپنے خاندان میں اس کا لائق سمجھیں نہ کہ کسی اور کی طرف تو مامون نے کہا کہ

جو کچھ تمہارے اور آل ابو طالبؑ کے درمیان ہے اس کا تم ہی تو سبب ہو اور اگر تم اس قوم سے انصاف کرو تو وہ تم سے زیادہ حقدار ہیں اور جو کچھ مجھ سے پہلے والے ان سے سلوک کرتے رہے وہ قطع رحمی ہے اور میں اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں خدا کی قسم میں اس پر نادم نہیں جو میں نے رضاؑ کو خلیفہ بنانا چاہا تھا اور میں نے تو ان سے یہ التجا بھی کی تھی کہ وہ امر خلافت کے ساتھ ہی قیام کریں اور میں اس لباس کو اپنے سے اتارنے کے لیے تیار ہوں لیکن انہوں نے انکار کیا اور اللہ کا حکم مقدر ہو چکا تھا اور باقی رہے ابوجعفر بن محمد بن علی علیہما السلام تو میں نے انہیں اس لیے انتخاب کیا ہے کیونکہ وہ تمام اہل فضل سے علم و فضل میں چھوٹا سن ہونے کے باوجود آگے ہیں اور اس میں ان پر تعجب ہوتا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ لوگوں پر وہ کچھ ظاہر ہو جو میں ان سے جان چکا ہوں تا کہ انہیں بھی علم ہو کہ میں نے جو رائے قائم کی ہے وہ مناسب ہے تو وہ یہ کہنے لگے کہ یہ نوجوان اگر چہ اس کی سیرت و ہیئت آپ کو بھلی معلوم ہوئی ہے پھر بھی وہ بچہ ہے اور اسے نہ معرفت ہے نہ سمجھ پس اس کو مہلت دیجئے کہ وہ آداب سیکھ لے اور دین کو سمجھ لے پھر اس کے بعد جو آپؑ کی رائے ہو اس پر عمل کریں تو وہ کہنے لگا تمہارا بھلا ہو میں اس نوجوان کو تم سے بہتر جانتا ہوں اور وہ اس خاندان سے ہے کہ جس کا علم خدا کی طرف سے ہے اور اس کا دیا ہوا عطیہ و الہام ہے ہمیشہ ان کے آباؤ و اجداد علم دین اور ادب میں ان لوگوں سے بے پرواہ رہے ہیں جو حد کمال سے ناقص ہیں پس اگر تم چاہو تو ابوجعفرؑ کا امتحان کر لو جس سے میری تعریف صداقت تم پر واضح ہو جائے گا تو وہ کہنے لگے اے امیر المومنین! ہم آپ کے اور اپنے لیے امتحان کرنے پر راضی ہیں پس ہمارے اور ان کے درمیان آپ راستہ کھول دیجئے تا کہ ہم اس شخص کو معین کریں جو اس سے آپ کی موجودگی میں فقہ و شریعت میں

سے کچھ پوچھے اگر تو انہوں نے درست جواب دیا تو پھر اس کے معاملے میں ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا اور خواص وعام کے سامنے امیرالمومنین کی درست رائے ظاہر ہو جائے گی اور اگر وہ عاجز رہے تو ہماری مصیبت کی کفایت ہوگی تو مامون نے کہا کہ اس میں تمہیں پورا اختیار ہے جب تم چاہو پس وہ اس کے ہاں سے نکلے اور ان کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ وہ یحییٰ بن اکثم اس وقت کے قاضی زماں سے استدعا کریں کہ وہ ہی ان سے ایسا مسئلہ پوچھے کہ جس کا وہ جواب نہ دے سکیں اور اس کو اس سلسلہ میں نفیس اور عمدہ اموال دینے کا وعدہ کیا اور وہ ماموں کے پاس لوٹ کر آئے اور اس سے التجاء کی کہ ان کے لیے جمع ہونے کا ایک دن مقرر کرے تو اس نے ان کی بات قبول کر لی پس سب لوگ اس دن جمع ہو گئے کہ جس پر ان سب کا اتفاق تھا اور ان کے ساتھ یحییٰ بن اکثم بھی تھا، تو ماموں نے حکم دیا کہ ابوجعفر کے لیے ایک گدیلہ بچھایا جائے اور اس میں آپؑ کے لیے دو چمڑے کے تکیے رکھے جائیں چنانچہ ایسا کیا گیا اور ابوجعفرؑ باہر تشریف لائے اور اس وقت آپؑ کی عمر نو سال اور چند ماہ تھی پس آپؑ ان دونوں تکیوں کے درمیان بیٹھ گئے اور لوگ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے تھے اور مامون اس گدیلے پر بیٹھا تھا جو آپؑ کے گدیلے سے متصل تھا اور یحییٰ بن اکثم آپؑ کے سامنے آکر بیٹھا تھا تو مامون نے کہا کہ اس سلسلہ میں انہیں سے اجازت لو، تو یحییٰ بن اکثم آپؑ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں، پؑ مجھے کوئی سوال کرنے کی اجازت دیتے ہیں تو ابوجعفرؑ نے فرمایا کہ اگر چاہو تو سوال کر لو، تو یحییٰ کہنے لگا ''میں آپ پر قربان جاؤ'' کیا فرماتے ہیں آپؑ اس محرم میں جو شکار کو قتل کر دے۔

تو ابوجعفرؑ نے فرمایا

اس نے حل میں قتل کیا یا حرم میں وہ محرم عالم تھا یا جاہل عمداً قتل کیا یا خطاؤ غلطی سے، وہ محرم حر تھا یا غلام وہ چھوٹا تھا یا بڑا پہلی دفعہ قتل کیا ہے یا دوبارہ، وہ شکار پرندوں میں سے تھا یا ان کے علاوہ، چھوٹا شکار تھا یا بڑا جو کچھ اس نے کیا اس پر خوش تھا یا نادم و پشیمان، رات کو اس نے شکار کیا یا دن کو، اس محرم نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا (جب شکار کو قتل کیا) یا حج کا! پس یحییٰ بن اکثم حیران و پریشان ہو گیا اور اس کے چہرے پر عجز و انکسار اور لاجواب ہونے کے آثار نمایاں ظاہر ہو گئے اور اس کی زبان لڑکھڑانے لگی، یہاں تک کہ اہل مجلس نے اس کی حالت کو بھانپ اور اس کے معاملہ کو پہچان لیا تو مامون نے کہا قابل تعریف ہے خدا جس نے احسان فرمایا اور مجھے اچھی رائے کی توفیق دی پھر اس نے اپنے خاندان کے لوگوں کی طرف دیکھا اور کہا کہ اب تمہیں اس کی پہچان ہو چکی ہوگی جس کا تمہیں انکار تھا پھر مامون ابوجعفرؑ کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا کہ

اے ابوجعفرؑ! کیا آپؑ خواستگاری کریں گے آپؑ نے فرمایا، ہاں ''امیرالمومنین''

تو آپؑ سے مامون نے کہا کہ میں آپؑ پر قربان! آپ اپنے لیے خواستگاری کریں۔ میں اپنے لیے آپؑ کو پسند کرتے ہوئے اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی آپؑ سے کرتا ہوں اگرچہ اس سے ایک قوم کی ناک

کٹ جائے گی تو ابوجعفرؑ نے فرمایا:

الحمدللہ اقرار ابنعمتہ ولا الہ الا اللہ اخلاصا لواحدانیتہ و صلی اللہ علی محمد سید بریتہ والاصفیاء من عترتہ امابعد فقدکان من فضل اللہ علی الانام ان اغناھم بالحلال عن الحرام فقال سبحانہ "وانکحوا الایامی منکم والصالحین من غبادکم وامائکم ان یکونوا فقرا یغتھم اللہ من فضلہ و اللہ و اسع علیم

"سب تعریف ہے اللہ کے لیے اس کی نعمت کا اقرار کرتے ہوئے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی وحدانیت کے اخلاص کو ظاہر کرتے ہوئے اور اللہ کی رحمت ہو اس کی مخلوق کے سردار محمد اوران کی برگزیدہ عترت پر، امابعد بے شک لوگوں پر اللہ کا فضل وکرم ہے حلال کے ذریعہ اس نے حرام سے بچایا ہے پس اللہ سبحانہ فرماتا ہے تم اپنی قوم کی بیوہ عورتوں اور نیک غلاموں اور کنیزوں کا نکاح کردیا کرو اگر وہ فقر ومحتاج ہوئے، تو خدا اپنے فضل وکرم سے غنی اور تونگر بنادے گا اور اللہ وسعت دینے والا اور جاننے والا ہے۔"

(آپ نے پھر اس کے بعد فرمایا) محمد بن علی بن موسیٰ خواستگاری کرتا ہے ام الفضل دختر عبداللہ مامون کی اور اس کے لیے مہر اپنی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت محمد علیہما السلام والا دیتا ہے محمد اور وہ خالص پانچ سو درہم ہیں تو کیا اے "امیر" آپؑ اس سے اس کی شادی مہر مذکورہ پر کرتے ہیں تو مامون نے کہا، ہاں! میں آپؑ سے اے ابوجعفرؑ اپنی بیٹی ام الفضل کی مہر مذکورہ پر تزویج اور نکاح کرتا ہوں تو کیا آپؑ نکاح کو قبول کرتے ہیں تو ابوجعفرؑ نے فرمایا میں اس کو قبول کرتا ہوں اور اس پر راضی ہوں پس مامون نے خاص و عام کو حکم دیا کہ وہ اپنے مراتب پر بیٹھ جائیں۔

ریان کہتا ہے کہ ہم وہاں ٹھہرے ہی تھے کہ ہم نے ملاحوں کی زبان سے مشابہ آوازیں سنیں۔ اچانک خادم ایک کشتی کو کھینچتے ہوئے لائے جو چاندی سے بنی ہوئی تھی اور ریشم کی ایک رسی سے ایک گاڑی کے ساتھ بندھی ہوئی تھی جو خوشبو سے پر تھی تو مامون نے حکم دیا کہ خواص کی داڑھیاں اس خوشبو سے خضاب کی جائیں پھر اس کشتی کو عوام کی جگہ تک لے جایا گیا اور انہوں نے اس سے خوشبو لگائی اور دسترخوان بچھائے

گئے اور لوگوں نے کھانا کھایا اور ہر ایک کو اس کی قدر و منزلت کے مطابق انعامات دیئے گئے پس جب لوگ چلے گئے اور خاص لوگ رہ گئے تو مامون نے ابوجعفرؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ

میں آپ قربان جاؤں اگر مناسب خیال کریں تو محرم کے شکار کو قتل کرنے کی جو آپ نے تفصیل سے صورتیں بیان فرمائی ہیں ان کے فقہی مسائل حل بھی ذکر فرمائیں تا کہ ہم بھی جان لیں اور فائدہ حاصل کریں۔

تو ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: بہت اچھا!

اگر احرام باندھنے کے بعد ''حل میں (حدود حرم سے باہر) شکار کرے اور وہ شکار پرندہ ہو اور وہ بڑا بھی ہو تو اس کا کنارہ ایک بکری اور اگر ایسا شکار حرم میں کیا ہے تو دو بکریاں ہیں۔

اور اگر کسی چھوٹے پرندہ کو ''حل'' میں شکار کرے تو اس پر دینے کا ایک بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو کنارہ ہوگا۔

اور اگر شکار جو پایہ ہو (تو کئی قسمیں ہوں گی) اگر وہ وحشی جانوروں میں سے وحشی گدھا ہے تو اس پر ایک گائے اور شتر مرغ ہے تو ایک اونٹ اور اگر ہرن ہے تو ایک بکری کفارہ دے گا (یہ کفارہ تو جب ہے جب شکار حل میں ہو)۔

لیکن اگر اسی شکار کو حرم میں قتل کرے تو کفارہ دگنا ہوگا اور وہ جانور جو کفارہ میں دے گا انہیں خانہ کعبہ تک پہنچائے اگر احرام عمرہ کا تھا اور اگر احرام حج کا تھا تو قربانی منی میں کرے گا۔

ان کفاروں میں عالم و جاہل دونوں برابر ہیں۔

جان بوجھ کر (عمداً) شکار کرنے میں کفارہ دینے کے ساتھ گناہگار بھی ہے ہاں غلطی سے بھولے سے کرنے میں گناہگار نہیں ہوگا۔

آزاد شخص اپنا کفارہ خود دے گا اور غلام کا کفارہ اس کے آقا پر ہوگا۔ چھوٹے بچے پر کفارہ نہیں ہے اور بالغ پر دنیا واجب ہے۔

اگر اپنے فعل پر نادم و پشیمان ہوا تو آخرت کے عذاب سے ندامت کی وجہ سے بچ جائے گا لیکن اگر مصر ہوگا تو آخرت میں بھی عذاب کا بھی ہوگا مامون نے (یہ سن کر) آپ سے کہا

اے ابوجعفر خدا آپ پر احسان فرمائے (کیا خوب وضاحت فرمائی ہے) اب اگر آپؑ مناسب خیال کریں تو یحییٰ سے بھی سوال کریں جس طرح اس نے آپؑ سے سوال کیا تو ابوجعفرؑ نے یحیٰی سے کہا کہ میں تم سے سوال کروں تو وہ کہنے لگا آپؑ پر قربان جاؤں، یہ آپؑ کے اختیار میں ہے، پس اگر اس سوال کا جواب جانتا ہوں گا تو عرض کروں گا، ورنہ آپؑ سے استفادہ کروں گا تو ابوجعفرؑ نے اس سے فرمایا کہ

مجھے اس شخص کے متعلق خبر دو کہ جس نے صبح کے وقت ایک عورت کی طرف دیکھا تو دیکھنا اس کے لیے

حرام تھا پس جب دن چڑھ آیا تو وہ عورت اس کے لیے حلال ہوگئی، جب زوال شمس ہوا تو وہ اس کے لیے حرام ہوگئی اور عصر کا وقت ہوا تو وہ اس کے لیے حلال ہوگئی، غروب شمس ہوا تو حرام عشاء کا وقت ہوا تو حلال جب آدھی رات ہوئی تو حرام ہوگئی اور جب فجر طلوع ہوئی تو وہ حلال ہوگئی یہ کیسی عورت ہے اور کس وجہ سے وہ عورت اس پر حلال ہوئی اور حرام ہوئی!

تو یحییٰ بن اکثم نے کہا: خدا کی قسم میں اس سوال کے جواب دینے کی راہ نہیں پاتا (مجھے نہیں معلوم) اور نہ ہی اس کی وجہ جان سکا ہوں، پس اگر آپؑ مناسب سمجھیں تو ہمیں اس سے مستفید فرمائیں۔

تو ابوجعفرؑ نے فرمایا کہ

یہ لوگوں میں سے کسی مرد کی کنیز ہے ایک اجنبی شخص نے دن کے پہلے حصہ میں دیکھا تو اس کا دیکھنا اس پر حرام ہے دن چڑھا تو اس اجنبی نے اسے اس کے مولا سے خرید کرلیا تو وہ اس پر حلال ہوگئی، جب ظہر کا وقت ہوا تو اس نے اسے آزاد کردیا تو وہ اس پر حرام ہوگئی، عصر کا وقت ہوا تو اس سے نکاح کرلیا تو حلال ہوگئی جب مغرب کا وقت آیا تو اس سے ظہار کرلی (کہا کہ تیری پشت میری ماں بہن کی طرح ہے) تو اس پر حرام ہوگئی اور جب عشاء کا وقت آیا تو ظہار کا کفارہ ادا کردیا تو حلال ہوگئی پس جب آدھی رات کا وقت آیا تو اس کو ایک طلاق دی تو حرام ہوگئی اور جب صبح صادق کا وقت آیا تو رجوع کرلیا، تو وہ اس کے لیے حلال ہوگئی۔

راوی کہتا ہے کہ

پس مامون اپنے خاندان کے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوا جو وہاں موجود تھے اور ان سے کہا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جو اس مسئلہ کا اس طرح جواب دے سکے یا گذشتہ سوال میں عمدہ سا کوئی قول پیش کرسکے تو وہ کہنے لگے نہیں، خدا کی قسم امیرالمومنین بہتر جانتے ہیں جو رائے انہوں نے قائم کی ہے تو مامون کہنے لگا خدا تمہارا بھلا کرے بے شک مخلوق میں سے جو فضیلت تم نے ان کی دیکھی ہے اس گھرانے والے ہی اس سے مخصوص ہیں عمر کا ان میں کوئی لحاظ نہیں ان کا چھوٹا اور صغیر السن ہونا ان کے لیے کمال سے مانع نہیں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہؐ نے اپنی دعوت کا آغاز امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالبؑ کو دعوت دے کر کیا جب کہ وہ دس برس کے تھے ان کے اسلام کو قبول کیا اور ان کے اسلام کا ان پر حکم کیا اور آپؐ کے علاوہ کسی آپ کے ہمسن کو دعوت نہیں دی اور حسنؑ و حسینؑ سے بیعت لی اور حالانکہ ان کی عمریں چھ سال سے کم تھیں اور ان کے علاوہ کسی بچے سے بیعت نہیں لی تو کیا تمہیں ابھی اس چیز کا علم نہیں ہوا کہ جس سے خدا نے اس قوم کو مخصوص کیا ہے اور یہ ذریت ہیں جو بعض بعض سے ہیں ان کے آخری کے لیے وہ کچھ جاری ہوتا ہے جو ان کے پہلے کی طرف جاری ہوتا ہے، وہ کہنے لگے۔

اے امیرالمومنین! آپ نے سچ کہا پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے جب دوسرا دن ہوا تو لوگ حاضر ہوئے اور ابوجعفر بھی تشریف لائے اور خاص و عام قائدین و دربان سب مامون اور حضرت ابوجعفرؑ کو مبارک باد، دینے چلے تو

تین طبق چاندی کے لائے گئے کہ جن میں گوندھی ہوئی مشک وزعفران کی گولیاں تھیں کہ جن گولیوں کے اندر رقعے تھے جن میں بڑے بڑے مال اور بلند عطیے اور جاگریں لکھی ہوئی تھیں، پس مامون نے حکم دیا کہ خواص میں ان کو تقسیم کیا جائے تو جس کسی کے ہاتھ میں کوئی گولی آجاتی تو اس میں جو رقعہ ہوتا وہ اس کو نکلتا اور جا کر اس انعام کا سوال کرتا جو اسے آرام سے مل جاتا اور تھیلیاں لا کر ان میں جو کچھ تھا اسے قائدین وغیرہ پر نثار کیا گیا اور لوگ اس حالت میں واپس آئے کہ وہ انعامات وعطیات سے تونگر ہو چکے تھے، ماموں نے سب مسکین کو صدقہ دیا اور ہمیشہ ابوجعفرؑ کے مقامات قدر ومنزلت کی عزت وتوقیر کرتا اور انہیں اپنی اولاد اور خاندان کے افراد پر ترجیح دیتا رہا۔

کچھ لوگوں نے روایت کی ہے کہ ام الفضل نے مدینہ سے اپنے باپ کی طرف خط لکھا جس میں ابوجعفرؑ کی شکایت کی کہ وہ کنیزوں کے ساتھ رات بسر کرتے ہیں اور دوسری عورتوں سے شادی کرتے ہیں تو مامون نے اسے لکھا کہ

اے بیٹی! ہم نے تیری شادی ابوجعفرؑ سے اس لیے نہیں کی کہ ہم ان کے لیے حلال کو حرام کر دیں پس جو چیزیں تم نے ذکر کی ہیں وہ دوبارہ نہ کرنا۔

۲۔ جب ابوجعفرؑ بغداد سے مامون کے ہاں سے ام الفضل کو ساتھ لے کر واپس مدینہ کی طرف چلے اور باب الکوفہ والی سڑک پر آئے تو آپؑ کے ساتھ کچھ لوگ تھے جو آپؑ کی مشایعت کر رہے تھے آپؑ دار المسیب تک پہنچے تو اتر کر مسجد میں گئے مسجد کے صحن میں ایک بیری کا درخت تھا جس میں ابھی تک پھل نہیں لگا تھا۔

آپؑ نے پانی کا کوزہ منگوایا اور بیری کے درخت کی جڑ میں وضو کیا، پھر آپؑ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھائی پہلی رکعت میں الحمد اور اذا جاء نصر اللہ، دوسری میں الحمد اور قل ہو اللہ اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھا اور تیسری رکعت پڑھی تشہد وسلام کہا پھر تھوڑی دیر بیٹھ کر ذکر خدا کرتے رہے اور تعقیبات کے بغیر کھڑے ہو گئے اور چار رکعت نوافل پڑھے اور ان کے بعد کچھ تعقیبات پڑھے اور پھر دو شکر کے سجدے کئے۔ پھر وہاں سے باہر نکلے جب لوگ بیری کے درخت کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ اس پر بہترین پھل آچکا ہے تو انہیں اس سے تعجب ہوا اور اس کے بیر کھائے پس اس میں میٹھے بیر تھے کہ جس میں گٹھلی نہیں تھی پھر لوگ آپؑ سے الوداع ہوئے اور آپ مدینہ کی طرف تشریف لے گئے پھر آپؑ وہاں مدینہ ہی میں رہے یہاں تک کہ ۲۲۵ھ کی ابتداء میں معتصم نے آپؑ کو بغداد میں طلب کیا جہاں سے آپ کو پلٹنا نصیب نہ ہوا یہاں تک کہ اسی سال کے ماہ ذیعقد کے آخر میں آپؑ کی وفات ہوئی اور آپؑ اپنے جد بزرگوار کی پشت والی زمین میں دفن ہوئے۔

۳۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے احمد بن ادریس سے اس نے محمد بن حسان سے علی بن خالد سے وہ کہتا ہے کہ

میں مقام عسکر (سامرہ) میں تھا تو مجھے خبر پہنچی کہ وہاں پر ایک شخص قید ہے جسے شام کے علاقہ سے قید

کر کے لایا گیا ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے چنانچہ میں وہاں آیا اور دربانوں سے ساز باز کر کے میں اس تک پہنچ گیا وہ مرد سمجھدار اور عقل مند تھا، میں نے اس سے کہا کہ اے شخص! تمہارا کیا واقعہ ہے! وہ کہنے لگا کہ میں ایک شخص ہوں جو شام میں اللہ کی عبادت اس جگہ کیا کرتا تھا جس جگہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سر امام حسینؑ دفن کیا گیا تھا ایک رات اپنی جگہ محراب کے رخ پر بیٹھا ذکر خدا کر رہا تھا کہ اچانک میں نے اپنے سامنے ایک شخص کو دیکھا جب میں نے اس کی طرف نگاہ کی تو اس نے مجھ سے کہا کہ کھڑا ہو جا میں اٹھ کھڑا ہوا تو وہ مجھے لے کر تھوڑا سا ہی چلا تو اچانک میں مسجد کوفہ میں تھا اس نے مجھ سے کہا کہ کیا اس مسجد کو پہنچانتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں یہ مسجد کوفہ ہے پس اس شخص نے وہاں نماز پڑھی اور میں نے بھی نماز پڑھی پھر وہ مڑا اور اس کے ساتھ میں بھی مڑا پھر وہ میرے سامنے تھوڑا سا چلا تو اچانک ہم مسجد رسولؐ میں تھے تو اس شخص نے رسول اللہؐ پر سلام کیا اور نماز پڑھی میں نے بھی اس کے ساتھ نماز ادا کی پھر وہ نکلا اور اس کے ساتھ بھی وہاں سے نکلا تھوڑا سا چلا تو اچانک میں مکہ میں تھا اور اس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا میں نے بھی اس کے ساتھ ہی خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر نکلا اور تھوڑا سا چلا تو اچانک میں اپنی اسی جگہ پر تھا کہاں شام کے علاقہ میں اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا اور وہ شخص میری آنکھوں سے غائب ہو گیا اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا میں سال بھر اس پر تعجب کرتا رہا پس جب اگلا سال آیا تو پھر میں نے اسی شخص کو دیکھا اور خوش ہوا اس نے مجھے بلایا تو میں نے اس کی دعوت قبول کر لی اس نے گذشتہ سال کی مانند سب کچھ کیا۔ جب وہ شام میں مجھ سے جدا ہونے لگا میں نے اس سے کہا تجھے اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تجھے یہ قدرت دی ہے جو میں نے دیکھی ہے مجھے خبر دیجیے کہ آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں محمد بن علی بن موسی بن جعفر ''علیہم السلام'' ہوں، بعد میں میں نے یہ خبر ہر اس شخص سے بیان کی جو میرے پاس آتا اس طرح یہ خبر محمد بن عبدالملک زیات تک پہنچی تو اس نے مجھے زنجیروں سے قید کروا کر عراق بھیج کر یہاں مجھے قید کر دیا ہے جس طرح تم دیکھ رہے ہو اور میرے خلاف ایک محال چیز کا دعویٰ کیا گیا کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں تو میں نے اس سے کہا کہ میں تیرا معاملہ محمد بن عبدالملک زیات کے سامنے کہوں تو اس نے کہا، کر دیکھو پس میں نے اس کی طرف یہ واقعہ لکھتے ہوئے معاملہ کی تشریح کی اور اسے محمد بن عبدالملک زیات کے پاس بھیجا تو اس نے اس خط کی پشت پر لکھا جس نے تجھے شام سے کوفہ، کوفہ سے مدینہ، مدینہ سے مکہ کی طرف لے گیا اور تجھے مکہ سے شام پہنچا دیا اس سے کہو کہ وہ تجھے اس قید سے نکال لے جائے علی بن خالد کہتا ہے کہ اس سے مجھے دکھ ہوا مجھ پر رقت طاری ہوئی اور میں مغموم واپس لوٹ آیا پس جب میں دوسرے دن صبح سویرے قید خانے کی طرف گیا تا کہ اسے واقع بتاتے ہوئے صبر و تسلی کا حکم دوں تو میں نے لشکر اور نگہبانی کرنے والوں اور داروغہ اور بہت سے لوگوں کو دیکھا جو کہ بڑی دوڑ دھوپ کر رہے ہیں جب میں نے ان کی حالت کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ جس شخص کو شام سے لایا گیا تھا جو دعویٰ نبوت کرتا تھا وہ آج رات قید خانہ سے گم ہو گیا ہے پس ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ زمین اسے نگل گئی ہے یا کوئی

پرندہ اسے اٹھا کر لے گیا ہے اور یہ شخص یعنی علی بن خالد سے پہلے زیدی مذہب تھا بعد میں وہ امامت (اثناعشریہ) کا قائل ہو چکا ہوا تھا جب یہ کچھ دیکھا تو اور اس کا اعتقاد مزید پختہ ہو گیا۔

۴۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے معلیٰ بن محمد سے اس نے محمد بن علی سے اس نے محمد بن حمزہ سے اس نے محمد بن علی ہاشمی سے وہ کہتا ہے کہ

میں حضرت ابوجعفر محمد بن علی علیہما السلام کی خدمت میں اس صبح کو گیا جس روز ماموں کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی، میں نے رات دوا کھائی تھی اور سب سے پہلے صبح کے وقت میں آپؑ کے پاس گیا تو مجھے پیاس لگی لیکن اچھا نہ لگا کہ میں پانی مانگوں پس ابوجعفرؑ نے میرے چہرے کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ میں تجھے پیاسا دیکھ رہا ہوں میں نے عرض کیا کہ جی ہاں تو آپؑ نے غلام سے فرمایا کہ ہمیں پانی پلاؤ، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ آپ کوزہر آلود پانی لا کر دیں گے اس سے میں غم زدہ ہو گیا، تو غلام پانی لے کر آیا تو آپؑ میرے چہرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے پھر فرمایا اے غلام مجھے پانی دو پس آپؑ نے پانی لے کر کچھ پی کر مجھے دیا تو میں نے پانی پیا اور میں کافی دیر تک آپؑ کے پاس بیٹھا رہا مجھے پھر پیاس لگی تو آپؑ نے پانی منگوایا اور اسی طرح کیا جس طرح پہلی مرتبہ کیا تھا پس آپؑ نے پانی پی کر پھر مجھے دیا اور مسکرائے محمد بن حمزہ کہتا ہے کہ مجھ سے محمد بن علی ہاشمی نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ ابوجعفرؑ دلوں کے حالات جانتے ہیں جس طرح کہ رافضی کہتے ہیں۔

۵۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے اپنے اصحاب کے ایک گروہ سے انہوں نے احمد بن محمد سے اس نے حجال اور عمرو بن عثمان سے انہوں نے اہل مدینہ میں سے ایک مرد سے اس نے مطرفی سے جس نے کہا کہ

حضرت ابوالحسنؑ چل بسے اور میرے آپؑ کے ذمہ چار ہزار درہم تھے کہ جنہیں میرے اور ان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا پس میری طرف ابوجعفرؑ نے پیغام بھیجا کہ کل میرے پاس آنا۔ چنانچہ میں دوسرے دن آپؑ کے پاس گیا تو آپؑ نے فرمایا ابوالحسن تو چل بسے ہیں اور تیرے آپؑ پر چار ہزار درہم قرض ہیں، میں نے عرض کیا کہ جی ہاں، تو آپؑ نے وہ مصلی اٹھایا، جو آپؑ کے نیچے تھا تو اچانک اس کے نیچے دینار تھے پس آپؑ نے وہ مجھے دیئے تو ان کی قیمت اس وقت چار ہزار درہم تھی۔

۶۔ مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے معلیٰ بن محمد سے وہ کہتا ہے کہ

آپؑ کے والد کی وفات کے اوائل میں میرے سامنے ابوجعفرؑ (محمد تقی) باہر تشریف لائے تو میں غور سے آپؑ کی قد و قامت کو دیکھنے لگا تاکہ میں اپنے اصحاب کو آپؑ کی قامت بتا سکوں تو آپؑ بیٹھ گئے اور فرمایا اے معلیٰ! بے شک خدا نے امامت میں اسی طرح حجت قرار دی ہے جس طرح نبوت میں قرار دی ہے، پس خدا (حضرت یحییٰ

کی نبوت کے بارے میں) فرماتا ہے

واتیناہ الحکم صبیا

"اور ہم نے اسے حکم دیا بچپن میں۔"

۷۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے سہل بن زیاد سے اس نے ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری سے وہ کہتا ہے کہ

میں ابوجعفرؑ کی خدمت میں گیا تو میرے پاس تین رقعے بغیر عنوان کے تھے اور وہ مجھ پر متشبہ ہو گئے تھے پس میں غم ناک ہوا تو آپؑ نے ایک کو اٹھایا اور فرمایا کہ یہ زبان بن سبیب کا رقعہ ہے پھر دوسرے کو اٹھایا اور فرمایا یہ فلاں کا رقعہ ہے تو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں اور میں مبعوت ہو گیا اور آپؑ کی طرف دیکھ رہا تھا تو آپؑ مسکرائے اور تیسرا رقعہ اٹھایا اور فرمایا یہ فلاں کا رقعہ ہے تو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں، آپؑ پر قربان جاؤں، پھر آپؑ نے مجھے تین سو دینار دیئے اور مجھے حکم دیا کہ میں آپؑ کے فلاں عزیز کو پہنچادوں اور فرمایا، یاد رکھو وہ تجھ سے کہے گا کہ مجھے کسی اہل حرفت کی راہنمائی کرو جو اس رقم سے میرے لیے مال ومتاع خرید کرے تو اسے راہنمائی کر دینا، وہ کہتا ہے کہ میں اس کے پاس دینار لے کر گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اے ابو ہاشم! میری کسی اہل حرفت تک راہنمائی کرو جو میرے لیے سامان و مال خرید کرے تو میں نے کہا بہت اچھا کروں گا آپؑ کی طرف جاتے ہوئے) راستہ میں مجھ سے شتربان نے گفتگو کی اور مجھ سے التجاء کی کہ میں آنحضرتؑ سے عرض کروں کہ وہ اسے اپنے بعض اصحاب کے ساتھ اپنے معاملات میں داخل کر لیں پس میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپؑ سے گفتگو کروں تو میں نے آپؑ کو کھانا کھاتے دیکھا اور آپؑ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی تھے لہٰذا میں آپؑ سے گفتگو نہ کر سکا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا

اے ابو ہاشم کھانا کھالو اور میرے سامنے کھانا رکھا گیا پھر آپؑ نے مجھ سے سے پوچھے بغیر اپنے ملازم سے فرمایا اے لڑکے! دیکھو ذرا اس شتربان کو جسے ابو ہاشم لے کر آیا ہے اور اسے اپنے ساتھ شامل کر لو۔

۹۔ ابو ہاشم کہتا ہے کہ میں آپؑ کے ساتھ ایک دن باغ میں گیا تو میں نے آپؑ سے عرض کیا

میں آپؑ پر قربان جاؤں میں مٹی کھانے کا بہت زیادہ دلدادہ ہوں میرے لیے اللہ سے دعا کیجیے تو آپؑ خاموش رہے اور پھر کچھ دنوں کے بعد ملتے ہی کہنے لگے اے ابو ہاشم خدا نے مٹی کا کھانا تجھ سے ختم کر دیا ہے ابو ہاشم کہتا ہے واقعاً (جس روز دعا کی تھی) اس دن سے میرے نزدیک اس مٹی کھانے سے زیادہ کوئی چیز مبغوض نہیں تھی۔

اس سلسلہ میں روایت بہت ہیں لیکن جو کچھ ہم تحریر کر چکے ہیں وہ انشاء اللہ ہمارے مقصود کے لیے کافی ہیں۔

ابوجعفر محمد تقیؑ کی وفات، اس کا سبب، قبر اور تذکرہ اولاد

ابوجعفر علیہ السلام کی ولادت کا بیان پہلے گزر چکا ہے اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ آپؑ مدینہ میں پیدا ہوئے آپؑ کی رحلت بغداد میں ہوئی اور آپؑ کے بغداد میں جانے کا سبب معتصم کا آپؑ کو مدینہ سے بلوانا اور حاضر کرنا تھا آپ ۲ محرم ۲۲۰ھ میں بغداد پہنچے اور اسی سال ماہ ذیقعدہ میں آپؑ کی وفات ہوئی اور کہا گیا ہے کہ آپؑ کو زہر دے کر شہید کیا گیا ہے لیکن میرے ہاں یہ خبر ثابت نہیں ہوسکی تا کہ میں اسے شاہد بناؤں (آئمہ اہل بیتؑ سے یہ روایت کتب معتبرہ میں منقول وموجود ہے کہ مامنا الا مقتول او مسموم ہم میں سے ہر شخص کو قتل کیا گیا یا زہر دی گئی اور پھر ہر امام کے حالات زندگی میں یہاں تک کہ بعض اہل سنت کی کتب سے بھی نقل ہوا کہ انہیں فلاں بادشاہ نے زہر دی جیسا کہ ابوجعفرؑ کے متعلق منقول ہے کہ معتصم نے ام الفضل کے ذریعہ آپؑ کو زہر دیا اور اس کا آپؑ کو بغداد بلانا بھی اسی کی غمازی کرتا ہے چونکہ اس زمانہ میں کتب تک رسائی کم تھی ہوسکتا کہ جناب شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ ان روایات تک پہنچی نہ ہو، مترجم)

آپؑ کو مقابر قریش میں آپؑ کے جد بزرگوار ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کی پشت کی طرف دفن کیا گیا اور جس دن آپؑ کی وفات ہوئی آپؑ کی عمر پچیس برس اور کچھ ماہ تھی اور آپؑ کے القاب منتخب اور مرتضی تھے (جیسا کہ آپؑ کے مشہور القاب تقی اور جواد بھی ہیں، مترجم)

آپ نے اپنے بعد جو اولاد چھوڑی وہ یہ ہیں۔

۱۔ علی جو آپ کے بیٹے اور آپ کے بعد امام ہیں۔

۲۔ موسیٰ اور دو بیٹا فاطمہ اور امامہ اور جن دو لڑکوں کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے علاوہ آپ کا کوئی اور لڑکا نہیں تھا آپ کی ایک صاحبزادی جناب حکیم خاتون ہیں جن کا تذکرہ امام زمانہ کے حالات اور دوسرے کئی مقامات پر موجود ہے اور ان کی قبر بھی سامرہ میں امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے ساتھ موجود ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ مترجم

باب

امام علی نقیؑ کے حالات

امام ابوجعفر محمد تقیؑ کے بعد والے امام کا ذکر، ان کی تاریخ ولادت، دلائل امامت، مذمتِ خلاف، عمر، وفات اور اس کا سبب، قبر، اولاد کی تعداد اور ان کے مختصر حالات

امام ابوجعفرؑ کے بعد ان کے فرزند ابوالحسن علی بن محمد علیہما السلام امام تھے کیونکہ آپؑ میں صفاتِ امامت جمع تھیں اور آپؑ کا فضل مکمل تھا اور آپؑ کے علاوہ آپؑ کے پدر بزرگوار کے مقام کا کوئی وارث نہ تھا امامت کی نص اور خلافت کا اشارہ ان کے پدر گرامی کی طرف سے ان کے لیے ثابت ہے اور آپؑ کی ولادت ۱۵ ذی الحج ۲۱۲ھ مقام صریا میں ہوئی جو مدینہ رسولؐ کے قریب ہے اور آپؑ کی وفات سرّ من رای (سامرہ) میں رجب ۲۵۴ھ دو سو چون ہجری میں ہوئی اس وقت پؑ کی عمر اکتالیس برس اور کچھ ماہ تھی اور متوکل نے آپؑ کی یحییٰ بن حرثمہ بن اعین کے ذریعہ مدینہ سے سرمن رای (سامرہ) کی طرف بلایا تھا پس کو دھیں رکھا گیا اور وہیں وفات پائی اور آپؑ کی مدت امامت تینتیس سال تھی اور آپؑ کی والدہ کنیز تھیں جنہیں سمانہ کہا جاتا ہے۔

آپؑ کی امامت پر نصوص و دلائل

۱۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن ابراہیم سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اسماعیل بن مہران سے وہ کہتا ہے کہ

جب ابوجعفرؑ مدینہ سے اپنی دونوں مسافرتوں میں سے پہلی دفعہ، بغداد کی طرف گئے تو میں نے آپؑ سے چلتے وقت عرض کیا، آپؑ پر قربان جاؤں، مجھے آپؑ کے وہاں جانے میں خوف سا محسوس ہوتا ہے۔ ہم آپ کے بعد امیر امامت میں کس کی طرف (رجوع کریں)؟

راوی کا بیان ہے کہ

آپ نے تبسم فرماتے ہوئے میری طرف غور سے دیکھا اور فرمایا

ابھی تیرے خدشہ کے مطابق وہ وقت نہیں آیا۔

پھر آپ کو جب معتصم کے حکم پر دوبارہ بلایا گیا تو میں امامؑ پھر کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔

میں آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ تو جا رہے ہیں تو آپؑ کے بعد یہ امر امامت یہ امر کس کی طرف ہے؟ تو آپؑ رو پڑے یہاں تک کہ ریش مبارک تر ہوگئی پھر آپؑ میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا اس دفعہ خطرہ ہے۔ امر امامت میرے بعد میرے بیٹے علیؑ کے سپرد ہے۔

۲۔ مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے خیرانی سے اس نے اپنے باپ سے وہ کہتا ہے کہ میں اپنی ملازمت کی وہ سے جس پر مامور تھا۔

ہمیشہ ابوجعفر محمد تقیؑ کے دروازے پر رہتا تھا اور احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری ہررات کے آخر میں سحری کے وقت آتا تھا تاکہ ابوجعفرؑ کی بیماری کی خبر معلوم کرے اور جو قاصد ابوجعفر اور خیراتی کے درمیان آتا جاتا رہتا تھا جب وہ آتا تو احمد کھڑا ہوجاتا اور قاصد علیحدگی میں اس سے ملتا خیرانی کہتا ہے کہ قاصد ایک دن نکلا اور احمد بن محمد بن عیسیٰ وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور قاصد علیحدگی میں مجھے ملا اور احمد چکر لگانے لگا اور وہ ایسی جگہ کھڑا ہوا جہاں سے گفتگو سن سکتا تھا تو قاصد نے کہا کہ آپ کے مولا آپ کو سلام کہہ رہے تھے اور آپ سے کہہ رہے تھے میں جانے والا ہوں اور میرے بعد میرا بیٹا علی نقیؑ امام ہے اور تم پر میرے اس بیٹے کیل یے میرے بعد وہی کچھ فرض ولازم ہے جو میرے لیے میرے پدر گرامی کے بعد تم پر لازم وفرض ہے۔ پھر وہ قاصد لوٹ گیا تو احمد اپنی جگہ پر آ کر مجھ سے کہنے لگا اس خادم نے تمہیں کیا کہا ہے؟

میں نے کہا خیر خیریت ہے۔

تو وہ کہنے لگا جو کچھ تم دونوں کی آپس میں گفتگو ہوئی ہے میں نے سن لی ہے اور پھر ہماری طرف بات دہرادی۔

تو میں نے اسے کہا اس طرح تیرا چھپ کر سننا تیرے خدا کی طرف سے حرام تھا کیونکہ ارشاد خداوندی ہے

کسی کے پوشیدہ حالات کے لیے تجسس نہ کرو۔

اب اگر تو نے سن ہی لیا ہے تو اس کی حفاظت کرو شاید کسی دن اس کی ضرورت پڑے اور وقت سے پہلے کسی کو بتانے سے گریز کرنا۔

میں نے صبح اٹھ کر یہ پیغام دس رقعوں میں لکھ کر ان پر مہر لائی اور اپنے دس معتبر ساتھیوں کو دے کر کہا کہ اگر میں ان کا تم سے مطالبہ کرنے سے پہلے مرجاؤں تو پھر ان رقعوں کو کھول کر ان پر عمل کرنا۔

امام ابوجعفر محمد تقیؑ رحلت فرمائے گئے تو ان کی رحلت کے بعد میرا آنا جانا کہیں نہ تھا اور ایک دن پتہ چلا کہ سرکردہ شیعہ حضرات محمد بن فرج کے پاس اکٹھے ہوئے ہیں اور آپس میں امر امامت میں بات چیت کر رہے ہیں تو مجھے محمد بن فرج نے خط لکھا جس میں مجھے بتایا کہ وہ لوگ اس ک پاس جمع ہیں اور اس نے مجھے کہا کہ اگر

شہرت کا ڈر نہ ہوتا تو میں انہیں لے کر آپ کے پاس آتا لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ آپ سوار ہو کر میرے پاس آئیں چنانچہ میں سوار ہو کر اس کے ہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ قوم اس کے پاس جمع ہے پس اس سلسلہ امامت کے بارے باتیں کرتے رہے تو میں نے اکثر کو تردد و شک کی حالت میں پایا تو جن لوگوں کے پاس رقعے تھے میں نے ان سے کہا کہ رقعے نکالو، تو انہوں نے وہ رقعے نکالے تو میں نے ان سے کہا کہ یہ ہے وہ کچھ جس کے لیے مجھے حکم دیا گیا ہے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم دوست رکھتے تھے کہ آپ کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی دوسرا بھی ہوتا تا کہ اس بات کی تاکید و تائید ہو جاتی تو میں نے کہا کہ خدا نے تمہاری پسند کا انتظام کر دیا ہے یہ ابوجعفر اشعری ہے جو اس پیغام کے سننے میں میری گواہی دیتا ہے سوال کرلو، ان لوگوں نے اس سے سوال کیا تو اس نے گواہی دینے میں توقف کیا تو میں نے اسے مباہلہ کی دعوت دی جس سے وہ ڈر گیا اور کہنے لگا کہ میں نے یہ سنا ہے اور یہ ایسی عزت اور تکریم ہے کہ میں دوست رکھتا تھا کہ عرب میں سے کسی کے لیے ہوتی تو اب اگر مباہلہ کی نوبت ہے تو پھر اس گواہی کے چھپانے کا کوئی راستہ نہیں چنانچہ وہ قوم اس جگہ سے نہیں گئی یہاں تک کہ انہوں نے ابوالحسنؑ کے لیے امر امامت کو تسلیم کر لیا۔

اخبار اس بات میں بہت زیادہ ہیں اور اگر ہم ان کو تحریر کرنے لگیں تو کتاب طویل ہو جائے گی پوری جماعت شیعہ کا ابوالحسنؑ کی امامت پر اتفاق کر لینا اور آپؑ کے زمانہ کسی اور کا آپؑ کے سوا مدعی امامت نہ ہونا جس سے معاملہ میں اشتباہ پڑ جائے یہ چیزیں اس سے بے پرواہ کر دیتی ہیں کہ ہم تفصیل سے نصوص اخبار کو تحریر کریں۔

حضرت امام علی نقیؑ کے مختصر فضائل

۱۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے معلیٰ بن محمد سے وشا سے اس نے خیران اسباطی سے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں ابوالحسن علی بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا تیرے پاس واثق کی کیا خبر ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپؑ پر قربان جاؤں میں نے اسے خیر و عافیت میں چھوڑا ہے میں نے قریب ترین وقت میں اس سے ملاقات کی ہے راوی کہتا ہے کہ آپؑ نے فرمایا تو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ مر گیا تو جس وقت آپؑ نے فرمایا کہ لوگ یہ کہتے ہیں تو میں نے سمجھا کہ لوگ تو نہیں بلکہ لوگ سے مراد آپ کی اپنی ذات ہے پھر آپؑ نے پوچھا جعفر (بن معتصم) نے کیا کہا؟ میں نے کہا کہ جب میں چلا تو وہ قید میں بدترین حالت میں تھا راوی کہتا ہے کہ آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ یاد رکھو! کہ وہ تو اب حکومت کا مالک ہے پھر فرمایا کہ ابن زیات (وزیر واثق) کا کیا بنا؟ تو میں نے کہا کہ لوگ اس کے ساتھ ہیں اور اس کا حکم چلتا ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ یاد رکھو یہ حکومت اس کے لیے بدبختی کا سبب بن گئی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ

پھر آپؑ خاموش ہو گئے اور فرمایا کہ اے خیران اللہ کی تقدیریں اور اس کے احکام جاری ہو کر رہتے ہیں خیران! واثق مر چکا، جعفر متوکل تحت حکومت پر بیٹھ گیا اور ابن زیات مارا گیا ہے میں نے عرض کیا، کب؟ میں آپؑ پر قربان جاؤں، آپؑ نے فرمایا کہ تیرے وہاں سے خارج ہونے کے چھ دن بعد۔

۲۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن ابراہیم سے اس نے ابن نعیم بن محمد طاہری سے وہ کہتا ہے کہ

متوکل ایک پھوڑے کی وجہ سے بیمار ہو کر موت کے کنارے پہنچ گیا کسی شخص میں حوصلہ پیدا نہیں ہوتا تھا کہ عمل جراحی کے لیے لوہا اس کے قریب کر سکے (سب ڈرتے تھے) (یہ حالت دیکھ کر) متوکل کی ماں نے نذر مانی کہ اگر یہ شفایاب ہو گیا تو اپنا بہت سا مال جناب الوالحسن علی بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں پیش کرے گی۔

ادھر متوکل سے اس کے قریبی فتح بن خاقان نے کہا (کیا حرج ہے) اگر آپ اس شخص یعنی ابوالحسنؑ کے پاس کسی کو بھیجیں اور اس بارے میں دریافت کریں ان کے پاس ایسے کمال ہیں جن کی وجہ سے خدا تمہیں اس پھوڑے سے نجات دے دے۔ تو اس نے کہو پھر کسی کو بھیجو پس قاصد گیا اور واپس آیا اور کہنے لگا کہ بھیڑ بکری کی مینگنیاں لو اور انہیں گلاب کے پانی میں بھگو کر پھوڑے کے اوپر لگا دو تو حکم خدا سے یہ نفع مند ہو گا جو لوگ متوکل کے پاس تھے وہ آپؑ کے قول کا مذاق اڑانے لگے تو فتح نے ان سے کہا کہ جو نسخہ آپؑ نے بتایا ہے اس کا تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ اس سے درست ہو جائے گا پس مینگنیاں لائی گئیں اور انہیں گلاب کے پانی میں بھگو کر پھوڑے پر لگایا گیا تو پھوڑے کا منہ کھل گیا اور جو کچھ اس میں مواد تھا بہہ گیا ادھر متوکل کی ماں کو متوکل کی عافیت کی خوشخبری دی گئی تو اس نے دس ہزار دینار اپنی مہر سے لگا کر ابوالحسنؑ کی خدمت میں بھیجے اور متوکل کی بیماری جاتی رہی۔

چند دن گزرے تو بطحائی نے ابوالحسنؑ کے خلاف متوکل سے چغلی کی اور کہا کہ ان کے پاس مال اور ہتھیار ہیں تو متوکل نے سعید حاجب کو حکم دیا کہ وہ اچانک رات کے وقت حضرت کے مکان میں گھس جائے اور جو اموال و ہتھیار وہاں پر ملیں اٹھا کر لے آئے ابراہیم بن محمد کہتا ہے کہ مجھ سے سعید حاجب نے کہا کہ میں رات کے وقت ابوالحسنؑ کے گھر گیا اور میرے ساتھ سیڑھی تھی کہ جس کی مدد سے میں چھپ کے اوپر چڑھا اور تاریکی میں مکان کی کچھ سیڑھیاں نیچے اترا میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں گھر کے اندر تک کیسے پہنچوں تو اتنے میں ابوالحسنؑ نے گھر کے اندر سے پکار کر فرمایا اے سعید! اپنی جگہ ٹھہرو یہاں تک کہ تمہارے پاس شمع لائی جائے، پس تھوڑی دیر میں میرے پاس شمع لے آئے اور مکان میں اتر گیا تو میں نے آپؑ کے اوپر یشم کا ایک جبہ اور اسی کی ایک ٹوپی دیکھی آپؑ کا سجادہ ایک چٹائی کے اوپر تھا جو آپ کے سامنے تھی اور آنجنابؑ قبلہ رخ بیٹھے ہوئے تھے فرمایا گھر کے کمرے تیرے سامنے ہیں

پس میں ان کے اندر گیا ادھر ادھر دیکھا تو مجھے وہاں کوئی چیز نہ ملی اور میں نے ایک دس ہزار درہم کی تھیلی دیکھی جس پر متوکل کی ماں کی مہر لگی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ایک اور مہر شدہ تھیلی تھی تو مجھ سے ابوالحسنؑ نے فرمایا کہ مصلی بھی دیکھ لو تو میں نے اسے اٹھایا تو ایک تلوار دیکھی جو کپڑے کے نیام میں تھی تو میں وہ سب کچھ متوکل کے پاس لے گیا جب اس نے دس ہزار کی تھیلی پر اپنی ماں کی مہر لگی ہوئی دیکھی تو اس کی طرف کسی کو بھیجا اور وہ اس کے پاس آئی اور اس نے تھیلی کے بارے سوال کیا تو ایک خادم کا کہنا ہے کہ متوکل کی ماں نے کہا کہ میں نے تیری بیماری میں نذر کی تھی کہ اگر تجھے شفا ہوگئی تو میں اپنے مال میں سے دس ہزار دینار آنحضرتؑ کو دوں گی لہٰذا میں نے ان کو بھیجے تھے اور یہ میری ہی مہر اس پر لگی ہوئی ہے ابھی تک انہوں نے اسے چھیڑا بھی نہیں ہے، تو اس نے دوسری تھیلی کو کھول کر دیکھا تو اس میں چار سو دینز تھے تو متوکل نے حکم دیا کہ اس تھیلی کو دوسری تھیلی کے ساتھ ملا دو اور مجھ سے کہا کہ اے ابوالحسنؑ کے پاس لے جاؤ اور انہیں تلوار اور وہ تھیلی چار سو درہم والی اس رقم کے ساتھ جو اس میں ہے واپس کر آؤ اور میں وہ اٹھا کر ان کے پاس لے گیا اور مجھے آپؑ سے شرم آئی تو میں نے عرض کیا اے میرے سردار! مجھ پر دشوار گزرا کہ میں بغیر اجازت آپؑ کے گھر میں داخل ہوا لیکن میں تو مامور ہوں تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

''اور عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی بازگشت کدھر ہے۔''

۳۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے خبر دی ہے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے معلیٰ بن محمد سے اس نے احمد بن محمد بن عبداللہ سے اس نے علی بن محمد نوفلی سے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے محمد بن فرج رخجی نے کہا کہ حضرت ہادی امام علی نقیؑ نے مجھے لکھا کہ

اے محمد! اپنے معاملات کو سمیٹ لے اور اپنا بچاؤ کر لے، وہ کہتا ہے کہ میں اپنے معاملے کو سمیٹنے میں مشغول ہو گیا لیکن نہیں جانتا تھا کہ جو کچھ آپؑ نے مجھے لکھا ہے اس سے آپؑ کی مراد کیا ہے یہاں تک کہ میرے پاس (حکومت کا فرستادہ) قاصد آیا جو مجھے مصر سے بیڑیوں میں قید کر کے لے گیا اور میرے سارے مال کو گرفتار کر لیا اور میں آٹھ سال قید میں رہا، پھر قید خانے میں میرے پاس آپؑ کا خط آیا، اے! محمد بن فرج مغربی جانب میں (بغداد میں) قیام نہ کرنا۔ میں نے خط پڑھا تو اپنے دل میں کہا کہ ابوالحسنؑ مجھے یہ لکھ رہے ہیں جب کہ میں قید میں ہوں یہ بڑی عجیب بات ہے پس میں تھوڑے ہی دن اور قید میں رہا کہ مجھے رہائی مل گئی میری بیڑیاں نکال دی گئی اور میرا راستہ کھول دیا گیا، محمد کہتا ہے کہ قید سے نکلنے کے بعد میں نے آپؑ کو خط لکھا جس میں آپؑ سے التجاء کی کہ آپؑ خداوند عالم سے دعا کریں کہ میرا مال و اسباب مجھے واپس کر دے تو آپؑ نے لکھا کہ عنقریب وہ تیرا مال و اسباب واپس کر دے گا اور اگر وہ واپس نہ کرے تو بھی تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہے علی بن محمد نوفلی کہتا ہے کہ جب محمد بن فرج رخجی، سامرہ کی طرف واپس آیا تو اس کے لیے لکھ دیا گیا کہ اس کا مال و اسباب اس کو

واپس کیا جائے لیکن ابھی خط نہیں ملا تھا کہ وہ فوت ہو گیا۔
۴۔ علی بن محمد نوفل کا کہنا ہے کہ احمد بن خضیب نے محمد بن فرج کو سامرہ کی طرف جانے کا لکھا تو محمد بن فرج نے حضرت امام علی تقویٰؑ کو بطور مشورہ خط لکھا آپ نے جواب میں فرمایا جاؤ۔ انشاء اللہ اسی شہر میں تمہارے لیے (دنیا سے) نجات و کشائش ہے۔ پس وہ وہاں چلا گیا تھوڑے دن وہاں ٹھہرا کہ اس دنیا سے چل بسا (دنیا کی تکلیف سے نجات پا گیا)۔
۵۔ احمد بن عیسیٰ کی روایت ہے کہ مجھے ابو یعقوب نے بتایا کہ میں نے سامرہ میں محمد بن فرج کو ایک شام دیکھا جو حضرت ابوالحسن علی نقیؑ کے سامنے آیا آپ نے (حسرت کے ساتھ) اسے غور سے دیکھا۔ اگلے دن وہ بیمار ہوا چند روز بعد میں اس کی عیادت کے لیے گیا تو اس نے مجھے ایک پارچہ جو اس کے سرہانے تہ شدہ رکھا تھا دکھایا اور کہا کہ حضرت امام علی نقیؑ نے اس کی طرف بھیجا ہے۔
راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم اسے اسی میں کفن دیا گیا۔
۶۔ احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ذکر کیا کہ مجھ سے ابو یعقوب نے بیان کیا کہ میں نے ابوالحسن امام علی تقی کو احمد بن خضیب (متوکل کی طرف سے ایک افسر تھا پھر مقتصر کا وزیر بنا اور پھر مستعین نے اپنے زمانہ میں اسے قتل کروا دیا) کے ساتھ دیکھا دونوں (ایک ہی طرف) جا رہے تھے۔ امامؑ کی رفتار کم تھی تو ابن خضیب نے (چھیڑتے ہوئے) کہا آپ پر قربان قدم بڑھاؤ۔ آپ نے فرمایا تم آگے جانے والو ہو۔ چار ہی دن گزرے تھے کہ ابن خضیب کی پنڈلی پر شکنجہ رکھ کر قتل کر دیا گیا۔
۷۔ راوی کا بیان ہے کہ ابن خضیب نے آپؑ سے اس گھر کے بارے میں کہ جس میں آپؑ رہتے تھے سختی سے مطالبہ کیا کہ وہ اس سے منتقل ہو جائیں اور خالی کر کے اس کے سپرد کر دیں تو امام ابوالحسن علی نقیؑ نے اسے پیغام بھیجا میں اللہ سے تیرے بارے میں شکایت کروں گا جس سے تیرا کچھ نہیں رہے گا چنانچہ خدا نے انہی دنوں سے اپنی گرفت میں لے لیا۔
۸۔ حسین بن حسن حسنی نے روایت کی کہ مجھ سے ابوطیب یعقوب بن یاسر نے بیان کیا کہ متوکل (اپنے اردگرد والے لوگوں سے) کہا کرتا تھا (تم سب پر افسوس ہے کہ امام علی نقی کے سلسلہ میں میرا ساتھ نہیں دیتے مجھے تو رضا کے بیٹے (امام علی نقیؑ) کے معاملہ نے عاجز و بے بس کر دیا ہے۔ میں نے کوشش کی کہ وہ شراب پینے میں میرے ساتھی و ندیم بنیں تو انہوں نے انکار کیا۔ میں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کوئی موقعہ ملے مگر ایسا نہ ہو سکا (جس سے میں انہیں لوگوں میں رسوا کر سکوں)
حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ اگر ان سے تمہارا مقصد نہیں نکلتا تو ان کے بھائی موسیٰ بن محمد تقیؑ سے اس کام کو حاصل کرو۔ جو لہو و لعب، گانے بجانے، عشق بازی اور پست کام کا رسیا و دلدارہ ہے اس کو منگوا کر اسے

شہرت دو۔ اس طرح ابن رضا کی خبر مشہور ہو جائے گی اور لوگوں کو کیا پتہ چلے گا کہ کون سا بیٹا مراد ہے اور اگر پہنچانے گا تو اس کے بھائی کو بھی ان کاموں سے متہم کرے گا جس پر متوکل نے کہا کہ لکھو کہ اسے نہایت احترام سے سامرہ بھیجا جائے چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔ متوکل نے حکم جاری کیا کہ تمام بنی ہاشم قائدین لشکر اور باقی لوگ اس کا استقبال کریں اور یہ ارادہ کیا کہ جب موسیٰ پہنچے گا تو جاگیر دے کر اس میں اس کو مکان بنوا کر دے گا اور شرابی اور گانے والی عورتیں اس میں منتقل کر دے گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ پیشگی صلہ دینے، عمدہ سلوک کرنے اور ایسا عمدہ مکان خالی کرانے کا حکم دیا جس میں خود متوکل بھی اس کی ملاقات کے لیے جاسکے۔

حضرت ابوالحسن علی نقیؑ (جو اس وقت سامرہ میں تھے) نے پل وصیف و جہاں سے سامرہ میں داخل ہوا جاتا ہے پر اپنے بھائی موسیٰ کی ملاقات کی۔ آپ نے اس کے درجہ مطابق اسے سلام کیا پھر اس سے کہا کہ اس شخص (متوکل) نے تجھے رسوا و ذلیل کرنے کے لیے بلوایا ہے لہٰذا اس کے سامنے کبھی شراب پینے کا اقرار نہ کرنا اور اے بھائی خدا سے ڈرو اس سے پہلے کہ کسی فعل حرام کا ارتکاب کرو۔

تو موسیٰ نے کہا کہ جب اس نے مجھے بلایا ہی اس لیے ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میرے لیے راہ ہی نہیں ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا، اپنی قدر و منزلت کو نہ گراؤ اپنے پروردگار کی نافرمانی نہ کرو اور ایسا کام نہ کرو جو تمہارے لیے عیب کا باعث بنے کیونکہ اس کا مقصد تمہاری ہتک کے علاوہ کچھ نہیں موسیٰ نے انکار کیا تو ابوالحسن علی نقیؑ نے بار بار اس سے بات کی اور اسے وعظ و نصیحت کی لیکن وہ آپؑ کی مخالفت پر قائم رہا پس جب آپؑ نے دیکھا کہ وہ آپؑ کی بات قبول نہیں کرتا تو فرمایا کہ اس قسم کی محفل میں تم اس کے ساتھ ملنا چاہتے ہو اس میں تم اور وہ کبھی اکٹھے نہیں ہو سکو گے۔

راوی کہتا ہے کہ

موسیٰ تین سال تک سامرہ میں رہا ہر دن صبح سویرے متوکل کے دروازے پر جاتا تو اس سے کہا جاتا کہ وہ آج کام میں مشغول ہے پس شام کو جاتا تو اس سے کہا جاتا کہ وہ نشے میں ہے پس صبح کو جاتا تو اس کہا جاتا کہ، اس نے دوا پی ہے پس تین سال تک اسی طرح رہا یہاں تک کہ متوکل مارا گیا اور وہ شراب میں اس کے ساتھ شریک نہ ہو سکا۔

۹۔ محمد بن علی نے روایت کی ہے کہ مجھے زید بن علی بن حسین نے خبر دیتے ہوئے کہا کہ

میں بیمار تھا اور مدت کو میرے پاس طبیب آیا اور اس نے مجھے ایک دوا بتاتے ہوئے کہا کہ سحر کو اس طرح اور دن کو اس طرح استعمال کروں رات ہونے کی وجہ سے میرے لیے اس کا حاصل کرنا ممکن نہ ہوا اور طبیب ابھی دروازے سے نکلا ہی تھا کہ ابوالحسنؑ کا ایک ساتھی اسی وقت وارد ہوا اور اس کے پاس ایک تھیلی تھی اس میں بعینہ وہی دوا تھی اور اس نے کہا کہ ابوالحسنؑ تجھے سلام کہہ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ دوا ہر روز ایسے ایسے استعمال کرو۔ پس میں نے وہ دوا لی اور اس کو پیتا رہا حتیٰ کہ تندرست ہو گیا محمد بن علی کہتا ہے مجھ سے زید بن علی نے کہا، اے محمد! کہاں میں غالی اس واقعہ کے سننے سے؟

امام علی نقیؑ کا مدینہ سے سامرہ آنا

وفات اور آپؑ کی اولاد

آپ کا مدینہ سے سامرہ کوچ کرنے کا سبب یہ تھا کہ مدینہ میں امور جنگ اور نماز پڑھانے پر (حکومت کی طرف سے) عبداللہ بن محمد مامور تھا، اسی نے حضرت ابوالحسن امام علی نقیؑ کو اذیت پہنچانے کے قصد سے متوکل کے پاس چغلی کی۔ جناب ابوالحسن کو اس کے چغلی کرنے کا پتہ چل گیا تو آپؑ نے متوکل کو خط لکھا جس میں عبداللہ بن محمد کے آپ پر ظلم کرنے اور جھوٹی چغلی کا ذکر کیا۔ متوکل نے جواب دیا اور بہترین قول و فعل کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کو سامرہ آنے کی دعوت دی خط کا ظاہری متن یوں تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امابعد بے شک ''امیرالمومنین'' آپؑ کی قدر و منزلت کو جانتے اور قرابت کی رعایت کرتے ہیں اور آپؑ کے حق کو ثابت سمجھتے اور آپؑ کے اہل بیت کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں کہ جس سے خدا ان کے اور آپؑ کے حالات کی اصلاح فرمائے اور اس سے آپؑ کی اور ان کی عزت برقرار رہے گی اور آپؑ اور ان پر امن و امان کو داخل کرے گا کہ جس سے اس کا مقصد اپنے پروردگار کی رضا اور اس چیز کو ادا کرنا ہے، جو آپؑ کے اور ان کے بارے میں اس پر فرض کی گئی ہے اور ''امیرالمومنین'' نے مناسب سمجھا ہے کہ عبداللہ بن محمد کو ان ذمہ داریوں سے ہٹا دیا جائے جنہیں وہ مدینہ رسولؐ میں امور جنگ اور نماز کے متعلق ادا کرتا تھا کیونکہ جیسا کہ آپؑ نے ذکر فرمایا کہ وہ آپ کے حق سے جاہل اور آپؑ کی قدر و منزلت کو خفیف سمجھتا ہے اور جس وقت کہ اس نے آپؑ کو مہتم قرار دیا اور آپ کی طرف اس چیز کی نسبت دی کہ ''امیرالمومنین'' جس سے آپؑ کی برائت سچی نیت نیکی اور قول (کی صداقت) کو جانتے ہیں اور یہ کہ آپ اپنے کو اس کا اہل نہیں سمجھتے کہ جس کے طلب کرنے کے لیے آپؑ کو مہتم کیا گیا ہے اور ''امیرالمومنین'' نے محمد بن فضل کو اس کی جگہ ذمہ داری سونپی ہے اور اسے آپؑ کی تعظیم کرنے اور آپ کی رائے کو تسلیم کرنے کی تاکید کی ہے اور اس سے اسے اللہ اور امیرالمومنین کا قرب حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور ''امیرالمومنین'' آپؑ سے تجدید عہد کرنے کے مشتاق اور آپؑ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں پس اگر آپؑ بخوشی ان سے ملنا چاہیں اور ان کے پاس جتنی دیر رہنا پسند کریں تو ضرور کوچ فرمایئے اور اپنے اہل بیت اور موالی اور چشم و خدم میں سے جسے انتخاب کریں آرام و اطمینان سے ساتھ لایئے جب چاہیں کوچ کریں اور جب چاہیں تشریف لائیں فرمائیں اور جس طرح چاہیں چلیں اور اگر آپؑ پسند فرمائیں تو ''امیرالمومنین'' کا غلام یحییٰ بن ہرثمہ اور اس کے ساتھ جو لشکر ہے یہ آپؑ کے کوچ کے ساتھ کوچ اور آپؑ کے چلنے کے ساتھ چلے پس یہ سارا معاملہ آپؑ کے ہاتھ میں ہے اور ہم نے اسے آپؑ کی اطاعت کا حکم دے دیا ہے پس اللہ سے استخارہ کرکے ''امیرالمومنین'' کے پاس پہنچ

جائیے پس ان کے بھائیوں، اولاد، اہل خانہ اور خواص میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس پر قدر و منزلت میں ان کا زیادہ لطف و کرم ہوا ور نہ کوئی آثار میں زیادہ لائق تعریف ہے اور نہ وہ اس کی نگرانی کرتے ہیں اور نہ ان پر زیادہ شفیق و مہربان ہیں اور نہ ان سے زیادہ نیکی کرتے ہیں اور نہ ہی انہیں نسبت آپ کے ان سے زیادہ سکون ملتا ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابراہیم بن عباس نے فلاں مہینہ (یا جمادی الاخری ۲۴۳ھ دوسو تنتیالیس ہجری میں یہ خط لکھا ہے پس جب یہ خط ابوالحسنؑ کو ملا تو آپؑ نے کوچ کی تیاری کی اور آپؑ کے ساتھ یحییٰ بن ہرثمہ بھی نکلا یہاں تک کہ آپؑ سامرہ میں پہنچ گئے اور جب وہاں پہنچے تو متوکل نے پہلا کام یہ کیا کہ اس دن وہ آپ سے پوشیدہ رہا اور آپ کو وہاں ایسی سرائے میں ٹھہرایا گیا خان صعالیک (چور وفقراء کی سرائے) کہتے تھے آپؑ اس میں اس دن رہے پھر متوکل نے حکم دیا کہ ان کو علیحدہ مکان دیا جائے اور آپؑ اس میں منتقل ہو گئے۔

مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے معلّیٰ بن محمد سے اس نے احمد بن محمد سے عبداللہ نے اس نے محمد بن یحییٰ سے اس نے صالح بن سعید سے وہ کہتا ہے کہ

جس دن حضرت ابوالحسنؑ سامرہ تشریف لائے تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ سے عرض کیا کہ انہوں نے تمام امور میں آپؑ کے نور کو خاموش کرنے کی کوشش کی ہے اور آپؑ کے حق میں کوتاہی کی ہے یہاں تک کہ انہوں نے آپ کی اس قبیح ترین سرائے میں اتارا ہے جو خان صعالیک (چور وگداؤں کی سرائے) ہے تو آپؑ نے فرمایا، تم یہاں کہتے ہوا ے فرزند سعید! پھر آپؑ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو اچانک مجھے بہترین باغات، جاری نہریں اور ایسے جنات و گلستان نظر آئے کہ جن میں بہترین معطر حوریں اور خدمت گار تھے کہ گویا وہ چھپے ہوئے موتی ہیں کہ جن کی وجہ سے میری آنکھیں حیران ہو گئیں اور مجھے بہت تعجب ہوا تو آپؑ نے فرمایا جہاں کہیں ہم ہوں تو یہ سب کچھ ہمارے لیے موجود ہے اے سعید کے بیٹے! ہم خان صعالیک میں نہیں ہیں۔ اور سامرہ میں ابوالحسنؑ جتنی مدت رہے ظاہر حالت میں آپ مکرم و معظم تھے اور متوکل پوری کوشش کرتا تھا کہ کوئی حیلہ بہانہ اسے مل جائے لیکن وہ اس پر قادر نہ ہو سکا اور آپؑ کے متوکل کے ساتھ کئی واقعات ہیں کہ جن سے کتاب طویل ہو جائے گی ان میں آپؑ کے ایسے معجزات اور بنیات ہیں کہ اگر ان کو ذکر کرنا چاہیں تو ہم اپنے مقصود سے نکل جائیں گے۔

ابوالحسنؑ امام علی نقی علیہ السلام کی وفات ماہ رجب ۲۵۴ھ سامرہ میں ہوئی آپ کو اپنے گھر ہی میں دفن کیا گیا جو سامرہ میں تھا اور آپؑ نے اپنے بعد ایک تو اپنے فرزند ابو محمد حسن علیہ السلام چھوڑے اور جو کہ آپؑ کے بعد امام ہیں اور حسین، محمد و جعفر اور اپنی بیٹی عائشہ چھوڑی اور سامرہ میں آپؑ کا قیام وفات تک دس سال اور کچھ ماہ تھا اور جس وقت آپؑ کی وفات ہوئی جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا آپؑ کا سن مبارک اکتالیس برس تھا۔

باب
امام حسن عسکریؑ کے حالات

امام علی نقیؑ کے بعد والے امام کا تذکرہ، ان کی تاریخ ولادت، دلائل امامت، مدت خلافت، وفات، قبر

جناب ابوالحسن علی نقی علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند ابو محمد حسن عسکری بن علیؑ امام تھے آپ میں وہ تمام صفات فضیلت جمع تھیں جو سبب امامت ہیں اور علم و زہد، کمال عقل عصمت و شجاعت، بزرگی اور تقویٰ و کثرت اعمال جو قرب خداوند کا سبب ہیں ان تمام میں آپ کو اہل زمانہ پر تقدم حاصل تھا جو ریاست عامہ کو چاہتیں ہیں۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ کے والد گرامیؑ کا آپ کے امام و خلیفہ ہونے پر اشارہ ونص قائم کرنا ہے اور آپؑ کی ولادت مدینہ میں ماہ ربیع الثانی میں ۲۳۲ھ دوسو بتیس ہجری میں ہوئی اور آپؑ کی رحلت جمعہ کے دن آٹھ ربیع الاول ۲۶۰ دوسوساٹھ ہجری میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر اٹھائیس برس تھی اور آپؑ سامرہ میں اپنے ہی گھر کے اسی کمرے میں دفن ہوئے جس میں آپؑ کے پدرگرامی دفن ہوئے تھے اور آپؑ کی مادر گرامی ایک کنیز تھیں جنہیں حدیثہ کہا جاتا تھا اور آپؑ کی مدت خلافت چھ برس تھی۔

آپؑ کی امامت پر نصوص و دلائل

۱۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن احمد نہدی سے اس نے یحییٰ بن یسار عنبری سے کہ

ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ نے اپنے بیٹے حسن علیہ السلام کو اپنی وفات سے چار ماہ پہلے، اپنا وصی مقرر کیا اور اپنے بعد امر امامت کا اشارہ انہی کی طرف کیا اور اس پر مجھے اور دوستوں کی ایک جماعت کو گواہ بنایا۔

۲۔ مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے جعفر بن محمد کوفی سے اس نے یسار بن احمد بصری سے اس نے علی بن عمرو نوفلی سے وہ کہتا ہے کہ

میں ابوالحسن علی نقیؑ کے ساتھ آپؑ کے گھر کے صحن میں موجود تھا اور ہمارے قریب سے آپؑ کے فرزند محمد

گزرے تو میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کے بعد یہ ہمارے صاحب ہیں؟ فرمایا نہیں، تمہارے صاحب میرے بعد حسنؑ ہیں۔

۳۔ اسی اسناد کے ساتھ بشار بن احمد سے اس نے عبداللہ بن محمد اصفہانی سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابوالحسنؑ نے فرمایا کہ تمہارا صاحب میرے بعد وہ ہے کہ جو میری نمازِ جنازہ پڑھائے وہ کہتا ہے کہ اس سے پہلے ہم ابومحمدؑ کو نہیں پہنچانتے تھے وہ کہتا ہے کہ

"پس ابومحمدؑ نے ان کی وفات کے بعد ان کی نمازِ جنازہ پڑھی"

۴۔ اسی اسناد کے ساتھ بشار بن احمد سے اس نے موسیٰ بن جعفر بن وہب سے اس نے علی بن جعفر سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ

میں ابوالحسن کے پاس حاضر تھا جب ان کے بیٹے محمد کی وفات ہوئی تو آپؑ نے حسنؑ سے فرمایا، بیٹا! اللہ کا شکر ادا کرو پس خدا نے تم میں ایک امر ایجاد کیا ہے۔ (بعض لوگ جناب محمد کو دیکھ کر گمان کیا کرتے تھے کہ وہ امام ہیں ان کی وفات سے امام حسن عسکریؑ متعین ہو گئے یاد رکھیں امام منصوص من اللہ ہوتا ہے مترجم)

۵۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے معلیٰ بن محمد سے اس نے احمد بن محمد بن عبداللہ بن مروان انباری سے وہ کہتا ہے کہ

میں ابوجعفر محمدؒ بن علیؑ کی وفات کے وقت حاضر تھا پس ابوالحسنؑ آئے اور آپؑ کے لیے کرسی رکھی گئی اور آپؑ اس پر بیٹھ گئے اور ان کے گرد ان کے اہل خاندان تھے اور ان کے فرزند ابومحمد حسن عسکری ایک طرف کھڑے تھے۔ پس جب آنحضرتؑ تجہیز وتکفین سے فارغ ہوئے تو ابومحمدؑ کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا، اے بیٹا! اللہ کا شکر کرو کہ اس نے تم میں ایک امر پیدا کیا ہے۔

۶۔ مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن احمد قلانسی سے اس نے علی بن مہز یار سے وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابوالحسنؑ سے کہا کہ اگر کچھ ہو گیا اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں تو کس کی طرف؟ آپؑ نے فرمایا میرا عہد میرے بیٹے کی طرف ہے اور مراد حسن عسکری لیے۔

۷۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے ابومحمد استر آبادی سے اس نے علی بن عمرو بن عطار سے وہ کہتا ہے کہ

میں ابوالحسنؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپؑ کے فرزند ابوجعفر محمدؒ بقید حیات تھے اور میں یہ گمان کرتا تھا کہ آپؑ کے بعد کو ہی خلیفہ و جانشین ہیں، تو میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کی اولاد میں سے (امر امامت سے) کون مخصوص ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کسی کو مخصوص نہ کرو جب تک تمہاری طرف میرا حکم نہ

آئے وہ کہتا ہے کہ اس کے بعد یعنی سید محمد کی وفات کے بعد میں نے آپؑ کی طرف لکھا کہ آئندہ یہ امر امامت کس میں ہوگا؟ راوی کہتا ہے کہ آپؑ نے میری طرف لکھا کہ

اس میں جو میری اولاد میں سے سب سے بڑے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ

حضرت ابومحمد حسن علیہ السلام، ابوجعفر محمد بن علی سے بڑے تھے۔

۸۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے خبر دی محمد بن یعقوب سے اس نے محمد بن یحییٰ وغیرہ انہوں نے سعد بن عبداللہ سے اس نے بنی ہاشم کی ایک جماعت سے کہ جن میں حسن بن حسین افطس بھی تھا، کہ

جس دن محمدؑ بن علیؑ بن محمدؑ کی وفات ہوئی وہ تمام ابوالحسنؑ کے گھر میں حاضر ہوئے اور آپ کے لیے گھر کے صحن میں فرش بچھایا گیا اور لوگ آپ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اندازہ لگایا دوستوں اور دوسرے لوگوں کے علاوہ آل ابوطالبؑ بنی عباس اور قریش میں سے ڈیڑھ سو مرد موجود تھے اچانک میری طرف حسنؑ بن علیؑ نے دیکھا اور آپؑ اس حالت میں آئے کہ آپؑ کا گریبان چاک تھا یہاں تک کہ وہ آنحضرت کی دائیں طرف آ کر کھڑے ہوگئے اور ہم انہیں نہیں پہچانتے تھے پس ابوالحسنؑ نے کچھ وقفے کے بعد ان کی طرف دیکھا پھر ان سے فرمایا

''اے بیٹا خدا کا شکر کرو کہ اس نے تمہارے لیے ایک امر کو پیدا کیا ہے۔''

پس حسنؑ رونے لگے اور انا للہ پڑھا اور فرمایا کہ حمد ہے اللہ کے لیے جو عالمین کا پروردگار ہے اور اسی سے ہم اس کی نعمت کی تکمیل چاہتے ہیں؟ اور ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہماری بازگشت اسی کی طرف ہے، پس ہم نے ان کے متعلق دریافت کیا تو ہمیں بتایا گیا کہ یہ حسن بن علیؑ آنحضرتؐ کے فرزند ہیں اور ہم نے اس وقت اندازہ لگایا کہ ان کی عمر بیس سال ہے پس اسی دن انہیں پہچانا اور جانا کہ آپؑ نے ان کی طرف امامت کا اشارہ کیا اور انہیں اپنا قائم مقام بنایا ہے۔

۹۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے اسحاق بن محمد سے اس نے محمد بن یحییٰ سے وہ کہتا ہے کہ

میں ابوالحسنؑ کی خدمت میں ان کے بیٹے ابو جعفر کی وفات کے بعد گیا اور انہیں ان کی تعزیت کی اور ابو محمد بھی بیٹھے ہئے تھے اور وہ رونے لگے تو امام علی نقی ابوالحسنؑ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، بے شک اللہ نے تم میں اس کو جانشین قرار دیا ہے پس اللہ کی حمد کرو۔

۱۰۔ مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے اسحاق بن محمد سے اس نے ابوہاشم جعفری سے وہ کہتا ہے کہ

میں ابوالحسنؑ کے فرزند ابوجعفر کی وفات کے بعد ان کے پاس تھا اور میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا میں چاہتا تھا کہ یہ کہوں کہ گویا یہ دونوں (میری مراد ہے ابوجعفرؒ اور ابومحمدؑ) اس وقت ابوالحسن موسیٰ اور اسماعیل جعفر بن محمد علیہما السلام کے دونوں بیٹوں کی طرح ہیں اور ان دونوں کا واقعہ ان دونوں کی طرح ہے، تو ابوالحسنؑ میری طرف متوجہ ہوئے اس سے پہلے کہ میں کچھ بولتا آپؑ نے فرمایا ہاں ابو ہاشم ابومحمد میں اللہ کی بدا ابوجعفر کے بعد وہ ہے جو پہلے سے نہیں پہچانی گئی جس طرح اسماعیل کی وفات کے بعد اس کی بدا موسیٰ کے متعلق تھی کہ جس سے اس کی حالت منکشف ہوگئی اور وہ اسی طرح ہے کہ جس طرح تیرا نفس تجھ سے کہہ رہا تھا اگرچہ باطل پرست اس کو ناپسند کرتے ہیں ابومحمد حسنؑ میرا بیٹا میرے بعد میرا خلیفہ و جانشین ہے، اس کے پاس ان تمام چیزوں کا علم ہے کہ جس کی ضرورت ہوسکتی ہے اور اس کے ساتھ ہی امر امامت ہے۔

۱۱۔ اس اسناد کے ساتھ اسحاق بن محمد سے اس نے محمد بن یحییٰ بن رماب سے اس نے ابوبکر فہفکی سے وہ کہتا ہے کہ میری طرف ابوالحسنؑ نے لکھا، ابومحمد حسنؑ میرا بیٹا آلِ محمد میں سب سے زیادہ صحیح طبیعت و مزاج قابل وثوق و حجت اور وہ میری اولاد میں سے سب سے بڑا ہے وہی خلیفہ ہے اور اس تک رشتہ امامت اور ہمارے احکام پہنچتے ہیں پس جن چیزوں کے متعلق تم سوال کرنا چاہو ان سے کرو کیونکہ اس کے پاس وہ سب کچھ موجود ہے کہ جس کی تمہیں ضرورت ہے۔

۱۲۔ اسی اسناد کے ساتھ اسحاق بن محمد سے اس نے شاہویہ بن عبداللہ سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ ابوالحسنؑ نے مجھے ایک خط میں لکھا کہ تو نے ابوجعفر کے بعد خلیفہ کے متعلق سوال کرنا چاہا ہے اور تجھے اس میں قلق و اضطراب ہے تو تجھے کوئی قلق و پریشانی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ خدا کسی قوم کو ان کی ہدایت کرنے کے بعد اس وقت تک گمراہ نہیں کرتا جب تک ان کے لیے وہ کچھ واضح نہ کردے کہ جس سے وہ متقی و پرہیزگار بن سکیں تمہارے صاحب میرے بعد میرے بیٹے ابومحمد حسنؑ ہیں ان کے پاس وہ کچھ ہے کہ جس کی تم لوگوں کو ضرورت ہے، خدا جسے چاہتا ہے مقدم کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے موخر کرتا ہے جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا حافظے سے محو کردیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آتے ہیں تو اس میں بیدار مغز والوں کے لیے بیان اور قناعت ہے۔

۱۳۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے اس مرد سے جس نے محمد بن احمد علوی کے حوالے سے نقل کیا کہ اس نے داؤد بن قاسم جعفری سے اس نے کہا میں نے ابوالحسنؑ علی نقی سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ میرے بعد خلیفہ حسنؑ ہے پس خلف کے بعد والے خلف کے ساتھ کیا حال ہوگا۔ (یعنی اس خلیفہ کے بعد والے خلیفہ کے وقت تمہارا کیا عالم ہوگا، مترجم) میں نے عرض کیا، کس لیے خدا مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دے تو آپؑ نے فرمایا کہ تم ان کو دیکھ نہیں سکو گے اور نام لے کر ان کا ذکر تمہارے لیے حلال نہیں ہوگا، تو میں نے عرض کیا کہ پھر ہم ان کا ذکر کس طرح کریں؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ کہنا ''حجت آل محمد علیہ السلام'' اور اس

باب میں اخبار وروایات بہت ہی ہیں کہ جن سے کتاب طویل ہوجائے گی۔

امام حسن عسکریؑ کے فضائل

ا۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسن بن محمد اشعری اور محمد بن یحیٰ وغیرہ سے وہ کہتے ہیں کہ احمد بن عبیداللہ بن خاقان قم کی جاگیروں اور خراج پر نگران تھا تو ایک دن اس کی مجلس میں اولاد علیؑ اور ان کے مذاہب کا ذکر چھیڑا اور وہ سخت ناصبی اور اہل بیتؑ سے منحرف تھا وہ کہنے لگا کہ میں علویوں میں حسن عسکری بن علی بن محمد بن علی رضا علیہم السلام کی مانند نہ دیکھا اور نہ ہی اس جیسے کو جانتا ہوں جو وقار وسکینہ، پاکدامنی، شرافت اور اہل بیت اور تمام بنی ہاشم میں ان جیسی بزرگی کا مالک ہو وہ اپنے خاندان کے بوڑھے اور صاحبانِ قدر بلکہ قائدین وزراء اور عامہ الناس ان کو اپنے سے مقدم جانتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ میں ایک دن اپنے باپ کے پاس کھڑا تھا اور وہ ان کا عام لوگوں میں بیٹھنے کا دن تھا چانک دربان نے آکر اطلاع دی کہ ابومحمدؑ ابن رضاؑ دروازے پر تشریف لائے ہیں تو میرے والد نے بلند آواز سے کہا، انہیں اجازت دو تو مجھے اس پر تعجب ہوا جو کچھ میں نے ان سے سنا اور ان کے جسارت کرنے پر کہ انہوں نے میرے باپ کے سامنے کسی شخص کی کنیت کا ذکر کیا حالانکہ ان کے سامنے خلیفہ ولی عہد یا جس کے متعلق بادشاہ اجازت دیتا کسی دوسرے شخص کی کنیت کو ذکر نہیں کیا جاتا تھا پس ایک گندم گوں بہترین قد وقامت خوب صورت عمدہ بدن والا نوجوان داخل ہوا کہ جس میں عظمت وجلالت ہویدا اور دلکش وضع قطع تھی پس جونہی ان کو میرے باپ نے دیکھا تو کھڑے ہوگئے اور آگے بڑھ کر ان کی طرف چلے میں نہیں جانتا کہ انہوں نے یہ سلوک بنی ہاشم کے کسی فرید یا قائدین میں سے کسی کے ساتھ کیا جب وہ قریب آئے تو میرے باپ نے انہیں سینے سے لگا کر چہرے اور سینے کا بوسہ لیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مصلی پر بٹھایا اور خود ان کے پہلو میں ان کی طرف رخ کرکے بیٹھ گئے۔ کبھی آپ سے کمال ادب کے ساتھ بات کرتے اور تھوڑی دیر کہتے ہیں آپؑ پر قربان جاؤں۔ جو کچھ میں دیکھ رہا تھا اس پر مجھے تعجب تھا۔ اسی اثنا میں دربان نے آکر اطلاع دی کہ موفق (خلیفہ معتمد کا بھائی) آیا ہے اور دستور یہ تھا کہ جب موفق میرے والد کے پاس آتا تو اس کے دربان اور خاص فوجی دستہ پہلے آتا اور دو صفوں میں وہ میرے والد کی مجلس سے گھر کے دروازے تک اس وقت تک سب صف بستہ کھڑے رہتے جب تک موفق آکر چلا نہ جاتا۔ لیکن میرے والد مسلسل ابومحمدؑ کی طرف متوجہ رہے (اور دربانوں کے کہنے کی کوئی پرواہ نہ کی) اور ان سے باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ مخصوص باڈی گارڈ (محافظ) دیکھے تو اس وقت ان سے کہا جب پ چاہیں خدا مجھے آپ کا فدیہ قرار دے اور پھر میرے والد نے اپنے دربانوں سے کہا کہ انہیں دو صفوں کے عقب میں لے جاؤ تاکہ موفق انہیں نہ دیکھے پس وہ جناب اٹھے کو میرے والد بھی کھڑے ہوگئے ان سے معانقہ کیا اور وہ چلے گئے، تو میں نے اپنے باپ کے دربانوں اور غلاموں سے پوچھا تمہارا

بھلا ہو یہ کون شخص ہیں کہ جن کی کنیت تم نے میرے بابا کے سامنے ذکر کی ہے اور میرے بابا نے ان کی اتنی عزت کی؟ وہ کہنے لگے، یہ اولاد علیؑ میں سے ہیں حسن عسکری بن علیؑ نقی کہا جاتا ہے اور ابن رضاؑ سے مشہور ہیں پس میرا تعجب بڑھا اور یہ سارا دن میرا قلق و اضطراب میں گزرا، ان کے اور اپنے والد کے معاملہ میں اور جو کچھ میرے باپ نے ان سے سلوک کیا جسے میں نے دیکھا تھا اس میں غور و فکر کرتا رہا یہاں تک کہ رات آ گئی اور ان کی عادت یہ تھی کہ وہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد بیٹھ جاتے تھے اور ان چیزوں میں غور و فکر کرتے جن کی انہیں مشوروں اور ان امور میں ضرورت ہوتی جو انہیں بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے ہوتے پس جب انہوں نے نماز پڑھ لی اور بیٹھ گئے تو میں آیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا اس وقت کوئی دوسرا نہیں تھا مجھ سے کہنے لگے اے احمد! تجھے کوئی کام ہے؟ میں نے کہا، جی ہاں بابا جان اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کے بارے عرض کروں تو انہوں نے کہا، کہ اجازت دیتا ہوں میں نے کہا اے بابا جان! یہ کون شخص تھا جنہیں میں نے صبح آپ کے پاس دیکھا تھا اور آپ نے ان کا ادب واحترام و اکرام اور اکرم و تعظیم میں سے کیا جو کچھ کیا اور ان پر اپنے آپ اور اپنے والدین کو قربان کرتے رہے یہ رافضیوں کے امام حسنؑ عسکری بن علی نقیؑ ہیں جو ابن رضاؑ کے لقب سے مشہور ہیں پھر کچھ دیر خاموش رہے اور میں بھی خاموش رہا پھر انہوں نے کہا کہ اے بیٹا، اگر خلافت ہمارے خلفائے بنی عباس سے زائل ہو جائے تو بنی ہاشم میں سے کوئی شخص ان کے علاوہ ان کے فضل پاکدامنی، حفاظت نفس، زہد و تقویٰ عبادت بہترین اخلاق اور درستگی کی وجہ سے اس کا مستحق نہیں ہے اور اگر تم ان کے والد کو دیکھتے تو ایک عظیم شریف اور صاحب فضیلت شخص کو دیکھتے میں نے اپنے باپ سے جو کچھ ان کے بارے میں سنا اور جو کچھ انہوں نے میرے سامنے ان سے سلوک کیا اس پر مجھے اپنے والد پر بہت زیادہ غصہ وطیش آیا اور اس کے بعد میرا کوئی مقصد نہیں تھا مگر ان کے بارے سوال کرنا اور ان کے معاملہ کی جستجو کرنا تو میں نے بنی ہاشم کے قائدین لکھنے والوں قاضیوں فقہاء اور دوسرے لوگوں میں سے جس کسی سے سوال کیا تو میں نے انہیں ان کے ہاں انتہائی جلیل القدر عظیم مقام رفیع اور قول جمیل کا مالک اور ان کے تمام اہل بیت اور بزرگوں سے مقدم پایا تو ان کی قدر و منزلت میرے نزدیک بہت بڑھ گئی کیونکہ میں نے ان کا کوئی دوست اور دشمن ایسا نہیں دیکھا کہ جو انہیں اچھے الفاظ میں یاد اور ان کی توصیف و تعریف نہ کرتا ہو تو احمد سے ''اشعرمین'' میں سے بعض اہل مجلس نے سوال کیا کہ ان کے بھائی جعفر کو کیسا سمجھتے ہو؟ اور وہاں کے (حسن) کے ساتھ کیا مقام رکھتا ہے تو اس نے کہا کہ کون ہے، جعفر کہ جس کی خبر پوچھی جائے یا اسے حسن سے ملایا جائے جعفر تو علی الاعلان فاسق، فاجر اور شراب کا رسیا مردوں میں سے اس جیسے بہت کم ہیں جو اپنے آپ کو زیادہ ہتک کرنے والا ہو وہ اپنے معاملہ میں کمزور ہے اور وہ حسنؑ بن علیؑ کی وفات کے وقت بادشاہ اور اس کے حواریوں کے پاس اس طرح وارد ہوا کہ مجھے اس سے تعجب ہوا اور مجھے ایسا گمان نہیں تھا کہ ایسا ہوگا اور یہ اس طرح ہوا جب آنحضرتؑ بیمار ہوئے تو میرے باپ کے ہاں پیغام آیا کہ ابن رضاؑ (حسن عسکری بیمار ہیں تو میرے باپ اسی وقت

دارالخلافہ میں گئے اور جلدی سے واپس آئے اور ان کے ساتھ ثقات وخواص میں سے ''امیر المومنین'' کے پانچ مخصوص خادم تھے جن میں تحریر بھی شامل تھا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ہر وقت حضرت حسنؑ کے گھر پر رہیں اور ان کی خبر وحالات کو معلوم کریں اور چند اطباء کو بلا بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان کے ہاں آتے جاتے رہیں اور ان کی صبح وشام دیکھ بھال کریں پس جب دو یا تین دن گزر گئے تو انہیں خبر دی گئی کہ وہ کمزور ہو گئے ہیں اور اطباء کو حکم دیا کہ ہر وقت ان کے گھر رہیں اور قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کو پیغام بھیج کر اپنی مجلس میں بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ دس افراد کو انتخاب کرے جن کی دینداری، پرہیز گاری اور امانت پر اسے وثوق ہو، انہیں حاضر کر کے جناب ابوالحسن کے گھر کی طرف بھیجا گیا اور رات دن انہیں وہاں رہنے کا حکم دیا اور وہ وہیں رہے یہاں تک آنجنابؑ کی وفات ہوئی پس جب آپؑ کی وفات کی خبر مشہور ہوئی تو پورے سامرہ میں چیخ وپکار تھی، بازار بند ہو گئے اور بنی ہاشم قائدین دفتری قاضی عدالتوں کی طرف رجوع کرنے والے اور باقی لوگ سوار ہو کر آپؑ کے جنازے کی طرف گئے اور اس دن سامرہ قیامت کی مانند بنا ہوا تھا پس جب ان کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہوئے تو بادشاہ نے ابوعیسیٰ بن متوکل کی طرف بھیجا اور انہیں نمازِ جنازہ پڑھانے کا حکم دیا اور جب جنازہ نماز کے لیے رکھا گیا تو ابوعیسیٰ اس کے قریب گئے اور ان کے چہرۂ انور سے کفن ہٹایا اور انہیں بنی ہاشم کے علویاں اور عباسیوں قائدین، دفتریوں اور قاضیوں عدلیہ والوں کو دکھایا اور کہا کہ یہ ہیں حسنؑ بن علی بن محمد بن رضا علیہم السلام جو اپنے بستر پر اپنی موت مرے ہیں اور ''امیر المومنین'' کے خدام اور ثقات میں سے فلاں فلاں اور قاضیوں میں سے فلاں فلاں اور اطباء میں سے فلاں فلاں ان کے پاس رہے ہیں پھر اس نے آپ کے چہرہ پر کپڑا ڈال دیا اور انکی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان کا جنازہ اٹھانے کا حکم دیا اور جب آپ دفن ہو چکے (یہ سب کچھ حکومت وقت نے اپنی بیگناہی ثابت کرنے کے لیے کیا اور ثابت کرنا چاہا کہ حضرت امام حسن عسکریؑ کی موت طبعی تھی جس زمانہ میں شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب لکھی اس وقت شاہدان کی رسائی ایسی کتابوں تک نہ تھی ورنہ شیعہ علماء مورخین کے قریب یہ بات ثابت ہے کہ معمد نے طرح طرح کی تکالیف دینے کے بعد آپؑ کو زہر دے دیا تھا جس سے آپؑ کی شہادت ہوئی اور آپ کا نماز بھی امام مہدی علیہ السلام نے پڑھائی مترجم) تو جعفر بن علیؑ آپؑ کا بھائی میرے والد کے پاس آیا اور انہیں کہا کہ میرے بھائی کا مرتبہ میرے لیے قرار دو اور ہر سال آپ تک بیس ہزار دینار پہنچایا کروں گا تو میرے والد نے اسے جھڑک کر وہ باتیں سنائیں جو اسے بری لگیں اور اس سے کہا، اے احمق! بادشاہ اطال اللہ بقاءٗ نے ان لوگوں کے لیے تلوار ننگی کی ہوئی ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ تمہارے باپ اور بھائی امام ہیں تاکہ وہ انہیں اس عقیدہ سے پلٹا دیں لیکن اس سے یہ کام نہیں ہوسکا (یعنی معتمد تو شیعہ مسلک کا سخت دشمن ہے) تم نے اگر اپنے باپ اور بھائی کے شیعوں کے نزدیک امام ہو تو تجھے بادشاہ اور کسی دوسرے کی ضرورت نہیں کہ وہ تجھے ان کا مرتبہ دے اور اگر تم ان کے ہاں اس منزل ومرتبہ کے اہل نہیں ہو تو ہماری وجہ سے اسے حاصل نہیں کر سکتے ہو (کیونکہ ہمارا تو یہ عقیدہ ہی نہیں) تو اس

وقت میرے والد نے اسے کم مرتبہ اور کمزور عقل سمجھا اور حکم دیا کہ اس سے بچو اور پھر اسے اپنے ہاں آنے سے روک دیا۔ یہاں تک کہ والد کا انتقال ہو گیا اور ہم نے سامرہ چھوڑ دیا لیکن وہ اسی حالت میں تھا بادشاہ نے حسنؑ بن علیؑ کے بیٹے کے آثار کی سخت تلاش میں ہے اور اسے اس سلسلہ میں کوئی راستہ نہیں ملتا (وہ آپ کو ان کے باپ کی طرح قتل کرنا چاہتا ہے) اور شیعہ اس عقیدہ پر قائم ہیں کہ حضرت حسن عسکریؑ کی وفات ہوئی تو وہ اپنے پیچھے ایک بیٹا چھوڑ گئے ہیں جو امامت میں ان کا قائم مقام ہے۔

۲۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفرؑ سے وہ کہتا ہے کہ

حضرت ابو محمد عسکریؑ نے ابوالقاسم اسحاق بن جعفر زبیری کو معتز کی موت سے تقریباً بیس دن پہلے خط لکھا کہ اپنے گھر میں رہو یہاں تک کہ حادثہ واقع ہو جائے۔ پس بریحہ قتل ہو گیا تو اس نے آپؑ کو خط لکھا کہ اب حادثہ تو واقع ہو چکا ہے اب آپؑ مجھے کیا حکم دیتے ہیں، تو آپؑ نے اسے لکھا کہ ''یہ حادثہ نہیں بلکہ ایک اور حادثہ ہے'' پس معتز کا معاملہ ہوا جو کچھ ہوا۔

راوی کہتا ہے کہ

آپؑ نے ایک اور شخص کو لکھا کہ محمد بن داؤد اس کے قتل سے دس دن پیشتر قتل ہوگا، پس جب دسواں دن آیا تو وہ قتل ہو گیا۔

۳۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد بن ابراہیم سے جو ابن کردی سے مشہور تھا اس نے محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفرؑ سے، وہ کہتا ہے کہ ہمارا معاملہ تنگ ہو گیا تو مجھ سے میرے باپ نے کہا کہ چلو اس مردِ خدا یعنی ابو محمد کے پاس! کیونکہ ان کی سخاوت کی تعریف سنی ہے، تو میں نے باپ سے کہا کہ کیا آپ انہیں پہچانتے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ نہ تو میں انہیں پہچانتا ہوں اور نہ ہی میں نے کبھی انہیں دیکھا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ

پس ہم نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا اور چلے تو میرے باپ نے راہ میں مجھ سے کہا کہ ہمیں بہت ضرورت ہے کہ وہ ہمارے لیے پانچ سو درہم کا حکم دیں، دو سو درہم کپڑوں کے لیے اور دو سو درہم آٹے کے لیے اور ایک سو درہم خرچہ کے لیے اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ کاش وہ میرے لیے تین سو درہم کا حکم دیں ایک سو سے میں گدھا خرید کروں اور ایک سو خرچہ کے لیے اور ایک سو لباس کے لیے اور پھر میں پہاڑ کی طرف چلا جاؤں (ہمدان کے پہاڑوں کی طرف چلا جاؤں)

وہ کہتا ہے کہ

جب ہم دروازے پر پہنچے تو ہماری طرف ان کا غلام آیا اور اس نے کہا علی بن ابراہیم اور ان کا بیٹا اندر آئیں، پس جب ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے میرے والد سے فرمایا کہ اے علی! تمہیں کس چیز نے اس وقت تک ہم سے پیچھے رکھا تو انہوں نے کہا کہ اے سردار مجھے شرم آتی تھی کہ اس حالت میں آپؑ سے ملوں پس جب ہم آپؑ کی بارگاہ سے باہر نکلے تو آپؑ کا غلام ہمارے پاس آیا اور میرے باپ کو ایک تھیلی دیتے ہوئے کہا کہ یہ پانچ سو درہم ہیں دو سو لباس کے لیے دو سو آٹے کے لیے اور سو خرچہ کے لیے اور مجھے بھی ایک تھیلی دی اور کہا کہ یہ تین سو درہم ہیں ان میں سے ایک سو گدھے کے لیے قرار دے اور ایک سو لباس کے لیے اور ایک سو خرچہ کا لیکن جبل کی طرف نہ جانا اور سوراء کی طرف جانا۔ (سوراء بغداد کے پاس ایک شہر ہے)۔

راوی کہتا ہے کہ وہ سوراء کی طرف گیا اور وہاں ایک عورت سے شادی کی اور اس وقت وہ دو ہزار دینار کی مالیت رکھتا ہے اور باوجود اس کے وہ واقفی مذاہب کا قائل ہے (جو حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت پر رک کر بیعت امامی کیلانے ہیں بعد کے آئمہ کی امامت کے قائل نہیں ہیں کہ امام موسیٰ کاظم زندہ اور غائب ہیں)

محمد بن ابراہیم کروی کہتا ہے کہ

میں نے اس سے کہا افسوس ہے تم پر اس سے زیادہ واضح امامت کی علامت کیا چاہتے ہو؟ تو راوی کہتا ہے کہ اس نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو لیکن ہم ایک ایسے امر پر ہیں جس پر مدت سے چل رہے ہیں۔

۴۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن علی بن ابراہیم سے وہ کہتا ہے مجھ سے بیان کیا احمد بن حارث قزوینی نے وہ کہتا ہے کہ

میں اپنے باپ کے ساتھ سامرہ میں تھا اور میرا باپ امام ابو محمد حسن عسکریؑ کے اصطبل میں گھوڑوں کی نعل بندی کیا کرتا تھا کہ مستعین کے پاس ایک خچر تھا خوبصورتی اور درازی قد میں اس جیسا جانور نہیں دیکھا گیا تھا لیکن وہ زین اور لگام کسی کو نہیں لگانے دیتا تھا اور اس پر تمام سائیس اور گھڑسواری کے ماہر جمع ہوئے لیکن کسی طریقہ سے اس پر کوئی سوار نہ ہوسکا، راوی کہتا ہے کہ

مستعین سے اس کے کسی ندیم (شرابی دوست) نے کہا "امیرالمومنین" آپ حسنؑ بن رضاؑ کے پاس کسی کو کیوں نہیں بھیجتے تا کہ وہ آئیں تو یا وہ اس پر سوار ہو جائیں گے اور یہ انہیں قتل کر دے گا، راوی کہتا ہے کہ

پس اس نے ابو محمدؑ کے پاس کسی کو بھیجا اور آپؑ کے ساتھ ہی میرا باپ بھی گیا وہ کہتا ہے کہ جب ابو محمدؑ گھر کے اندر داخل ہوئے تو میں بھی اپنے باپ کے ساتھ ہو گیا تھا تو ابو محمدؑ نے اس خچر کی طرف دیکھا کہ وہ پسینہ پسینہ ہو گیا تھا، یہاں تک کہ اس سے پسینہ بہنے لگا، پھر آپؑ مستعین کے پاس تشریف لے گئے، تو اس نے آپؑ کو سلام کیا اور مرحبا کہا اور اپنے پاس انہیں بٹھایا اور کہنے لگے اے ابو محمدؑ! اس خچر کو لگام دے دیجیے تو ابو محمدؑ نے میرے باپ

سے کہا کہ اے لڑکے اس کو لگام دے دو تو مستعین نے آپؑ سے کہا کہ آپؑ ہی اسے لگام چڑھائیں، تو ابو محمدؑ نے اپنی سبز رداء اتار کر رکھ دی پھر کھڑے ہوئے اور اس کو لگام دے دی پھر اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے تو مستعین نے آپؑ سے کہا کہ اس پر زین بھی چڑھا دیں تو آپؑ نے میرے باپ سے کہا اے لڑکے اس پر زین کس دو، تو مستعین نے کہا کہ آپؑ خود ہی زین کس دیں تو آپؑ دوبارہ اٹھے اور زین کس کر واپس آ گئے تو اس نے کہا کہ کیا آپؑ مناسب سمجھیں گے کہ اس پر سوار ہوں، ابو محمدؑ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں تو آپؑ اس پر بغیر کسی مزاحمت کے سوار ہوئے پھر آپؑ نے گھر کے اندر اسے تیز دوڑایا پھر اسے ہملجہ (تیز رفتاری کے ساتھ نرم چال چلنا) چال پر چلایا تو وہ بہت اچھا چلا پھر آپؑ واپس آ کر اس کی زین سے اتر آئے تو آپؑ سے مستعین نے کہا، اے ابو محمدؑ! آپؑ نے اسے کیسا پایا تو آپؑ نے فرمایا کہ میں نے ایسا خوب صورت اور بہترین چلنے والا جانور نہیں دیکھا تو مستعین کہنے لگا ''امیر المومنین'' آپ کی سواری کے لیے اسے دیتے ہیں، تو ابو محمدؑ نے میرے باپ سے کہا کہ اے لڑکے! اسے لے لو، پس میرے باپ نے اسے لے لیا اور کھینچ کر لے آئے۔

۵۔ ابو محمد بن راشد نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو محمد حسن بن علی علیہما السلام سے ایک حاجت کی شکایت کی تو آپؑ نے اپنے چابک سے زمین کو کھودا اور اس میں سے سونے کا ایک ڈھیلا نکالا جو تقریباً پانچ سو دینار کا ہوگا اور فرمایا اسے لے لو اور ہمیں معذور سمجھو۔

۶۔ مجھے خبر دی ابو القاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے ابو عبداللہ بن صالح سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابو علی مطہری سے کہ اس نے آنحضرتؑ کو قادسیہ سے خط لکھا اور انہیں بتایا کہ لوگ (شدت پیاس وگرمی کی وجہ سے) حج کے ارادہ سے نکل کر راستے سے واپس آ رہے ہیں اور اگر وہ خود گیا تو اسے بھی پیاس کا خطرہ ہے تو آپؑ نے اسے تحریر فرمایا کہ تم لوگ جاؤ اور انشاء اللہ تم پر کوئی خوف وخطرہ نہیں تو جو لوگ موجود تھے وہ صحیح وسالم گئے اور انہیں کہیں پیاس سے دوچار نہ ہونا پڑا۔

۷۔ مجھے خبر دی ابو القاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے علی بن حسن بن فضل یمانی سے وہ کہتا ہے کہ آل جعفر میں سے جعفری نامی شخص کے مقابلہ میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور اس سے میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی تو اس نے ابو محمدؑ کو یہ شکایت لکھی بھیجی تو آپؑ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تم لوگ ان کے لیے کافی ہو جاؤ گے۔

راوی کہتا ہے کہ

جعفری تھوڑے سے آدمی لے کر ان کے مقابلہ میں نکلا جب کہ دشمن وہ بیس ہزار نفوس سے بھی زیادہ تھا اور اس کے ساتھ ہزار آدمی سے بھی کم تھے لیکن انہوں نے انہیں تباہ وبرباد کر دیا۔

۸۔ اسی اسناد کے ساتھ محمد بن اسماعیل علوی سے (روایت ہے) وہ کہتا ہے کہ

امام حسن عسکری ابو محمدؑ کو علی بن اوتاش کے پاس قید کر دیا گیا اور اسے آل محمدؑ سے سخت دشمنی تھی اور آل ابو طالبؑ پر تو وہ زیادہ سخت تھا اور اس سے کہا گیا کہ ان سے جو مرضی آئے کرو،

راوی کہتا ہے کہ

اس نے ایک ہی دن گزارا تھا کہ اپنے رخسار آپؑ کے سامنے رکھ دیئے اور آپؑ کی طرف آنکھ اٹھا کر آپؑ کی جلالت اور عظمت کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتا تھا اور آپؑ جب اس کے ہاں سے نکلے تو وہ سب لوگوں سے زیادہ آپؑ کی معرفت وبصیرت رکھنے والا اور آپؑ کے متعلق خوش عقیدہ اور عمدہ باتیں کرنے والا انسان تھا۔

۹۔ اسحاق بن محمد نخعی نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابو ہاشم جعفری نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابو محمدؑ سے قید کی تنگی اور بیڑیوں کی سختی کی شکایت کی تو آپؑ نے مجھے لکھا کہ آج ظہر کی نماز تم اپنے گھر میں پڑھو گے پس مجھے ظہر کے وقت قید سے رہائی مل گئی اور میں نے ظہر کی نماز اپنے گھر میں جا کر پڑھی جس طرح آپؑ نے تحریر فرمایا تھا اور میں معاشی تنگی میں تھا اور میں نے چاہا کہ جو خط میں آپؑ کی طرف لکھ رہا تھا اس میں مدد کی خواہش کروں گا پھر مجھے شرم آ گئی تو جب میں گھر پہنچا تو آپ نے میری طرف سو دینار بھیجے اور مجھے لکھا کہ جب کوئی حاجت ہو تو شرماؤ نہیں اور نہ دل تنگ ہو اور اس کی خواہش اور مطالبہ کرو وہ تیرے پاس تیری خواہش کے مطابق انشاء اللہ آئے گی۔

۱۰۔ اسی اسناد کے ساتھ احمد بن محمد اقرع سے (روایت ہے) وہ کہتا ہے کہ مجھ سے خادم ابو حمزہ نصیر نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ

میں نے کئی مرتبہ ابو محمد عسکریؑ کو سنا کہ وہ اپنے غلاموں سے ان کی زبان میں گفتگو کر رہے ہوتے اور ان میں ترک وروم اور صقالبہ تھے پس مجھے اس سے تعجب ہوا اور میں نے کہا کہ یہ مدینہ میں پیدا ہوئے اور ابوالحسنؑ امام نقیؑ کی وفات سے پہلے کسی کے سامنے نہیں آئے اور نہ کسی نے آپؑ کو دیکھا ہے تو یہ کیا معاملہ ہے میں اپنے دل میں یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ خداوند عالم نے اپنی حجت کو تمام مخلوق سے ممتاز وجدا کر دیا اور اسے ہر چیز کی معرفت عطا فرمائی ہے لہٰذا وہ زبانوں انساب اور ہونے والے واقعات کو جانتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو حجت میں اور جس پر وہ حجت ہے فرق باقی نہیں رہے گا۔

۱۱۔ اسی اسناد کے ساتھ راوی کہتا ہے کہ مجھ سے حسین بن ظریف نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میرے سینے میں دو مسئلے کھٹکتے تھے میں نے چاہا کہ میں اس سلسلہ میں ابو محمد حسن عسکری کی خدمت میں خط لکھوں، پس میں نے آپؑ کو لکھا کہ قائم آل محمد جب قیام کریں گے تو کس چیز کے ذریعہ فیصلہ کریں گے اور آپؑ کی مجلس اور دربار کہاں ہوگا جس میں بیٹھ کر لوگوں کے درمیان فیصلے کریں گے اور میں نے چاہا کہ باری کے بخار کے متعلق سوال کروں تو بخار کا ذکر مجھے بھول گیا۔ چنانچہ آپؑ کا جواب آیا تو نے قائم کے متعلق سوال کیا ہے تو جب وہ قیام کریں گے تو اپنے علم

کے ساتھ فیصلہ کریں گے جس طرح حضرت داؤدؑ فیصلہ کرتے تھے اور گواہوں سے نہیں پوچھیں گے اور تو نے باری کے بخار کے متعلق سوال کرنا چاہا جسے تو بھول گیا تو ایک رقعہ لکھ کر بخار والے کے گلے میں ڈال دو'' یانار کونی برد اوسلاما علی ابراھیم'' پس میں نے یہ آیت لکھی اور بخاری والے کے گلے میں ڈال دی تو اسے افاقہ ہوا اور وہ تندرست ہو گیا۔

۱۲۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے اسحاق بن محمد نخعی سے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا اسمٰعیل بن محمد بن علی بن اسماعیل بن علی عبداللہ بن عباس نے، وہ کہتا ہے کہ میں ابومحمدؑ کے لیے راستہ پر بیٹھ گیا تو جب آپؑ میرے قریب سے گزرے تو میں نے اپنی حاجت کی شکایت کی اور آپؑ کے لیے قسم کھائی کہ میرے پاس کوئی چیز، درہم یا اس سے اوپر نہیں ہے اور نہ صبح وشام کا کھانا کھایا۔ وہ کہتا ہے پس حضرت نے فرمایا کہ تو نے اللہ کی قسم جھوٹی کھائی ہے حالانکہ تو نے دوسو دینار دفن کر رکھے ہیں اور یہ میں تجھے عطیہ سے روکنے کے لیے نہیں کہہ رہا، اے غلام! جو کچھ تیرے پاس ہے اسے دے دے تو آپؑ کے غلام نے مجھے سو دینار دیے گئے پھر آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تو ان دیناروں سے محروم ہو جائے گا جو تو نے دفن کیے ہوئے ہیں جب کہ تجھے ان کی بہت سخت ضرورت ہو گی اور حضرت نے سچ فرمایا اور یہ اس طرح ہوا کہ جو کچھ آپؑ نے مجھے دیا وہ میں نے خرچ کر لیا اور کسی چیز کی مجھے سخت ضرورت پڑی کہ جسے میں خرچ کرتا اور مجھ پر رزق کے دروازے بند ہو گئے تو میں نے زمین کھود کر وہ دینار نکالنے چاہے جو میں نے دفن کیے ہوئے تھے لیکن مجھے وہ نہ ملے پس میں نے اس میں نظر وفکر کی تو پتہ چلا کہ میرے بیٹے کو ان کی جگہ کا علم ہو گیا تھا اور وہ انہیں لے کر بھاگ گیا تھا پس مجھے ان میں سے کوئی چیز نہ مل سکی۔

۱۳۔ اسی اسناد کے ساتھ اسحاق بن محمد نخعی سے (روایت ہے) وہ کہتا ہے کہ ہم سے بیان کیا علی بن زید بن علی الحسینؑ نے کہ

میرا ایک گھوڑا تھا کہ جو مجھے بڑا اچھا لگتا تھا اور میں اپنی مجالس میں اس کا بہت ذکر کیا کرتا تھا میں ایک دن ابومحمدؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ تیرے گھوڑے کا کیا بنا؟ تو میں نے عرض کیا کہ وہ میرے پاس ہے اور اس وقت آپؑ کے دروازے پر کھڑا ہے جس سے میں اترا ہوں، تو آپؑ نے فرمایا کہ اگر تیری قدرت میں کوئی خریدار ہو تو شام سے پہلے پہلے اسے تبدیل کر لو اور اس میں تاخیر نہ کرو اور کوئی ہمارے پاس آ گیا اور ہماری گفتگو درمیان میں رہ گئی پس میں اسی فکر میں کھڑا ہو گیا اور اپنے گھر گیا اور اپنے بھائی کو بتایا تو وہ کہنے لگا میں نہیں جانتا کہ اس میں کیا کہوں اور میں نے اس میں بخل کیا اور لوگوں کو اس کی خریداری کا اہل نہ پایا اور ہمیں شام ہو گئی پس جب میں نے عشاء کی نماز پڑھی تو سائیس میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے میرے سردار! آپ کا گھوڑا تو ابھی مر گیا، تو مجھے بہت غم ہوا اور میں نے جانا کہ آپؑ کے اس ارشاد سے یہی مراد تھی، پھر میں ابومحمدؑ کے پاس کچھ دنوں کے بعد گیا اور

میں نے اپنے دل میں کہا کہ کاش آپؑ اس کی جگہ پر مجھے کوئی گھوڑا دے دیتے پس جب میں جا کر بیٹھ گیا کہ اس سے پہلے کہ میں کوئی بات کرتا آپؑ نے فرمایا، ہاں ہم تجھے اس کی جگہ پر دیں گے، اے غلام! اس کو میرا کمیت گھوڑا دے دو، پھر فرمایا، یہ تیرے گھوڑے سے بہتر ہے اور سواری کے زیادہ لائق ہے اور طویل عمر کا ہے (امام حسن عسکریؑ نے علی بن زید کو گھوڑا جلدی بیچنے کا مشورہ دیا اس سے یہ گمان نہیں ہونا چاہیے کہ امام علی بن زید کا فائدہ سوچ کر کسی دوسرے کا نقصان کرتے۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ اگر وہ بیچ دیتا تو دوسرے کے پاس جا کر نہ مرتا یا یہ کہ امام جانتے تھے کہ یہ نہیں بیچ سکے گا جیسا کہ ظاہراً علی بن زید بیچ ہی نہیں سکا صرف مقصود اس کی موت کی خبر دینا ہے جیسا کہ ثابت ہو گیا۔ واللہ اعلم الصواب)

۱۴۔ اسی اسناد کے ساتھ راوی کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن بن شمعون نے اس سے احمد بن محمد نے وہ کہتا ہے کہ جب مہتدی نے موالیوں کو قتل کرنا شروع کیا تو میں نے ابو محمدؑ کو لکھا اے میرے آقا و سردار! حمد ہے اس ذات کی (خدا کی) جس نے اسے ہم سے مشغول رکھا ہے اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس نے آپؑ کو دھمکی دیتے ہوئے کہا ہے کہ خدا کی قسم میں انہیں روئے زمین سے ختم کر دوں گا پس ابو محمدؑ نے اپنے ہاتھ سے لکھا، یہی چیز اس کی عمر کو زیادہ کوتاہ کرنے والی ہے اپنے اسی دن سے پانچ دن شمار کرو اور وہ چھٹے دن ذلت و رسوائی اور بے عزتی کے ساتھ جو اس پر گزرے گی قتل کر دیا جائے گا اور وہی ہوا جو آنحضرتؑ نے فرمایا تھا۔

۱۵۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن اسمعیل بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر سے وہ کہتا ہے کہ

بنو عباس، صالح بن وصیف کے پاس گئے جب ابو محمدؑ اس کے پاس قید تھے اور وہ اس سے کہنے لگے کہ ان پر تنگی کرو اور انہیں وسعت و کشائش نہ دو تو صالح ان سے کہنے لگا کہ میں کیا کروں میں نے ان پر اپنے دو خاص بدترین مخلوق شخص مقرر کیے تھے پس وہ دونوں عبادت اور روزہ میں عظیم حالت کو پہنچ گئے ہیں پھر اس نے حکم دیا ان دو موکلوں کو حاضر کرنے کا تو اس نے ان دونوں سے کہا کہ افسوس ہے تم پر اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے وہ کہنے لگے اس مرد خدا کے متعلق ہم کیا کہہ سکتے ہیں جو دن کو روزے رکھتا اور ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرتا ہے نہ کسی سے بات کرتا اور نہ عبادت کے علاوہ کسی چیز میں مشغول ہوتا ہے پس جب ہماری طرف دیکھتا ہے تو ہمارے کندھے کانپنے لگ جاتے ہیں اور ہم میں اتنا رعب و دبدبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ہمیں اپنے نفسوں پر قابو نہیں رہتا پس جب عباسیوں نے یہ سنا تو ناامید ہو کر واپس چلے گئے۔

۱۶۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے ہمارے اصحاب کی ایک جماعت سے وہ کہتے ہیں کہ

امام ابو محمد عسکریؑ کو نحریر کے سپرد کیا گیا اور وہ آپؑ کو تنگی میں رکھتا اور اذیت و تکلیف پہنچاتا تھا تو اس کی بیوی

اس سے کہنے لگی کہ اللہ سے ڈرو، تمہیں پتہ نہیں کہ تمہارے گھر میں کون ہے؟ اور اس نے آپؑ کی نیکی اور عبادت کا اس سے تذکرہ کیا اور کہنے لگی میں تجھ پر ان سے خوف زدہ ہوں تو وہ لعین کہنے لگا کہ میں تو خدا کی قسم، انہیں درندوں کے درمیان پھینکوں گا پھر اس نے اس سلسلہ میں بادشاہ سے اجازت لی اور اسے اجازت مل گئی تو اس نے آنخضرتؑ کو درندوں میں پھینک ہی دیا اور انہیں شک بھی نہیں تھا کہ وہ آنخضرتؑ کو نہیں کھائیں گے اور جب انہوں نے اس جگہ دیکھا تاکہ انہیں حالات معلوم ہوں تو انہوں نے دیکھا کہ آنخضرت کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور درندے آپؑ کے اردگرد ہیں پس حکم دیا کہ انہیں نکال کر ان کے گھر بھیج دیا جائے اور اس سلسلہ میں روایات بہت زیادہ ہیں اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے یہ انشاءاللہ تعالیٰ ہمارے مقصد کو پورے کرے گا۔

امام حسن عسکریؑ کی وفات، آپ کی قبر اور آپ کے فرزند کا تذکرہ

حضرت ابو محمد حسن عسکری یکم ربیع الاول ۲۶۰ ھ دوسو ساٹھ ہجری میں بیمار ہوئے ایک ہفتہ بیمار رہنے کے بعد ۸ ربیع الاول جمعہ کے دن آپؑ کی وفات ہوئی اور وفات کے وقت آپؑ کی عمر اٹھائیس سال تھی اور آپؑ سامرہ میں اپنے گھر کے اسی کمرے میں دفن ہوئے جس میں آپ کے والد گرامی حضرت علی نقیؑ دفن ہیں اور آپ نے اپنا خلیفہ و جانشین اپنے فرزند امام منتظر کو چھوڑا جو حکومت حق کے منتظر ہیں۔

امام حسن عسکریؑ نے اپنے بیٹے کی ولادت کو مخفی اور ان کے معاملہ کو پردہ راز میں رکھا کیونکہ اس وقت نہایت سختی ہو رہی تھی اور بادشاہ وقت اس مولود کی شدت سے تلاش اور ان کے معاملہ کی چھان بین میں لگا ہوا تھا جب کہ مذہب شیعہ امامیہ میں آپ کی آمد و ولادت مشہور ہو چکی تھی اور معروف و معلوم تھا کہ سب شیعہ آپ کے ظہور کی انتظار میں ہیں لہٰذا آپ کے فرزند گرامی حضرت قائم آل محمدؑ نہ تو والد کی زندگی میں لوگوں کے سامنے آئے اور نہ ہی ان کی وفات کے بعد جمہور مسلمین انہیں پہنچان سکے۔

اور اسی لیے ابو محمد حسن عسکریؑ کا بھائی جعفر بن علی اپنے بھائی ابو محمدؑ کی رحلت کے بعد آپ کے ترکہ کا وارث بن کھڑا اور ابو محمدؑ کی کنیزوں کو قید اور آپ کی ازواج کو پابند کرنے کی کوشش کی اور جعفر نے حضرت امام حسن عسکری کے اصحاب پر آنحضرت کے فرزند (قائم آل محمدؑ) کے انتظار کرنے اور آپ کے وجود کے یقینی سمجھنے اور آپؑ کی امامت کے قائل ہونے پر طعن و تشنیع کی اور ان لوگوں کے خلاف حکومت کو اکسایا یہاں تک کہ انہیں ڈرایا دھکیلا اور دور کیا گیا اور ابو محمدؑ کے پسماندگان پر ان امور کی وجہ سے ہر مصیبت جاری ہوئی انہیں قید و بند میں رکھا گیا، دھمکیاں دی گئیں اور حقیر و ذلیل کیا گیا لیکن بادشاہ کو ان سے کوئی فائدہ نہ مل سکا اور جعفر نے ظاہراً ابو محمدؑ کے ترکہ کو سمیٹ لیا اور کوشش کی کہ وہ شیعوں کے نزدیک ان کا قائم مقام ہے لیکن ان میں سے کسی نے اسے قبول نہ کیا اور نہ ہی اس کی امامت کا اعتقاد رکھا پس وہ سلطانِ وقت کے پاس اپنے بھائی کا مرتبہ مانگنے گیا اور بہت سا مال دینے کا وعدہ کیا اور اس نے قرب حاصل کرنے کی اس طرح سے کوشش کی جو اس کے گمان میں قرب کا ذریعہ بن سکتا تھا لیکن ان میں سے کسی چیز سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اور اس سلسلہ میں جعفر کی بہت سی روایات ہیں۔

لیکن

میں نے کئی اسباب کی وجہ سے کہ کتاب جن کی شرح کی متحمل نہیں ان سے روگردانی اختیار کی ہے۔

اور وہ امامیہ اور عامہ میں سے ان لوگوں کے نزدیک بھی جو لوگوں کے حالات و اخبار سے واقف میں مشہور ہیں۔ اور اللہ سے ہم اعانت و مدد چاہتے ہیں۔

امام منتظر (مہدیؑ) کے حالات

حضرت امام حسن عسکری کے بعد والے امام کا ذکر، ان کی تاریخ ولادت، دلائل امامت، کچھ حالات، ان کی غیبت، قیام کے وقت سیرت اور حکومت و سلطنت

ابو محمد کے بعد ان کے فرزند ارجمند امام ہیں جو رسول اللہؐ کے ہمنام اور ہم کنیت ہیں اور ان کے علاوہ ان کے پدر گرامی نے ظاہر و باطن میں کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور انہیں بھی پوشیدہ و غائب چھوڑا ہے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور آپؑ کی ولادت پندرہ شعبان کی رات ۲۵۵ھ دوسو پچپن ہجری میں ہوئی۔

اور آپؑ کی مادر گرامی ایک کنیز ہیں جنہیں نرجس (خاتون) کہا جاتا ہے اور آپؑ کا سن مبارک اپنے والد کی وفات کے وقت پانچ سال تھا اور اسی سن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت اور فصل خطاب دیا اور آپؑ کو عالمین کے لیے آیت و نشانی قرار دیا حکمت و دانائی عطا کی، جس طرح حضرت یحییٰ کو بچپن میں دی تھی اور انہیں ظاہراً بچپن کی حالت میں امام قرار دیا جس طرح عیسیٰ بن مریمؑ کو گھوارے میں نبی قرار دیا تھا۔

ملت اسلام میں آپؑ کے لیے پہلے سے نبی ہادیؐ کی طرف سے پھر امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کی طرف سے نص آ چکی ہے اور تمام آئمہ یکے بعد دیگرے ان کے والد گرامی امام حسن عسکریؑ تک نے ان پر نص قائم کی ہے اور ان کے والد نے اپنے قابل وثوق اور خاص شیعوں کے سامنے آپؑ پر نص قائم کی ہے۔

آپؑ کی غیبت اور آپؑ کی حکومت کی خبر آپؑ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے اور غائب ہونے سے پہلے موجود و مشہور اور مستفیض تھی اور ائمہ ہدیٰ سے آنجنابؑ ہی صاحب سیف حق کو قائم کرنے والے اور حکومت ایمانی کے لیے منتظر ہیں۔

آپ کی حکومت قائم ہونے سے پہلے آپؑ کے لیے دو غیبتیں ہیں اور ان میں سے ایک دوسری سے بہت طویل ہے جس طرح کہ اس سلسلہ میں اخبار و روایات آئی ہیں ان میں سے غیبت صغریٰ تو آپؑ کی ولادت سے لے کر آپؑ کے شیعوں کے درمیان سفارت کے منقطع ہونے اور آخری سفیر کی وفات کے بعد تک ہے اور غیبت کبریٰ اس غیبت صغریٰ کے بعد سے شروع ہوتی ہے اور اس غیبت کبریٰ کے آخر میں آپ تلوار کے ساتھ قیام کریں

گے اللہ کا ارشاد ہے

"ونجعلھم ائمۃ و نجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض ونری فرعون دھامان وجنودھما منھم ما کانوا یحذرون"

"اور ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پر جنہیں زمین میں کمزور کر دیا گیا ہے اور انہیں ہم امام بنائیں گے وارث قرار دیں گے اور زمین پر قدرت دیں گے اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان سے وہ کچھ دکھائیں گے کہ جس سے وہ ڈرے تھے۔"

اور خدائے عزاسمہ کا ارشاد ہے

"ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون"

"اور ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث ہمارے نیک اور صالح بندے ہوں گے۔"

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ

دن اور راتیں ہرگز ختم نہیں ہوں گی یہاں تک کہ خدا میرے اہل بیتؑ میں سے ایک مرد کو مبعوث فرمائے گا جو میرا ہم نام ہوگا وہ زمین کو عدل وانصاف سے پر کرے گا جس طرح کہ وہ ظلم وجود سے پر ہو چکی ہوگی۔

اور حضور اکرمؐ نے فرمایا

اگر اتنا باقی نہ رہے مگر دنیا میں سے ایک ہی دن تو خدا اس دن کو اتنا طویل بنا دے گا یہاں تک کہ میری اولاد سے ایک شخص کو اس میں مبعوث کرے گا جو میرا ہمنام ہوگا وہ زمین کو عدل وانصاف سے پر کرے گا جس طرح وہ ظلم وجود سے پر ہو چکی ہوگی۔

ہر زمانہ میں امام کا ہونا ضروری ہے

ان دلائل میں سے ایک وہ دلیل ہے جس کا عقل، استدلال صحیح کے ساتھ تقاضا کرتی ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ایسے معصوم امام کا ہونا ضروری ہے جو تمام احکام اور جملہ علوم میں کامل و مکمل ہوتے ہوئے اپنی رعایا سے مستغنی ہو۔ کیونکہ مکلفین (جن کو خدا نے تکلیف شرعی دی اور احکام الٰہی کی ذمہ داری ڈالی ہے) کا ایک ایسے سلطان (عادل و معصوم) کے بغیر رہنا محال ہے جس کے وجود سے وہ اصلاح و درستگی کے زیادہ قریب اور فساد و

خرابی سے دور رہیں۔

اس کی سب ناقص لوگوں کی ضرورت ہے جو مجرموں کو ادب سکھائے اور نافرمانوں کو سیدھا کرے۔

اور وہ ایسا ہو جو گمراہوں کو راہ دکھانے والا، جاہلوں کو تعلیم دینے والا، غافلوں کو تنبیہ و خبردار کرنے والا، بھٹکنے والوں کو ہدایت کرنے والا، حدود الٰہی کو قائم کرنے والا احکام خداوندی کو نافذ کرنے والا، اختلاف کرنے والوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا حکام کو مقرر و متعین کرنے والا، سرحدوں کا محافظ، اموال کا نگران، مرکزی اسلامی کا حامی اور جمعہ اور عید کے اجتماعات میں سب کو ایک جمع کرنے والا ہو۔

اور اس پر بھی دلائل قائم ہیں کہ مذکورہ دلیل کے مطابق سلطان عادل ایسا ہو جو لغزشوں اور غلطیوں سے معصوم ہو کیونکہ بالاتفاق وہ کسی دوسرے امام سے مستغنی ہوگا۔ (ورنہ اگر اس سے بھی گناہ سرزد ہوتے ہیں اور غلطیاں کرتا ہے تو اس امام کے لیے پھر کسی اور رہنمائی و امام کی ضرورت ہوگی) اور یہ چیز بلاشک وشبہ عصمت کا تقاضا کرتی ہے اور عصمت کا علم بغیر رہنمائی ونشان وہی خداوند کے پتہ نہیں چل سکتا لہٰذا معصوم کے لیے نص کا ہونا ضروری ہے یا اس سے معجزہ کا ظہور ہو جو اسے دوسروں سے ممتاز وجدا کرے اور معلوم ہو کہ یہی معصوم ہے (معجزہ میں خرق عادت اور فوق العادۃ کام کر کے دکھانے کے ساتھ ساتھ دعوی امامت بھی ہوگا)

اور یہ صفات (مذکورہ) کسی میں نہیں پائی جاتیں سوائے اس میں جس کی امامت کو امام حسن عسکری بن علی نقی علیہما السلام کے اصحاب ثابت کرتے ہیں اور ہمارے بیان کے مطابق وہ امام حسن عسکریؑ کے فرزند امام مہدیؑ ہیں۔

اور یہ ایک ایسی اصل و بنیاد ہے جس میں امامت کے بارے میں (کہ کیا امامت ان شرائط سے ہونی چاہیے؟) وہ نصوص اور وہ اخبار وروایات جو اس سلسلہ میں منقول ہیں ان کے درج کرنے کی ہمیں ضرورت ہی نہیں رہتی کیونکہ اس امامت کا خود عقل تقاضا کرتی ہے اور ثابت شدہ استدلال اس کے درست و صحیح ہونا پر موجود ہے۔

پھر امام مہدیؑ فرزند امام حسن عسکریؑ پر نص قائم ہونے کے بارے میں اتنی روایات موجود ہیں جس سے ہر قسم کا عذر ختم ہو جاتا ہے۔

میں انشاءاللہ اپنے سابقہ طریقہ پر اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ روایات پیش کرتا ہوں۔

امام مہدیؑ کی امامت پر نصوص ودلائل

۱۔ مجھے خبر دی ہے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب کلینی سے اس نے علی بن ابراہیم سے اس نے محمد بن عیسٰی سے اس نے محمد بن فضل سے اس نے ابوحمزہ ثمالی سے اس نے ابوجعفرؑ (باقرؑ) سے کہ آپؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن وانس کی طرف بھیجا اور ان کے بعد باقی بارہ وصی قرار دیئے ان

میں سے کچھ گزر چکے اور کچھ باقی ہیں اور ہر وصی کے ساتھ سنت جاری ہے۔

پس وہ اوصیاء جو محمدؐ کے بعد ہیں وہ حضرت عیسیٰ کے اوصیاء کی سنت پر ہیں اور وہ بارہ ہیں اور حضرت امیر المومنینؑ وہ مسیح کی سنت پر ہیں (یعنی امیر المومنینؑ کے بارے میں تین قسم کے گروہ ہیں) (مجلسیؒ)

۲۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے محمد بن یحییٰ سے اس نے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن عبداللہ اور محمد بن حسین سے ان سب نے سہل بن زیاد سے اس نے حسن بن عباس سے اس نے ابوجعفر ثانی (امام محمد تقیؑ) سے انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے حوالہ سے جناب امیر المومنینؑ سے (روایت کی ہے) آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا

لیلۃ القدر پر ایمان لے آؤ کیونکہ اسمیں سال بھر کا امر و حکم نازل ہوتا ہے اور میرے بعد اس امر کے والیاں امر علی بن ابی طالبؑ اور ان کی اولاد سے گیارہ فرزند ہیں۔

۳۔ اسی اسناد کے ساتھ آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ابن عباس سے فرمایا تھا کہ لیلۃ القدر ہر سال ہوتی ہے اور اسی رات سال بھر کا امر نازل ہوتا ہے اور رسول اللہؐ کے بعد اس امر کے کچھ والی ہیں۔

تو ابن عباس نے آپؑ سے عرض کیا کہ

وہ کون ہیں؟

فرمایا

میں اور جو میری صلب میں سے گیارہ افراد جو امام ہیں اور جن سے ملائیکہ گفتگو کرتے ہیں۔

۴۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے محمد بن یحییٰ سے اس نے محمد بن حسن سے اس نے ابن محبوب سے اس نے ابوجارود سے اس نے ابوجعفر محمدؑ بن علیؑ (باقرؑ) سے انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے وہ کہتے ہیں کہ

میں حضرت فاطمہؑ دختر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے ایک تختی تھی اور اس میں اوصیاء اور ان مخدرہ کی اولاد میں سے ائمہ علیہم السلام کے نام تھے پس میں نے انہیں شمار کیا تو وہ نام بارہ تھے اور ان کے آخری قائم تھے جو اولادِ فاطمہؑ میں سے ہیں ان میں سے تین محمد ہیں اور تین علی ہیں (یا چار علی ہیں)

(ظاہراً روایت سے کچھ الفاظ ساقط ہیں کیونکہ جناب سیدہ علیہا السلام کی اولاد سے گیارہ امام ہیں، اسی طرح ایک نسخہ میں ''تین علی ہیں'' کے الفاظ ہیں۔ ظاہر ہے کہ اولاد جناب سیدہ علیہا السلام میں تین علی ہیں ورنہ کل آئمہ میں چار علی ہیں، مترجم)

۵۔ مجھے ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے ابوعلی اشعری سے خبر دی اس نے حسن بن عبیداللہ سے جس نے حسن بن موسیٰ خشاب سے اس نے علی بن سماعہ سے اس نے علی بن حسن بن رباط سے اس نے ابن اذینہ

سے اس نے زرارہ سے وہ کہتے ہیں میں نے جناب ابوجعفر باقر علیہ السلام کو یہ کہتے سنا کہ آل محمدؐ میں سے بارہ امام ہو گئے سب کے سب محدث (یعنی جن کے ساتھ ملائکہ گفتگو کرتے ہیں) اور وہ علی بن ابی طالب اور گیارہ فرزندان کی اولاد میں سے ہیں جناب رسول اللہؐ اور علیؑ وہ دونوں تو سب کے والد ہیں۔

۶۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن ابراہیم سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابن ابی عمیر سے اس نے سعید بن غزوان سے ابوبصیر سے اس نے ابوجعفرؑ (باقر علیہ السلام) سے آپ نے فرمایا کہ

''حسینؑ کے بعد نو امام ہیں اور ان کے نویں ان کے قائم ہیں''

۷۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے معلّٰی بن محمد سے اس نے وشاء سے اس نے ابان سے اس نے زرارہ سے وہ کہتے ہیں میں نے ابوجعفرؑ امام محمد باقرؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ ائمہ بارہ ہیں کہ جن میں سے حسنؑ اور حسینؑ ہیں پھر باقی ائمہ اولاد حسین علیہ السلام سے ہیں۔

۸۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن علی بن بلال سے وہ کہتا ہے کہ ابومحمد حسن بن علی عسکریؑ کی طرف سے ان کی وفات سے دو سال پہلے حکم صادر ہوا کہ جس میں آپؑ مجھے اپنے بعد کے جانشین کی خبر دے رہے تھے پھر آپؑ کی وفات سے تین ماہ پہلے پیغام آیا جس میں آپؑ نے مجھے اپنے بعد کے خلیفہ کی خبر دی۔

۹۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے محمد بن یحیٰی سے اس نے احمد بن اسحاق سے اس نے ابو ہاشم جعفری سے اس نے کہا کہ میں نے ابومحمد حسن عسکری بن علی النقیؑ سے عرض کیا کہ مجھے آپؑ کی جلالت و عظمت آپؑ سے سوال کرنے سے روکتی ہے کیا آپؑ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں آپؑ سے سوال کروں؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ سوال کرو، تو میں نے عرض کیا اے میرے آقا و سردار کیا آپؑ کا کوئی فرزند ہے؟ فرمایا ہاں، تو میں نے عرض کیا، اگر کوئی حادثہ پیش آئے تو میں نے ان کے متعلق کہاں سے سوال کروں؟ فرمایا، مدینہ میں۔

۱۰۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے جعفر بن محمد کوفی سے اس نے جعفر بن محمد مکفوف سے اس نے عمرو اہوازی سے وہ کہتا ہے کہ ابومحمد حسن عسکریؑ نے مجھے اپنا بیٹا دکھایا اور فرمایا کہ، میرے بعد یہ تمہارا صاحب ہے۔

۱۱۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے حمدان قلانسی سے اس نے عمری سے وہ کہتا ہے کہ

امام ابومحمد عسکریؑ چل بسے اور اپنے بیٹے کو اپنا خلیفہ بنا گئے۔

۱۲۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے حسین بن محمد سے اس نے

معلیٰ بن محمد سے اس نے احمد بن محمد بن عبداللہ سے وہ کہتا ہے کہ

حضرت ابو محمدؑ کی طرف سے حکم نامہ صادر ہوا جب زبیری مارا گیا، یہ ''جزاء ہے اس کی جو اللہ پر جرأت کرے گا اللہ کے اولیاء کے سلسلہ میں، وہ گمان کرتا تھا کہ وہ مجھے قتل کرے گا اور میری کوئی اولاد نہیں، تو اس نے اپنے میں اللہ تعالیٰ کی کیسی قدرت دیکھی ہے'' محمد بن عبداللہ کہتا ہے کہ

پھر آپؑ کے فرزندار جمند پیدا ہوئے۔

۱۳۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے جس نے اسے بتایا اس نے محمد بن احمد علوی سے اس نے داؤد بن قاسم جعفری سے وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابوالحسن علیؑ النقی بن محمدؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ

میرے بعد خلف صالح حسن عسکریؑ ہے پس کیا حالت ہوگی تمہاری خلف کے بعد خلف کے ساتھ۔

تو میں نے عرض کیا، کیوں؟ خدا مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دے۔

تو آپ نے فرمایا

تم لوگ ان کو دیکھ نہیں سکو گے اور تمہارے لیے ان کا نام لے کر ان کو یاد کرنا حلال و جائز نہیں ہوگا۔

تو میں نے عرض کیا کہ پھر ہم کس طرح ان کا ذکر کریں گے فرمایا کہنا

''حجۃ آل محمدؐ''

یہ وہ مختصر نصوص ہیں جو بارھویں امام کے متعلق قائم ہوئی ہیں۔ ورنہ اس سلسلہ میں روایات بہت زیادہ ہیں جن کو محدثین کے ایک گروہ نے تدوین کیا اور اپنی تصانیف میں درج کیا ہے۔

اور جس شخص نے ان روایات کو پوری شرح و تفصیل سے اپنی اس کتاب میں درج کیا ہے جو غیبت کے سلسلہ میں تصنیف کی ان کا نام محمد بن ابراہیم ہے جن کی کنیت ابوعبداللہ نعمانی ہے۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کے بعد اس جگہ ان تفصیلی روایات کو درج کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

آپؑ کے دیدار سے مشرف ہونے والے

۱۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم جعفر بن محمد نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفرؑ سے اور وہ عراق میں اولاد رسول اللہؐ میں سے معمر ترین شخص تھے فرماتے ہیں کہ میں نے حسن عسکری بن علی نقی بن محمد تقی علیہم السلام کے فرزند کو دونوں مسجدوں کے درمیان دیکھا ہے جب کہ وہ نوخیز لڑکے تھے۔

۲۔ مجھے ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے خبر دی اس نے محمد بن یحییٰ سے اس نے حسن بن رزق اللہ سے

اس نے موسیٰ بن محمد بن ابوالقاسم بن حمزہ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ نے اس نے کہا کہ مجھ سے حکیمہ بنت محمد تقی بن علی رضاؑ اور وہ حضرت حسن عسکریؑ کی پھوپھی ہیں نے بیان کیا کہ انہوں حضرت ائمہ آل محمدؑ وان کی ولادت کی رات بھی اور اس کے بعد بھی دیکھا۔

۳۔ مجھے ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن حمدان قلانسی سے جس نے کہا میں نے ابوعمر وعمری سے کہا کہ حضرت ابومحمد حسن عسکریؑ چل بسے، تو وہ کہنے لگا کہ

وہ چلے گئے ہیں لیکن تم میں اپنا خلیفہ اسے بنا گئے ہیں جن کی گردن اس طرح ہے اور اس نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا (اپنے ہاتھ کی کلائی کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ گردن اس طرح نازک سی ہے مراد یہ ہے کہ بہت چھوٹے ہیں)۔

۴۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے زراری کے غلام فتح سے وہ کہتا ہے کہ ''میں نے ابوعلی بن مطہر سے سنا وہ ذکر کرتا تھا کہ اس نے آنجناب (امام مہدیؑ) کو دیکھا ہے اور اس نے پؑ کی قدر وقامت بھی بیان کی۔''

۵۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن شاذان بن نعیم سے اس نے ابراہیم بن عبدہ نیشاپوری کی خادمہ سے اور وہ نیک وصالح عورتوں میں سے تھی وہ کہتی ہے کہ

میں ابراہیم کے ساتھ صفا میں کھڑی تھی تو صاحب الامر تشریف لائے یہاں تک کہ اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور ابراہیم کی کتاب مناسک پکڑ لی اور کئی چیزوں کے متعلق اس سے باتیں کیں۔

۶۔ مجھے ابوالقاسم نے خبر دی محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد بن علی بن ابراہیم سے اس نے ابو عبداللہ بن صالح سے کہ آنحضرتؑ کو حجر اسود کے سامنے دیکھا جب کہ لوگ حجر اسود پر ایک دوسرے کو کھینچ رہے تھے اور حضرت فرما رہے تھے کہ انہی یہ حکم نہیں دیا گیا ہے۔

۷۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے احمد بن ابراہیم بن ادریس سے اس نے اپنے باپ سے وہ کہتا ہے کہ

''میں نے آنحضرتؑ کو ابومحمدؑ کی وفات کے بعد دیکھا جب کہ وہ بڑے ہو گئے تھے اور میں نے آپؑ کے ہاتھ اور سر کا بوسہ لیا۔

۸۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے ابوعبداللہ بن صالح اور احمد بن نضر سے وہ قنبری سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

جعفر بن علی نقیؑ کی بات شروع ہو گئی پس انہوں نے اس کی مذمت کی تو میں نے کہا کہ اس کے علاوہ تو کوئی نہیں تو انہوں نے کہا، کیوں نہیں، تو میں نے کہا کہ کیا آپ نے انہیں دیکھا ہے وہ کہنے لگے میں نے تو نہیں دیکھا لیکن

میرے علاوہ لوگوں نے دیکھا ہے میں نے کہا کہ آپ کے علاوہ کس نے دیکھا ہے تو انہوں نے کہا کہ خود جعفر نے دو مرتبہ دیکھا ہے۔

۹۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے جعفر بن محمد کوفی سے اس نے جعفر بن محمد کمفوف سے اس نے عمرو اہوازی سے وہ کہتا ہے کہ ابو محمدؑ امام حسن عسکریؑ نے مجھے آنحضرتؑ کی زیارت کرائی اور فرمایا یہ ہیں تمہارے صاحب۔

۱۰۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یحییٰ سے اس نے حسن بن علی نیشاپوری سے اس نے ابراہیم بن محمد سے اس نے ابونصر طریف خادم سے کہ اس نے آنحضرت کو دیکھا۔

اسی قسم کے اخبار جو ہم نے ذکر کیا ہے بہت زیادہ ہیں لیکن جن پر ہم نے اکتفاء کیا ہے یہ ہمارے مقصد کے لیے کافی ہیں اور اس کے بعد جو آئیں گی وہ مزید تاکید کے لیے ہیں اور اگر ہم انہیں نہ بھی لکھیں تو اس میں کوئی خلل و نقص نظر نہیں آتا جس کی ہم نے تشریح کی ہے اور اللہ کا ہی احسان ہے۔

آپؑ کے فضائل و دلائل

ا۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ نے محمد بن یعقوب سے خبر دی اس نے علی بن محمد سے اس نے محمد بن حمویہ اس نے محمد بن ابراہیمؑ بن مہزیار سے وہ کہتا ہے کہ

ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام نے جب رحلت فرمائی تو ان کے بعد امام کے بارے میں مجھے شک سا پڑ گیا۔ ادھر میرے باپ (ابراہیم بن مہزیار) کے پاس بہت زیادہ مال (جو امامؑ کے ساتھ مربوط تھا) جمع ہو گیا تھا میرا باپ اس مال کو لے کر کشتی میں سوار ہوا اور میں بھی ان کے ساتھ تھا راہ میں انہیں سخت بخار نے آ گھیرا تو میرے بابا نے کہا مجھے واپس لے چلو۔ یہ بیماری موت لگتی ہے اور مجھے اس مال کے بارے میں خدا سے ڈرنے (اس کی حفاظت کرنے اور امام زمان تک پہنچانے) کی وصیت کی اور خود تین دن کے بعد فوت ہو گیا تو اس وقت میں نے اپنے (اس مال کے بارے) دل میں کہا کہ میرا باپ کسی نامناسب چیز کی وصیت کرنے والا نہیں تھا میں یہ مال اٹھا کر عراق لے جا کر دریا کے کنارے ایک مکان کرایہ پر لے لیتا ہوں اور کسی کو کسی چیز کی خبر نہیں دوں گا اگر کوئی چیز واضح ہو گئی جس طرح ابو محمد کے زمانہ میں واضح تھی تو یہ مال وہاں خرچ کروں ورنہ اپنی ضروریات اور خواہشات میں صرف کروں گا پس میں نے عراق میں آ کر دریا کے کنارے ایک مکان کرایہ پر لیا اور کچھ دن وہاں رہا کہ اچانک ایک قاصد رقعہ لے کر آیا جس میں تحریر تھا کہ اے محمد تمہارے پاس یہ یہ مال ہے یہاں تک کہ تمام اس مال کو جو میرے پاس تھا اور بیان کیا اور اس کے ضمن میں کچھ ایسی چیزیں بھی بیان کیں جن کا مجھے علم نہیں تھا پس میں نے وہ قاصد کے سپرد کر دیا اور بقیہ امام وہیں رہا لیکن میرے پاس کوئی نہ آیا جس سے میں غمزدہ ہو گیا پس میری طرف رقعہ آیا کہ ہم نے تجھے تیرے باپ کا

قائم مقام کیا پس اللہ کی حمد و تعریف کرو۔

۲۔ محمد بن ابو عبداللہ سیاری نے روایت کی ہے کہ میں نے مہرزبانی حارثی کی اشیاء (ناحیہ مقدسہ) پہنچائیں جن میں سونے کا کنگن بھی تھا۔

پس وہ قبول کر لیں گئیں اور کنگن مجھے واپس کیا گیا اور مجھے اسے توڑنے کا حکم دیا گیا پس میں نے اسے توڑا تو اس کے اندر چند ایک شقال لوہا تانبا اور پتیل تھا پس میں نے کھوٹ نکال لیا اور خالص سونا دوبارہ بھیج دیا تو وہ قبول ہوا۔

۳۔ علی بن محمد سے روایت ہے کہ اہل سواد (اہل عراق) میں سے ایک شخص نے کچھ مال جناب الزماںؑ کی خدمت میں بھیجا تو واپس کر دیا اور کہا گیا کہ اپنے چچا کی اولاد کا حق اس میں سے نکالو اور وہ چار سو درہم ہیں۔ اس شخص کے پاس زمین تھی جس میں اس کے چچا کی اولاد بھی شریک تھی لیکن اس نے ان سے روک رکھی تھی پس اس نے غور و فکر کیا تو واقعاً اس کے چچا کی اولاد کا چار سو درہم حق بنتا تھا اس نے وہ نکال کر باقی مال بھیجا تو وہ قبول کر لیا گیا۔

۴۔ قاسم بن علا کہتا ہے کہ میرے ہاں چند لڑکے پیدا ہوئے ہیں امام زماںؑ کی خدمت میں خط لکھتا اور ان کے لیے دعا کا سوال کرتا لیکن آپؑ ان کے متعلق کچھ بھی نہ لکھتے پس وہ سب مر گئے اور جب میرا بیٹا حسین پیدا ہوا تو میں نے دعا کرنے کے لیے خط لکھا تو مجھے جواب دیا گیا کہ الحمدللہ وہ زندگی والا ہے۔

۵۔ علی بن محمد نے ابو عبداللہ بن صالح سے روایت کی ہے کہ ایک سال میں بغداد گیا اور جب وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا تو تا خیر مقدمہ (امام زمانؑ) سے اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہ ملی (چنانچہ قافلہ سے بچھڑ کر رکنا پڑا) اور میں قافلہ کے نہروان کی طرف جانے کے بائیس دن بعد تک وہیں مقیم رہا۔ اس کے بعد مجھے جانے کی اجازت ملی اور کہا گیا کہ بدھ کو چلنا۔ لہٰذا میں چل پڑا قافلہ سے جا ملنے کی تو کوئی امید تک نہ تھی۔ میں نہروان پہنچا تو دیکھا قافلہ ابھی تو ہیں ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے وہاں جا کر اپنے اونٹ کو چارہ کھلایا کہ اتنی دیر میں قافلہ نے کوچ کیا اور میں بھی چل پڑا اور یہ سب کچھ اس طفیل ہوا کہ امام نے میرے لیے سلامتی کی دعا کی تھی۔ الحمدللہ جملہ تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔

۶۔ علی بن محمد نے نصر بن صباح بلخی سے اس نے محمد بن یوسف شاشی سے روایت کی وہ کہتا ہے کہ میرے ایک ناسور نکل آیا میں نے اطباء کو دکھایا اور اس پر مال خرچ کیا لیکن دوا نے کوئی اثر نہ کیا تو میں نے آپؑ کی طرف ایک رقعہ لکھا جس میں دعا کا سوال کیا تو میری طرف تحریر ہو کر آیا کہ خدا تجھے عافیت کا لباس پہنائے اور تجھے دنیا و آخرت میں ہمارے ساتھ قرار دے پس ایک جمعہ نہیں گزرا تھا کہ مجھے عافیت و شفا نصیب ہوئی اور وہ جگہ ہتھیلی کی طرح صاف و شفاف ہو گئی تو میں نے اپنے ایک واقف طبیب کو بلا کر زخم کی جگہ والا نشان دکھایا تو وہ کہنے لگا ہم تو

اس کی دوا نہیں جانتے (اور نہ ہی ہمارے پاس علاج ہے) بغیر کسی وہم وگمان کے یہ اللہ ہی نے تجھے شفا بخشی ہے۔

۷۔ علی بن محمد نے علی بن حسین یمانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں بدا د میں تھا تو یمانیوں کا قافلہ تیار ہوا اور میں نے بھی چاہا کہ ان کے ساتھ چلا جاؤں چنانچہ میں نے آپؑ کی جانب لکھ کر اس بارے میں اجازت چاہی جواب آیا ان کے ساتھ نہ جاؤ کیونکہ تمہارے ان کے ساتھ جانے میں کوئی اچھائی اور خیر نہیں ہے اور کوفہ میں قیام کرو۔

وہ کہتا ہے کہ

میں وہیں مقیم رہا اور قافلہ چلا گیا پس بنوحنظلہ نے ان کے خلاف خروج کیا اور انہیں ہلاک وتباہ کیا۔

وہ کہتا ہے کہ

میں نے پھر خط لکھا اور پانی کے راستہ جانے کی اجازت چاہی تو اس کی بھی مجھے اجازت نہ ملی تو میں نے ان کشتیوں کے متعلق لوگوں سے پوچھا جو اس سال سمندر کے راستے گئیں تھیں تو مجھے معلوم ہوا کہ کوئی کشتی بھی صحیح و سالم نہیں بچی ان کے خلاف ایک قوم نے خروج کیا جنہیں بوارح کہتے ہیں اور انہیں لوٹ لیا۔

۸۔ علی بن حسین کہتا ہے کہ

میں سامرہ گیا اور غروب کے وقت میں دروازے پر پہنچا میں نے کسی سے بات نہیں کی اور نہ میں نے کسی سے جان پہچان پیدا کی ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد میں مسجد میں نماز پڑھنے لگا چانک ایک خادم میرے پاس آکر کہنے لگا کہ اٹھو، میں نے کہا کہ کہاں وہ کہنے لگا گھر کی طرف، میں کہنے لگا کہ میں کون ہو شاید تجھے میرے علاوہ کسی کے پاس بھیجا گیا ہے تو وہ کہنے لگا نہیں میں تو تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اور تم علی بن حسین ہو، اس کے ساتھ ایک لڑکا تھا پس اس نے اس سے کوئی راز کی بات کہی جسے میں نہ سمجھ سکا یہاں تک کہ میرے پاس وہ تمام چیزیں لے کر آیا کہ جن کی ضرورت تھی میں تین دن تک اس کے پاس رہا اور میں نے اس سے گھر کے اندر زیارت کرنے کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت ملی اور میں نے رات کو زیارت کی۔

۹۔ حسن بن فضل ہمانی نے کہا ہے کہ

میرے باپ نے اپنے ہاتھ سے خط لکھا تو اس کا جواب آیا پھر اس نے اپنے اصحاب کے فقہاء میں سے ایک بڑے شخص کے ہاتھ سے خط لکھوا کر بھیجا تو اس کا جواب نہ آیا پس ہم نے دیکھ بھال کی تو وہ شخص قرامطہ (ایک خارجی فرقہ) کی طرف بدل گیا تھا۔

۱۰۔ اور حسن بن فضل نے ذکر کیا ہے وہ کہتا ہے کہ

میں عراق گیا اور پکا ارادہ کیا کہ میں اس وقت تک وہاں سے نہیں نکلوں گا جب تک معاملہ (امامت مہدیؑ) مجھ پر پوری طرح واضح نہیں ہو جاتا میں بینہ اور دلیل نہ پالوں اور میری تمام حاجات پوری نہ ہوں اگرچہ

مجھے انتظار رہنا پڑے کہ میں صدقہ لے کر گزارا کروں۔

وہ کہتا ہے کہ

اس دوران میرا سینہ تنگ ہو گیا اور مجھے خوف ہوا حج کے فوت ہونے کا۔

تو وہ کہتا ہے کہ

میں ایک دن محمد بن احمد کے پاس آیا اوران دنوں وہ سفیر تھا اور اس سے تقاضا کیا تو وہ کہنے لگا کہ فلاں فلاں مسجد کی طرف جاؤ تو وہاں تجھے ایک مرد ملے گا۔

وہ کہتا ہے کہ

میں وہاں گیا تو میرے پاس ایک مرد آیا اور جب اس نے میری طرف دیکھا تو وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا تو غم گین نہ ہو پس تو عنقریب اسی سال حج کرے گا اور صحیح وسالم اپنے اہل خانہ اور اولاد کی طرف واپس جائے گا پس میں مطمئن ہو گیا اور میرے دل میں سکون آ گیا اور میں نے کہا کہ یہ ہی اس کا مصداق ہے (جو واضح دلیل میں چاہتا تھا وہ مل گئی ہے۔مترجم)

وہ کہتا ہے کہ پھر میں سامرہ گیا تو میری طرف ایک تھیلی بھیجی گئی جس میں کچھ دینار اور ایک کپڑا تھا تو اس سے مجھے دکھ ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس قوم کے نزدیک میری یہ جزا اور بدلہ ہے (یعنی میں نے آنحضرتؑ کی ملاقات کے لیے سفر کی صعوبتیں جھیلی ہیں تو وہ مجھے یہ کچھ دے رہے ہیں جس طرح ہمارے طور طریقے بھی یہی ہیں کہ اگر کوئی حاجت پوری نہ ہوئی تو خدا، رسول اور آئمہ اہل بیت سے ناراض ہو جاتے ہیں گویا ہم نے ان کو مان کر انہیں احسان مند کیا ہے اور اگر ہم نہ مانتے تو ان کی شان میں فرق آ جاتا اگر تجزیہ کیا جائے تو ہمارا مقصد ان کو ماننے سے حصول دینا کے علاوہ کچھ نہیں، حالانکہ دنیا اور اس کی نعمات کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں، اصل مقصد تو نعمات اخروی کا حصول ہے خداوند عالم ہمیں ان کی صحیح معرفت عطا کرے اور ہم راضی برضا رہیں اور ان کے صدقہ میں دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی سے ہم کنار ہوں، مترجم) اور میں نے جہالت سے کام لیا اور انہیں واپس کر دیا پھر اس کے بعد میں سخت نادم و پشیمان ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے اپنے مولا کے عطیہ کو رد کر کے کفرانِ نعمت کیا ہے اور میں نے ایک رقعہ لکھا جس میں اپنے فعل بد کی معذرت چاہی اور اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور اپنی لغزش سے استغفار کی اور وہ خط بھیج دیا اور میں نماز کے لیے وضو کرنے کی خاطر اٹھا اس حالت میں اپنے دل میں سوچتا اور کہتا تھا کہ اگر مجھے دینار واپس کیے گئے تو میں ان کی گرہ کو نہیں کھولوں گا اوران میں کوئی تصرف نہیں کروں گا یہاں تک کہ انہیں اپنے باپ کے پاس لے جاؤں گا کیونکہ وہ مجھ سے بہتر جانتا ہے پس میری طرف وہی قاصد آیا جو تھیلی لے کر آیا اور اس نے آ کر بتایا کہ مجھے (قاصد کو) کہا گیا کہ تو نے اچھا نہیں کیا تو نے اس مرد کو نہیں جنوایا (یعنی حسن جن فضل کو) کہ ہم بسا اوقات ابتداً اپنے دوستوں کے ساتھ اور

بعض اوقات وہ خود ہم سے ان چیزوں کا تبرک کے طور پر سوال کرتے ہیں (آنے والوں کا مقصد مال دینا نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ ان کی صعوبتوں اور سختیوں کے جھیلنے کا بدلہ ہے) میرے نام ایک رقعہ بھی تھا تو نے ہماری نیکی کو رد کر کے غلطی کی ہے اب چونکہ تو نے اللہ سے استغفار کی ہے تو اللہ تجھے بخش دے گا اور اب جب تیرا ارادہ اور تیری نیت اس پر ہے کہ جو ہم تجھے دے رہے تھے اگر اب واپس کر دیں تو تم اس میں کوئی تصرف نہیں کرو گے اور راستہ میں اس سے فائدہ و نفع نہیں اٹھاؤ گے تو ہم نے تجھ سے صرف نظر کرتے ہوئے رقم روک لی ہے البتہ کپڑا لے لو تا کہ حج کے لیے اس میں احرام باندھو وہ کہتا ہے میں نے دو مقصد لکھے تھے تیسرا بھی لکھنا چاہتا تھا پھر اس خوف سے نہیں لکھا کہ کہیں ناپسند نہ فرمائیں تو ان دونوں کا جواب آیا اور تیسری چیز ہے جسے میں نے نہیں لکھا تھا اس کا بھی تفسیر و تشریح کے ساتھ جواب آیا۔ والحمدللہ

راوی (حسن بن فضل) کہتا ہے کہ

میں نے جعفر بن ابراہیم نیشاپوری سے نیشاپور میں اتفاق کر لیا تھا کہ میں اس کے ساتھ حج کے لیے سوار ہوں گا اور میں اس کے ساتھ محمل کی ایک جانب اس کے برابر بیٹھوں گا تو جب میں بغداد پہنچا تو میرا ارادہ تبدیل ہو گیا اور ایسے ساتھی کی تلاش میں نکلا جو اونٹ کی دوسری جانب میرے مدمقابل بیٹھے کہ مجھ سے ابن وجناء ملا اور میں (آج اس کے ملنے سے پہلے) ایک دفعہ اس کے ہاں آیا تھا اور اس سے خواہش کی تھی کہ وہ میرے لیے کرایہ پر سواری لے تو میں نے اسے دیکھا کہ وہ اسے ناپسند کر رہا ہے پس جب (اس دفعہ) اس کی ملاقات ہوئی تو وہ مجھے کہنے لگا کہ میں نے تجھے تلاش کر رہا تھا اور مجھے امام کی جانب سے) کہا جائے کہ وہ تمہارے ساتھ جائے گا اس سے اچھا معاشرت و سلوک کرنا اور اس کے لیے عدیل (اونٹ کی دوسری طرف پر بیٹھنے والا) تلاش کرو اور اس کے لیے کرایہ کی سواری بھی لو۔

۱۱۔ علی بن محمد نے حسن بن عبدالحمید سے (روایت کی) وہ کہتا ہے کہ مجھے حاجز (امامؑ کے غیر معروف سفیر) کے بارے میں شک ہوا (شک ہوا کہ وہ بھی آپ کا سفیر ہے یا نہیں) پس میں نے کچھ چیزیں جمع کیں پھر میں سامرہ کی طرف گیا تو میری طرف جواب آیا کہ ہم میں کوئی شک نہیں اور نہ اس میں جو ہمارے حکم سے ہمارے قائم مقام ہیں جو کچھ تمہارے پاس مال ہے وہ حاجز بن یزید کو جا کر دے دو۔

۱۲۔ علی بن محمد نے محمد بن صالح سے (روایت کی) وہ کہتا ہے کہ

جب میرا باپ فوت ہو گیا تو جملہ ذمہ داریاں مجھ پر آن پڑیں تو میرے باپ کے لوگوں کے ذمہ کچھ مضاربہ کے اموال تھے جو اموال مال غریم یعنی صاحب الامر علیہ السلام کے مال میں سے تھے۔ شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ غریم ایک رمز تھی جو کہ قدیم شیعوں میں معروف تھی اور اس کا خطاب آنحضرتؑ پر بطور تقیہ ہوتا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ
میں نے آنحضرتؑ کو لکھا اور انہیں بتایا تو آپ نے مجھے بتایا کہ ان لوگوں سے مطالبہ کرو اور ان سے ادا کرنے کا تقاضا کرو چنانچہ سوائے ایک شخص کے سب نے دے دیئے اور اس کے ذمہ مال مضاربہ (کسی کو مال دیا جائے کہ وہ اس سے تجارت کرے اور نفع میں دونوں شریک ہوں) کے چار سو دینار تھے تو میں اس کے پاس آیا اور اس سے مطالبہ کیا اور وہ ٹال مٹول کرنے لگا اور اس کے بیٹے نے میری توہین کی مجھے برا بھلا کہا اور بیوقوفی کا طعنہ دیا تو میں نے اس کی شکایت اس کے باپ سے کی تو وہ کہنے لگا کہ پھر کیا ہوا اور تم کیا چاہتے ہو؟ پس میں نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور اس کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹ کے اسے صحن میں لے آیا تو اس کا بیٹا نکل کر اہل بغداد کو اپنی مدد کیلئے پکارنے لگا اور وہ کہتا تھا لوگوں ایک قمی رافضی نے میرے باپ کو قتل کر دیا تو ان میں سے بہت لوگ میرے گرد جمع ہو گئے تو میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور میں نے کہا آفرین خوب اے اہل بغداد تم مسافر مظلوم کے مقابلہ میں ظالم کا ساتھ دیتے ہو میں ہمدان کا رہنے والا ایک اہل سنت شخص ہوں اور یہ مجھے قم کے ساتھ منسوب کرتا ہے اور مجھے رفض (رافضی) کے ساتھ تہمت لگاتا ہے تاکہ میرا حق اور میرا مال لے جائے وہ کہتا ہے کہ
پس لوگ اس کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے چاہا کہ وہ اس کی دکان میں گھس جائیں یہاں تک کہ میں نے ان کے جوش کو ٹھنڈا کیا اور سکون میں لے آیا اور اس صاحب مضاربہ نے مجھ سے خواہش کی کہ میں مضاربہ کا مال لے لو اور اس نے طلاق کی قسم کھلائی کہ وہ اسی وقت میرا مال ادا کرے گا پس میں نے اس سے اپنا پورا مال لے لیا۔

۱۳۔ علی بن محمد نے ہمارے اصحاب میں سے چند افراد سے جنہوں نے احمد بن حسن اور علا بن رزق اللہ سے انہوں نے احمد بن حسن کے غلام بدر سے اس نے اپنے آقا احمد سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ میں مقام جبل (بغداد و آذربایجان کے درمیان ایک جگہ ہے)
میں گیا اور میں امامت کا قائل نہیں تھا اور نہ ہی میں ان میں سے کسی کو دوست رکھتا تھا جہاں تک کہ یزید بن عبداللہ فوت ہو گیا تو اس نے اپنی بیماری میں یہ وصیت کی تھی کہ اس کا گھوڑا تلوار اور اس کا کمر بند باندھنے کا پٹکا اس کے مولا (امام مہدیؑ) کی طرف بھیجا جائے پس میں خوف میں مبتلا ہوا کہ اگر میں نے گھوڑا اذکوتکین (یہ حکومتی عباسی میں ایک ترکی امیر کا نام ہے کو نہ دیا تو وہ مجھے ذلیل کرے گا پس میں نے گھوڑا پٹکا اور تلوار کی قیمت اپنے دل میں سات سو دینار لگائی اور یہ کسی کو نہ بتایا اور گھوڑا اذکوتکین کو دے دیا اور اچانک عراق کی طرف سے مجھے خط ملا کہ گھوڑا، تلوار اور پٹکا بیچ کر جو قیمت سات سو دینار تمہارے پاس ہیں وہ ہمارے ہیں ہمیں بھیج دو۔

۱۴۔ علی بن محمد کہتا ہے کہ مجھ سے میرے ایک دوست نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ
میرا ایک لڑکا پیدا ہوا اور میں نے امامؑ کی خدمت میں خط لکھا اور اس میں ساتویں دن اس کا ختنہ کرنے کی اجازت چاہی تو جواب آیا کہ نہ کرو پس وہ بچہ ساتویں یا آٹھویں دن مر گیا پھر میں نے اس کی فوتگی کا خط لکھا تو

جواب آیا کہ عنقریب اس کی جگہ پر دوسرا اور اس کے بعد ایک اور بچہ ہوگا پہلے کا نام احمد اور احمد کے بعد والے کا جعفر نام رکھنا اسی طرح ہوا جیسے آپؑ نے فرمایا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ

میں حج کے لیے تیار ہوا، لوگوں سے الوداع ہوا اور میں نے خط لکھ کر آپؑ سے جانے کے لیے اجازت چاہی تو جواب آیا کہ ہم ناپسند کرتے ہیں باقی آگے تیری مرضی۔

راوی کہتا ہے کہ

اس سے میرا سینہ تنگ ہو گیا اور میں غمگین ہوا اور میں نے لکھا کہ میں آپ کے ارشاد کو سن کر اطاعت کرتے ہوئے ٹھہر رہا ہوں ورنہ حج سے رہ جانے کا غم اور دکھ ہے تو جواب آیا کہ تیرا سینہ تنگ نہ ہو تم عنقریب اگلے سال حج کرو گے پس جب اگلا سال آیا تو میں نے دیکھا اور اجازت چاہی تو اجازت آ گئی اور میں نے لکھا کہ میں محمد بن عباس کو اپنا عدیل (اونٹ کا ساتھی بنا رہا ہوں مجھے اس کی دیانت وصیانت پر وثوق ہے تو جواب آیا کہ اسدی اچھا عدیل ہے اگر وہ آئے تو اس پر کسی کو ترجیح نہ دینا پس وہ آیا تو میں نے اسے اپنا عدیل بنا لیا۔

۱۵۔ مجھے ابوالقاسم جعفر بن محمد نے خبر دی محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے اس نے حسن بن عیسیٰ مریضی سے وہ کہتا ہے کہ

مجھے ابومحمد حسن عسکری بن علی علیہما السلام چل بسے تو اہل مصر میں سے ایک شخص کچھ مال صاحب الامر علیہ السلام کے لیے لے کر آیا تو لوگوں نے اس کے سامنے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ ابومحمدؑ بغیر خلیفہ کے اس دنیا سے گئے ہیں، بعض نے کہا کہ امام حسن عسکریؑ کا خلیفہ آپ ہی کا بھائی جعفر ہے اور بعض نے کہا کہ ان کے بعد ان کا فرزند امام مہدیؑ ہے پس ایک شخص کو جس کی کنیت ابوطالب تھی سامرہ کی طرف بھیجا گیا کہ وہ اس معاملہ امامت اور اس کی صحت میں جستجو کرے اور اس کے ساتھ ایک خط تھا پس وہ جعفر کے پاس گیا اور اس سے دلیل و برہان کا مطالبہ کیا تو وہ کہنے لگا کہ اس وقت میرے پاس دلیل موجود نہیں۔ پھر وہ شخص امام زمانؑ کے دروازہ پر گیا اور ان اصحاب کی طرف خط بھیجا جو سفارت پر اور پہنچانے پر معین تھے تو اسے جواب آیا خدا تجھے تیرے ساتھی کا اجر دے، وہ فوت ہو گیا ہے اور اس نے اس مال کی جو اس کے ہمراہ تھا ایک قابل وثوق شخص کو (کہ وہ وصیت کی ہے کہ جس طرح چاہے کرے اور اس کے خط کا جواب گیا اور فوت ہونے اور وصیت کی خبر ویسے ہی نکلی جس طرح کہ کہا گیا تھا۔

۱۶۔ اور اسی اسناد کے ساتھ علی بن محمد سے (روایت ہے) وہ کہتا ہے کہ

اہل آبہ میں سے ایک شخص کوئی چیز لے کر آپؑ کے لیے آیا تا کہ اسے پہنچائے اور تلوار آبہ میں بھول آیا کہ جس کو لانا چاہتا تھا تو جب وہ روشنی پہنچ گئی تو اسے اس چیز کے موصول ہونے کی اطلاع کرتے ہوئے خط میں کہا گیا

کہ اس تلوار کی خبر ہے جو تو بھول آیا ہے۔

۱۷۔ اور اسی اسناد کے ساتھ علی بن محمد سے محمد بنش اذان نیشاپوری سے (روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے پاس چارسواسی درہم سہم امام علیہ السلام جمع ہو گئے۔ میں نے یہ اچھا نہ سمجھا کہ ناقص بھیجوں لہٰذا اپنی طرف سے بیس درہم کا وزن کر کے اسدی کو بھیج دیئے اور اسمیں میں نے اپنا مال نہ لکھا تو جواب آیا کہ پانچ سو درہم مل گئے ہیں جن میں سے بیس تیرے ہیں۔

۱۸۔ حسن بن محمد اشعری نے کہا کہ امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں آپؑ (امام حسن عسکریؑ) کا خط آتا تھا کہ فارس بن حاتم بن ماھویہ کے قاتل جنید۔

اور ابوالحسن اور ایک دوسرے شخص کو ان کا حساب دے دیا جائے اور جب ابو محمدؑ چل بسے تو حضرت صاحب الامرؑ کا نئے سرے سے خط آیا کہ ابوالحسن اور اس کے ساتھی کا حساب جاری رکھا جائے لیکن جنید کے بارے میں کچھ نہیں تھا۔

راوی کہتا ہے کہ

مجھے اس سے اندیشہ ہوا تو اس کے بعد ہی جنید کے مرنے کی خبر آ گئی۔

۱۹۔ علی بن محمد نے ابوعقیل عیسیٰ بن نصر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ

علی بن زیاد ضمیری نے خط لکھا جس میں کفن کا سوال تھا تو آپؑ نے لکھا کہ تجھے اس کی اسی سال کی عمر میں صرف ہوگی پس وہ اسی سال میں فوت ہوا اور اس کی موت سے چند روز پہلے اس کے لیے کفن بھیجا گیا۔

۲۰۔ علی بن محمد نے محمد بن ہارون بن عمران ہمدانی سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ

ناحیہ مقدسہ (یعنی امام زمانہؑ) کے میرے ذمہ پانچ سو دینار تھے اور اس کے نقد ادا کرنے کی طاقت نہیں تھی تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میری دکانیں جنہیں میں نے پانچ سو تیس دینار میں خریدا ہے انہیں پانچ سو دینار میں ناحیہ مقدسہ کے لیے قرار دیتا ہوں لیکن منہ سے کچھ نہیں بولا ادھر امام زمانؑ نے محمد بن جعفر کو لکھا کہ محمد بن ہرون سے دکانوں کا قبضہ پانچ سو دینار میں لے لو جو تمہارے اس کے ذمہ ہیں۔

۲۱۔ مجھے خبر دی ابوالقاسم نے محمد بن یعقوب سے اس نے علی بن محمد سے وہ کہتا ہے کہ جناب حضرت صاحب العصر والزمانؑ کی طرف کاظمین وکربلا کی زیارت کو جانے سے نہی وممانعت کا فرمان صادر ہوا ان دونوں مقاموں میں رہنے والو پر سلام ہو۔

چند ماہ ہی گزرے تھے کہ حاکم وقت نے اپنے وزیر باقطانی کو بلا کر کہا کہ فرات و برس (حلہ وکوفہ کے درمیان) جہاں شعیان محمدؐ وال محمدؐ بستے تھے) کے لوگوں کو کاظمین وکربلا کی زیارت سے میرے حکم کے مطابق روک دو اور جو زائر ہیں ان کی نگرانی کرتے ہوئے گرفتار کر لیا جائے۔

حضرت قائم آل محمدؑ کی اس قسم کی اخبار کتابوں میں بہت زیادہ ہیں جس سے کتاب طویل ہو جائے گی اور جو کچھ میں نے اسے تحریر کی ہیں وہی کافی ہیں اللہ ہی کے لیے حمد اور اسی کا احسان ہے۔

ظہور امام مہدی کی علامات وحوادث

تو ان علامات میں سے ہے سفیانی کا خروج، سید حسنی کی شہادت بنی عباس کا دنیاوی ملک میں اختلاف، پندرہ رمضان کو سورج گرہن اور آخر رمضان میں عادات کے خلاف چاند گہن، مقام بیداء کا زمین کے اندر دھنس جانا مشرق اور مغرب میں زمین کا اندر کو دھنس جانا، زوال کے وقت سے عصر کے وقت تک سورج کا رک جانا، مغرب سے سورج کا طلوع کرنا، نفس ذکیہ کا کوفہ کی پشت پر ستر صالحین کی جماعت کے ساتھ شہید ہونا ایک ہاشمی کا رکن و مقام کے درمیان ذبح ہونا مسجد کوفہ کی دیوار کا گرنا خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کا آگے بڑھنا، یمانی کا خروج کرنا مغرب کا مصر میں ظہور اور شامات کو اپنی ملکیت میں لانا، جزیرہ میں ترکوں کا اترنا اور رملہ میں روم کا نزول، مشرق میں ایک ستارے کا طلوع جو چاند کی طرح روشنی دے گا پھر وہ ٹیڑھا ہو گا یہاں تک کہ قریب ہوگا کہ اس کے دونوں کنارے مل جائیں، آسمان میں سرخی کا ظاہر ہو کر اطراف میں پھیل جانا طول مشرق میں آگ کا ظاہر ہونا اور تین یا سات دن تک فضا میں باقی رہنا عرب کا اپنی مہاریں اتار کر شہروں کا مالک ہو جانا اور ان شہروں کا عجمی بادشاہ کے تسلط سے نکل جانا اہل مصر کا اپنے امیر کو قتل کرنا شام کا برباد ہو کر تین مختلف جھنڈوں کا ہونا قیس وعرب کے جھنڈوں کا مصر میں داخل ہونا قبیلہ کندہ کے جھنڈوں کا خراسان کا رخ کرنا، مغرب کی طرف سے گھوڑوں کا ورود یہاں تک کہ وہ نجف کی حدود حیرہ کے صحن میں باندھے جائیں گے، سیاہ جھنڈوں کا مشرق کی طرف سے حیرہ کی طرف بڑھنا دریائے فرات کے پانی کا زیادہ ہو کر کوفہ کی گلیوں میں داخل ہونا، ساٹھ جھوٹوں کا خروج جو سب کے سب نبوت کا دعویٰ کریں گے، آل ابوطالبؑ میں سے بارہ افراد کا خروج جو سب کے سب امام کا دعویٰ کریں گے، بنی عباس کے گروہ میں سے ایک بزرگ شخص کا مقام جلولا اور خانقین کے درمیان جلایا جانا، بغداد شہر میں محلہ کرج کے نزدیک پل باندھنا، وہاں کے درمیان میں سیاہ آندھی کا پھیلنا، زلزلہ کا آنا جس سے بغداد کا زیادہ تر حصہ زمین میں دھنس جائے گا اور خوف وہراس جو اہل عراق و بغداد کو گھیر لے گا، اچانک اموات کا واقعہ ہونا، مال و جان اور پھلوں میں کمی ہونا وقت و بے وقت ٹڈی دل کا ظاہر ہونا جو زراعت وغلات کو تباہ کر دے گی لوگ زراعت کریں گے لیکن غلہ کم ہوگا، عجم (ایران) میں دو گروہوں کا آپس میں اختلاف کرنا اور ان کے درمیان بہت زیادہ خون بہنا، غلاموں کا اپنے آقاؤں کی اطاعت سے نکل جانا اور ان کا اپنے سرداروں کو قتل کرنا، اہل بدعت میں سے ایک قوم کا مسخ ہو کر بندر اور خنزیر بن جانا اور سرداروں کے شہروں پر غلاموں کا غلبہ حاصل کرنا، آسمان سے ایک پکار کا آنا کہ جسے سب اہل زمین سنیں گے اور ہر زبان والا

اپنی ہی زبان میں سنے گا، ایک چہرہ اور سینہ سورج کی ٹکیہ میں آسمان سے لوگوں کے لیے ظاہر ہوگا مردے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور دنیا کی طرف پلٹ آئیں گے پس وہ ایک دوسرے کو پہچانے گے اور ایک دوسرے کی ملاقات کریں گے پھر ان سب کا خاتمہ چوبیس متصل بارشوں پر ہوگا کہ جن سے زمین مردہ ہونے کے بعد زندہ ہوجائے گی اور اس کی برکتیں پہچانی جائیں گی اور اس کے بعد ہر آفت و مصیبت حق کے عقیدہ رکھنے والے مہدیؑ کے شیعوں سے زائل ہوجائے گی اور اس وقت انہیں پتہ چل جائے گا کہ آپ نے مکہ میں ظہور کیا ہے اور وہ آپ کی نصرت و مدد کے لیے آپ کا رخ کریں گے جس طرح کہ اس سلسلہ میں اخبار و روایات آئی ہیں ان واقعات میں سے کچھ حتمی ہیں اور کچھ مشروط ہیں اور خدا بہتر جانتا ہے جو کچھ ہونے والا ہے ہم نے تو انہیں ذکر کردیا جس طرح کہ وہ کتب میں تحریر ہیں اور جس طرح آثار منقولہ انہیں اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہیں اور اللہ سے ہم اعانت و مدد چاہتے ہیں اور اسی سے ہی توفیق مانگتے ہیں۔

۱۔ مجھے خبر دی ابوالحسن علی بن بلال مہلبی نے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن جعفر مودب (موذن) نے احمد بن ادریس سے اس نے علی بن محمد بن قتیبہ سے اس نے فضل بن شاذان سے اس نے اسماعیل بن صباح سے وہ کہتا ہے کہ

میں نے اپنے اصحاب میں سے شیخ بزرگ سے سنا جو سیف بن عمیرہ کے حوالہ سے ذکر کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ میں ابوجعفر منصور کے پاس تھا کہ اس نے مجھ سے بغیر تمہید کے ابتداء کہا۔ اے سیف بن عمیرہ! آسمان سے لازمی طور پر ایک ندا دینے والا ابوطالب کی اولاد میں سے ایک شخص کا نام لے کر ندا کرے گا۔

میں نے کہا آپ پر قربان جاؤں اے امیر! یہ حدیث آپ کرتے ہیں کہنے لگا ہاں قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ تو میرے دونوں کانوں نے سنی ہے تو میں نے اس سے کہا اے امیر یہ حدیث تو میں نے اس وقت سے پہلے نہیں سنی تو منصور نے کہا اے سیف یہ حدیث حق ہے پس جب وہ ندا ہوگی تو ہم سب سے پہلے لبیک کہیں گے کہ قبول کریں گے لیکن یہ ندا ہمارے چچازاد بھائیوں میں سے ایک کے نام ہوگی تو میں نے کہا وہ مرد اور اولاد فاطمہؑ میں سے ہے تو اس نے کہا ہاں اے سیف! اگر میں نے یہ حدیث ابوجعفر محمد باقر بن علی زین العابدینؑ سے نہ سنی ہوتی اور تمام اہل زمین مجھ سے بیان کرتے تو میں ان سے قبول نہ کرتا لیکن وہ تو محمد بن علی علیہما السلام ہیں۔

۲۔ یحیٰی بن ابوطالب نے علی بن عاصم سے اس نے عطاء بن سائب سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ

رسول اللہؐ نے فرمایا، اس وقت قیامت نہیں ہوگی جب تک میری اولاد میں سے مہدیؑ ظہور نہ کرے اور مہدیؑ ظہور نہیں کرے گا جب تک ساٹھ جھوٹے شخص خروج نہ کریں گے جن میں سے ہر ایک کہے گا کہ ”میں نبی ہوں“

۳۔ مجھ سے فضل بن شاذان نے اس نے آگے جس سے روایت کی ہے اور اس شخص نے ابوحمزہ ثمانی سے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوجعفرؑ سے عرض کیا (کیا) سفیانی کا خروج حتمی علامات میں سے ہے فرمایا ہاں ندائے آسمانی اور سورج کا مغرب سے طلوع کرنا بنی عباس کا حکومت میں اختلاف، نفس زکیہ کا قتل اور خروج قائم آل محمدؑ یہ سب کی سب حتمی ہیں تو میں نے عرض کیا کہ ندا کس طرح ہوگی تو آپ نے فرمایا دن کے پہلے حصہ میں آسمان سے ندا آئے گی یادرکھو کہ بے شک حق علی اور اس کے شیعوں کے ساتھ ہے پھر ابلیس دن کے آخری حصہ میں زمین سے پکارے گا یادرکھو بے شک حق عثمان اور اس کے شیعوں کے ساتھ ہے تو اس وقت باطل پرست شک میں پڑ جائیں گے۔

۴۔ حسن بن علی وشاء نے احمد بن عائذ سے اس نے ابوخدیجہ سے اس نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے (روایت کی ہے) کہ آپؑ نے فرمایا کہ

اس وقت تک قائم خروج نہیں کریں گے جب تک ان سے پہلے بنی ہاشم میں سے بارہ افراد خروج نہ کریں کہ جن میں سے ہر ایک اپنی طرف دعوت دے گا۔

۵۔ محمد بن ابوالبلاد نے علی بن محمد ازدی سے اس نے اپنے باپ سے جس نے اپنے دادا سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ

امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ

قائم علیہ السلام سے پہلے سرخ موت اور سفید موت ہے اور ٹڈی دل کا وقت (بے وقت آنا جو خون کے رنگ کی طرح ہوگی پس سرخ موت سے مراد تو تلوار ہے اور سفید موت سے مراد طاعون و وباء ہے۔

۶۔ حسن بن محبوب نے عمرو بن ابومقدام سے اس نے جابر جعفی سے اس نے ابوجعفرؑ سے (روایت ہے آپؑ نے فرمایا

زمین سے لپٹے رہو اور ہاتھ پاؤں کو حرکت نہ دو جب تک کہ وہ علامات نہ دیکھ لو جنہیں تمہارے لیے ذکر کرتا ہوں اور میں نہیں دیکھتا کہ تم انہیں پاسکو بنی عباس کا اختلاف، منادی جو آسمان سے ندا کرے اور شام کی ایک بستی کا زمین میں دھنس جانا جسے جابیہ کہیں گے، ترکوں کا جزیرہ میں، روم کا رملہ میں نزول اور اس وقت ہر خطہ زمین میں زیادہ اختلاف ہونا یہاں تک کہ شام برباد ہو جائے گا اور اس کے برباد ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس میں تین جھنڈے جمع ہو جائیں گے سفید سرخی مائل جھنڈا مختلف رنگوں والا جھنڈا اور سفیانی کا جھنڈا۔

۷۔ علی بن حمزہ نے ابوالحسن موسیٰؑ سے (روایت کی ہے) خدا کے اس ارشاد کے بارے میں ایا تنا فی الافاق وفی انفسھم حق یتبین لھم انہ الحق۔ عنقریب ہم اطراف عالم میں اور ان کے وجود میں اپنی آیات و نشانیاں انہیں دکھائیں گے تاکہ ان کے لیے واضح ہو جائے کہ وہ حق ہے)

آنحضرتؑ نے فرمایا

آفاق میں فتنے اور دشمنان حق میں مسخ ہونا ہوگا۔

۸۔ وہب بن ابوحفص نے ابوبصیر سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابوجعفر علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے میں نے سنا خدا کے اس قول میں ان نشا تنزل علیھم من السمآء اٰیۃ فظلت اعناقھم لھا خاضعین۔ اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی ان کی طرف نازل کریں کہ جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں۔

فرمایا

عنقریب خدا انکے لیے ایسا کرے گا۔ میں نے کہا کہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا بنوامیہ اوران کے شیعہ تو میں نے عرض کیا وہ آیت کیا ہے فرمایا کہ زوال سے لے کر عصر کے وقت تک سورج کا ایک جگہ رک جانا اور ایک مرد کے سینہ اور چہرے کا سورج کی ٹکیہ میں ظاہر ہونا جو اپنے حسب ونسب سے پہچانا جائے گا اور یہ سفیانی کے زمانہ میں ہوگا اور اس وقت اس کی اور اس کی قوم کی ہلاکت وتباہی ہوگی۔

۹۔ عبداللہ بن بکیر نے عبدالملک بن اسماعیل سے اس نے اپنے باپ سے اس نے سعید بن جبیر سے (روایت کی ہے) نے کہا کہ

وہ سال جس میں مہدی علیہ السلام قیام وظہور فرمائیں گے چوبیس دن زمین پر بارش ہوگی کہ جس کے آثار و برکات دیکھے جائیں گے۔

۱۰۔ فضل بن شاذان نے احمد بن محمد بن ابونصر سے اس نے ثعلبہ ازدی سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ

ابوجعفر نے فرمایا دو نشانیاں قیام قائم سے پہلے ہوں گی، پندرہ رمضان کو سورج گرہن اور آخر رمضان میں چاند گہن (خلاف عادت ہوگا)

راوی کہتا ہے کہ

میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ! کیا سورج گرہن آخر مہینہ میں اور چاند گہن پندرہ کو؟ تو ابوجعفر نے فرمایا میں بہتر جانتا ہوں جو کچھ میں نے کہا ہے یہ دونوں ایسی نشانیاں ہیں کہ آدمؑ کے زمین پر اترنے کے وقت سے اب تک نہیں ہوئیں۔

۱۱۔ ثعلبہ بن میمون نے شعیب عداد سے اس نے صالح بن میثم سے وہ کہتا ہے

میں نے ابوجعفرؑ کو کہتے ہوئے سنا قیام قائم اور نفس زکیہ کے قتل ہونے کے درمیان پندرہ راتوں سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔

۱۲۔ عمرو بن شمر نے جابر سے (روایت کی ہے)

کہ میں نے ابوجعفرؑ سے عرض کیا یہ معاملہ کب ہوگا، فرمایا کب ہوگا؟ اے جابر! جب جیرہ اور کوفہ کے

درمیان کثرت سے لوگ قتل ہوں گے۔

۱۳۔ محمد بن سنان نے حسین بن مختار اس نے ابوعبداللہؑ سے (روایت کی ہے) آپؑ نے فرمایا کہ
جب مسجد کوفہ کی دیوار عبداللہ بن مسعود کے گھر والی طرف سے گر جائے گی تو اس وقت اس قوم کا ملک و سلطنت زائل ہو جائیں گے اور جب ان کا زوال ہوگا اس وقت قائم کا خروج (متوقع) ہے۔

۱۴۔ سیف بن عمیرہ نے بکر بن محمد سے اس نے ابوعبداللہؑ سے (روایت کی ہے) آپؑ نے فرمایا
تین کا خروج سفیانی، خراسانی اور یمانی ایک سال ایک ماہ اور ایک ہی دن میں ہوگا اور ان میں کوئی جھنڈ ایمانی کے جھنڈے سے زیادہ ہدایت یافتہ نہیں ہے کیونکہ وہ حق کی طرف دعوت دے گا۔

۱۵۔ فضل بن شاذان نے احمد بن محمد ابونصر سے اس نے جناب ابوالحسن رضاؑ سے (روایت کی ہے) آپؑ نے فرمایا کہ جس کی طرف تم اپنی گردانیں بڑھاتے ہو (انتظار مہدیؑ اور ظہور حکومت حق) وہ نہیں ہوگا جب تک تمہیں مختار وجدا اور تمہارا امتحان نہیں کیا جائے گا اور تم میں سے باقی نہیں بچیں گے مگر تھوڑے سے پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں "الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لایفتنون" کیا لوگوں کا یہ گمان ہے کہ انہیں چھوڑ دیا جائے گا اس بات پر کہ وہ کہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا؟ پھر آپؑ نے فرمایا کشائش وفرج (ظہور امام مہدیؑ) کی علامات میں سے دو مسجدوں کے درمیان کا حادثہ ہے (یعنی مسجد مکہ اور مدینہ یا مسجد کوفہ مسجد سہلہ اور ایک روایت میں "بین الحرمین" لیکن پہلا معنی قریب ہے) اور فلاں کی اولاد میں سے پندرہ دلاور عرب کو فلاں قتل کرے گا۔

۱۶۔ فضل بن شاذان نے معمر بن خلاد سے اس نے ابوالحسن رضا سے (روایت کی ہے) آپؑ نے فرمایا
گویا میں مصر کی طرف سے آگے بڑھنے والے سبز رنگ کے جھنڈے (دیکھ رہا ہوں)
یہاں تک کہ وہ شامات (سوریہ) میں آئیں گے اور صاحب وصیات کے بیٹے کو ہدایت و رہبری کریں گے۔

۱۷۔ حماد بن عیسیٰ نے ابراہیم بن عمر یمانی سے اس نے ابوبصیر سے اس نے ابوعبداللہ جعفر صادقؑ سے (روایت کی ہے) وہ فرماتے ہیں کہ
اس وقت تک ان کی حکومت ختم نہیں ہوگی جب تک لوگ کوفہ میں روز جمعہ ان کے درپے نہیں ہوں گے
گویا میں باب الفیل (مسجد کوفہ) اور اصحاب صابون کے درمیان سر گرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

۱۸۔ علی بن اسباط نے ابوالحسن بن جہم سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ
ایک شخص نے ابوالحسن رضاؑ سے کشائش وفرج (ظہور امام) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا تفصیل چاہتے ہو یا تیرے لیے اجمال کروں تو اس نے کہا کہ مجھ سے مجملاً فرمائیے (تو فرمایا) جب قیس کے جھنڈے مصر میں اور کندہ کے جھنڈے خراسان میں گڑ جائیں (تب ظہور قائم آل محمدؑ ہوگا)

۱۹۔ حسین بن ابوعلائی نے ابوبصیر سے اس نے جناب ابوعبداللہؑ سے (روایت کی ہے) فرمایا
فلاں (بنی عباس) کی اولاد کے ساتھ تمہاری مسجد (یعنی مسجد کوفہ) کے پاس ایک واقعہ جمعہ کے دن ہوگا جس میں باب الفیل اور اصحاب صابون کے درمیان چار ہزار افراد قتل ہوں گے پس تم اس راستہ سے بچو اور اجتناب کرو اور زیادہ اچھی حالت میں وہ ہوگا جو انصار کے دروازے والا راستہ اختیار کرے گا۔

۲۰۔ علی بن ابوحمزہ نے ابوبصیر سے اس نے ابوعبداللہؑ سے (روایت کی ہے) آپؑ نے فرمایا ظہور قائمؑ سے پہلے والا سال زیادہ بارشوں کا ہے کہ جن میں پھل اور کھجوریں درختوں پر تباہ و برباد وخراب ہوجائیں گے تو اسمیں شک نہ کرنا۔

۲۱۔ ابراہیم بن محمد نے جعفر بن سعد سے اس نے اپنے باپ سے اس نے جناب ابوعبداللہؑ سے (روایت کی) آپؑ نے فرمایا فتح ونصرت کے سال (ظہور کے سال) اچانک فرات کا پانی پھوٹ پڑے گا یہاں تک کہ کوفہ کے گلی کوچوں میں داخل ہوجائے گا۔

۲۲۔ اور محمد بن مسلم کی حدیث میں ہے وہ کہتا ہے کہ
میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ قائم سے پہلے اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہے میں نے کہا
آپؑ پر قربان جاؤں وہ کیا ہے تو آپ نے پڑھا **ولنبلونکم شیئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات و بشر الصابرین** اور البتہ ضرور ہم تمہاری آزمائش کریں گے خوف و بھوک میں سے کسی چیز سے اور مال و جان و پھلوں کے نقصان کے ذریعہ اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دیدو۔
پھر آپؑ نے فرمایا (تفصیل بیان کرتے ہوئے) فرمایا:
خوف بنی فلاں بادشاہوں سے، بھوک نرخوں کی مہنگائی سے اموال کا نقصان تجارتوں کی کساد بازاری سے اوران می کم بچت سے نفوس کی کمی ناگہانی اموات سے اور پھلوں کی کسی زراعت کے کم پیداوار دینے اور پھلوں میں برکت کم ہونے سے ہے۔
پھر فرمایا

وبشر الصابرین
اس وقت (جب گذشتہ باتیں ہوجائیں گی) تو جلدی ہی قائم آل محمدؑ کا ظہور ہوگا۔

۲۳۔ حسین بن سعید نے منذر جوزی سے اس نے ابوعبداللہؑ سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ
میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کو ان کے گناہوں سے قائمؑ کے قیام سے پہلے ایک آگ

کے ذریعہ روکا اور جھڑکا جائے گا جو آسمان میں ظاہر ہوگی اور سرخی جو آسمان میں عام ہوگی، بغداد و بصرہ کے شہر میں زمین اندر کی طرف دھنس جائے گی اور وہاں خون بہیں گے اور اس کے گھر خراب ہوں گے اور اس کے رہنے والوں میں فنا و بربادی ہوگی اور اہل عراق کو خوف و ہراس نے گھیر رکھا ہوگا کہ جس کی وجہ سے انہیں قرار و چین نہیں ہوگا۔

ظہور امام مہدیؑ کا سال اور دن

اس سال اور دن کے بارے میں جس میں قائم آل محمد علیہ وعلی آباۂ اسلام قیام وظہور فرمائیں گے اس سلسلہ میں آئمہ طاہرین وصادقین علیہم السلام کی روایت ہیں۔

۱۔ روایت کی ہے حسن بن محبوب نے علی بن حمزہ سے اس نے ابوبصیر سے اس نے ابوعبداللہؑ سے آپؑ نے فرمایا کہ

قائم علیہ السلام خروج وظہور نہیں فرمائیں گے مگر طاق سال میں ایک تین پانچ سات یا نو میں۔

۲۔ فضل بن شاذان نے محمد بن علی کوفہ سے اس نے وہب بن حفص سے اس نے ابوبصیر سے (روایت کی ہے) وہ کہتا ہے کہ ابوعبداللہؑ نے فرمایا کہ

قائمؑ کے نام کی منادی اور پکار تو تیسیویں رات ہوگی اور آپؑ عاشورہ کے دن قیام کریں گے اور یہ وہی دن ہے کہ جس میں حضرت امام حسینؑ شہید ہوئے گویا میں ہفتہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ کو رکن ومقام کے درمیان نہیں دیکھ رہا ہوں) کہ جبرائیل دائیں طرف پکار رہے ہیں اللہ کے لیے بیعت کرو پس اطراف زمین سے شیعہ ان کی طرف آئیں گے اور زمین ان کے لیے لپیٹ دی جائے گی یہاں تک کہ وہ آکر آپ کی بیعت کریں گے پس خدا ان کے ذریعہ زمین کو عدل وانصاف سے پر کرے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے پر ہو چکی ہوگی۔

امام آخر الزمان مکہ سے کوفہ تک

روایات میں آیا ہے کہ آنحضرتؑ مکہ سے چل کر کوفہ کی طرف آئیں گے اور نجف میں نزول اجلال فرمائیں گے پھر وہاں سے لشکر مختلف شہروں میں پھیل جائیں گے۔

۱۔ مجال نے روایت کی ہے ثعلبہ سے اس نے ابوبکر حضرمی سے اس نے ابوجعفرؑ سے آپؑ نے فرمایا کہ گویا میں نجف وکوفہ میں قائمؑ کے ساتھ ساتھ ہوں (یعنی میں انہیں دیکھ رہا ہوں) مکہ سے آپؑ کی ہمراہی میں پانچ ہزار ملائکہ چلے ہیں جبرائیل آپ کے دائیں طرف، میکائیلؑ بائیں طرف، مومنین آپؑ کے آگے آگے ہیں اور آپؑ لشکروں کو شہروں کے لیے تقسیم کر رہے ہیں۔

۲۔ عمرو بن شمر کی روایت میں ابوجعفرؑ سے مروی ہے

راوی کہتا ہے کہ آپ نے مہدی کا ذکر کیا تو فرمایا کہ آپؑ کوفہ میں داخل ہوں گے اور اس میں تین جھنڈے جو اضطراب میں ہوں گے آپ کے لیے مخلص ہو جائیں گے اور آپ اس میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ منبر کے پاس آئیں گے اور خطبہ دیں گے لیکن گریہ وزاری کی وجہ سے لوگ نہیں سمجھ سکیں گے کہ آپؑ نے کیا فرمایا ہے تو جب دوسرا جمعہ آئے گا تو لوگ آپؑ سے سوال کریں گے کہ آپ انہیں نماز جمعہ پڑھائیں گے تو آپ حکم دیں گے اسے جو مشہد امام حسینؑ کی پشت کی طرف سے ایک نہر کھود کر غرین تک جاری کرے گا یہاں تک کہ پانی نجف میں اتر پڑے گا اور اس نہر کے دھانے پر کئی پل اور چکیاں بنائی جائیں گی، گویا میں ایک بڑھیا کو دیکھ رہا ہوں جس کے سر پر گندم بھری ایک ٹوکری ہے وہ ان چکیوں کے پاس آئے گی اور بغیر مزدوری کے آٹا پسوائیگی۔

۳۔ صالح بن ابوالاسود کی روایت میں ابوعبداللہؑ سے (منقول ہے) وہ کہتا ہے

میں نے مسجد سہلہ کا ذکر کیا تو فرمایا، یادرکھو یہ ہمارے صاحب الزمانؑ کی منزل اور قیام گاہ ہے جب وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ آئیں گے۔

۴۔ مفضل بن عمر کی روایت میں ہے کہ وہ کہتے ہیں

میں نے حضرت ابوعبداللہؑ کو یہ کہتے سنا کہ جب ہمارے قائمؑ قیام کریں گے تو کوفہ کی پشت پر ایک مسجد تعمیر کریں گے جس کے ہزار دروازہ ہوں گے اور اہل کوفہ کے گھر کربلا کی دونوں نہروں سے متصل ہوں گے۔

آپؑ کی مدتِ حکومت

حضرت قائم علیہ السلام کی سلطنت وحکومت کی مدت، ان ایام کی کیفیت اس زمانہ میں شیعوں کے حالات اور زمین اور اس میں جو لوگ ہوں گے ان کے حالت کے بارے میں کچھ اخبار وارد ہوئے ہیں۔

۱۔ عبدالکریم خثعمی (جعفی) نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ

میں نے ابوعبداللہؑ سے عرض کیا کہ کتنی مدت تک حضرت قائمؑ حکومت کریں گے تو آپ نے فرمایا کہ سات سال کہ جن کے دن اتنے طویل ہوں گے کہ ان میں سے ایک سال تمہارے دس سالوں کے برابر ہوگا تو ان کی حکومت کے سال تمہارے سالوں کی نسبت سے ستر سال ہوں گے اور جب ان کے قیام کا وقت قریب ہوگا، تو لوگوں پر جمادی الثانی اور رجب کے دس دنوں تک اتنی بارش ہوگی کہ جیسی بارش مخلوقات نے کبھی دیکھی نہ ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مومنین کے گوشت اور ان کے بدن ان کی قبروں میں اگائے گا تو گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ مقام جہینہ کی طرف وہ آگے بڑھ رہے ہیں اور وہ اپنے بالوں سے مٹی جھاڑ رہے ہیں (زندہ ہوکر اٹھ رہے ہیں)

۲۔ مفضل بن عمر نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ

میں نے ابوعبداللہؑ کو یہ کہتے سنا کہ جب ہمارے قائمؑ قیام کریں گے تو زمین اپنے پروردگار کے نور سے

جگمگا اٹھے گی اور بندے سورج کی روشنی سے مستغنی ہو جائیں گے اور تاریکی دور ہو جائے گی، ایک ایک مردان کی حکومت میں اتنی عمر گزارے گا کہ اس کے ہاں ایک ہزار لڑکا پیدا ہوگا کہ جن میں کوئی لڑکی نہیں ہوگی، زمین اپنے خزانے ظاہر کرے گی یہاں تک کہ لوگ انہیں زمین کے اوپر دیکھیں گے، تم میں سے ایک ایک شخص اسے تلاش کرتا پھرے گا جس پر اپنے مال کی بخشش کرے گا اور اس کے مال کی زکوٰۃ لے کر تو اسے کوئی نہیں ملے گا، جو اس سے زکوٰۃ وصول کرے اور سب لوگ خدا کے فضل و کرم کی بدولت اس کے رزق کے ساتھ تونگر و مستغنی ہو جائیں گے۔

آنجنابؑ کا حلیہ مبارک

قائم علیہ السلام کی صفت اور ان کے حلیہ کے متعلق عمرو بن شمر نے جابر جعفی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر امام باقرؑ کو کہتے سنا جب عمر بن خطاب نے امیر المومنینؑ سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ مجھے مہدیؑ کے متعلق خبر دیجئے کہ ان کا نام کیا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے حبیبؐ نے یہ عہد لیا ہے کہ میں ان کا نام کسی کو نہ بتاؤں جب تک خدا انہیں نہ بھیجے تو اس نے کہا کہ اچھا ان کی صفت و حلیہ کی خبر دیجئے تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ میانہ قد خوبرو نوجوان ہوں گے اور آپ کے گیسو مبارک خوب صورت اور شانوں تک دراز ہوں گے اور ان کے چہرہ کا نور ان کی ریش مبارک اور سر کے بالوں کی سیاہی پر حاوی ہوگا میرا باپ آپ پر قربان ہو بہترین کنیز کے بیٹے پر۔

آپؑ کی سیرت وروش

آپؑ کی سیرت قیام کے وقت آپؑ کے احکام کا طریقہ اور جو آپ کی آیات و نشانیاں خدا واضح کرے گا تو اس کے متعلق بھی روایات آئی ہیں جیسا کہ ہم پہلے پیش کر چکے ہیں، پس مفصل بن عمر جعفی نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام کو یہ کہتے سنا کہ جب خدا قائم آل محمدؐ کو خروج و ظہور کی اجازت دے گا تو وہ منبر پر تشریف لے جا کر لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے کر اپنے حق کی طرف بلائیں گے اور وہ ان میں سنت رسولؐ اور ان کے عمل کے مطابق عمل کریں گے پس خداوند عالم جبرائیل کو بھیجے گا یہاں تک کہ وہ آپ کے پاس آ کر کہیں گے ہاتھ بڑھایئے میں سب سے پہلے آپؑ کی بیعت کرتا ہوں پس جبرائیلؑ آپؑ کے ساتھ مسح کریں گے اور آپؑ کے پاس تین سو درہم اور (تین سو تیرہ) مرد پہنچیں گے اور وہ آپؑ کی بیعت کریں گے اور آپ مکہ میں ہی ٹھہرے رہیں گے یہاں تک کہ آپ کے اصحاب کی تعداد دس ہزار ہو جائے گی اور پھر آپؑ وہاں سے مدینہ جائیں گے۔

۲۔ محمد بن عجلان نے ابوعبداللہؑ سے روایت کی ہے

جب تک قائمؑ قیام فرمائیں گے تو نئے اسلام کی دعوت دیں گے (یعنی لوگوں کو اسلام نیا معلوم ہوگا چونکہ وہ اصلی اسلام سے نابلد ہو چکے ہوں گے) اور انہیں ایک ایسی چیز کی طرف ہدایت کریں گے جو پرانی ہو چکی ہوگی اور لوگوں کی اکثریت اس سے گمراہ ہو چکی ہوگی اور قائم کو مہدیؑ بھی اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ ایسے امر کی ہدایت کریں گے کہ جس سے لوگ گمراہ ہو چکے ہوں گے اور انہیں قائمؑ اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ حق کے ساتھ قیام کریں گے۔

۳۔ روایت کی ہے عبداللہ بن مغیرہ نے ابوعبداللہؑ سے آپؑ نے فرمایا کہ

جب قائم آلِ محمد صلوات اللہ علیہم قیام فرمائیں گے تو قریش میں سے پانچ سو افراد کو کھڑا کر کے ان کی گردنیں اڑا دی جائیں گی یہاں تک کہ آپ چھ مرتبہ ایسا کریں گے تو میں نے عرض کیا کہ ان کی تعداد اتنی ہو جائے گی فرمایا ہاں ان میں سے اور ان کے موالیوں میں سے (ہو جائے گی)

۴۔ اور ابوبصیر نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ

ابوعبداللہؑ نے فرمایا کہ جب قائمؑ قیام کریں گے تو مسجد الحرام کو گرا دیں گے یہاں تک کہ اسے اس کی اصلی بنیادوں پر واپس لے آئیں گے اور مقام ابراہیمؑ کو اسی جگہ پر لے آئیں گے جہاں وہ تھا اور بنی شیبہ کے ہاتھ کاٹ کر انہیں کعبہ کے ساتھ لٹکا کر ان پر لکھیں گے یہ کعبہ کے چور ہیں۔"

۵۔ ابوجاود نے ابوجعفرؑ سے طویل حدیث میں روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا

جب قائمؑ قیام فرمائیں گے تو وہ کوفہ کی طرف جائیں گے جہاں سے دس ہزار اور کچھ لوگ نکلیں گے جنہیں بتر یہ کہا جائے گا اور وہ ہتھیاروں سے لیس ہوں گے اور وہ آپ سے کہیں گے جدھر سے آئے ہو وہیں واپس لوٹ جاؤ ہمیں اولادِ فاطمہؑ کی ضرورت نہیں ہے پس آپ ان میں تلوار رکھیں گے یہاں تک کہ آخرت تک ان سب کو ختم کر دیں گے پھر کوفہ میں داخل ہوں گے اور اس میں ہر منافق وشک کرنے والے کو ختم کر دیں گے اور اس کے قصور و محلات کو گرائیں گے اور ان میں سے جنگ کرنے والوں کو قتل کریں گے جہاں تک کہ اللہ کی رضا ہوگی۔

۶۔ ابوخدیجہ نے ابوعبداللہؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ

جب قائم قیام کریں گے تو ایک نئی چیز لے کر آئیں گے جیسا کہ رسول اللہؐ نے ابتدائی اسلام میں ایک نئی چیز کی دعوت دی تھی۔

۷۔ علی بن عقبہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ

جب قائمؑ قیامت کریں گے تو عدل کے مطابق حکم کریں گے ظلم و جور اٹھ جائے گا راستے مامون و محفوظ ہوں گے زمین اپنی برکتیں باہر نکالے گی ہر اس کا حق صاحب حق کو واپس دیا جائے گا، تمام ادیان کے دین اسلام کا اظہار اور ایمان کا اعتراف کر لیں گے کیا تو نے نہیں سنا خدا فرماتا ہے کہ **وله اسلم من فی السموت والارض طوعا و کرھا والیه ترجعون** اور اسی کے لیے اسلام لے آیا کوئی آسمانوں میں ہے اور زمین

میں ہے اطاعت کرتے ہوئے یا ناپسند کرتے ہوئے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔

لوگوں کے درمیان حضرت داؤدؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم جاری کریں گے اور اس وقت زمین اپنے خزانے اور اپنی برکتیں ظاہر کرے گی اور اس وقت تم میں سے کسی مرد کو صدقہ دینے اور نیکی کرنے کی جگہ نہیں ملے گی چونکہ تمام مومنین خوش حال و تونگر ہوں گے۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ ہماری حکومت آخری حکومت ہے اور کوئی خاندان نہیں بچے گا کہ جن کے لیے حکومت ہے مگر وہ ہم سے پہلے حکومت کرلے گا تاکہ وہ ہماری سیرت کو دیکھ کر یہ نہ کہیں کہ جب ہمیں حکومت ملے گی تو ہم بھی ان جیسی سیرت پر چلیں گے اور اسی پر دلالت کرتا ہے خدا کا یہ قول **والعاقبة للتمقين** اور انجام مقتیوں کے لیے ہے۔

۸۔ ابوبصیر نے جو ابوجعفرؑ سے طویل حدیث میں روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا

جب قائمؑ قیام کریں گے تو وہ کوفہ کی طرف جائیں گے اور وہاں کی چار مساجد کو گرا دیں گے، روئے زمین پر کوئی ایسی مسجد نہیں ہوگی جس کے کنگرے ہوں گے مگر یہ کہ انہیں گرا کر کنگروں کے بغیر قرار دیں گے راستہ وسیع کر دیں گے اور ہر چھجھ اور شیڈ (پروں کی طرح کا) جو راستہ کی طرف نکلا ہوگا اسے توڑ دیں گے اور دروازوں کے چھجے اور پرنالے جو راستے کی طرف ہیں انہیں ختم کردیں گے اور ہر بدعت کو زائل اور ہر سنت کو قائم کرکے رہیں گے، قسطنطنیہ و چین اور ویلم کے کوہستانی علاقے فتح کرلیں گے اور آپ اسی عالم میں سات سال رہیں گے کہ جس کا ہر سال تمہارے ان سالوں میں سے دس سال کے برابر ہوگا پھر خدا جو چاہے گا کرے گا۔

راوی کہتا ہے کہ

میں نے آپؑ سے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں، سال کس طرح لمبے اور طویل ہو جائیں گے تو آپ نے فرمایا کہ خدا آسمان کو سست رفتاری اور کم حرکت کرنے کا حکم دے گا تو اس سے دن اور سال طویل ہو جائیں گے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی کہ لوگ کہتے ہیں کہ

کہ اگر آسمان میں تغیر آجائے تو وہ فاسد و خراب ہو جائے آپؑ نے فرمایا کہ یہ زندیقوں اور منکرین خدا کا قول ہے لیکن مسلمانوں کے لیے یہ کہنے کا کوئی راستہ نہیں حالانکہ خدا نے اپنے نبیؐ کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کیا آپؐ اور آپؐ سے پہلے یوشع بن نون کے لیے سورج کو پلٹایا گیا نیز قیامت کے طویل ہونے کی خبر دی گئی ہے کہ وہاں ایک روز ہزار سال کے برابر ہے کہ جنہیں تم شمار کرتے ہو۔

۹۔ اور جابر نے ابوجعفرؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ

جب قائم آل محمدؑ قیام فرمائیں گے تو آپ خیمے نصب کریں گے لوگوں کو قرآن کی اس طرح تعلیم دیں گے

کہ جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو وہ آج کے طریقہ پر یاد اور حفظ کرنے والے کے لیے بہت گراں ہوگا کیونکو وہ اس تالیف وترکیب سے مختلف ہوگا۔

۱۰۔ اور مفضل بن عمر نے ابوعبداللہؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ

کوفہ کی پشت سے ستائیس مرد قائمؑ کے ساتھ خروج کریں گے جن میں پندرہ آدمی موسیٰ کی قوم میں سے ہوں گے جن کے بارے خدا فرماتا ہے۔

اور موسیٰ کی قوم کے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق بات کی ہدایت بھی کرتے ہیں اور (معاملات) میں حق ہی کے ساتھ انصاف بھی کرتے ہیں قوم حضرت موسیٰ کے یہ پندرہ آدمی اور یوشع بن نون سلمان فارسی وابو دجانہ انصاری ومقداد ومالک اشتر رضوان اللہ علیہم یہ حضرات آپ کے مددگار رہوں گے اور انہیں حکام مقرر کیا جائے گا۔

۱۱۔ عبداللہ بن عجلان نے ابوعبداللہؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ

جب قائم آل محمدؑ قیام فرمائیں گے تو آپ لوگوں کے درمیان حضرت داؤدؑ کی طرح حکم دیں گے وہ گواہوں کے محتاج نہیں ہوں گے خدا انہیں الہام کرے گا اور وہ اپنے علم کے مطابق حکم کریں گے اور ہر قوم کو وہ کچھ بتائیں گے جو وہ چھپائے ہوئے ہوں گے اور علامت کے ذریعہ اپنے دوست کو دشمن سے پہچان لیں گے خداوند عالم فرماتا ہے

بیشک اس میں تاڑ جانے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں اور وہ ہمیشہ کے راستہ پر ہے۔

۱۲۔ روایت ہے کہ حضرت قائم آل محمدؑ کی حکومت کی مدت سترہ سال ہے جس کے دن اور مہینے طویل ہو جائیں گے جیسا کہ ہم پہلے پیش کر آئے ہیں اور یہ چیز ہماری نظر سے غائب واوجھل ہے اور ہماری طرف تو اس میں سے وہ کچھ القاء کیا گیا ہے جو خدا کرنے والا ہے اس شرط کے ساتھ جس کے متعلق اسے معلوم ہے کہ اس میں معلوم صالح میں سے کوئی مصلحت ہے لہٰذا ہم کسی ایک چیز پر قطع ویقین نہیں رکھ سکتے اگرچہ سات سال کے ذکر والی روایت زیادہ ظاہر اور اس کا ذکر زیادہ ہوا ہے اور حضرت قائمؑ کی حکومت کے بعد کسی کی حکومت مگر وہ جو روایات آئی ہیں کہ ان کی اولاد انشاءاللہ اس میں قیام کرے گی لیکن یہ یقینی طور پر وارد نہیں ہوئی اور اکثر روایات میں ہے کہ مہدیؑ امت ہرگز اس دنیا سے نہیں جائیں گے مگر یامت سے چالیس دن پہلے جن دنوں میں فتنے اور نئے واقعات ہوں گے مردے اٹھائے جائیں گے اور حساب وکتاب کے لیے قیامت قائم ہورہی ہوگی خدا بہتر جانتا ہے جو کچھ ہونے والا ہے اور وہی توفیق ودرستگی کا حاکم ووالی ہے اور اس کے ذریعہ ہم گمراہی سے محفوظ رہنا اور رشد وہدایت کے راستہ کی طرف ہدایت چاہتے ہیں اور خدا نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کی آل طاہرین پر رحمت نازل فرمائے۔

شیخ سعید مفید محمد بن محمد بن نعمان رضی اللہ عنہ وحشرہ مع الصادقین فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب کے ہر

باب میں کچھ روایات پیش کی ہیں جتنے کی حالت متحمل تھی اور مختصر کرتے ہوئے ہر مقصد میں تمام وہ روایات نہیں لائے جو اس سلسلہ میں آئی ہیں اور ہم نے قائم مہدیؑ کے متعلق بھی جو اخبار تحریر کی ہیں وہ بھی گذشتہ بیان کی مانند اختصار کے ساتھ ہیں اور جیسے ہم نے ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر کو چھوڑ دیا ہے لہٰذا ہماری طرف کسی کو یہ نسبت نہیں دینا چاہیے کہ ہم نے انہیں مہمل قرار دیا ہے یا ہمیں ان کا علم نہیں یا ہم انہیں بھول چکے ہیں اور ان سے غافل ہیں اور چونکہ ہم نے مختصر اولہ آئمہؑ کی امامت پر قائم کی ہے اور مختصر ان کے واقعات لکھے ہیں یہ ہمارے مقصد کے لیے کافی ہیں خدا ہی توفیق دینے والا ہے اور وہی ہمارے لیے کافی اور بہترین وکیل و نگران ہے۔